# تذکرۂ شہادت

## حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما

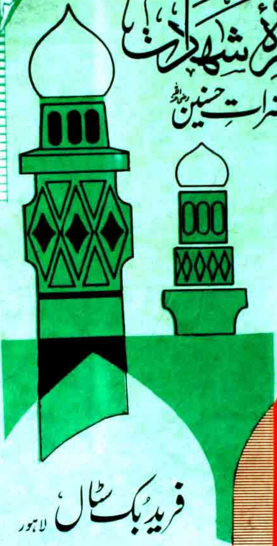

فرید بُک سٹال لاہور

# تذکرہ شہادت

## حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہ

تالیف

محمد ناصر علی

مدینہ کتاب گھر

واحد تقسیم کار

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار، لاہور

marfat.com

نام کتاب ـــــــــ تذکرۂ شہادت
مصنف ـــــــــ ناصر علی
ناشر ـــــــــ سید حامد لطیف چشتی
مصحح ـــــــــ راجا رشید محمود
مطبع ـــــــــ جنرل پرنٹرز لاہور
قیمت ـــــــــ ۴۸/- روپے

marfat.com

شہدائے کربلا

کے حضور

سید حامد لطیف چشتی

# کی نذرِ عقیدت

marfat.com

# فہرست مضامین



| مضمون | صفحہ | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|
| حمد وثنائے الٰہی ونعت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۱ | وصیت کرنا حضرت صدیق اکبر کا حضرت علی کو واسطے تجہیز وتکفین اپنی کے۔ | ۶۸ |
| سبب تالیف کتاب ہذا | ۱۲ | شہادت جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ | ۷۰ |
| ثواب رونے کا مصیبت امام حسین پر | ۱۴ | شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ | ۷۵ |
| وفات جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۷ | سزائے قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ | ۸۱ |
| حصول شہادت سرہ آنحضرت لبسبب باقی رہنے اثر زہر کے جو زینب یہودیہ نے دیا تھا | ۲۴ | شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ | ۸۳ |
| خواب دیکھنا حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کا اور تعبیر دینا آنحضرت کا اپنی وفات پر | ۲۷ | ولادت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ | ۹۴ |
| زندہ ہونا آنحضرت کا قبر شریف میں اور قبر شریف سے آواز اذان واقامت کی سُننا۔ | ۵۱ | فضائل خاصۂ شاہ زمن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ۔ | ۹۶ |
| وفات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا | ۵۷ | ولادت باسعادت شہید کربلا رضی اللہ عنہ | ۱۰۴ |
| حال اُن پانچ آدمیوں کا جن کے برابر کوئی رویا نہیں۔ | ۵۸ | فضائل جانِ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ | ۱۰۶ |
| وفات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ | ۶۵ | جبرئیل کا آنحضرت کو حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر دینا۔ | ۱۲۶ |
| حصول شہادت سرہٗ صدیق اکبر لبسبب باقی رہنے زہر سانپ کے۔ | ۶۶ | تمہید شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ | ۱۳۱ |
| | | سبب عداوت باطنی یزید با حضرات حسنین | ۱۴۱ |
| | | سبب عداوت ظاہری یزید با حضرت حسین | ۱۴۲ |
| | | شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ | ۱۴۴ |
| | | خواب دیکھنا حضرت امام حسن کا اور تعبیر | |



marfat.com

| مضمون | صفحہ | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|
| دینا سعید بن مسیب کا | ۱۴۵ | برابر پھرنا۔ پھر صبح کو اپنے تئیں کربلا میں پایا۔ | ۱۰۵ |
| خرابی جعدہ جس نے امام حسن کو زہر دیا تھا۔ | ۱۵۷ | گھیر لینا لشکر اعدا کا امام کو اور پانی کا بند کرنا۔ | ۲۰۸ |
| تخت پر بیٹھنا یزید کا اور بیعت طلب کرنا | | شدتِ گرمی اور پیاسِ اہلبیت۔ | ۲۰۹ |
| حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے۔ | ۱۵۹ | طعن کرنا مالک بن عروہ کا حضرت امام پر | |
| مزار نبوی پر رخصت ہونے کو جانا امام کا۔ | ۱۶۱ | اور بسبب آپ کی کرامت کے اُس کا آگ | |
| مدینہ منورہ سے کعبۂ معظمہ کو جانا۔ | ۱۶۵ | میں جل جانا۔ | ۲۱۶ |
| مکے میں کوفیوں کے خطوط کا آنا | ۱۶۸ | میدانِ کربلا میں دوسری کرامت۔ | ۲۱۲ |
| کوفے کو روانہ ہونا حضرت مسلم کا مکے سے۔ | ۱۷۰ | میدانِ کربلا میں تیسری کرامت۔ | ۲۱۶ |
| پہنچنا حضرت مسلم کا کوفے میں۔ | ۱۷۲ | احوال پُرملال شبِ عاشورا۔ | ۲۱۷ |
| آنا ابنِ زیاد کا کوفے میں بحکمِ یزید | ۱۷۳ | نسبت عذاب قاتلان امام کے آوازِ | |
| بخوف ابنِ زیاد منحرف ہونا کوفیوں کا مسلم سے۔ | ۱۷۶ | غیب کا آنا شبِ شہادت کو | ۲۱۹ |
| شہادت حضرت مسلم | ۱۷۹ | خواب میں نشان دینا حضرت صلی اللہ علیہ | |
| شہادت فرزندان حضرت مسلم | ۱۸۶ | وسلم کا امام حسین کو آپ کے قاتل کا۔ | ۲۱۹ |
| قتل حارث ملعون | ۱۹۴ | تیاری لشکر طرفین بصبح عاشورا۔ | ۲۲۰ |
| روانگی حضرت امام حسین از مکہ معظمہ تا بکوفہ | | اتمامِ حجت کرنا امام عالی مقام کا فوجِ شام سے | ۲۲۱ |
| روانہ کرنا حضرت امام حسین کا واسطے اطلاع | | تیر چلانا عمرو سعد کا امام پر | ۲۲۲ |
| کوفیوں کے اپنے دودھ شریکی بھائی کو | | تعداد لشکر سعد اور شروع ہونا لڑائی کا۔ | ۲۲۳ |
| اور شہید کرنا کوفیوں کا آپ کے بھائی کو۔ | ۱۹۶ | باہر آنا حُر کا لشکر اعداء سے پاس امام کے۔ | ۲۲۴ |
| خواب میں دیکھنا امام حسین کا رسول اللہ کو اور | | آنا صفوان کا واسطے لے جانے حُر کے اور | |
| آنحضرت کا خبرِ شہادت دینا۔ | ۱۹۸ | قتل کرنا حُر کا صفوان کو مع تین بھائیوں کے۔ | ۲۲۵ |
| حراست حُر میں کربلا میں آنا۔ | ۲۰۳ | آوازِ غیب کا آنا واسطے خوشخبری شہادت حُر | |
| کوچ فرمانا آپ کا باصرار حُر کے اور سات رات | | کے اور شہید ہونا حُر کا۔ | ۲۲۵ |


marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| شہادت بھائی وپسر وغلام حُرکی | ۲۲۷ |
| شہادت وہب نامی آدمی کی | ۲۲۸ |
| شہادت عبداللہ پسر مسلم رضی اللہ عنہ | ۲۳۰ |
| شہادت پسران عقیل بن ابی طالب | ۲۳۱ |
| شہادت عبداللہ صاحبزادہ امام حسن | ۲۳۲ |
| شہادت قاسم صاحبزادۂ امام حسن | ۲۳۴ |
| قتل ہونا ارزاق پہلوان اور اُس کے چار بیٹوں کا حضرت قاسم کے ہاتھ سے۔ | ۲۳۶ |
| شہادت ابوبکر وعمر پسران حضرت امام حسن۔ | ۲۳۷ |
| شہادت ابوبکر وعمر وعثمان وعون وجعفر وعبداللہ صاحبزادگان حضرت علی رضی اللہ عنہ | ۲۳۸ |
| شہادت حضرت عباس علمبردار رضی اللہ عنہ | ۲۳۸ |
| شہادت حضرت علی اکبر ابن امام حسین | ۲۴۲ |
| غلبہ ہونا تشنگی کا حضرت علی اکبر پر | ۲۴۵ |
| قتل کرنا حضرت علی اکبر کا خارق کو مع اُس کے لڑکوں کے اور آپ کا شہید ہونا۔ | ۲۴۶ |
| شہادت حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ | ۲۴۹ |
| ممانعت نوحہ | ۲۵۰ |
| حال جنگ امام با لشکر شام | ۲۵۳ |
| آمادہ ہونا عابد بیمار کا لڑائی کے لئے۔ | ۲۵۴ |
| وصیت فرمانا امام عالی مقام کا اُمت کو کہ اپنی مصیبت کے وقت میری اور میرے اہل بیت کی مصیبت کو یاد کرے | ۲۵۵ |
| دوبارہ اتمام حجت کرنا امام کا لشکرِ امام سے۔ | ۲۵۸ |
| باز آنا اعداء کا مقابلے سے اور للکار کر مستعد کرنا شمر ملعون کا۔ | ۲۵۹ |
| حاضر ہونا زعفر (سردار پریوں) کا | ۲۶۰ |
| شجاعت امام و بزدلی لشکر شام کی۔ | ۲۶۱ |
| قتل کرنا آپ کا یزید ابطحی کو۔ | ۲۶۲ |
| محاصرہ کرنا لشکرِ اعداء کا امام پر اور آپ کا جوابی حملہ۔ | ۲۶۳ |
| شمر ملعون کا فوج کے دستے کے ساتھ خیمۂ اہلِ بیت کی طرف جانا اور امام کی للکار۔ | ۲۶۴ |
| امام عالی مقام فرات پر۔ | ۲۶۵ |
| ایک بزرگ کا خواب میں سیدۃ النساء کو آستین سے کربلا کو صاف کرتے دیکھنا۔ | ۲۶۷ |
| طلب بخششِ اُمت عین لڑائی میں۔ | ۲۶۸ |
| ایک کرامت۔ | ۲۶۹ |
| شہادت سیدنا امام حسین علیہ السلام۔ | ۲۷۱ |
| حال بیتابیٔ اسپ سواری امام عالی مقام | ۲۷۴ |
| خیمہ مبارک میں کوفیوں کی لوٹ۔ | ۲۷۵ |
| نعش مبارک کا گھوڑوں سے روندنا۔ | ۲۷۶ |
| نقشہ۔ قیامت بروز عاشورہ | ۲۷۷ |
| سات روز تک آسمان سے خون برستا رہا۔ | ۲۷۸ |


marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| بھونا شفق آسمان کا بعد شہادت کے اور پتھروں کے نیچے سے تازہ خون کا نکلنا۔ | ۲۸۰ |
| نزول ملائکہ اور بعد شہادت مزار کی مجاوری۔ | ۲۸۳ |
| جنات کا نوحہ۔ | ۲۸۴ |
| کربلا سے کوفے کو روانگی۔ | ۲۸۵ |
| شہدار کی نعشوں کی تدفین۔ | ۲۸۷ |
| سر مبارک تنور میں۔ | ۲۸۹ |
| سرہائے شہدار کوفے میں۔ | ۲۹۰ |
| ابن زیاد کے پھاٹک پر سر امام کا آیت قرآنی کی تلاوت فرمانا۔ | ۲۹۱ |
| ابن زیاد کی سر مبارک سے گستاخیاں۔ | ۲۹۲ |
| کلمات کفریہ اور فتح یزید کے خطبہ پر عبد اللہ بن حنیف کی برہمی۔ | ۲۹۲ |
| قطرۂ خون سر امام ابن زیاد کے کپڑوں پر اور اُس کا غائب ہونا۔ | ۲۹۳ |
| قتل عابد بیمار کے لئے ابن زیاد کا حکم اور حاضرین مجلس کی مخالفت پر باز رہنا۔ | ۲۹۴ |
| اہل بیت بندی خانے میں | ۲۹۴ |
| نیزے پر تلاوت قرآن | ۲۹۵ |
| کوفے سے دمشق کو روانگی | ۲۹۶ |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| راہِ شام میں لوہے کا غیبی قلم | ۲۹۶ |
| سر مبارک راہب کے پاس اور نزولِ تجلیات الٰہی۔ | ۲۹۶ |
| یحییٰ راہب حرانی پر سر امام کی کرامت کا ظہور۔ | ۲۹۷ |
| شیبر بن اور عزیز بن ہارون کو نوالِ حلب | ۲۹۸ |
| حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا تعزیت کو آنا۔ | ۲۹۹ |
| حضرت حوّا، سارہ، ہاجرہ، راحیل، یوسف کلثوم (ہمشیرہ حضرت موسیٰ)، مریم حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور سیدۃ النساء علیہا السلام کی آمد۔ | ۳۰۰ |
| دمشق میں پہنچنا۔ | ۳۰۲ |
| ایک پیر مرد کی عابد بیمار کے ہاتھ پر توبہ | ۳۰۳ |
| یزید کی سر مبارک کے ساتھ بے ادبیاں اور سات صحابہ کی شہادت۔ | ۳۰۹ |
| ایک سوداگر یہودی کا دربار یزید میں قبولِ اسلام اور اُس کی شہادت۔ | ۳۱۰ |
| فضائل حسنین قیصر روم کے ایلچی کی زبان پر اور یزید کا پیچ و تاب۔ | ۳۱۲ |
| یزید سے حضرت عابد بیمار کی گفتگو | ۳۱۵ |


marfat.com

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| یزید کی لاجوابی اور حضرت بیمار سے اُس کا اِستفسارِ حاجت۔ | ۳۱۸ |
| دروازۂ دمشق پر سرہائے شہدا کا لٹکایا جانا۔ | ۳۱۹ |
| جامع مسجد دمشق میں زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطاب۔ | ۳۱۹ |
| قافلۂ اہلِ بیت مع سرہائے شہداء مدینہ کو روانہ ہوتے ہیں۔ | ۳۲۱ |
| قافلۂ اہلِ بیت مدینہ منورہ میں۔ | ۳۲۲ |
| حضرت اُمِ سلمہ سے امام زین العابدین کا مِلنا۔ | ۳۲۴ |
| حالِ گریۂ وزاری اہلِ بیت اور سرِ مبارک کی جنت البقیع میں تدفین۔ | ۳۲۵ |
| فراقِ پدر میں گریہ زاری حضرت عابد بیمار رضی اللہ عنہ کی۔ | ۳۲۶ |
| کثرتِ گریہ۔ | ۳۲۷ |
| ایک بکری کے ذبح ہونے پر حضرت زین العابدین کی حالتِ غیر۔ | ۳۲۸ |
| سزائے قاتلانِ حسین | ۳۳۰ |
| یزید کا دورِ حکومت اور خلافِ شرع کاموں کی کثرت۔ | ۳۳۰ |
| مدینہ منورہ میں یزیدی لشکر کی لوٹ مار | |

| مضمون | صفحہ |
| --- | --- |
| سات سو صحابیوں اور دس ہزار عوام کی شہادت۔ | ۳۳۱ |
| حضرت اُمِ سلمہ کے گھر میں لُوٹ، مسجدِ نبوی شریف کی بے ادبی اور تین روز تک مسجد شریف بغیر اذان واقامت کے۔ | ۳۳۱ |
| سعید بن مسیب کا قبر شریف سے اذان و اقامت کا سُننا۔ | ۳۳۱ |
| کعبہ معظمہ کی بے ادبی۔ | ۳۳۱ |
| یزید پلید کی موت | ۳۳۱ |
| پسرِ یزید کی تخت نشینی، اہلِ بیتِ اطہار کی تعریف اور اپنے باپ کی مذمت۔ | ۳۳۱ |
| مختار بن عبید کی سلطنت۔ | ۳۳۳ |
| مختار عمر وسعد کو طلب کرتا ہے۔ | ۳۳۳ |
| عمر وسعد اور اُس کے بیٹے کا قتل۔ | ۳۳۳ |
| شمر ملعون کا انجام۔ | ۳۳۳ |
| سرہائے اشقیاء محمد بن حنفیہ کے حضور ہیں۔ | ۳۳۳ |
| قاتلانِ حسین کے قتلِ عام کا حکم۔ | ۳۳۳ |
| کوفیوں کا بصرے کو فرار، لشکرِ مختار کا تعاقب اور قتل کے بعد کوفیوں کی لاشیں نذرِ آتش۔ | ۳۳۳ |
| خولی کا خوفناک اور عبرتناک انجام۔ | ۳۳۳ |


marfat.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ابراہیم بن مالک اشتر سالارِ فوج مختار کا ابنِ زیاد سے معرکہ اور ابن زیاد کا قتل۔ | ۳۳۴ |
| خرابیٔ سرابنِ زیاد بسبب غضب الٰہی | ۳۳۵ |
| ایک لاکھ چالیس ہزار شامیوں کا قتل خونِ امام حسین کے عوض۔ | ۳۳۵ |
| فضیلت خاندانِ نبوی اور نبیوں پہ مختار کی خبط خیالی | ۳۳۵ |
| مختار کا عبداللہ بن زبیر سے ارادہ جنگ | ۳۳۶ |
| مختار اور مصعب بن زبیر کے درمیان جنگ اور سرِ مختار مصعب کے سامنے۔ | ۳۳۶ |
| عبدالمالک کا کوفے پر تسلط اور مصعب و ابراہیم بن مالک اشتر کا قتل۔ | ۳۳۷ |
| دارالامارۃ کوفے کا انہدام | ۳۳۷ |
| حجاج بن یوسف کے ہاتھوں کعبۃ اللہ کی بے حرمتی اور شہادت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ | ۳۳۸ |
| سلطنت بنو اُمیہ | ۳۳۸ |
| حال سزائے قاتلِ امام حسین کا دوزخ میں۔ شدید نامی دوزخ کے سانپ کی فریاد | ۳۳۸ |
| عذاب قاتلان امام حسین۔ | ۳۳۹ |
| سزائے قاتلان امام حسین | ۳۳۹ |
| ایک بوڑھا شعلہ چراغ کی نذر | ۳۴۰ |
| حال عجیب ایک ملعون کا | ۳۴۱ |
| جعولہ حضرمی کوڑھی ہوگیا۔ | ۳۴۱ |
| اسود بن حنظلہ پر کوڑھ کا حملہ | ۳۴۱ |
| مالک بن یسار پر دیوانگی | ۳۴۱ |
| سزائے قاتل علی اصغر رضی اللہ عنہ | ۳۴۲ |
| سونا خاکستر ہوگیا۔ | ۳۴۳ |
| حکایت عجیب چہرہ مسخ ہوگیا اور گناہوں کی عدم مغفرت کا "مژدہ"۔ | ۳۴۴ |
| روزِ قیامت سیدۃ النساء کی عرش کے نیچے انصاف طلبی۔ | ۳۴۷ |
| حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ زہرا کو منانا۔ | ۳۴۷ |
| حضرت محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خاتونِ جنت کا اُمتِ عاصی کے لیے طلبِ بخشش۔ | ۳۴۷ |
| خاتمہ کتاب۔ | ۳۴۹ |

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعالیٰ اللہ کیا کیا قدرتیں اپنی دکھاتا ہے — کہ پتلے نور کے بنوا کے مٹی میں ملاتا ہے
کبھی حسنین کو کاندھے پہ حضرت کے چڑھاتا ہے — کبھی سر انکے نیزے پر چڑھا در در پھراتا ہے

الحمد لمن لہ البقاء والقدم۔ وما سواہ الفناء والعدم۔ نشکرہ علیٰ ما اعطانا من اجل النعم۔ وجعلنا من خیر الامم والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید ولد آدم۔ صاحب السیف والملاحم والعلم۔ دافع الکرب و البلاء والالم۔ اتباعہ متحتم علی العرب والعجم۔ وعصیانہ محرم۔ سیدنا و مولٰنا محمد المسموم شہید الامم۔ وعلیٰ آلہ و اصحابہ سیما علیٰ صہویہ وختنیہ وعدد شہداء لبنی آدم خصوصاً علیٰ سبطیہ المکرمین القمرین الانورین العطشانین المظلومین الشہیدین سیدنا و مولانا ابو محمد الحسن و ابو عبد اللہ الحسین ماتعاقب ایام العاشوراء و شہور المحرم۔

**اما بعد** ——— غلامِ پنجتن، آوارۂ دشتِ کرب و بلا، مسمومِ زہرِ ہلاہلِ جرم و خطا تر دامن عین فرات میں خشک لب رنگین پیرہن تیر بارانی بلائے جاں بہ لب فقیر محمد ناصر علی بن شیخ حیدر علی مرحوم غیاث پوری منیری مولداً آروی مسکناً خدمت میں محبانِ سیدنا حسنین اور جانثارانِ سبطین مکرمین کے عرض رسا ہے کہ اکثر یہ فقیر واقعاتِ کربلا اور سانحاتِ آلِ عبا اور روایاتِ درد آمیز اور حکایاتِ رقت انگیز امامِ قبلتین مظلومین مقتولین شہیدین قمرین نیرین نجمین انورین سراجِ مشرقین ضیاءِ مغربین نورِ عینین کونین سبطین ذی النورین ریحانینِ اعطرین جناب حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد الحسن و ابو عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر شہادتین کے متفرق کتابوں میں دیکھ دیکھ کر روتا تھا سیاہی

marfat.com

منہ کی اشکِ افسوس سے دھوتا تھا، بارہا اس غم سے اُداس رہتا، ہردم مدحو اس رہتا حتیٰ کہ جب نام اس ریحانِ رسول کا یاد پڑجاتا خارِ غم دل میں گڑجاتا دل بے اختیار دھڑکنے لگتا، دلِ وحشت زدہ پھڑکنے لگتا، کلیجہ پھٹنے لگتا، غم سے دل اُلٹنے لگتا، عرصۂ دراز سے جی چاہتا تھا کہ ان روایات کو یکجا کر دیجیے یعنی فضائل اور شہادت میں حضراتِ حسنین کی ایک کتاب تصنیف کیجیے اور عمر بھر پڑھ کر اتنا روئیے جی جان کھوئیے کہ منہ کی کالک دھو جائے سارا گناہ ذراتِ ریگِ کربلا اور قطراتِ فرات سے بالا ہے محو ہو جائے۔

ایک دن اسی فکر میں سہو محو ہو رہا تھا، حالاتِ کربلا یاد کر کے رو رہا تھا، حضارِ مجلس کا منہ تکتا تھا مگر کوئی حرف نہ بول سکتا تھا، اتنے میں شیدائے ذکرِ آلِ عبا والۂ خاندانِ لافتیٰ نورِ حدقۂ اتقیا نورِ حدیقۂ اہتداء محبِ سادات مجمع سعادات، عاشقِ اصحابِ عظام، شیفتۂ آلِ کرام سراپا دانش و تمیز شیخ عبدالعزیز اس مظہرِ انوارِ لم یزلی حاجی شیخ رجب علی صاحب لکھنوی، لکھنؤ سے آئے، بعد ساعت حرفِ مطلب زبان پر لائے کہ میں نے ناصر الابرار چھپوائی، بفضلہ تعالیٰ تمنائے دلی بر آئی، اب ایک عرض دوسری لایا ہوں فقط اسی غرض کے لیے اس قدر طولِ مسافت طے کر کے آیا ہوں کہ آپ ایک کتاب بیان واقعاتِ کربلا اور فضائل اور شہادت میں سیدنا حسین ریحانِ مصطفےٰ کی تالیف کر دیجیے، بہت جلد تصنیف کر دیجیے، روایتیں صحیح ہوں مضامین فصیح ہوں، معتبرہ کتابوں سے منقول ہو، تا عنداللہ و عندالناس مقبول ہو۔

فقیر نے ہر چند اس میں عذر کیا مانا نہیں، عرض میں طول دیا، حال دل کا جانا نہیں آخر سینۂ پرسل انگارے پر دل رکھ کر، کلیجہ تھام کر قلمِ مصیبت رقم اٹھایا، بہت جلد رو رو کر آنسوؤں سے کاغذ دھو دھو کر حیطۂ تحریر میں لایا، بیان وفات حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شہادت سے جناب خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم

marfat.com

سے ابتدائے کلام کیا اور فضائل اور شہادت پر حسنین کے اختتام کیا اور چونکہ یہ کتاب مجمع البحرین ہے اس لئے نام اس کا عناصر الشہادتین ہے، جسے واقعات کربلا کے دیکھنے کی ہوس ہے اسے مطالعہ اس کا بس ہے اب احباب سے تمنا ہے کہ اگر اس کی سیر کریں تو بحق مؤلفِ عاصی دعائے خیر کریں اور اگر کہیں کسی روایت میں لغزش پائیں تو خنجر طعن اس تردامن تشنہ لب کے گلے پر نہ چلائیں، یا تو عین عنایت سے معاف کر دیں یا اسے اشکِ دیدہ سے دھو کر صاف کر دیں۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

اما بعد اب ناصر کو حیرت ہے، سکتہ ہے قلم ہاتھ میں لئے کاغذ کا منہ تکتا ہے، سیاہی غم سے مثل صوف پوشوں کے سیہ پوش ہے، دوات رنج و الم سے مدہوش ہے، جو بیان ہے وہ نشترِ رگِ جان، ہر ہر بیت، بیت الاحزان ہے مصرع پُر غم ہے، جو نقطہ ہے وہ قطرۂ دم ہے، جو مضمون ہے، درد و غم سے مشحون ہے، ہر سطر صفِ غم ہے، حرف حرف حلقہ نشینِ الم ہے، ہر طرف سے گھٹا غم کی گھری آتی ہے، دل تڑپتا ہے، جان نکلی جاتی ہے اور کیونکر نہ ہو کہ اب حالِ پُر ملال واقعاتِ قیامت نما یعنی ماجرائے وفات حضرتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و شہادت خلفائے مصطفےٰ و امامِ دوسرا شہید کربلا لکھا جاتا ہے کیسا امامِ عالی مقام آئینہ رسول نما آیہ اِنَّمَا، مصداق سورہ ھَلْ اَتٰی، معنیٔ مودت فی القربیٰ، سبط و ریحانِ رسول، بضعۂ جانِ بتول، لختِ جگرِ علی مرتضیٰ، قوتِ بازوئے حسن مجتبیٰ، نورِ حدقۂ فاطمہ زہرا، نورِ حدیقۂ خدیجۂ کبریٰ، راکبِ دوشِ رسول، زیبِ آغوشِ بتول، ساقیٔ کوثر کا نواسا، عین فرات پر قطرۂ آب کا پیاسا، شہید رنگین پیرہن، قتیلِ خونیں کفن، شیر دلیر بیشۂ بلا ثابت قدم مقام رضا، رضا جو جس کے مزاج نازک کا ربِ جلیل گہوارہ جنباں جس کا

marfat.com

جبرئیل، جدِ امجد جس کے رسولِ اکرم، خال جس جیسے قاسمِ مکرم، والدِ ماجد جس کے علیِ اعظم، حسن جس کے برادرِ معظم، جعفرِ طیار جس کے عمِ مفخم، صدیق جس کے ہمدم، فاروق جس کے قدر کے محرم، عثمان جس کے شریکِ درد والم، امام الثقلین، جانِ کونین، سلطانِ دارین، مولی القبلتین سیدنا و مولانا ابوعبداللہ الحسین

جائیکہ ہست ذکرِ حسین دِ بلائے اُو　　　رحمت نزول سکینہ از کبریائے اُو

روایت ہے کہ جو کوئی مصائب اور واقعات مولانا و سیدنا امام حسین کے یاد کرکے روتا ہے، بخیال ان کے صدمات سے آنسوؤں کے رومال بھگوتا ہے یا بہ تکلف اپنی رونی صورت بناتا ہے، آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے تو وہ مستحق جنّات تجری تحتہا الانہار ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ اس پر مینہ رحمت کا برساتا ہے۔

روایت ہے کہ جو کوئی قطرہ آنسو کا غم میں سیدنا امام حسین کے اپنی آنکھوں سے بہاتا ہے حق تعالےٰ اس قطرہ کو صدف کرامت میں جمع کر کے دُرِ بے بہا بناتا ہے پھر اسے رشتۂ اعمال میں اس کے گوندھ کر ایک ہار انمول بنا کر کے گلے میں اس رونے والے کے پہناتا ہے اور قیمت اس کی بروز بازارِ قیامت خلق پر کھلے گی یعنی بہشتِ بریں اس کے رہنے کو ملے گی۔

راحت القلوب میں ہے کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے، جس وقت انہوں نے خبر شہادت کی سیدنا حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی سُنی، بباعث دوستی خاندانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان پر عجیب حالت طاری ہوئی اور اس قدر سر اپنا زمین پر پٹکا کہ نہر خون کی اُن کے سر سے جاری ہوئی۔

آخر اسی طرح سر پٹکتے پٹکتے مر گئے، دنیا سے سفر کر گئے، اسی رات کو لوگوں نے اُن بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ آگے سیدنا امیر المومنین حضرتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہیں اور گلے میں ان کے ہار عزت اور کرامت کے پڑے ہیں، پوچھا کہ حق تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ کہا سب میرا گناہ بخش دیا اور مجھے حکم ہوا کہ چونکہ تو دوستدارِ خاندانِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

marfat.com

اور محب جانثار امام عالی مقام کا ہے اس لئے تجھے فرمان ہوتا ہے کہ حضوری میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے رہا کرے

حسین جانِ گرامی فدائے امت کرد ردا ست امت اگر جان کند فدائے حسین

روایت ہے شیخ سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں عاشورے کے دن غمِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے رو رہا تھا ان کے مصائب کو یاد کر کے بیقرار ہو رہا تھا اور جی میں کہتا تھا کہ اگر میں اس دن اپنی بد نصیبی سے وہاں حاضر نہ تھا کہ شاہِ کربلا کے آگے کفارِ اشرار سے لڑ کے اپنا گلا کٹاتا، حضرت پر قربان ہو جاتا تو بارے آج تو اس کی حسرت میں کچھ تھوڑا رو لوں، خونِ دل سے دامن بھگو لوں، پھر اسی رات کو اپنے بخت کی بیداری سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا اے سہل! قسم ہے کبریائی کی کہ ایک قطرہ بھی تیرا آنسو کا جو مصیبت میں میرے فرزندِ دلبند نورِ عین حسین کے بہا ہے بیکار نہ جائے گا اور اس رونے کے بدلے جو آج روتا ہے کل حق تعالیٰ تجھے اجرِ جزیل اور ثوابِ جمیل عنایت فرمائے گا کہ محاسبانِ تختۂ خاک اس کے حساب سے گھبرائیں گے اور دبیرانِ خطۂ افلاک اس کے شمار سے عاجز ہو جائیں گے۔

روایت ہے کہ سلطانِ کونین حضرتِ امام حسین قیامت کے دن عرصاتِ محشر میں ساتھ چہرۂ آلودۂ خون اور رنگین کفن کے تشریف لائیں گے اور جنابِ باری میں التجا فرمائیں گے ربِّ شَفِّعْنِیْ فِیْمَنْ بَکٰی عَلٰی مُصِیْبَتِیْ "خداوندا! جو کوئی دنیا میں میری شہادت اور مصیبت اور غریبی اور محرومی اور مظلومی اور بیکسی اور بے بسی اور بے برگی اور تشنگی اور گرسنگی اور تنہائی اور یکتائی پر رویا ہے اور میرے غم میں اپنے دامان کو بھگویا ہے تو اُسے میرے اس چہرہ راعشۂ بخون اور پیراہن گلگوں کے بہا میں بخش دے، میری شفاعت اس کے حق میں قبول کر لے" حق تعالیٰ شفاعت کو جناب کی قبول کرے گا گناہ اُن لوگوں

marfat.com

جو غم امام میں روئے ہیں بخشدے گا۔

**روایت ہے**، امام علی بن موسیٰ رضا سے منقول ہے کہ جب حق تعالیٰ نے واسطے فدیہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بہشت سے مینڈھا بھیجا اور ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ذبح کیا، پھر دل مبارک میں اس شیر دلیر کے یہ خیال ہوا کہ اگر اس مینڈھے کے عوض اسمٰعیل ہی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا تو ثواب عظیم اور اجر فخیم پاتا، پس حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے ابراہیم! تمامی مخلوق میں سے تم کس کو زیادہ دوست رکھتے ہو خلیل اللہ نے عرض کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ حبیب اور صفی تیرے ہیں پھر ارشاد ہوا کہ ان کو زیادہ دوست جانتے ہو یا اپنے کو عرض کی قسم ہے تیری عظمت کی کہ ان کو اپنی جانِ عزیز سے عزیز اور دوست تر جانتا ہوں۔ پھر فرمان پہنچا کہ فرزندان کو ان کے زیادہ دوست جانتے ہو یا اپنے فرزندوں کو؟ خلیل اللہ نے جواب دیا، فرزندانِ امجاد ان کے میرے نزدیک میری اولاد سے دوست تر اور محبوب تر ہیں ؎

آنکس کہ تراشناخت جاں راچہ کند فرزند و عیال و خانماں راچہ کند

پھر حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے خلیل! ایک فرزند کو فرزندانِ بزرگوار سے ان کے بڑے جور و ایذا اور نہایت ظلم و جفا سے غریب اور تنہا بھوکا اور پیاسا، دشتِ کربلا میں شربتِ شہادت کا پلائیں گے اور سارے مال و اسباب کو اس فرزندِ ارجمند کے لوٹ لیں گے، خاک میں ملائیں گے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ اس واقعہ جانکاہ کا اور حادثہ ہوشربا کا سن کر حالتِ رقت میں آئے اور قطراتِ حسرت اشک کے چشمانِ غم دیدہ سے بہائے، خطاب آیا اے ابراہیم ثواب تمہارے رونے کا امام حسین پر اور جو تم ان کی مصیبت کو یاد کر کے دل میں کڑھے برابر اس ثواب کے ہے کہ اپنے ہاتھ سے تم اپنے فرزندِ ارجمند اسمٰعیل کو میری راہ میں قربان کرتے۔ یارو! مقام غور ہے کہ مصیبت میں سیدنا امام حسین کے رونے کا کس قدر ثواب ہوتا ہے، کتنا فضل رب الارباب ہوتا ہے۔

marfat.com

# وصالِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

قیامت سے نہیں کچھ کم وفاتِ سرورِ عالَم ۔۔۔ کہ جس کے ذکر سے ناصرؔ کلیجہ منہ کو آتا ہے
یہ کیا ہے آسماں سے آج یہ جو اشکباری ہے ۔۔۔ زمین و آسماں میں کیوں یہ جوشِ آہ و زاری ہے
یہ کیوں جبریل کی آنکھوں سے بحرِ خون جاری ہے
گھٹا غم کی فلک پر چھا گئی ہے کس لئے ہر سُو ۔۔۔ بظاہر ایک کو بھی اپنے دل پر کچھ نہیں قابو
سوادِ دنیا کی بدلی کیوں اندھیری آج چھائی ہے
یہ کمل بل ہو گئی پیغمبروں میں کس لئے اسدؔ ۔۔۔ پرے باندھے ملک روتے چلے آتے ہیں کیوں پیہم
زباں پر سب کی کیوں صلِّ علیٰ با آہ و زاری ہے

---

دنیا جائے آزمائش ہے نہ مقامِ عیش و آسائش ہے، دو دن کی زندگی ہے، عبادت کی تو خیر نہیں تو سراسر شرمندگی ہے، آدمی گدا ہے یا بادشاہ ہے، نبی ہو یا امت، دونوں کی یہی حالت ہے ؎

در بارگاہِ حسن چہ سلطاں چہ بے نوا ۔۔۔ بر آستانِ مرگ چہ درباں چہ بادشاہ

نہر موت کی گھر گھر جاری ہے مگر کسی کو سُوجھے نہیں کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ قولِ باری ہے مگر کوئی بُوجھے نہیں جو دم ہے، جو پل ہے، جو گھڑی ہے، موت سر پر اپنے تاک رہی ہے، کھڑی ہے ؎

رہنا نہیں کسی کو چلنا ہے سب کو آخر ۔۔۔ دو چار دن کی خاطر یاں گھر ہوا تو پھر کیا

کوئی ملک ہو یا نبی ہو، پیر و جوان ہو یا صبی ہو، شاہ ہو یا وزیر، امیر ہو یا فقیر، منشی ہو یا دبیر، صغیر ہو یا کبیر، حکیم ہو یا طبیب، ابلہ ہو یا لبیب، بقراط ہو یا مسیح، خوشنویس ہو یا شاعرِ فصیح، عالم ہو یا جاہل، عارف ہو یا کامل، پہلوان ہو یا ضعیف، وضیع ہو یا شریف، فاسق ہو یا زاہد، کافر ہو یا ساجد، موت کسی کو

marfat.com

چھوڑتی نہیں، ہر دم دم نکالنے کو آمادہ ہے، ہاتھ موڑتی نہیں ؎

ظالم تجھے کیا خواہشِ دنیائے دَنی ہے — پیوندِ زمیں ہر کوئی محتاج و غنی ہے
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ — سوتے ہیں تہِ خاک گلے میں کفنی ہے

اس گھڑی سنگِ مرمر کے محل میں جو بڑے عیش سے جیتے ہیں لمبی تانے سوتے ہیں، وہ اُس گھڑی مرمر کے آغوشِ غضب میں مادرِ نامہربان قبر کے پڑے بجائے شیرِ خونِ جگر پیتے ہیں اور زار زار روتے ہیں، انگوٹھے حسرت کے چاٹ رہے ہیں، انگلیاں افسوس کی کاٹ رہے ہیں، آہ آہ ابھی جو یار و آشنا کے ساتھ ہنس رہے ہیں، نظر پھیری تو گور میں پڑے ہیں، سانپ بچھوؤں کو ڈس رہے ہیں ؎

کہاں سلیماں کہاں سکندر کہاں ہیں جم اور کہاں ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر
مسافرانِ رہِ عدم کو یہ کیسی نیند آگئی الٰہی
کہ جب سے سوئے نہ پھر کے چونکے تھکے ہم ان کو جگا جگا کر

یارو! حیرت و عبرت کا مقام ہے کہ جب روح کونین جانِ دارین شہنشاہِ ہر دو سرا سرورِ انبیاء حبیبِ خدا اصلِ موجودات سببِ وجودِ کائنات سید ولدِ آدم رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، جن کے لئے حق تعالےٰ نے دونوں جہاں کو بنایا، کتم عدم سے وجود میں لایا، دنیائے دَنی کو چھوڑا حق سے جا ملے، رشتۂ زندگی توڑا تو ہم تم کیا عمرِ دو روزہ پر اعتبار کریں، ایسے جینے پر دل شاد کریں، حق یہ ہے کہ اللہ بس ہے اور باقی ہوس ہے۔

روایت ہے کہ دسویں سال ہجرت کے بعد جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے وصال کا حال معلوم ہوا تو مسجد میں آکر آپ نے خطبہ پڑھا کہ ایک بندے کو حق تعالےٰ نے دنیا میں ناز و نعمت کے ساتھ رہنے اور انتقال کرنے کا مختار کیا، اس نے دنیا کو اختیار نہ کیا، آخرت ہی کو اختیار کیا۔ شیفتۂ جمال اور

marfat.com

عاشقِ صادق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس نکتے کو سمجھ کر رونے لگے اور رائحۂ انتقالِ حبیب متعال اس کلام سے پاکر افسردہ ہونے لگے اور کہنے لگے ہم اپنے مادراں اور پدراں اور جانوں اور مالوں کو آپ پر قربان کرتے ہیں، یا رسول اللہ ہمارا کیا حال ہوگا؟ آپ نے دلاسا دیا اور فرمایا الوبکر مت رو، بیقرار مت ہو۔

پھر اسی سال آپ نے حج ادا کیا اور بتاکید تمام احکام دین کے یاد رکھنے کی تلقین فرما کے کلماتِ رخصت باصد حسرت و رقت فرمانے لگے کہ شاید آئندہ سال پھر اتفاق حج کا نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ تم لوگوں سے میرا حال پوچھے گا کہ کیا کیا اور تمہارے ساتھ کیسے رہے؟ سو تم لوگ کیا کہو گے؟ سب حاضرین نے کہ لاکھ آدمی سے زیادہ تھے، عرض کیا کہ آپ نے احکامِ الٰہی خوب پہنچائے اور نصیحت امت کو بخوبی فرمائی، پس آپ نے انگشتِ شہادت آسمان کی جانب اٹھا کر تین بار فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ یعنی خداوند اگواہ رہ۔

**روایت ہے** کہ اسی سال میں بروز عرفہ جمعہ کے دن یہ آیت اتری اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ یعنی میں نے آج دین تمہارا پورا کر دیا اور نعمت اپنی تم پر پوری کر دی، مسلمانوں کو اس بات کی بڑی خوشی ہوئی مگر باریک بین صحابہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس آیت سے زمانِ قیامت نشان سمجھ گئے اس واسطے کہ حضرت کا دنیا میں رہنا اور ان سب اذیتوں کا سہنا فقط واسطے اکمالِ دین اور تکمیلِ قصین کے ساتھ جب دین کامل اور نعمت حق پر شامل ہوگیا تو حضرت کو دنیائے دنی سے کیا کام ہے اور انہی دنوں میں سورۂ اِذَا جَآءَ اتری۔ آپ نے جبریلِ امین سے فرمایا کہ اے جبریل! اس سورت سے بوئے وصال آتی ہے یعنی یہ سورت خبر موت کی سناتی ہے، جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی جو بھی رضائے مولیٰ ہے تو اس دنیا سے بہر صورت آخرت آپ کے لئے اولیٰ ہے، آخر آپ نے حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا اور اہل بقیع اور شہدائے احد

marfat.com

کے واسطے دعائے مغفرت فرما کے اپنے کوچ کا حال لوگوں کو سنایا، اس کے بعد آپ اکثر تسبیح اور استغفار اور گریے میں مشغول رہتے، لوگ کہتے یا رسول اللہ آپ موت کے خوف سے روتے ہیں، اتنا بے تاب ہوتے ہیں، فرماتے نہیں بلکہ امت کی قبر کی تنگی اور لحد کی تاریکی اور قیامت کے احوال کو یاد کر کے رونا ہوں بے قرار ہوتا ہوں ؎

جہاں کا باغ تاراج خزاں ہے | اُجڑتا ہم صفیر و گلستاں ہے
جناب سرورِ عالم کی رحلت | قیامت ہے قیامت ہے قیامت
رسول اللہ اگر مانع نہ ہوتے | سراپا پیٹ کے ہم جان کھوتے
کہیں کیا بندگی بیچارگی ہے | فقط رونے ہی کی رخصت ملی ہے

روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل خواص اصحاب اور عمدہ احباب کو گھر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بلایا، پھر ہم لوگوں کو دیکھ کر نہایت شفقت اور رحمت اور غلبۂ درد فرقت سے ہم لوگوں کی بیکسی اور غربت پر نظر کر کے رونے لگے، بیقرار ہونے لگے ؎

وداع یار و دیارم چو بگذرد بخیال
شود منازلم از آب دیدہ مالا مال
میانِ آتشِ سوزندہ ممکن ست آرام
ولے در آتشِ ہجراں قرار و صبر محال

پھر فرمایا مَرْحَبًا بِكُمْ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ــــــــ اے یارو! وصیت کرتا ہوں میں تم کو ساتھ تقوٰی اور خوفِ الٰہی کے اور عذابِ الٰہی سے تم کو ڈراتا ہوں اور تمہیں خدا کے حوالے کر کے تم پر حق تعالٰے کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں، چاہیے کہ کوئی کسی مخلوق پر ظلم اور تکبر اور فساد نہ کرے، خدا کے شہروں کو غلو اور گناہ سے برباد نہ کرے، یارو! اب ہمارے تمہارے درمیان فراق کا دن قریب آگیا، سفرِ آخرت مجھے بھا گیا۔ اصحابِ کبار اس حال کو سنتے ہی زار زار رونے لگے

marfat.com

مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے اور بیتاب ہونے لگے

اگر کچھ الفت خیر الوریٰ ہے    مقامِ گریہ ہے رونے کی جا ہے

پھر سب نے با دیدۂ گریاں وسینۂ بریاں ضبطِ گریہ کر کے سینے پر پتھر دھر کے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے بُرے دن ہم پر کب آئیں گے، آپ دنیا سے رحلت کب فرمائیں گے؟ فرمایا زمانۂ فراق بہت ہی قریب ہے، عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا مردانِ اہلِ بیت جو ہم سے قرابت میں قریب ہوں، پوچھا یا رسول اللہ! کس کپڑے کا آپ کو کفن دیا جائے گا؟ فرمایا اسی کپڑے میں جو میں پہنے ہوں اور اگر چاہو جامۂ مصری یا جامۂ یمنی یا اور کوئی کپڑا سفید جیسا چاہو، پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے جنازے کی نماز کون پڑھائیگا؟ اتنے میں کسی سے ضبطِ گریہ نہ ہو سکا، سب کے سب بادلِ بیقرار زار زار بے اختیار رونے لگے، اپنی جان کھونے لگے، آپ بھی نہایت شفقت سے ہماری غریبی پر آنسو بہانے لگے اور رو رو کر فرمانے لگے یارو! صبر کرو، دل پر جبر کرو اور جزع اور فزع نہ کرو، رحمت خدا کی تم پر نازل ہووے اور اللہ تمہارے گناہ سب مغفرت سے دھووے اور ہماری طرف سے تم کو جزائے خیر دے، یارو! مجھے نہلا کفنا کے اسی گھر میں کنارے قبر کے رکھ کر سب کے سب ایک لحظہ جدا ہو جائیو اَوَّلُ مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ رَبِّیْ یعنی پہلے میرا پروردگار خود بذاتِ خاص مجھ پر انزالِ رحمت خاص فرمائے گا، پھر جبرئیل میری نماز جنازہ پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل ساتھ لشکر فرشتوں اپنے کے، اس کے بعد مردانِ اہلِ بیت پھر عورتیں ان کی پھر تم لوگ فوج فوج آ کر ہمارے جنازے کی نماز پڑھیو اور نوحہ اور فریاد سے مجھے ایذا نہ دیجیو اور جو جو اصحاب ہمارے غائب ہیں ان کو میرا سلام کہنا اور میرے پیروان کو قیامت تک میرا سلام پہنچاتے رہنا ؎

روزے کہ زتو سلام باشد مارا
آں روز فلک غلام باشد مارا

marfat.com

پوچھا یا رسول اللہ آپ کو قبر میں کون داخل کرے گا، فرمایا مردانِ اہلِ بیت کے کر ان کے ساتھ فوجیں فرشتوں کی ہونگی کہ وہ تم کو دیکھیں گے اور تم ان کو نہ دیکھو گے۔

**روایت ہے** کہ گیارہویں سال ہجرت کے اٹھائیسویں صفر بدھ کے دن آپ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پہلے دردِ سر بشدت شروع ہوا اور ظہر کے بعد زیادتی مرض کی ہوئی اور چودہ دن آپ بیمار رہے، دو دن صفر کے اور بارہ دن ربیع الاول شریف کے اور یہی مشہور ہے اور بعضوں نے کہا کہ آپ دس روز بیمار رہے، بائیسویں صفر کو شنبے کے دن بیمار پڑے اور پیر کے دن دوسری تاریخ ربیع الاول کو رحلت فرمائی اور اسی قول کو علماء نے ترجیح دی ہے، اس واسطے کہ بالاتفاق حضرت سیدہ خاتونِ جنت نے بعد آپ کے چھ مہینے میں تیسری رمضان کو قضا کی ہے۔

**روایت ہے** جب آپ کو کچھ دردِ سر شروع ہوا تو آپ نے حضرت علی اور چند صحابہ کو اپنے ہمراہ لے کر جنت البقیع میں جا کر اہلِ گورستان کو سلام کیا اور چند خطاب کر کے یاروں کو فرمایا کہ جبریل ہر سال مجھ کو قرآن ایک بار سناتے تھے اور امسال دو بار سنایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری موت قریب آگئی سوائے علی! حق تعالیٰ نے مجھ کو مخیر کیا درمیان خزائن دنیا اور ہمیشہ زندہ رہنے کے اور درمیان لقاء و بہشت اپنی کے، سو میں نے لقائے پروردگار اور بہشت کو اختیار کیا ہے، اے علی! جب میں اس جہان سے قضا کروں تو تم ہی مجھے غسل دینا اور سترِ عورت کا بہت لحاظ رکھنا اس واسطے کہ جس کی نظر میرے سترِ عورت پر پڑے گی، فوراً اندھا ہو جائے گا، عذاب الیم پائے گا اور بعد میرے غسل کے جس قدر پانی میری ناف کے غار اور دونوں آنکھوں کے حلقوں میں جمع ہو اس کو تم پی لینا اور کسی کو نہ دینا تا برکت اس کی میراث علوم پیغمبران اولین و آخرین کی تمہارے نصیب ہوگی رحمتِ الٰہی تمہارے قریب ہوگی پھر آپ وہاں سے تشریف لائے اور کلام رخصتی لوگوں کو سنائے۔

marfat.com

روایت ہے جناب عائشہ باجانِ غمگیں،
بیاں کرتی ہیں یہ حالِ شہِ دیں

کہ جب آپ بقیع سے تشریف لائے تو میرا سر دکھتا تھا، میں نے کہا وارأساہ ہائے میرا سر دکھتا ہے ۔

ہے ایسا مجھے دردِ سر اس گھڑی گویا اجل سامنے ہے کھڑی

آپ نے فرمایا وَارَأسَاہُ بلکہ میرا سر دکھتا ہے، پھر آپ نے ہنس کے فرمایا کہ جو میرے سامنے تمہاری وفات ہو تو میں اچھی طرح تمہاری تجہیز و تکفین کروں اور تمہارے نماز پڑھ کے اور تمہارے لئے دعائے مغفرت کر کے تمہیں دفن کروں، میں نے کہا گویا آپ یہی چاہتے ہیں کہ میں مرجاؤں سو واللہ آپ مجھے کفنا دفنا کے اسی دن میرے اسی حجرے میں کسی اور بی بی کے ساتھ عروسی فرمائیں گے اور میری محبت کا کچھ خیال دل میں نہ لائیں گے پس آپ نے مسکرا کر فرمایا ھَلْ بَلْ اَنَا وَارَأسَاہُ یعنی اے عائشہ تم اپنے دردِ سر کا حال کیا سناتی ہو، ابھی اپنی موت کا ذکر کیا لاتی ہو، ابھی تم بہت زیادہ زندہ رہو گی، تکالیفِ دنیا سہو گی بلکہ میرا سر مارے درد کے پھٹا جاتا ہے سامان میری موت کا نظر آتا ہے، خیر پہلے ہم ہی چلے، آخرت میں اب چند روز تم سے جدا رہیں گے اور دردِ تمہاری مفارقت کا سہیں گے اور اگر ہم تمہارے بعد مرتے تو بہت اچھا ہوتا کہ دونوں آدمی وہاں باہم آرام کرتے۔

روایت ہے کہ پھر دردِ سر آپ کا بڑھنے لگا اور آپ باوجود اس کے ہر روز ایک بی بی صاحبہ کے گھر تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ جب طاقتِ رفتار جاتی رہی، تو حسب الاجازت صحابہ آپ کو کسی کپڑے میں اُٹھا کر جس بی بی کی باری ہوتی اُن کے مکان پر پہنچا دیا کرتے اور آپ ایسی حالت میں ہر روز اسی طرح ازواجِ طاہرات کے پاس جا کر رعایت عدل کی کیا کرتے اور ہر روز پوچھتے اَیْنَ اَنَا غَدًا یعنی کل میں کہاں رہوں گا؟ ازواجِ مطہرات نے جب اس کلام کو بار بار آپ کی زبانِ مبارک سے سنا تو سمجھ گئیں [illegible]

marfat.com

کے گھر تشریف رکھنا منظور ہے کیونکہ وہ آپ کو بہت محبوب ہیں۔ سب بیبیوں نے متفق ہو کر عرض کی کہ ہم سب راضی ہیں کہ ایامِ مرض تک آپ عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف رکھیں، تب سرورِ انبیاء مسافرِ ملکِ بقا اسی شدتِ مرض میں ایک ہاتھ حضرتِ عباس کے کاندھے پر اور ایک ہاتھ حضرتِ علی کے دوش پر رکھے ہوئے اور پشتِ نازنین کا سینہ فضل سے سہارا کئے ہوئے پائے مبارک زمین سے گھسیٹتے ہوئے بڑی تکلیف سے حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف لے گئے، پھر سب ازواجِ طاہرات وہیں پر آتی تھیں اور خدمت بجالاتی تھیں، پھر تو آناً فاناً دردِ سر بشدت بڑھنے لگا، تپ کا زور ہوا، دم چڑھنے لگا۔

**روایت ہے** صحیحین میں کہ ایامِ مرضِ موت میں آپ نے حضرتِ عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ تم اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بلا بھیجو کہ میں تمہارے باپ ابوبکر کے لئے عہد نامہ خلافت کا لکھ دوں اور ان کو اپنا ولی عہد کر دوں تاکہ کوئی اور کہنے والا نہ کہے کہ میں ابوبکر سے خلافت کیلئے اولیٰ ہوں۔ حضرتِ عائشہ صدیقہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس کی کچھ ضرورت نہیں، اللہ تعالےٰ اور مومنین خود بغیر ہمارے باپ ابوبکر کے کسی اور کو خلیفہ مقرر نہ کریں گے۔

**روایت ہے** کہ خیبر میں زینب یہودیہ نے بکری کے ہاتھ کے گوشت میں زہر ملا دیا اور اسے بھون کر حضورِ نبوی میں کھانے کو بھجوا دیا، آپ کو ہاتھ کا گوشت بہت پسند تھا، ایک لقمہ اس میں سے منہ میں لیا، اس گوشت نے زہر ملانے کا حال حضرت سے کہہ دیا، آپ نے سب صحابہ کو فرمایا کہ اسے نہ کھاؤ، اس میں زہر ملا ہے۔ بشیر بن براء صحابی نے اس میں سے کچھ کھا لیا تھا، فوراً بدن ان کا سبز و سیاہ ہو گیا اور اسی وقت قضا کر گئے اور آپ کو بھی اس وقت اسی زہر کے اثر سے درد اور بخار شدید عارض ہوا، آپ نے زینب کو بلا کر ماجرائے گوشت پوچھا، اس نے کہا ہاں حضور میں نے زہر دیا ہے

marfat.com

یہ فعلِ شنیع میں نے کیا ہے مگر آپ نے زینب کو بہ باعث بردباری کے کچھ نہیں کہا اس واسطے کہ آپ اپنے نفس کے واسطے کسی سے بدلہ نہ لیتے تھے، کچھ سزا نہ دیتے تھے اور چونکہ منظورِ الٰہی تھا کہ اصل رتبۂ شہادت آپ کو حاصل ہو جائے اسی واسطے آخر حیات تک اثر اس مادۂ سمّیہ کا باقی رہ گیا چنانچہ اس بیماری میں آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ وہ لقمۂ زہر آلود جو خیبر میں میں نے کھایا تھا بارہا اسکی تکلیف پاتا تھا، گاہ گاہ اس کا اثر ابھر آتا تھا اور اس وقت اسی زہر کے اثر سے میری رگِ جان کٹ گئی، بس اصل شہادت تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس زہر کی تاثیر سے ملی مگر شہادتِ کاملہ سرّیہ اور جہریہ حسبِ منصبِ عالی آپ کے بوساطت دونوں نور العینین حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے آپ کو حاصل ہوئی۔

**روایت ہے** کہ بشیر صحابی کی ماں آپ کے دیکھنے کو گئیں، آپ کے سر میں اس وقت بڑا درد تھا، تپ ایسی گرم تھی کہ رخسارۂ انور زرد تھا، عرض کی یا رسول اللہ ایسی تاپ تیز و گرم تو اب تک میرے دیکھنے میں نہیں آئی ہے، حبیبِ کبریا کو ایسا تپ کا زور شانِ کبریائی ہے، فرمایا اسی واسطے اجر بھی ہم لوگوں کا دونا ہوتا ہے، پھر فرمایا اے بشیر کی ماں، لوگ میری بیماری کیا تجویز کرتے ہیں؟ عرض کی یا رسول اللہ دلوں میں نعرۂ جانکاہ لبوں پر سرد آہ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ حضرت کو ذات الجنب ہو گیا ہے یعنی پسلی کی بیماری سے تپ گرم اور سر میں درد ہے، آپ نے فرمایا یہ عارضہ مجھ میں ہو نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ ذات الجنب شیطان کے اثر سے ہے بلکہ یہ بیماری خیبر میں تیرے بیٹے بشیر کے ساتھ جو گوشت کھایا تھا اس کے اثر زہر سے ہے اور ہمیشہ اثر اس کا ہم پر تازہ ہوتا تھا، دردِ دل کبھی کبھی زیادہ ہوتا تھا مگر اب رشتۂ جان کٹ گیا، کلیجہ پھٹ گیا اور یہ اس واسطے تھا کہ ذاتِ بابرکات میں اصل رتبۂ شہادت بھی آجائے اور حضراتِ حسنین کی شہادت سے آپ کی شہادت تکمیل پائے اور اس میں ایک سرِ عجیب اور نکتۂ غریب تھا یعنی شہنشاہ کونین حضرات حسنین کے دو پدر بزرگوار تھے، ایک بڑے رسول پروردگار

marfat.com

دوسرے چھوٹے شیرِ خدا حیدرِ کرّار تھے، بڑے پدر نے اثرِ زہر سے شہادت پائی، چھوٹے پدر نے ضربِ خنجر سے رحلت پائی، پس دونوں صاحبزادوں نے ایک ایک میراث پدری پائی، بڑے صاحبزادے نے بموافقت رسولِ خدا کے تلخی زہر کی نوش فرمائی اور چھوٹے صاحبزادے نے بمتابعت شیرِ خدا کے بزخمِ شمشیر آبدار تشنہ لب شہادت پائی کہ زمانہ تیرہ سو سال سے زیادہ گذرا کہ اب تک اثر اس زہر کا کسی تریاق سے جگرِ خستہ محبانِ حسن سے جاتا نہیں اور زخم کاری اس شمشیر کا سینۂ محبت گنجینہ سے غلامانِ حسین کے کسی مرہم سے اندمال پاتا نہیں۔

**روایت ہے** ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حالتِ مرض میں آنحضرت کے پاس گیا، بدن مبارک پر ایک چادر پڑی تھی، اس وقت دردِ سر کا زور تھا آپ کی شدت بڑی تھی، حرارت تپ کی ایسی غالب تھی کہ چادر کے اوپر سے تپ کا شعلہ آتا تھا، چادر کے اوپر میں نے ہاتھ رکھا، نہ رکھ سکا، جلا جاتا تھا، آپ کو اس وقت باعث شدتِ مرض کے بڑا قلق و اضطراب تھا، بچھونے پر بار بار کروٹ بدلتے، جی بیتاب تھا، میں نے متعجب ہو کر کہا سبحان اللہ اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کو تو تپ ایسی گرم ہے، دردِ سر سے چہرۂ گلگوں ایسا زرد ہے کہ تنورِ شعلہ زن بھی اس کے آگے سرد ہے، فرمایا ہے

ہر کہ دریں بزم مقرب تر ست جامِ بلا بیشترش مے دہند

البتہ ہماری تپ تم لوگوں کی دو آدمیوں کے برابر ہے، میں نے عرض کی تب تو ثواب بھی آپ کو دو آدمیوں کے برابر ہو گا، فرمایا اے ابنِ مسعود! قسم ہے خداوند کریم کی کہ جو کوئی دنیا میں کچھ دکھ یا مصیبت پاتا ہے تو جیسے پتیاں درخت کی جھڑ جاتی ہیں، ہر گناہ اس کا جھڑ جاتا ہے۔

**روایت ہے** کہ ایک دن جبریلِ امین نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے آپ کو بہت بہت سلام کہا ہے اور مزاج عالی کا حال پوچھا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر مرضی مبارک رہنے کی ہو تو آپ جب تک چاہیں، خوشی سے دنیا میں رہیں،

marfat.com

فرمایئے تو ابھی صحتِ کامل ہوجائے، مرضِ لاحق سے شفائے عاجل ہوجائے ورنہ ہمیں بھی ایک مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق ہے اب پل بھر کی انتظاری بھی مجھ پرشاق ہے ؎

مرا دل آپ کا از بس ہے مشتاق ذرا بھی انتظاری مجھ پہ ہے شاق

فرمایا مزاج تو غمِ امت سے بہت ہی ناساز اور پُر ملال ہے، عرضِ مطلب میں کیا طول دوں، حکیم خود دانائے حال ہے، عاشق امت کا حال وہی خوب جانتا ہے، بیمار نیم جان کی نبض مسیحا خوب پہچانتا ہے۔ جبرئیل! غمِ فراقِ امت کہیں کہا نہیں جاتا اور دردِ مفارقت حق بھی کتنا ہمیں سہا نہیں جاتا، اس امر میں بہرحال راضی بہ رضا ہوں، صابر بہ قضا ہوں۔

روایت ہے کہ ایامِ مرض میں ایک دن حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضورِ نبوی میں تشریف لائیں، آپ نے آہستہ سے خاتونِ جنت کے کان میں فرمایا اے میوۂ درختِ زندگانی و اے روشنیٔ دیدۂ کامرانی ہر سال جبرائیل ایک بار میرے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے تھے، اب کے سال دو بار سنایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ موت کا میرا بہت قریب آیا ہے، ہم رنجیں گے شربتِ مرگ پئیں گے۔ زہرا بتول نے اس بات کو سن کر غم سے سر کو دھن کر چہرۂ پُرنور پر آنسوؤں کا مینہ برسایا، فرقت میں شہ کی ــــ آپ روئیں اور حضرت کو رلایا۔

آپ نے حضرتِ سیدہ کی بیقراری اور گریہ وزاری دیکھ کر آہستہ سے ان کے کان میں فرمایا کہ اے نورِ دیدۂ پدر! اتنا مت رو، اس قدر بیتاب مت ہو، ہم مہتمم بن کر تمہارے سامان کو جاتے ہیں اور عین غم میں تم کو دو مژدے سناتے ہیں، اول تو یہ کہ بہشت میں سردار ساری عورتوں کی تم ہوگی، دوسرے یہ کہ سب سے پہلے میرے اہلِ بیت میں سے تم مجھ سے ملاقات کروگی یعنی اب تم بھی عنقریب سفرِ آخرت کروگی، خاتونِ جنت نے

marfat.com

یہ کلمات سُنکر خوشی سے ہنس دیا، مُسکرانے کا تبسم کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا اے فاطمہ کسی غم کے بعد اتنا جلد کسی کو خوشی آتے نہ دیکھا، رونے کے پیچھے فوراً کسی کو نہ مسکراتے نہ دیکھا، کہو تو رونے کے بعد تمہیں کیا ہنسی آئی، حضرت نے پہلے کونسے غم کی خبر پھر کونسی خوشی کی بات سنائی؟ آپ نے فرمایا اے مادر مہربان! فاطمہ تم پر قربان، حضرت کا راز بھی کیونکر کہوں، کہنے کی بات نہیں، بہتر تھا میں مرجاتی افسوس موت اپنے ہاتھ نہیں، لیکن بعد وفات حضرت کے حضرتِ عائشہ کے مبالغے سے یہ حال ظاہر کر دیا۔

روایت ہے کہ جب مرض بڑھنے لگا، آپ نے فرمایا کہ سات کنوؤں سے سات مشک پانی کی منگاؤ اور ساتوں مشک آب سے مجھے نہلاؤ، شاید تپ کی لہر اور گرمی سے کچھ تسکین پاؤں اور مسجد میں جاکر لوگوں کو آخری وصیت سناؤں اور جو کچھ لوگوں کے مجھ پر حقوق ہیں انہیں بخشواؤں، حسب الحکم لوگ عمل میں لائے اور سات مشک آب سر اقدس پر بہائے، آپ نے تپ میں کچھ تخفیف پائی اور باستعانت حضرتِ علی اور فضل کے سر پر پٹی باندھے ہوئے مسجد میں آکر واسطے رعایت لونڈی، غلام اور نماز کے تاکید بلیغ فرمائی، پھر بلال کو فرمایا کہ کوچہ و بازار مدینہ میں جاکر منادی کردے کہ آج قدم آخری نبی آخر الزمان کا مسجد میں آیا ہے، وصیت آخری سننے کو حضرت نے سب کو بلایا ہے،

بلال پُر ملال زار و زار روتے ہوئے بازار مدینہ میں آئے اور آواز دی کہ لوگو آج حضرت کی آخری وصیت ہے دمِ واپسیں کی نصیحت ہے، جو یہ وصیت آخری سننا چاہے، مسجد میں حاضر آئے نہیں تو پھر یہ رسول کہاں اور یہ وصیت کہاں؟ سارے اہلِ مدینہ چھوٹے بڑے، مرد عورت یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی اپنی دو کانوں کو اسی طرح چھوڑ چھوڑ مسجد نبوی میں ٹوٹ پڑے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ چیونٹی کو جگہ نہ ملتی تھی، نعرہ ہائے جانکاہ و فغان و آہ سے مسجد ہلتی تھی، آپ نے لوگوں کو تسکین دی، پھر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا یارو ابری

marfat.com

موت قریب آگئی، دنیا کی محبت چھوٹی، آخرت بھاگئی، اب ہمارے تمہارے درمیان میں فراق ہوتا ہے، کیا کہئے دل پر بڑا شاق ہوتا ہے، سو خبردار یہ مدت کی جدائی ہے ہر دل سے میری محبت نہ چھوٹنے پائے، رشتۂ تعلق نہ ٹوٹنے پائے، یارو دنیا میں کوئی پیغمبر ہمیشہ رہتا نہیں، روضۂ رضوان اور لقائے رحمٰن کے ہوتے ایذائے دنیا کو سہتا نہیں۔

پھر فرمایا یارو بتاؤ تو سہی میں تمہارا کیسا پیغامبر تھا، تمہارے ساتھ ہو کر جہاد نہیں کیا؟ لوگوں نے میرے دانت نہیں توڑے؟ رخسارے میرے لہولہان نہیں ہوئے؟ جاہلوں سے رنج اور سختیاں میں نے نہیں کھینچیں اور بھوک سے پتھر پیٹ پر نہیں باندھا؟ سب نے اس کی تصدیق کر کے کہا کہ آپ نے اچھی طرح تبلیغ رسالت فرمائی، ہم کو راہِ راست دکھائی، پھر آپ نے فرمایا کہ میں تم سب کو قسم دیتا ہوں کہ جس کسی کو میں نے کبھی مارا ہو یا گالی دی ہو یا کچھ بدخواہی یا غیبت کی ہو یا کسی کا کچھ مال لیا ہو یا کسی کے حق میں کچھ قصور کیا ہو تو وہ شخص للہ ابھی فوراً مجھ سے اس کا بدلہ لے لیوے یا مجھے بخش دیوے عذابِ آخرت سے مجھے نجات دیوے، پیارا میرا وہی ہے جو اپنا حق مجھ سے پھیر لیوے یا مجھے بخش دیوے تاکہ اس کا دل میری طرف سے صاف ہو جاوے اور میری خطا بھی معاف ہو جاوے اور ایسا نہ سمجھے کہ پیغمبر سے بدلہ لینا نازیبا ہے اس واسطے کہ ذلت آخرت کی دنیا کی رسوائی سے اولیٰ ہے۔

جب آپ نے بہت اصرار کیا، ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ کے ذمے میرے تین درہم باقی ہیں، فرمایا میں تجھے جھٹلاتا نہیں، کسی کو قسم کھلاتا نہیں مگر سچ تو کہہ کہ تینوں درہم میرے ذمے کیسے ہیں؟ کہا یا رسول اللہ ایک دن آپ نے ایک فقیر کو تین درہم مجھ سے دلائے تھے کہ اب تک وہ درہم مجھے ملے نہیں۔ آپ نے تین درہم اس کو فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے دلا دئے تھے۔ پھر کسی نے کہا میں منافق ہوں، کسی نے

marfat.com

عرض کی میں جھوٹا ہوں بہت سوتا ہوں، عمر مفت میں کھوتا ہوں، آپ نے سب کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

روایت ہے کہ اس کے بعد آپ نے پھر اصرار کیا، اسی بات کا تکرار کیا تب حضرت عکاشہ نے اٹھ کر عرض کی یا رسول اللہ جب آپ کا اس قدر اصرار ہے تو جو کوئی ذرہ بھر بھی اپنا حق دیتے آپ کے چھوڑتے گنہگار رہے اور اگر آپ اس قدر الحاح نہ فرماتے تو بخدا ہم اپنا حق نہ لیتے، چپ رہ جاتے، ایک دن آپ نے سفر تبوک میں اپنی اونٹنی پر کوڑا چلایا تھا وہ کوڑا میرے مونڈھے پر آیا تھا مگر مجھے بدلہ منظور نہیں، چونکہ حضور نبوی نے اس قدر اصرار کیا اس واسطے غلام نے اظہار کیا، آپ نے فرمایا اے عکاشہ حق تعالے تجھے جزائے خیر دے تو نے ہم پر بڑا احسان کیا، ذلت آخرت سے بچا لیا۔ پھر فرمایا اے سلمان! ابھی فاطمہ زہرا کے گھر جا اور وہی کوڑا فوراً مانگ لا۔ سلمان با دیدہ گریاں و سینۂ بریاں در حجرۂ سیدہ پر آئے اور وہی کوڑا مانگ کر حضور نبوی میں لائے، جب کوڑا مسجد میں آیا حاضرین کے دلوں پر بڑی چوٹ پڑی، صحابہ نے شور مچایا آپ صحن مسجد میں بیٹھ کر رُخ جانب قبلہ کیا اور عکاشہ کو وہ کوڑا دیا کہ بلا لحاظ و مروت مجھ سے اپنا انتقام لے، ذلت آخرت سے مجھے نجات دے۔ عکاشہ نے ہاتھ میں کوڑا لیا، اہل محفل نے نعرہ ہائے جانکاہ سے دوبارہ حشر برپا کیا، سارے مہاجرین و انصار و اصحاب کبار و اہل بیت اطہار یہ حال پُر ملال دیکھ کر تھرانے لگے مارے غصہ کے صحابہ چاہتے تھے کہ عکاشہ کو دبائیں مگر بخوف نبوی کچھ نہیں کر سکتے تھے، ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے، آخر صدیق اکبر اور عمر فاروق نے فرمایا اے عکاشہ تو اتنا بدحال کیوں ہے، ہوش کر تیرا کدھر خیال ہے، اپنے نبی کی قدر جانتا نہیں، حضرت کو پہچانتا نہیں، سرور عالم مسافر ملک عدم چندروز سے نہایت بیمار ہیں، بات کرنے سے ناچار ہیں، اگر تجھے ایسا ہی بدلہ لینا منظور ہے تو ایک کوڑے کے عوض سو سو کوڑے ہم کو مار لے اور حضرت کو اس سے نجات دے

marfat.com

آپ نے فرمایا یارو ہم نے کوڑا مارا، تم سے بدلہ کیونکر لیا جائے، ایک گنہگار کے عوض دوسرا بے گناہ کیونکر سزا پائے، پھر حضرتِ عثمان باحیا اور حضرتِ علی مرتضٰی نے رو رو کر، آنسوؤں سے منہ دھو دھو کر فرمایا اے عکاشہ تو اتنا کیوں بدحواس ہے، نبی کی یہی حرمت، یہی پاس ہے؟ طبیعت دشمنانِ عالی چند روز سے علیل ہے، بھلا ایسے وقت میں بدلہ لینے کی کونسی سبیل ہے، ایک کوڑے کے عوض دو دو سو کوڑے ہم کو مار لے اور رحمتِ عالم مسافرِ ملکِ عدم کو اذیت مت دے، آپ نے فرمایا ایسا نہ ہوگا۔ اس کے بعد سلطانِ دارین جانِ کونین حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آنکھوں سے سیلابِ اشک بہائے اور فرمایا اے عکاشہ! نانا جان بالفعل بسبب بیماری کے بہت ہی بیقرار ہو رہے ہیں، شدتِ تپ سے زار نزار ہو رہے ہیں، ایک تازیانہ کے عوض ہزار ہزار تازیانے ہم کو لگا اور نانا جان کو حالتِ بیماری میں ایذا رمت پہنچا۔ آپ نے فرمایا اے پیارے آنکھوں کے تارے، یہ بات ممکن نہیں، جس دم وہ کوڑا تمہارے بدنِ گلبدن پر پڑے گا خار سا میرے غنچۂ پژمردہ دل میں گڑ جائیگا پھر فرمایا اے عکاشہ ہاں کوڑا لے اور جلد اپنا کام کر، شاید موت مجھے مہلت نہ دے عکاشہ نے عرض کی یارسول اللہ اس دن کوڑا آپ کا میری پشت برہنہ پہ تھا اور خار سا گڑا تھا، آپ بھی اتنا مونڈھا کھولیں، اسی طرح برہنہ کر لیں۔ جس دم آپ نے دوشِ مبارک برہنہ کیا، عرش سے فرش تک زلزلے میں آیا، صحابہ نے آہ کے نعرے عرش تک پہنچائے، حور و قصور، وحش و طیور، جن و ملک، عرش و فلک اس کلام کے ساتھ ہمکلام ہو کے تھرائے سے

| | |
|---|---|
| خدایا ایں چہ ساماں است امروز | فلک بر خویش لرزاں ست امروز |
| خدایا بر حبیبِ خویش بنگر | کہ از دردش بپاشد شورِ محشر |
| تنش نازک تر از برگِ گلِ تر | خلد تا رنگہش ہیچو نشتر |
| خدایا بر حبیبِ خویش بخشائے | مصیبت ہائے او بر ما بیفزائے |

marfat.com

آخر جب عکاشہ نے مُہرِ نبوت کو حضرت کی دیکھا، حالتِ وجد میں چاروں طرف آپ کے گھومنے لگا، پیروں پر پڑا مہرِ نبوت کے بوسے لیکر خوشی سے جھومنے لگا، پھر عرض کی روحی فداک یا رسول اللہ! حضور نے کبھی غلام کو نہ مارا ہے اور نہ غلام کو انتقام کی طاقت ہے نہ یارا منظور یہ تھا کہ آخری دم زیارتِ مہرِ نبوت سے یہ گنہگار تباہ کار بحیلۂ انتقام مشرف ہو لیوے، دوشِ انور و جسمِ اطہر کو مَس کر کے کالک منہ کی دھولیوے، ہ آتشِ جہنم کو اسی ذریعہ سے اپنے اوپر حرام کرے اور دین و دنیا میں اپنا اور آپ کا نام کرے، نہیں تو پھر آپ کہاں، مہرِ نبوت کہاں میں کہاں پُشتِ برہنہ پر بوسے لینے کی قوت کہاں۔

**روایت ہے** کہ ایامِ مرض میں حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ پانچوں وقت آپ کو خبر دیتے آپ مسجد میں تشریف لاکر نماز پڑھاتے، جب تین دن عمر شریف کے باقی رہے ضعف کے باعث جماعت میں تشریف نہ لاسکے، تیرہ نمازیں گھر میں پڑھیں، ایک روز عشاء کے وقت حضرتِ بلال نے دروازے پر آکر ندا دی الصلوٰۃ یا رسول اللہ! فرمایا کہہ دو کہ ابو بکر جماعت سے نماز پڑھائیں۔ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میرے باپ بہت نرم دل ہیں، جب محراب میں آپ کی جگہ خالی پائیں گے، مارے رقت کے نماز نہ پڑھا سکیں گے، بے تاب ہو جائیں گے۔ پھر ارشاد ہوا ابو بکر سے کہو نماز پڑھاویں، پھر جب حضرتِ عائشہ صدیقہ نے بی بی حفصہ سے جو حضرتِ عمر کی صاحبزادی اور حضرت کی زوجہ ہیں کہلایا کہ حکم ہو تو میرے باپ عمر نماز پڑھادیں، حضرت بہت غصے ہوئے اور فرمایا کہ ابو بکر کے ہوتے ہوئے خدا اور مسلمانوں کو اور کی امامت منظور نہیں۔ بلال پر ملال یہ بات سن کر آتشِ غم سے بھُن کر فریاد کرنے لگے کہ وامصیبتاہ واغوثاہ! کاش کہ میں وجود میں نہ آتا یا قبل اس کے مرجاتا، یہ حالت حضرت کی نہ دیکھتا۔

آخر بلالِ خستہ حال سر پٹختے غل مچاتے ہوئے بچشمِ گریاں و دلِ بریاں

marfat.com

مسجد میں آئے اور حکمِ نبوی نماز پڑھانے کے لئے صدیقِ اکبر کے پاس لائے
حضرتِ صدیقِ اکبر نے یہ حال سُنا، رنج والم سے سر کو دھنا، کلیجہ دھڑکنے لگا
دلِ وحشت زدہ پھڑکنے لگا، آخر ضبطِ گریہ کر کے، سینہ پر پتھر دھر کے حسب الحکم
نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے، جس وقت محراب کو حضرت سے خالی پایا،
جگر شق ہو گیا، دل بھر آیا، شدتِ رنج وغم سے روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں
بیہوش ہو کے گر پڑے، پھر آپ پر رقت طاری ہو گئی کہ سب اہلِ مسجد بھی کھوکھو کر
رونے لگے، بیتاب ہونے لگے، آہ کے شرارے، وا محمداہ کے نعرے
عرش تک پہنچا ئے، زمین کانپی، حاملانِ عرش گھبرائے۔ اہلِ مسجد کی فریاد و
زاری، اصحاب کی اشکباری گوشِ مبارک میں آئی، فرطِ محبت سے طبیعت
گھبرائی، آنکھ کھول دی اور سیدۃ النساء فاطمہ زہراء سے پوچھا، مسجد میں شور
کیسا ہے، یاروں میں کہرام کیسا ہے، سیدۃ النساء نے کہا بابا جان فاطمہ
کی جان آپ پر قربان، آپ کے یاران والنصار ہیں، دردِ فراق سے آپ کے
اشکبار ہیں۔

آخر آپ حضرتِ عباس اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر ہاتھ
رکھ کر مسجد میں ... تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور لوگوں کو تسلی دی کہ
یارو تمہیں خدا کے سپرد کیا سو خدا سے ڈرتے رہنا اور ہمیشہ خدا کی اطاعت
کرتے رہنا، یارو کوئی نبی اپنی امت میں ہمیشہ نہیں رہا اور جس امت کو حق تعالےٰ
خوش قسمت خوش نصیب کرتا ہے تو پیغمبران کا ان کے سامنے رحلت فرماتا
ہے۔

**روایت ہے** کہ بعد اس کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حسب الحکم امامت
شروع کی دوبارہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ ایک بار آپ نے ابوبکر صدیق
کے پیچھے صف میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور یہ اول نماز باجماعت آپ کی تھی اور ایکبار
حضرتِ صدیقِ اکبر کے کھڑے ہوتے ہی آپ مسجد میں تشریف لاتے

marfat.com

ابوبکر نے چاہا کہ پیچھے ہٹیں، صف میں آملیں، آپ نے اشارہ کیا اپنی جگہ پر رہو، اور آپ حضرت ابوبکر کے بائیں ہاتھ بیٹھ کے امام ہوئے اور ابوبکر آپ کی داہنی طرف کھڑے ہوئے، آواز آپ کی بسبب ضعف کے لوگوں کو نہیں پہنچتی تھی، اس واسطے ابوبکر صدیق بطور مکبر تھے، لوگ حضرت ابوبکر صدیق کے مقتدی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی تھے، اور ایک مرتبہ آپ نے بروز وفات دوشنبے کی صبح کو نماز میں در حجرہ کے پاس آکر پردہ اٹھایا، اصحاب کو ابوبکر صدیق کے پیچھے نماز باجماعت پڑھتے پایا، بہت خوش ہوئے اور مسجد میں نہ آسکے اور ایک بار صحت میں بھی آپ نے پوری نماز ابوبکر صدیق کے پیچھے پڑھی ہے اور ایک سفر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے آپ نے ایک رکعت نماز پڑھی ہے اور سوائے ان دو شخصوں کے اور کسی امتی کے پیچھے آپ نے نماز نہیں پڑھی

**روایت ہے** کہ ایام مرض میں بروز یکشنبہ آپ کے پاس کہیں سے کچھ اشرفیاں آگئی تھیں، آپ نے فرمایا انہیں غربا پر تقسیم کردو مگر چھ سات اشرفیاں آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرمائیں، اس کے بعد آپ کو کچھ غشی سی طاری ہوئی، جب ہوش میں آئے، فرمایا اے عائشہ وہ اشرفیاں تم نے کیا کیں؟ عرض کی میرے پاس ہیں، فرمایا فقراء پر تقسیم کردو، پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہ صدیقہ کسی خدمت میں مشغول تھیں، جب پھر ہوش میں آئے فرمایا تم نے اشرفیاں تصدق کیں؟ عرض کی ابھی نہیں، فرمایا میرے پاس لاؤ۔ آخر آپ نے اشرفیوں کو لے کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور گنا، پھر فرمایا کیا گمان تھا محمد کو اپنے پروردگار کے ساتھ، اگر اس کے دربار میں جاتا اور یہ اشرفیاں اس کے پاس رہتیں؟ پھر آپ نے وہ اشرفیاں خیرات کردیں، پھر فرمایا اب مجھے راحت ملی ہے، یکشنبے کے دن یہ اشرفیاں خیرات کیں اور باوجود علم اس کے کہ کل دوشنبے کے روز

marfat.com

سفرِ آخرت درپیش ہے، اپنی تجہیز وتکفین کے واسطے ایک اشرفی بھی نہ چھوڑی بخلاف اہلِ دنیا کے کہ ایک کوڑی کے لئے مرتے ہیں اور بہر محبت خدا و رسول کا دم بھرتے ہیں، مرتے دم توڑے کے توڑے روپے کے ڈھیرے ہوتے ہیں، صندوق کے صندوق اشرفیوں سے بھرے ہوتے ہیں مگر باوجود اتباعِ سنت کے ایک پیسہ بھی فقیر کو دیتے نہیں، دعا خاتمہ بخیر کی فقیر سے لیتے نہیں، غرضیکہ یکشنبے کا دن گذرا، دوشنبے کی رات آئی، حضرتِ عائشہ نے چراغ میں تیل نہ پایا، بہت گھبرائیں جی بھر آیا، آخر آپ نے ایک انصاری کی بیوی کو فرمایا کہ شمع محفل قدس چراغ مجلس اُنس اس وقت حالتِ نزع میں ہیں، چراغِ دین رواں ہوا جاتا ہے، آنکھوں تلے اندھیرا ہوا جاتا ہے، یہ چراغ تم لے جاؤ اپنے گھر سے چند قطرے تیل اس میں لے آؤ۔

روایت ہے حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے سرہانے بیٹھی تھی، دیکھا آنکھیں حضرت کی بند ہیں اور لب مبارک کو آپ ہلا رہے ہیں، میں حضرت کے لب کے پاس کان لے گئی، سُنا کہ نہایت تضرع اور الحاح سے حق تعالےٰ سے امت کے لئے مناجات کر رہے ہیں اور عرض کر رہے ہیں الٰہی! امت کو میری آتشِ دوزخ سے نجات دیجئے، خداوندا! حساب قیامت کا ان پر آسان کیجئے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے جو امتِ عاصی کے لئے اس قدر مَلال ہے؟ فرمایا اے ام سلمہ! ہم سے رخصت ہولو، خونِ دل سے دامن بھگولو کہ اب تھوڑے زمانے کے بعد میری آواز نہ پاؤ گی

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا صلوٰۃ و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

روایت ہے کہ آخر وقت میں حضرتِ علی مرتضیٰ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں زرہ پہنے تھا، وہ کھو گئی، میں بے زرہ ہو گیا، آپ نے فرمایا اے علی! وہ زرہ کہ پناہ تمہاری تھی، میں تھا، اب دنیا سے سفر کرتا ہوں

marfat.com

تمہارے کندھوں پر بوجھ تنہائی کا دھرتا ہوں۔ اے علی! میرے بعد لوگ تم کو ستائیں گے بہت امور مکروہ تمہارے آگے پیش آئیں گے سو خبردار زمامِ صبر و شکیبائی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں، دنیا کی طرف نظر نہ پھیرنا، آخرت سے باگ موڑنا نہیں، اے علی! حوضِ کوثر پر سب سے پہلے تم میرے پاس آؤ گے، اپنے احباب کو پانی پلاؤ گے پھر حضرتِ سیدہ نے حاضر ہو کر عرض کی بابا جان میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے پاس کلام اللہ کا ایک ورق ہے کہ میں اس میں قرآن پڑھتی ہوں، ناگاہ وہ ورق میری نظر سے غائب ہو گیا۔ فرمایا اے فرزندِ دلبند وہ ورق قرآن کا میں ہوں کہ عنقریب تمہاری نظر سے چھپ جاؤں گا اور تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گی، پھر چندے دنیا میں رہ کر دردِ مفارقت سہہ کر میرے پاس آؤ گی۔

اس کے بعد شہنشاہ کونین حضراتِ حسنین آئے اور سلامِ فرزندانہ بجالائے اور عرض کی نانا جان ہماری جان آپ پر قربان، ہم نے بھی خواب دیکھا ہے کہ ایک تخت ہوا پر جاتا ہے اور ہم لوگ ننگے سر اس تخت کے تلے چلے جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اے جانِ جد! وہ تخت میرے تابوت کا ہو گا کہ لوگ اٹھائیں گے اور تم لوگ اس کے نیچے برہنہ سر گیسو ہائے مشکیں کو پراگندہ کئے ہوئے جاؤ گے، ان سب خوابوں اور تعبیروں کو سُن کر سارے اہلِ بیت پر افسردگی سی چھا گئی ؎

جہاں میں شورِ محشر کس قدر ہے  قیامت رحلتِ خیر البشر ہے
رسول اللہ کا نظروں سے چھُپنا  اگر سمجھو بڑا داغِ جگر ہے

**روایت ہے** کہ بروز دوشنبہ وفات کے دن صبح کی نماز کے وقت آپ نے در پر کھڑے ہو کر پردہ اٹھایا، اصحاب کو حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے نماز میں پایا بہت ہی خوش ہو کر تبسم فرمایا، چونکہ آپ کھڑے تھے، صحابہ نے جانا کہ آپ مسجد میں تشریف لائیں گے، نماز پڑھائیں گے، پس صحابہ مارے خوشی کے پھول گئے اس قدر خوش ہوئے کہ نماز بھول گئے، سب نے چاہا کہ نماز توڑ دیں، دل کو ہاتھ سے چھوڑ دیں ؎

marfat.com

نماز بگزارم تُرا سلام کنم
رُخِ تو بینم و دوزخ بخود حرام کنم

حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پیچھے ہٹیں، آپ نے اشارہ فرمایا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر رہو، نماز کو تمام کرو، پھر پردہ گرادیا اور اسی دن انتقال کیا سے

واسطے جن کے زمین و آسماں پیدا ہوا
جنت الفردوس میں وہ حق کے پیارے چل بسے

**روایت ہے** کہ وفات سے تین دن پہلے یعنی سنیچر کے دن جبرائیل امین بحکم رب العالمین حضورِ نبوی میں تشریف لائے اور یہ پیام لائے کہ حق تعالےٰ نے آپ کو بہت بہت سلام فرمایا ہے اور پوچھا ہے کہ مزاجِ عالی کا حال کیا ہے؟ فرمایا بہت مغموم ہے، ناساز ہے، حق تعالےٰ کریم و کارساز ہے، دوسرے دن بھی حاضر ہو کر اسی طرح پوچھا اور یہی جواب پایا، تیسرے دن دوشنبے کے روز پھر جبریلِ امین، ملک الموت اسمٰعیل فرشتے کو جو ایک لاکھ فرشتوں کا حاکم تھا اور ہر فرشتہ لاکھ لاکھ فرشتہ کا مالک تھا، لے حضورِ نبوی میں آئے اور سلام آخری بجالائے اور رو رو کر آنسوؤں سے منہ دھو دھو کر عرض کرنے لگے، الوداع لوداع یا احمد! الفراق الفراق یا احمد! السلام علیک یا محمد! آج ہمارا دنیا سے ملاقہ چھوٹا، رشتہ و تعلق ٹوٹا، اب ہم دنیا میں آج سے پھر کاہے کو آئیں گے، خدا کا سلام اللہ کا پیام کس کے پاس لائیں گے، دنیا میں میرا آنا جانا فقط آپکے سطے تھا، اب آکر کس کے شمعِ جمال کے پروانہ بنیں گے، کس کے حسنِ خداداد کے دیوانہ بنیں گے۔

**روایت ہے** کہ اس وقت آپ نے سر مبارک حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے زانوئے پاک پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں پیشانی انور سے پسینہ جانے لگا، چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا، غش آنے لگا، فاطمہ زہرا نے کہا واابتاہ! کچھ جواب نہ دیا رکھا باباجان فاطمہ کی جان تم پر قربان سے

marfat.com

اے مرے بابا آنکھ تو کھولو　　فاطمہ خستہ سے تو کچھ بولو

سہ نہیں سکتی درد دوری　　کچھ سہارا تو دے تو تم مجھ کو

آپ نے حضرتِ سیدہ کے رونے سے آنکھ کھول دی اور ماں کو اپنے پاس بلایا اور رو رو کر اپنے سینے سے لگا کر فرمایا جانِ پدر! اتنا مت بیقرار ہو، جی جان مت کھو، تمہارے رونے سے عاملانِ عرش روتے ہیں، ساکنانِ ملاءِ اعلےٰ بیتاب ہوتے ہیں، دستِ مبارک سے آنسو حضرتِ سیدہ کے صاف کر کے فرمایا خدا تجھے صبر عطا فرمائے، تیرے دل میں تسکین آئے، حضرتِ فاطمہ زہرا نے پوچھا بابا جان قیامت کے دن میں آپ کو کہاں پاؤں گی، فرمایا لوائے حمد کے نیچے بخشائش عاصیانِ امت کے واسطے استغفار کرتا ہوں گا، کہا جو وہاں زیارت نصیب نہ ہو، فرمایا پل صراط پر نجاتِ امتِ خطا کار کے لئے دعائے خیر کے ساتھ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہتا ہونگا، عرض کی جو وہاں قدم بوسی حاصل نہ ہو؟ ارشاد ہوا میزان کے واسطے گرانی پلہ حسناتِ امت کے دعا کرتا ہوں گا، التماس کیا جو وہاں بھی ملازمت میسر نہ ہو؟ جواب دیا دوزخ کے پھاٹک پر کھڑا ہونگا تاکہ کوئی امت عاصی مرے دوزخ میں جانے نہ پائے اور کسی پر آنچ دوزخ کی نہ آئے، پوچھا اگر وہاں بھی زیارت سے سرفراز نہ ہوں؟ فرمایا تب حوضِ کوثر کے کنارے تشنہ کامانِ امت کو اپنے ہاتھ سے پانی پلاتا ہونگا ؎

لگیں تب رو کے کہنے فاطمہ کیا شکر باری ہے

کہ بابا کو یہ امت فاطمہ زہرا سے پیاری ہے

پھر آپ نے فرمایا سنو علی مرتضیٰ اب فاطمہ زہرا یتیم بے پدر ہوگی، میرے خنجر فراق سے بہت خستہ جگر ہوگی، سو تم ہر امر میں اس کی پاسداری و غمخواری کیجیو، غبارِ ملال اسکے چہرۂ نازک پر آنے نہ دیجیو ؎

فرطِ غم سے گر کبھی زہرا کو دیکھو تم حزیں

چشمِ تر پر اس کے رکھیو اپنی فوراً آستیں

marfat.com

اس کے بعد شہنشاہِ کونین حضرات حسنین آئے اور حضرت کے گلے لپٹ لپٹ کر منہ اپنے منہ پر حضرت کے اور سینے اپنے سینے پر سرور کے مل مل کر رونے لگے اور یہ کہہ کر بیقرار ہونے لگے کہ نانا بعد آپ کے اہلِ بیت کی غمخواری کون کرے گا ہم یتیموں کے سر پر دامانِ شفقت کون دھرے گا، بن آپ کے بغیر باپ کے ہم دنیا میں کیونکر رہیں گے، خدا معلوم درد ہجراں کتنا سہیں گے۔

آپ نے آنکھ کھول دی اور دونوں صاحبوں کو گلے سے چمٹا لیا، چوما چاٹا، بہت پیار کیا، پھر بہت دعا دی اور رعایت اور احترام میں شاہزادوں کے لوگوں کو بہت تاکید کی، پھر یکبارگی سب ازواج مطہرات کی گریہ وزاری حسنین کی اشکباری سے سارے اصحاب جو در حجرہ پر تھے بیقرار ہونے لگے، اس وقت آپ بھی کمال شفقت سے رو نے لگے، حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حق تعالےٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دئے ہیں، آپ کیوں روتے ہیں اتنا کیوں بیتاب ہوتے ہیں؟ فرمایا اس وقت امت گنہگار خطا کار کو یاد کر کے بے اختیار رونا آتا ہے، دل بیٹھا جاتا ہے کہ خدا جانے میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا، کیا ملال ہوگا؟ اپنی پیاری امت کی سکرات موت اور تنگی قبر اور تاریکی لحد اور احوالِ قیامت کو خیال کرتے، جگر شق ہوا جاتا ہے، رنگ چہرہ کا فق ہوا جاتا ہے۔

پھر آپ نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینۂ محبت گنجینہ میں علم اولین و آخرین کا بھرا۔

روایت ہے کہ اس کے بعد جبریلِ امین کو حکم ہوا کہ آج روزِ وصالِ حبیب ہے سو مالک سے کہہ دو ابھی آگ دوزخ کی بجھائے، دوزخ کے دروازوں میں حلم اور تسکین کے قفل لگائے ؎

اور میکائیل سے بھی جاکے کہدے | کہ کیلِ رزق وہ بھی آج رکھ دے
ہوا ڈولے نہ دریا موج مارے | رہیں جنبش سے باز افلاک سارے
فرشتے جس قدر ہیں خاص اور عام | وہ اس دم چھوڑ دیں اپنا سب کام
اور رضواں باغِ جنت کو سنوارے | اور پلکوں سے گلستاں کو بہارے

marfat.com

در و دیوارِ جنت کو شتابی — کرے تزئین اور آئینہ بندی

کھلیں سب آج یہ ابوابِ رحمت — نوازن ہوں طیورِ باغ جنت

درِ جنت پہ باصد شوکت و شاں — کھڑے ہوں سب مؤدب حور و غلماں

بھر اُرواحوں کو سارے انبیاء کی — اور صلحا اور شہداء، اولیاء کی

حُلل و حلّۂ جنت پہنا کر — روائح قدس سے سب کو لبا کر

سبھوں کو پھر سنا پیغامِ باری — کہ روحِ مصطفیٰ اس دم ہے آتی

کھڑی ہو صف بصف آراستہ ہو — بہ استقبالِ روحِ شاہِ خوش خُو

**روایت ہے** کہ اس کے بعد فرمانِ باری بنام ملک الموت اس طرح جاری ہوا کہ اے عزرائیل اس وقت قبض باقی ارواح چھوڑ اپنی عبادت سے منہ موڑ اور آبِ کوثر و تسنیم سے نہا کر عطر آداب سے جامے کو لبا کر حُلّۂ خُلّت سے اپنے تن کو سج کر کے، گردن تعظیم کی کج کر کے حُللِ احترام سے محلّٰی ہو کے، مشک و گلاب سے غرارے کر کے، ہاتھ منہ دھو کے، شہر مدینہ میں درِ حجرۂ نبوی پہ جا اور بہت بہت سلام میرا اور اشتیاق پہنچا مگر خبردار بلا اذن حجرۂ نبوی میں ہرگز قدم نہ دھرنا بلا اجازت ان کی روح قبض نہ کرنا۔

عزرائیل حسب الحکم ربِ جلیل مع تمامی فرشتگان اور انصار اپنے کے ابلق گھوڑوں پر سوار اور ایک نامہ پروردگار کا اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے بصورت ایک اعرابی کے درِ حجرۂ نبوی پر آئے اور وہیں پر کھڑے ہو کر بڑے آداب سے گردن جھکا کر سلام کیا، اعزاز بجالائے السلام علیکم اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ راہ دور دراز سے قدم بوسی کو آیا ہوں، اجازت ہو تو اندر آؤں؟

برخیز یا نبی کہ جہاں در فراقِ تست
ہر ذرّہ ذرّہ سوختۂ اشتیاقِ تست
فرخندہ منزلے کہ در و کردہ مقام
خوش وادیٔ کہ سودۂ سمِ براقِ تست

حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس وقت سرہانے آپ کے بیٹھی تھیں
جواب دیا کہ باباجان کی طبیعت بہت ناساز ہے، اس وقت ملاقات نہ ہوگی
آنے سے کیا فائدہ؟ کچھ بات نہ ہوگی، پھر ملک الموت نے دوسری بار آواز دی
اے اہلِ بیت، خدا کی تم پر رحمت ہو، اندر آنے کی مجھے اجازت دو، پھر حضرتِ
سیدہ نے فرمایا اور وقت آنا، باباجان کو اس وقت بولنے کی تاب نہیں، یارائے
جواب نہیں، تیسری بار اس آواز بلند اور مہیب سے ملک الموت نے اجازت
چاہی کہ سارے اہلِ بیت مارے ڈر کے کانپنے لگے، دہشت سے ہانپنے
لگے، سب کا دل ہیبت سے دھڑکنے لگا، کلیجہ گھبراہٹ سے پھڑکنے لگا،
حضرت کو ہوش آگیا آنکھ کھول دی اور پوچھا کیا ہے؟ حضرتِ سیدہ نے
عرض کی کہ ایک اعرابی غریب بصورت مہیب وصورت عجیب دروازے پر
کھڑا اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے، ہر چند عذر کرتی ہوں مانتا نہیں
اس بار کڑک کے آواز بلند سے آواز دی ہے، آپ کی بیماری کا حال
جانتا نہیں، آپ نے فرمایا جانِ پدر یہ کون ہے تم نے جانا، کہاں سے
آیا ہے کچھ پہچانا، یہ مٹانے والا ہے لذتوں کا، قطع کرنے والا ہے خواہشوں
کا، اجاڑنے والا ہے گھروں کا، آباد کرنے والا ہے قبروں کا، توڑنے والا
ہے جماعتوں کا، لوٹنے والا ہے راحتوں کا، بیوہ کرنے والا ہے
عورتوں کا، یتیم کرنے والا ہے فرزندوں کا، حجرۂ آہنی میں بھی اگر کوئی جا چھپے
مگر یہ ایسا حریف ہے کہ بے کنجی کے در کھولتا ہے، بلا حربہ دم بھر میں ایک
عالم کی جان لے لیتا ہے، چکھانے والا جرعۂ فوت ہے۔ اے نور دیدہ
یہ ملک الموت ہے، فرمانِ باری لایا ہے، واسطے قبضِ روح تمہارے باپ
کے آیا ہے، سوائے میرے کسی پیغمبر کسی ولی کے گھر جانے میں اجازت چاہنے
کی اسے عادت نہیں، بلا دھڑک گھس جاتا ہے، پوچھنے کی حاجت نہیں،
میرے آستانہ کا پاس کرتا ہے، بلا حکم آنے سے ہراس کرتا ہے، اسے

marfat.com

اندر بلالو، حضرتِ سیدہ نے رو کر کہا وا ابتاہ خربت المدینۃ آہ اے بابا! مدینہ خراب ہوا! آپ آنسو حضرتِ سیدہ کے پونچھنے لگے اور بہت تسلی دی اور فرمایا جانِ پدر اتنا مت روؤ، تمہارے رونے سے حاملانِ عرش روتے ہیں، اس وقت حضرتِ عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ نے رغبت کی، حضرتِ عائشہ صدیقہ نے اپنے منہ میں چبا کر کے آپ کو دی، آپ نے دمِ آخریں بھی مسواک کر لی۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص ہر وضو کے بعد مسواک کر لے گا تو وہ حبیب ہو گا حق تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر کرے گا۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد ملک الموت بعد اجازت کے حاضر آئے، بڑے آداب و تعظیم سے آپ کے کھڑے ہو کر سلام بجا لائے۔ آپ نے فرمایا میری زیارت کے لئے تم آئے ہو یا بارادہ قبضِ روح کے یہاں تشریف لائے ہو، عرض کی قدمبوسی کو آیا ہوں اور فرمانِ باری لایا ہوں یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے مجھے آپ کا فرمانبردار کیا ہے، حکم ہے کہ بے اجازت قبضِ روح نہ کروں، اگر حضور بخوشی خاطر فرمائیں تو قبضِ روح کروں اور اگر دنیا میں توقف منظور ہے تو بے توقف اٹھ جاؤں، ارشاد ہوا جبریل کو تم نے کہاں چھوڑا؟ عرض کیا وہ آسمانِ دنیا پر ہیں فرشتے ان سے آپ کی ماتم پرسی کرتے ہیں، حاملانِ عرش آپ کے غم اور ماتم سے مرتے ہیں۔ اتنے میں جبریل حاضر ہوئے۔ حضرت کے اشتیاق سے باہر ہوئے، حضرت نے فرمایا اے جبریل ایسے وقت میں مجھے تم نے تنہا چھوڑا، وقت دمِ واپسیں کے صحبت سے منہ موڑا، جبریل نے کہا یا رسول اللہ آپ کی مہمانی کا سب سازوسامان کر کے آیا ہوں، حق تعالیٰ کے یہاں سے بشارت لایا ہوں فرمایا کہو، عرض کی یا رسول اللہ چونکہ روح آپ کی اس وقت آسمان پر جاوے گی اس لئے بحکم باری آتشِ دوزخ بجھا دے گی، بہشت آپ کے لئے آراستہ و پیراستہ کی گئی، حوریں بناؤ سنگار کئے جنت کے جھروکوں پر باستقبال روحِ اطہر آپ کے آئی ہیں، گوہر جانثار کو لائی ہیں، سارے انبیاء از آدم تا عیسٰے

marfat.com

علیہا السلام آپ کی انتظاری میں دست بستہ کھڑے ہیں، تمامی فرشتے زمین و آسمان کے صف بہ صف پرے باندھے راہِ استقبال پر اَڑے ہیں، ہر آسمان پر شامیانے عربی کھڑے ہیں، جابجا نشانِ محمدی گڑے ہیں، مکانات جنت کے سج رہے ہیں، شادیانے قدومِ روحِ انور کے جابجا بج رہے ہیں، سبزانِ ارم بشوقِ وصال لہلہا رہے ہیں، مرغانِ جنتی وہاں ذوق میں چہچہا رہے ہیں ۔

حجلۂ قدس برائے تو بیار استہ اند — خوشخراماں گذرے کن بہ تماشا کہ ناز

قدمے پیش نہ و قدرِ فلک را بفروز — برقع از رخ فگن و حجلۂ ملک را بنواز

فرمایا جبریل یہ سب مژدے بہت خوب ہیں، دل کو نہایت مرغوب ہیں مگر مجھے اِس دم سوائے اس کے اور کوئی خوشخبری سناؤ جس سے میری آنکھوں میں ٹھنڈک آئے، تپک دردِ نہانی کی جائے، عرض کی حق تعالےٰ کا آپ پر بڑا افضل ہے، کرم ہے کہ جب تک آپ اور ساری امت آپ کی بہشت میں نہ جالیں، بہشت تمامی انبیاء اور امتوں پر حرام ہے، فرمایا اے جبریل اس سے بھی بہتر اور کوئی خوشخبری سناؤ عرض کی یا رسول اللہ قیامت کے دن پہلے پہل آپ ہی کے فرقِ اقدس پر تاج شفاعت کا دھریں گے کہ سارے انبیاء آپ پر رشک کریں گے، فرمایا ان باتوں سے تو میری آنکھوں میں خنکی آتی نہیں، تپک دل کی جاتی نہیں، کوئی ایسی خوشخبری لاؤ جس سے آنکھوں میں ٹھنڈک جگر تفتہ میں طراوت آئے، زخمِ نہانی اندمال پائے وہ دھڑکا دل کا مٹ جائے، عرض کی یا رسول اللہ آپ کو ان باتوں سے خوشی آتی نہیں فرمائیے آپ کو کونسا غم ہے، کیا فکر ہے، دل پر اس طرح کا الم ہے، فرمایا مجھے غمِ امت کے سوا اور کوئی غم نہیں، دل پر کسی طرح کا صدمہ نہیں، الم نہیں۔

مجھے ہر دم یہی خیال ہے، اسی کا ملال ہے کہ امت میری بہت نحیف و نزار ہے، بہت ہی عاصی ہے گنہگار ہے، نہیں معلوم قیامت کا کیا کیا معاملہ ان کے ساتھ پیش آئے گا، خدا جانے حق تعالیٰ حساب ان کا کس طرح فرمائے گا۔

جبریل نے جنابِ باری میں عرض کی خداوندا میں نے بشارتیں سردارِ عالم

marfat.com

کو سنائیں مگر خاطرِ اقدس میں ان کے کچھ اطمینان نہ لائیں، کچھ اور مژدہ چاہیے جس سے مزاجِ عالی مسرور ہو، دل کی مصیبت دور ہو، حکم ہوا کہ میرے حبیب سے بعد سلام کے یہ کہو کہ آپ کی امت کا جو کوئی آدمی اگر عمر بھر گناہ میں مبتلا رہے، اگر موت سے سال بھر پہلے توبہ کرے تو سب گناہ اس کے بخشونگا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا موت کا حال کوئی جانتا نہیں، شاید ایک برس پہلے توبہ کرنے کی نوبت نہ آئے، ارشاد ہوا ایک مہینے پہلے موت کے توبہ کرے، آپ نے فرمایا اللہ اللہ ایک مہینہ بھی بہت ہے، حکم ہوا موت سے ہفتہ بھر پہلے توبہ کرے، آپ نے فرمایا ایک ہفتہ بھی بہت ہے، ارشاد ہوا ایک دن پہلے توبہ کرلے، فرمایا ایک دن بھی بہت ہے، فرمان ہوا موت سے گھڑی بھر پہلے توبہ کرلے، فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے، آخر خطاب آیا ؎ (مثنث)

کہاں تک خواہشِ امت ہے بس کرے تمہیں کیوں آپ      کہا میں مانگنے والا ہوں تم وہاب ہے اے رب

نہ میں عاجز طلب سے ہوں نہ تو دینے میں عاری ہے

پھر حکم ہوا کہ اگر امت آپ کی تمام عمر گو ہر گرانمایہ عمر کو خاک گناہوں میں ملائے اور بحرم آنکھوں سے آنسو بہائے، اپنے نامۂ اعمال بدیاد کر کر پشیمان ہووے، اپنے گناہوں پر روئے تو اس کے سارے گناہ معاف کروں گا، لوحِ نامۂ اعمال کو اس کے حرف خطا سے صاف کرونگا اور اگر پشیمان بھی نہ ہو تو اس کو محض تمہاری شفاعت اور اپنی رحمت سے نجات دونگا۔

روایت ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے جبرئیل اب تین باتوں کی مجھے آرزو ہے، ہر دم اس کی جستجو ہے، اول یہ ہے کہ میری امت پر شامتِ گناہ سے دنیا میں مثل امت سابق کے عذاب نہ آئے، دوسرے یہ ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت حق تعالیٰ عاصیانِ امت کے حق میں قبول فرمائے، تیسرے یہ ہے کہ ہر ہفتے میں دو بار امت کے اعمال سے مجھے اطلاع ہوتی رہے تاکہ اگر اعمال ان کے نیک ہوں گے تو خوش ہو کر شکرِ الٰہی کرونگا اور ان کے نامۂ اعمال میں لکھوں گا اور

marfat.com

اگر اعمال بد ہوں گے تو استغفار کر کے ان کے نامۂ اعمال سے محو کراؤں گا۔
رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو سنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا
نَ طَابَ قَلْبِیْ یعنی اب مجھے سرور ہوا، سب رنج والم دل سے دور ہوا پھر فرمایا
ے عزرائیل اب جلد اپنا کام کر، شوقِ وصال باری دامانِ دل کھینچتا ہے۔
**روایت ہے** کہ پھر عزرائیل بحکم آپ کے قبض روح پُر فتوح میں مشغول ہوئے،
ت جانکنی اور سکراتِ موت کی اس قدر تھی کہ رنگ چہرۂ گلگوں کا گاہے سُرخ گاہے
ہوتا تھا، جسم مطہر کبھی گرم کبھی سرد ہوتا تھا اور گاہے دست راست گاہے دست
ھینچتے حتیٰ کہ رخسارۂ انور پسینہ پسینہ ہوگیا اور اس قدر تکلیف جانکنی کی فقط واسطے
ین و تشفی امت عاصی کے آپ نے اختیار فرمائی، ایک پیالہ پانی کا سامنے رکھا تھا بار بار
اس کا اپنے منہ پر ملتے اور فرماتے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ
رتِ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس قدر تکلیف جانکنی کی میں نے حضرت کو
ی کسی کو نہ دیکھی، پھر آپ نے ملک الموت سے پوچھا کہ جانکنی میں اتنی تکلیف جانکنی
سی اور کو بھی ہوتی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ جتنی تکلیف اوروں کو ہوتی ہے
ں کی عشر عشیر بھی آپ کو نہیں ہوتی ہے، یہ سن کر آپ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا
آہ وا امتاہ! اے عزرائیل جتنی تکلیف جانکنی کی میری امت ضعیفہ پر ہو وہ سب کی
ب آج ان کے بدلے ہمارے اوپر تمام کرلے تاکہ میری امت ناتواں اس اذیت
سے محفوظ رہے، عزرائیل نے عرض کی یا رحمۃ للعالمین یا شفیع المذنبین آپ اس کا
نہ فرمائیں، اس کی فکر اس کا خیال دل میں نہ لائیں، جس طرح مادر مہربان اپنے
تے پیارے لڑکے کے منہ سے پستان نکال لیتی ہے اسی طرح آپ کی امت
روح بہ آسانی نکال لوں گا۔
غرض بارہویں ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبے کے روز دوپہر ڈھلے آپ نے
رتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ
لْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی فرماتے ہوئے تریسٹھ برس کی عمر میں اس خاکدانِ دنیا سے

marfat.com

عالمِ بالا کو رحلت فرمائی ، اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ اول کلام آپ کا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں اور آخر کلام آپ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں "الاعلیٰ" تھا

جہاں میں شورِ محشر کس قدر ہے ۔۔۔ قیامت رحلتِ خیر البشر ہے
اندھیرا کیوں نہ ہو سارے جہاں میں ۔۔۔ چھپا پردے میں وہ رشکِ قمر ہے
کہاں تک صدمۂ فرقت اٹھاؤں ۔۔۔ کدھر او جذبۂ آہِ سحر ہے
تڑپتا ہے تپِ فرقت میں کانی ۔۔۔ کوئی واں تک نہیں کرتا خبر ہے

**روایت ہے** کہ مکہ معظمہ میں دوشنبے کے دن وقت صبح صادق ربیع الاول کی بارہویں تاریخ فصل ربیع میں قصۂ فیل کے سال زمانے میں نوشیرواں بادشاہ کے مطابق ۲۰ نیسان ماہ روم ۸۸۲ سنہ سکندری کے حضرت پیدا ہوئے تھے اور چار برس کی عمر میں یتیم ہوئے اور پچیسویں برس حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور چالیسویں برس دوشنبے کے روز نبی ہوئے اور اسی دن نکتے میں اکیاون برس نو مہینے کے سن میں معراج ہوئی اور اسی دن میں ترپن برس کے سن میں مکے سے مدینے کو ہجرت کی تھی اور اسی دن حجرِ اسود اٹھایا تھا اور اسی دن مدینہ منورہ پہنچے ۔ اسی دن میں تریسٹھ برس کے سن میں دنیا سے رحلت فرمائی ۔

راوی کہتا ہے کہ جس دن قدم مبارک مدینے میں آیا تھا اس دن مدینہ مطلع نور ہو گیا تھا ، ہر شخص نشۂ سرور سے چور ہو گیا تھا اور جس دن آپ نے رحلت فرمائی سارا مدینہ اندھیر ہو گیا ، ہر گلی کوچہ سنسان ، بازاروں میں ہو کا مکان ، گھر گھر آب و دانہ حرام ، لبوں پر آہ ، دلوں سے نعرۂ جانکاہ ننھے ننھے بچے بدحواس رغبتِ شیر ، نہ خواہشِ پیاس ؎

اے زہجرانت زمین و آسماں بگریستہ
سینہ و دل خوں شدہ روحِ رواں بگریستہ

**روایت ہے** کہ جب آپ نے رحلت فرمائی ملائکہ نے صحابہ سے افسوس کیا اور وا محمداہ ! کی آواز آسمان سے آئی اور جب ملک الموت روحِ اطہر کو اعلیٰ علیین میں

marfat.com

لے گئے تو صدائے واحمداہ یا رسول رب العلمین! کی عرش تک پہنچائی اور اس وقت ایک عجیب قسم کی بوئے خوش سارے اہل بیت نے پائی، اب بیان سے گریہ و شور و شین اہل بیت کے سکتہ جگر شق ہوا جاتا ہے، رنگ چہرے کا فق ہوا جاتا ہے، حضرت فاطمہ زہرا رو رو کر فرماتی تھیں وا ویلا یا ابتاہ بابا جان! فاطمہ کی جان آپ پر قربان دعوت حق کی تو آپ نے قبول فرمائی بہشت میں جا بیٹھے مجھ خستہ سے نظر چھپالی، اب میں کیونکر زندہ رہوں گی۔

آخر اسی طرح غم پدر میں گھٹ گھٹ کر چھ مہینے کے بعد آپ نے بھی رحلت فرمائی، اس درمیان میں نوبت ہنسی کی نہ آئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رو رو کر فرماتی تھیں افسوس نبی آخر الزماں نے جس نے کشائش امت کے لئے عمر بھر کیسی کیسی سختی اٹھائی، غنا پر فقر اختیار کیا، ایک دن بھی جو کی روٹی آسودہ ہو کر نہ کھائی، افسوس وہ نبی جو عمر بھر غم امت میں رویا، امت عاصی کے سوچ میں ایک رات بھی اطمینان سے نہ سویا، سر پر چٹائی اختیار فرمائی، عمر بھر کسی نامحرم پر نظر نہ اٹھائی گوہر دنداں درافشاں کو اشقیا نے توڑا مگر طریق صبر و شکر سے منہ نہ موڑا، افسوس اس سلطان بوریہ نشین نے لاکھ روپے خیرات کئے مگر خود پیٹ پہ پتھر باندھ کر بسر اوقات کئے، حرف لا کسی سائل کے جواب پر نہ لائے، عمر بھر کسی کو ذرہ بھر بھی صدمات و رنج نہ پہنچائے، تمام تمام رات ایک قدم پر کھڑے ہو کر فقط نجات امت کے لئے دو دو رکعت نماز میں طے فرماتے حتیٰ کہ ایک پاؤں پر کھڑے کھڑے پائے مبارک ورم کر جاتے، دن رات امت عاصی کے غم میں رونا نہ دن کا کھانا، نہ شب کا سونا ہے

اے جان صد ہزار چو ما وقف جان تو
ہر دم ہزار تحفہ زما بر رواں تو

روایت ہے کہ اس وقت فرشتوں نے اہل بیت کی تعزیت فرمائی، گوشہ خانہ سے آواز غیبی آئی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

marfat.com

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ایک دن سب کو مرنا ہے، دنیا سے سفر کرنا ہے
صبر کرو چپ رہو، چند دن مصیبت دنیا سہو، قیامت میں صبر کی جزا پاؤ گے مصیبت
دو روزہ کے بدلے لطف اٹھاؤ گے، اور مسجد میں سارے اہلِ مدینہ رو رہے تھے
مارے غم کے بیقرار ہو رہے تھے کہ حضرتِ خواجہ خضر روتے ہوئے آئے اور لوگوں کو
پھاند کر صحابہ کرام کے پاس افسوس کے لیے گئے اور رو رو کر صحابہ رضی اللہ عنہم
کو صبر و تسلی دے کر چلے گئے۔

اب آگے آلِ اطہار اور اصحابِ کبار کی آہ و زاری ایک دوسرے کو دیکھ کر باہم
اشکباری کہاں تک لکھئے، یہ خبر وحشت اثر سن کر آتشِ غم سے جل بھن کر سب کے
سب متحیر ہو گئے، بعضے سکتے کی حالت میں مدہوش، بعضے اختلالِ حواس سے
از خود فراموش، حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بباعث غلبۂ عشق و محبت
حضرت کے یہ حال سُن کر ننگی تلوار کھینچی کہ جس کی زبان سے حضرت کی وفات کا
نام سنوں گا فوراً گردن اس کی اسی تلوار سے اتار لوں گا، حضرت سوتے ہیں اس دم
خدا سے ہم کلام ہوتے ہیں اور حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ بباعث غلبۂ عشق کے
زبان سے کچھ بول نہ سکتے تھے، مثل طائرِ تصویر کے ہر ایک کا منہ تکتے تھے ؎

جنابِ حیدرِ کرار کی کچھ اور حالت تھی  بیاں کیا کیجئے ان پر ہجومِ غم کی آہ شدت تھی
قلم الجھا ہے لکھنے سے زباں کہنے سے عاری ہے

حیدرِ کرار کی ایسی کمر ٹوٹی سنگِ غم سے اس قدر چور ہوئے کہ بیٹھ کر کے پھر اُٹھنے
سے مجبور ہوئے، یارِ غار حضرتِ صدیقِ اکبر روتے ہوگئے گھر میں آئے اور چہرۂ
نورانی سے کپڑا اٹھایا اور پیشانیٔ انور اور دہنِ اعطر کو بوسہ دیا اور کہا وامحمداہ
پھر رو کر کہا ؎

رفتی و مرا خبر نہ کردی  بر بیکسیم نظر نہ کردی

پھر بوسہ دے کر روئے اور فرمایا واخلیلاہ! اگر اختیار رہتا تو ہم اپنی جان آپ پر
قربان کرتے، جان کیا دونوں جہان نثار کرتے اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرماتے

marfat.com

تو ہم آپ پر اتنا روتے کہ آنکھوں سے خون کے چشمے جاری ہوتے، خداوندا! اپنے حبیب کو میرا اسلام پہنچانا، یا رسول اللہ خدا کے پاس مجھے یاد فرمانا ؎

اے پشت مرا زغم شکستی   تا رخت حیاتِ خویش بستی

ناقہ حضرت کی سواری کا ایسا غمگین ہوا کہ کچھ کھاتا نہ پیتا تھا خون جگر پی کے روتا تھا، آخر بعد تین دن کے وہ بھی مرگیا، دنیا سے سفر کر گیا اور دراز گوش غم سے مدہوش ہو کر فراق سے اس محبوبِ مدنی کے جی جان کھو کر کنوئیں میں گر کے ہلاک ہو گیا، غمِ دارین سے پاک ہو گیا۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ اس کے بعد مہاجرین و انصار میں اختلاف پڑا، کہنے لگے ایک امیر انصار میں سے ہو، ایک امیر مہاجرین میں سے، آخر بمقتضائے حدیث اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ کے یعنی سردار اور امام قریش ہی میں سے ہونا چاہیئے، سارے اصحاب نے دستِ حق پرست پر حضرت ابوبکر صدیق کے بیعت کی تاکہ دینِ اسلام میں کچھ خلل نہ پڑ جائے، آئینہ دلوں میں لوگوں کے بال نہ پڑ جائے۔

**روایت ہے** کہ جس وقت روح پُرفتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروزِ علیین ہوئی، ایک تابوت جواہرات و یاقوت بہشتی سے مرصع کر کے نظرِ انور سے گذارا گیا کہ اگر مرضی مبارک ہو تو ساکنانِ ملأ اعلیٰ جسدِ اطہر کو اس تابوت میں لاویں اور مرقدِ انور سر البستان بہشت میں بناویں، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کہیں ہمارا جی نہیں چاہتا کہ اپنی امت عاصی سے دم بھر بھی جدا ہوویں، ہم نے بپاس خاطر خاکساران امت غمناک کے فرش خاک کو اختیار کیا تا ہم ان سے جدا نہ ہوویں اور وہ بھی میرے فراق میں مبتلا نہ ہوویں اور تاکہ جب تک ہم ان میں رہیں وہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہیں، یارو شفقت اور عنایت بے غایت کو ایسے نبی شفیق رفیق کی بنظر غور خیال کر کے ہر دم صلوٰۃ وسلام پر ان کی ہدیہ کرنا چاہیئے

marfat.com

جی جان ان پر قربان کرکے اتباعِ سنت میں دم بھرنا چاہیے۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد آلِ بیت اطہار نے حسبِ وصیت کے غسل اور تجہیز و تکفین سے فراغت پائی پھر نمازِ جنازہ عالی کے پڑھتے پڑھتے دو روز تک نوبت دفن کی آئی حتیٰ کہ بہتر ہزار صحابہ کبار نے بلا امام کے فوج کی فوج یکے بعد دیگرے نماز پڑھی، پیر کے روز دوپہر ڈھلے بارھویں ربیع الاول کو آپ نے قضا کی تھی، بدھ کی رات صبح کے وقت چودھویں شب ربیع الاول ۱۱ھ میں شہر مدینہ کے اندر حجرے میں حضرتِ عائشہ صدیقہ کے جس جگہ آپ نے قضا کی تھی، لوگوں نے لحد کھود کے سلطانِ عالم کو اس میں سُلا کر نو اینٹیں کچی اوپر سے بچھا کر مٹی دی اور بلال نے سرہانے سے پانی بہایا اور ایک بالشت قبرِ مبارک کو بلند کیا اور افضل اور اطہر سب جگہوں سے حتیٰ کہ عرش و کرسی و بہشت و کعبہ سے وہ جگہ ہے جو مزارِ سید ابرار ہے، سارے محدثین کے مذہب کا اسی پر قرار ہے اور آدمی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی سے وہ پیدا ہوتا ہے اور اصل پیدائش حضرت کی خاک پاک نافِ زمین یعنی موضع کعبہ سے تھی مگر وہ پانی جس پر عرشِ الٰہی تھا، جب اس نے موج ماری تو چھین کر اطرافِ عالم میں ڈالا اور وہ طینت پاک آپ کی مدینہ میں جا پہنچی، اس واسطے آپ وہاں مدفون ہوئے۔ اب ذرا مصیبت کو حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ملاحظہ کیجیے کہ جو گھر بیت الوصال تھا، بیت الاحزان ہو گیا، جو دارالسرور تھا وہ غم کا مکان ہو گیا، جہاں دن رات پروانہ جمالِ پُرانوار اور محوِ نظارۂ سید ابرار ہوتی تھیں، وہیں آتشِ غم میں مثل پروانے کے جلنے لگیں۔ انتقال کے وقت سے دفن تک مدینہ میں ایسا اندھیرا رہا کہ اپنی آنکھ سے اپنا ہاتھ سوجھتا نہ تھا، دلوں پر تیرگی آنکھوں میں ایسی خیرگی چھا گئی تھی کہ بات کسی کی کوئی پوچھتا نہ تھا۔

برس دن رہے بارشِ ابرِ رحمت | ہوا اک دن جہاں قیل و قالِ محمد
اندھیرا ہوا سارے کون و مکاں میں | ہوا جس گھڑی انتقالِ محمد
میں مرجاؤں ناصر یہی ہے تمنا | بذکر و خیالِ وصالِ محمد

روایت ہے قثم بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت جسم اطہر صاحب لولاک کو قبر کے اندر سریر خاک پر لٹایا اور چہرۂ نورانی سے پردۂ کفن اٹھایا، میں نے دیکھا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم لبہائے مبارک کو ہلاتے ہیں اور آہستہ آہستہ کچھ فرماتے ہیں، میں نے اپنے کانوں سے بخوبی صاف صاف سنا کہ قبر میں بھی یہی فرماتے تھے رَبِّ اُمَّتِیْ رَبِّ اُمَّتِیْ۔

روایت ہے کہ آپ قبر مبارک میں بھی بہ حیاتِ ابدی ساتھ ہوش وحواس کے جیتے ہیں مگر ہر دم مشاہدہ جمالِ ایزدی میں سہو محو ہو رہے ہیں ہر آن جرعۂ وصال پیتے ہیں اُمتیان عاصی کی اطاعت سے خوش ہوتے ہیں اور معصیت امت کا حال سن کر استغفار فرماتے ہیں، جنابِ باری میں روتے ہیں، جب کوئی تحفۂ درود و سلام حضور میں پہنچاتا ہے آپ کی طرف سے آن واحد میں کروروں آدمیوں کو جواب وعلیکم السلام آتا ہے، قبر میں آپ اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اذان و اقامت کی آواز مزار شریف سے مجاورین کے کانوں میں اکثر آئی ہے اور ابراہیم بشار نے مزار شریف پر کھڑے ہو کر سلام کیا، آپ نے قبر کے اندر سے بہ لفظ وعلیکم السلام جواب دیا اور بعد واقعۂ کربلا کے یزید بدبخت نے جب مدینہ پاک کے لوٹنے کو لشکر بھیجا تو مسجد نبوی تین دن تک اذان واقامت اور نمازیوں سے خالی رہی تھی، فقط حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ دیوانے بن کر مسجد میں جھاڑو دیتے رہے اور ہر روز ہر وقت نماز کے آواز اذان واقامت کی صاف صاف قبر شریف کے اندر سے سن لیتے تھے۔

یا رحمۃً للعالمین! ناصرِ مسکین آتش فراق میں آپ کی جل رہا ہے شمع ساں پگھل رہا ہے اب جلد ہند سے اسے مدینے بلایئے اور حسنِ خاتمہ کے ساتھ اسے جنت البقیع میں سُلایئے ۔

مدینے جا کہوں ہے شوق بے حد — محمد یا محمد، یا محمد
مدینہ خاص ہووے میرا مسکن — بقیع پاک ہووے میرا مدفن

marfat.com

نکلتے دَم پڑھوں کلمہ نبی کا ۔۔۔ رسولِ ہاشمی و الطحی کا
بھلا اب ہند میں کبتک رہیں ہم ۔۔۔ ترحّم یا رسول اللہ ترحّم
نہیں منظور ہے اب یاں کا جینا ۔۔۔ لنا ادرک رحمۃ للعالمینا
بلا لو ہند سے مجھ کو خدارا ۔۔۔ وھب لی فی مدینتک قرارا
دکھا دو بہرِ حق مجھ کو مدینہ ۔۔۔ ترحّم یا شفیع المذنبینا
خطا کی تو نے اے ناصرؔ خطا کی ۔۔۔ فیا اسفی علی مضی الشباب
مدینے اب تو ناصرؔ چل بسو تم ۔۔۔ الی ما ترقد اللہ قم قم

**روایت ہے** کہ بعد رحلت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیتِ اطہار اور اصحابِ کبار پر عجیب عجیب صدمے طاری ہوئے چنانچہ بعضے قوتِ رفتار او بعضے طاقتِ گفتار سے عاری ہوئے اور بعضے مر گئے، دنیا سے سفر کر گئے عبداللہ بن زید نے جو عاشقِ زارِ سیّدِ ابرار تھے، دعا کی، خدا وندا بلا نظارہ جمالِ سرورِ عالم میں رہ نہیں سکتا، درد مفارقت سہہ نہیں سکتا سو خدایا میری آنکھ لے لے، اسی دَم مجھے اندھا کر دے ؎

خبر لے اے اجل جلدی مجھے اب زیست بھاری ہے
جمالِ یار بن کب عاشقوں کو آنکھ پیاری ہے

پس فوراً اندھے ہو گئے اور بعضے بے دیدار جمالِ پُر انوار مدینہ نہ رہ سکے اس لئے مسافرت اختیار کی چنانچہ بلال خستہ حال نے جب صبح وصال بسر ہوئی اور شامِ فراق آئی تو گھبرا کر شام کی طرف رحلت فرمائی، جب چھ مہینے پورے وہاں رہے تو عین شامِ فراق میں صبح دیدار نظر آئی یعنی خواب میں حضرت نے ان سے یہ بات فرمائی کہ اے بلال! تو نے مجھ پر بہت جفا کی، بڑی خطا کی، مدینہ چھوڑا میری زیارت سے منہ موڑا پس حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ خواب سے اٹھ کر مدینے میں تشریف لائے، پہلے روضۂ انور پر سلام کرنے کو آئے، خاکِ مزار پاک سر اور منہ پر ورد کر ملتے تھے، سر کو پتھر سے کچلتے تھے، ان دنوں حضرتِ خاتونِ جنت فاطمہ زہراء

marfat.com

...ما کر گئی تھیں، حضرات حسنین سے حال وفات سیدہ کا سُنکر آتش غم میں جل بھن کر
...ت روئے اور کہا اے جگر گوشۂ رسول وائے زہرا بتول بہت جلد تم نے
...بزرگوار سے ملاقات کی، وہاں آکر تلافی مافات کی، پھر لوگوں نے اصرار کئے
حضرت بلال موافق عادتِ قدیمہ کے مشتاقوں کو اذان سُنادیں، حضرت بلال
نے عذر کیا کہ جب میری اذان کا قدردان ہی نہیں تو کس منہ سے اذان کہوں
کس کو سناؤں؟ کسی نے مانا نہیں حال دل وحشت زدہ کا جانا نہیں، آخر
...اصرار اہلِ حرمین اور حضراتِ حسنین کے آہ سرد بھر کر سینے پر پتھر دھر کر اذان شروع کی
خلقت گرد و پیش جمع تھی، جس وقت حضرت بلال نے اللہ اکبر کہا، اہلِ مدینہ
...ہ آہ کے نعرے سوز و غم کے شرارے عرش تک پہنچائے، مرد و عورت گھر کے
...ن سب ہجوم کر آئے، جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کہا اور مزار
مہبط انوار کی طرف اشارہ کیا، سارے حاضرین بے اختیار رونے لگے
...بلال پُرملال کلیجے کو تھامے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ اس دم مدینہ میں ایسا کہرام
...یا، دلوں میں خارِ غم گڑ گیا کہ گویا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی قضا کی ہے
...ہ بھر کی عورتیں اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں کہ شاید سرورِ عالم صلی اللہ علیہ
...وسلم قبر سے باہر آئے، ہم غمزدوں کو شربتِ زلالِ وصال سے مشرف فرمائیں گے
...بلال ۲۰ھ میں ساٹھ برس کی عمر میں مقامِ دمشق میں قضا کر گئے۔

**روایت** حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد گزرنے تین روز
...کے دفن سے ایک اعرابی آیا اور قبر مبارک پر گر پڑا اور خاک کو اس کی اپنے
...سر پر ملتا تھا اور کہتا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنے اوپر
...ت ظلم کیا ہے، اب آپ کے حضور میں آیا ہوں، تحفۂ جرم و خطا ساتھ لایا ہوں
...میرے واسطے آپ استغفار فرمائیں، قبرِ انور سے آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَکَ
...تیرے سب گناہ بخشے گئے، یاد و عشق حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
...ہر حال وسیلۂ نجات اور صد گونہ موجبِ برکات ہے ؎

marfat.com

ہیں سب امراض کے شافی محمد　　دو عالم میں مجھے کافی محمد

**روایت ہے** کہ ملکِ شام میں ایک یہودی تھا، شنبے کے دن توریت پڑھ رہا تھا چار مقام میں نام مبارک صاحبِ لولاک کا لکھا پایا، عداوتِ باطنہ سے اس ورق کو آگ میں جلایا، دوسرے دن یہ نام پاک آٹھ جگہ لکھا پایا، اس ورق کو جلا کر خاکستر بنایا تیسرے دن بارہ جگہ وہ اسمِ پاک لکھا ہوا پایا، تب بہت متحیر ہوا، جی میں گھبرایا کہ جتنا اس نام کو ورقوں سے مٹاتا ہوں، اتنا ہی زیادہ لکھا پاتا ہوں، اگر اسی طرح ہر روز ہم پڑھ پڑھ کے مٹانے جائیں گے تو سارے اوراق توریت کے اس نام سے بھر جائیں گے، پھر عاشقِ زار ہو کے بہ شوقِ زیارت رات دن منزل بمنزل طے کرتا ہوا مدینے میں آیا، پہلے سلمان فارسی کو پایا، سمجھا یہی رسولِ کبریا حبیب خدا ہیں، پوچھا اَنۡتَ مُحَمَّدٌ ؟ آپ ہی محمد مصطفےٰ سرورِ انبیا ہیں؟ سلمان نے کہا اے عزیز میں محمد نہیں ہوں بلکہ ان کا ادنیٰ غلام ہوں، شیفتہ کاکلِ مشک فام ہوں، یہودی نے بہت اشتیاق سے کہا للہ مجھے ذرا رسول خدا کے پاس پہنچاؤ، اس ہجر زدہ کو جمالِ جہاں آرا اُن کا دکھاؤ، سلمان نے سوچا کہ اگر یہ کشتۂ خنجرِ فراق وفات کی خبر سُنے گا تو مارے غم وغصہ کے سر کو دھنے گا، کہا اے عزیز پہلے تجھے اصحابِ رسولِ خدا کے پاس لے چلتا ہوں، اس نے کہا میں تو فقط سوزِ فراق میں اسی شمعِ نبوت کے پروانے کی طرح جلتا ہوں۔

غرض حضرتِ سلمان اس کے ساتھ ہوئے، مسجد نبوی میں آئے، حضرتِ علی مرتضیٰ اور سارے اصحابِ مصطفےٰ فراقِ حضرت میں سر جھکائے رو رہے تھے، آنکھوں سے اشک جاری تھے، بیقرار ہو رہے تھے، یہودی کہ غلبۂ اشتیاق سے فنافی الرسول ہو رہا تھا، خنجرِ عشقِ حقیقی کا مقتول ہو رہا تھا، حضرتِ علی مرتضیٰ کو رسولِ خدا سمجھا بے اختیار دلِ وحشت زدہ پھڑکنے لگا، شوق میں کلیجہ دھڑکنے لگا، عرض کی السلام علیک یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) جس وقت نامِ نامی آپ کا اصحاب نے سُنا، آہ کے نعرے عرش تک پہنچائے مسجد میں فغاں وفریاد سے شورِ محشر مچائے، علی شیرِ خدا نے فرمایا اے شخص!

marfat.com

تو کون ہے؟ ہم جلوں کو جلاتا ہے، گلوں پر شیر خونخوار چلاتا ہے، اس وقت تو کہاں سے ہماری مصیبت تازہ کرنے آیا ہے، جراحت زدہ دل پر نمک چھڑک کر درد اور تڑپ زیادہ کرنے آیا ہے، آج تین دن سے وہ سلطانِ عالم صاحبِ لولاک عرشِ پاک کو چھوڑ کر دنیا سے منہ موڑ کر زیرِ زمین فرشِ خاک پر سوتے ہیں کہ ہم لوگ ان کے فراق میں گلی گلی خاک چھانتے ہیں، سروں پر دھول اڑاتے ہیں، روتے ہیں۔ یہودی اس بات کو سن کر بیہوش ہو گیا، زمین پر گرا اور خود فراموش ہو گیا ہے

زخمِ دل پر ناصرا مرہم لگانے ہم گئے　　وہ مسیحا چل بسا اور جاکے واں مر ہم گئے

مرغِ بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر کہنے لگا آہ! اتنا سفر کیا، شام سے صبح اور صبح سے شام کی، خواب و خورش اپنے اوپر حرام کی، آہ وہ سفر کی شبانہ روزی، افسوس ذوقِ وصال میں اس شمعِ نبوت کے وہ پروانہ مثال دل سوزی، اے کاش میں پیدا نہ ہوتا، عدم سے ہویدا نہ ہوتا، اگر پیدا ہوا تھا فوراً مر جاتا، جیتا نہیں، شیرِ مادر پیتا نہیں، اگر جیتا تو توریت نہ پڑھتا، جاہل ہی رہتا، نشۂ علم نہ چڑھتا، جو پڑھتا تو نام پاک حضرت کا نظر نہ آتا، جو نظر آیا تھا تو اس پر میں شیفتہ نہ ہو جاتا، جو شیفتہ ہوا تھا گھر سے نہ چلتا، شمع کی طرح پروانے کی مثال گھر ہی میں آتشِ شوق میں جلتا، جگر کباب ہوتا، یہاں آ کر حالِ وفات نہ سنتا جو آیا تھا تو زیارت سے محروم نہ ہوتا، عین شوقِ وصال میں مغموم نہ ہوتا ہے

قسمت کی بات دیکھیے ٹوٹی کہاں کمند　　دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

پھر عرض کی یا علی مرتضیٰ یا شیرِ خدا! اگر اس شہنشاہ کا کوئی لباسِ متبرک ہو تو آپ جلد منگائیں میرے دلِ وحشت زدہ کو تسکین پہنچائیں، حضرتِ شیرِ خدا نے سلمانِ فارسی سے کہا کہ بنتِ رسول زہرا بتول کے پاس جاؤ، لباسِ قدسی اساس لے آؤ، وہاں سیدۂ زنانِ کونین اور جانِ دارین حضراتِ حسنین درِ یتیمی سے رو رہے تھے، فراقِ پدر میں نالاں اور بے تاب ہو رہے تھے، حضرتِ سلمان نے جا کر آواز دی اور حجرہ کی زنجیر ہلائی صدائے بے وقت نے کیفیت نمک بر جراحت کی دکھائی، حضرتِ سیدہ نے پوچھا کون ہے؟ تیرا کیا نام ہے، مصیبت زدوں سے تجھے کیا کام ہے؟ حضرتِ سلمان

marfat.com

نے عرض کی ہیں سلمان آپ کا غلام ہوں، سلام لیجئے، شیرِ خدا، حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن مانگتے ہیں، حضرت سیدہ نے فرمایا باباجان کا پیراہن کون پہن سکتا ہے؟ حضرتِ سلمان نے سب احوال کہہ سنائے اور پیراہن عالی مسجد میں لائے اصحابِ کبار اس سلطانِ دوسرا حبیبِ کبریا کے پیراہن کو جس میں جابجا سات پیوند لگے تھے، دیکھ کر رونے لگے، یہودی اس پیراہنِ اعظر کو اپنے سر پہ رکھ کر حالتِ وجد میں گھومنے لگا، ذوق و شوق میں یہ کہہ کر جھومنے لگا ؎

غنچہ و گل را چہ کنم باد صبا بوئے ازاں پیرہنم آرزو ست

ہر بار اسے سونگھتا، آنکھوں سے ملتا، سر کو سنگِ آہ سے کچلتا اور کبھی متواتر مُوہنگا الفرا پر رُوحی فِداک کہہ کہہ کر جان دیتا ؎

گر زصحرائے مدینہ بُوئیت آید یارسول
جانِ خود را من فدائے بُوئے آں صحرا کنم
یارسول اللہ بُوئے خود مُرادا ہے نما
تاز فرقِ خود قدم سازم ز دیدہ پا کنم

اسی طرح روتا ہوا صحابہ کرام کے ساتھ روضۂ انور پر آیا اور خاکِ مزارِ پاک کی آنکھوں پر مل کر کلمۂ طیبہ زبان پر لایا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے کہتے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور یا محمد یا محمد کہتے ہوئے دنیا سے سفر کر گیا۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

---

marfat.com

# وفاتِ سیّدۃ النّسا حضرتِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

راویانِ اخبارِ جگرسوز، ناقلانِ حکایاتِ غم اندوز لکھتے ہیں کہ جب سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات پائی، ساری دنیا اندھیر ہوگئی، ہر طرف سے گھٹا غم
کی گھر آئی، آسمان و زمین میں ایک زلزلہ پڑ گیا، دلوں میں خنجرِ غم گڑ گیا، نگری مدینے
کی سُونی ہوگئی، مصیبت دلوں پر قیامت سے بھی دونی ہوگئی، نالے پیہم پریوں اور
ملک کے آدمیوں کے کانوں میں آئے، اہلِ مدینہ نے آہ و زاری کے نعرے
عرش پر پہنچائے، ہر چند جگر سارے اصحاب کبار اور اہلِ بیتِ اطہار کے خنجرِ غم
سے کٹ گئے، دل پارہ ہوا سینے پھٹ گئے مگر جس قدر جناب حضرتِ سیدہ
خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو غم و الم ہوا بیان اس کا حدِ تحریر و تقریر سے
خارج ہے ~ (مثلث)

ادھر رونا اُدھر رونا یہاں رونا وہاں رونا　　اور خونِ دل سے منہ دھونا نہ دن کھانا نہ شب کھانا

اسی صورت سے رو رو چھ مہینے تک گذاری ہے

روایت ہے کہ آدھی رات کے بعد جناب حضرتِ خاتونِ جنت حضرت سیدنا
علی مرتضیٰ کے ساتھ روضۂ انور پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئیں،
روضۂ انور کو دیکھ کر ایسی آہ کی کہ روضۂ مقدسہ کو لرزہ ہوا، پھر کہا مَالَکَ لِلتُّرَابِ
یعنی اے جان گوہرِ پاک کو درجِ خاک سے کیا نسبت، اور پھر مزارِ انور پر آکر گر پڑیں اور
مرغِ بسمل کی طرح اس پر تڑپ تڑپ کے رونے لگیں، خاکِ مزار سر اور
روئے انور پُر انوار پر ملتی تھیں اور یہ فرماتی تھیں ~ (مثلث)

پڑی اگر مرے اوپر مصیبت ایسی اے بابا　　پڑے جا کر اگر دن پر تو ہو تاریک شب جیسا

کہوں کیا آہ اے بابا کہ مجھ پر زیست بھاری ہے

نہ کھانے میں مزا ملتا نہ پینے میں مزا ملتا　　یہی دل میں تمنا ہے کہ بابا کا پتا ملتا

marfat.com

غمِ دوری سے جی تو بھن چکا اب تن کی باری ہے

(روایت)

پس از دفنِ پیمبر جب کہ پھر آئے صحابہ سب لگیں رو رو کے کہنے سیّدہ خاتونِ جنت تب
بتا یا خاکِ بابا پر بھی مرضی اب تمہاری ہے
وہ مہتابِ مدینہ کو چھپایا خاک میں تم نے وہ شاہِ دین و دنیا کو سلایا خاک میں تم نے
گوارا کس طرح لوگو ہوئی یہ بات ساری ہے
کیا لوگوں نے تب معروض زہرا سے یہ رو رو کر بہت ہی زار و مضطر ہو کے منہ آنسو سے دھو دھو کر
کریں کیا فاطمہ زہرا یہی مرضی باری ہے
وگرنہ کب گوارا تھا یہ ہم سب کو بھلا زہرا فراقِ سرورِ عالم کا کس کے دل میں ہے زہرا
کہیں کیا آہ سے اے زہرا کہ ہم پر زیست بھاری ہے
کلیجے کو پکڑ کر صبر کرنا چاہیئے زہرا بھلا اب سینے پر پتھر کو دھرنا چاہیئے زہرا
سنبھالو ہوش کو زہرا یہ کیا حالت تمہاری ہے
تسلی دیجئے دوشِ نبی کے شہسواروں کو جنابِ حضرتِ حسنین دونوں ماہ پاروں کو
ذرا تو پوچھئے پیاروں سے کیا حالت تمہاری ہے

---

روایت ہے کہ پانچ آدمیوں کے برابر کوئی نہیں رویا، پہلے حضرت آدم علیہ السلام جب گیہوں کھانے کے بعد جنت سے باہر آئے، دو سو برس تک برابر روتے رہے، یہاں تک کہ گوہر دنداں دونوں رخساروں کے نظر آنے لگے۔ دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام فراق میں یوسف کے اتنا روئے کہ آنکھیں سپید ہوگئیں۔ تیسرے حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں۔ چوتھے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فراقِ پدر میں اتنا روئیں کہ اہلِ مدینہ گریۂ شب و روز اور آہ جگر سوز سے ان کے تنگ ہو گئے تب حضرتِ سیدہ نے جنت البقیع میں ایک مسجد بنائی جس کا نام بیت الاحزان ہے، لوگوں سے متوحش ہو کر وہیں رہا کرتی تھیں اور وہاں جتنا چاہتیں فراقِ پدر

marfat.com

میں رویا کرتی تھیں۔ پانچویں حضرتِ امام زین العابدین بعد شہادت اپنے پدر بزرگوار حضرتِ امامِ حسین کے چالیس برس جیتے رہے، پدرِ بزرگوار کو یاد کرکے خونِ جگر پیتے رہے، کسی وقت رونا ترک نہیں کیا اور کبھی بغیر روئے پانی نہیں پیا، جب کھانا آگے آتا باپ کی بھوک یاد کرکے اتنا روتے کہ کھانا آنسوؤں میں ڈوب جاتا، کبھی سیر ہوکر پانی نہ پیتے، خونِ جگر پی پی کر جیتے، لوگ عرض کرتے حضرت آپ کو اپنی جان پیاری نہیں، اتنا کیوں روتے ہیں، صبر کیجیے اس قدر کیوں بیقرار ہوتے ہیں، فرماتے ؎

کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا
دردِ ہجراں سہا نہیں جاتا

**روایت ہے** کہ حضرتِ سیّدہ کو سوائے مرضِ فراقِ پدر کے کوئی بیماری نہ تھی مزاجِ عالی پر بجز اس کے اور کوئی مصیبت طاری نہ تھی، بعد رحلت سرورِ عالم کے پورے چھ مہینے تک زندہ رہیں، ہر دم روتی رہیں، کبھی ہنسی نہیں حتیٰ کہ صدمۂ آہ ور نعرۂ جانکاہ سے چور ہوگئیں، طاقتِ رفتار قوتِ گفتار جاتی رہی جس وحرکت سے مجبور ہوگئیں پھر آپ کو چند روز وفات سے پہلے یہ غم تازہ ہوا دردِ بے اندازہ ہوا کہ میری لاش کو خلقِ خدا کاندھوں پر دھرے گی اور نامحرم کی نظر میرے جنازے پر ڑے گی، پس ایک بی بی صاحبہ نے جو ایک نقشہ گہوارہ کا اور کہیں دیکھا تھا ویسا ہی حضرتِ سیدہ کے واسطے بنایا، حضرت سیدہ نے اسے دیکھ کر بہت پسند کرکے بسم فرمایا، حضرت سیدہ نے پورے چھ مہینے کے بعد وفات پائی ہے مگر بجز اس کے ایک گہوارہ دیکھ کر ہنسیں کبھی نوبت مسکرانے کی نہیں آئی ہے۔

**روایت ہے** کہ ایک دن حضرت شیرِ خدا باہر سے حجرے میں تشریف لائے دیکھا کہ سیدہ روٹی پکانے کو تھوڑا سا آٹا گوندھ رہی ہیں اور تھوڑی مٹی شہزادوں کے مبارک دھونے کے لئے بھگوئی ہے اور ان کے کپڑے دھو رہی ہیں اور پدر میں رو رہی ہیں، شیرِ خدا نے فرمایا اے چشم و چراغِ رسول، اے فاطمہ زہرا، ول دنیا کے کام سے تم کو کچھ کام نہ تھا، غمِ پدر کے سوا دم بھر آرام نہ تھا، آج خلافِ

marfat.com

عادت تین کام میں مشغول ہو، مجھے تعجب ہے بتاؤ اس کا کیا سبب ہے؟ سیدہ نے رو کر فرمایا

نالے پیہم دل سے اب آنے لگے　　　شاید اب دنیا سے ہم جانے لگے

اے محرمِ رازِ من! وائے ناز بردارِ حسین و حسن دولت وصال بسر ہوئی، نوبتِ فراق آئی ہے، بڑی تمنا سے میں نے یہ نعمتِ عظمٰی پائی ہے۔

اے شیرِ خدا کل میں نے باباجان کو اپنے بختِ بیداری سے خواب ہی میں دیکھا کہ آپ میرے سرہانے کھڑے ہوئے چاروں طرف نگاہ فرما رہے ہیں جیسے کوئی کسی کا منتظر ہو، میں خواب میں تڑپی اور قدم پاک پر آنکھوں کو مل مل کر عرض کی

رحمت ہجر بکشد عیلے جانفزا الحب　　　صبر زدست میرود دار د وصل ما کجا

باباجان فاطمہ آپ پر قربان! آپ نے مجھ خستہ جگر سے منہ موڑا، روتے چھینتے بیکس و تنہا چھوڑا، جس دم سے شمع وصال ہوائے فراق سے گل ہوئی، دین و دنیا مجھ سے بالکل ترک ہوئی، پروانہ وار آتشِ ہجراں سے جل گئی، تیغ ستم شمشیر اَلم گلے پر چل گئی شمع کی طرح پگھل پگھل کے پروانہ کی مثال جل جل کے رہا کی، آہ دل سوز جگر پہ سہا کی۔ اب دردِ فراق سہا نہیں جاتا، بغیر آپ کے رہا نہیں جاتا مجھے بھی حسبِ دستور ساتھ لیجیے، دردِ دل کی دوا کیجیے۔

باباجان نے فرمایا اے نورِ عینین لے مادرِ حسنین! اب میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا، تمہارے فراق میں جو دل کا حال ہے کہہ نہیں سکتا، خیر جاؤ کل کی رات تم میرے پاس آؤ گی، دولتِ وصال پاؤ گی، اچھی طرح ملاقات کرو گی، تلافیٔ مافات کرو گی پس اے علی دنیا سے اب جاتی ہوں، مصیبتِ فراق اٹھاتی ہوں، روٹی اس لئے پکاتی ہوں کہ کل تم سب لوگ میرے غم میں مشغول رہو گے، ایسا نہ ہو کہ میرے دونوں پیارے آنکھوں کے تارے بھوک کی تکلیف پائیں، اسی طرح بھوکے پیاسے رہ جائیں، کپڑے ان کے اس لئے دھوتی ہوں کہ خدا جانے میرے بعد کپڑے ان کے کون دھووے، مٹی اس لئے بھگوئی ہے کہ ایک بار اور ان کے سر کو دھولوں، بالوں پر اُن کے غبار پڑا ہے، دھو کر کنگھی کر لوں میرے بعد ان کے

marfat.com

گیسوئے عنبر بُو میں کنگھی کون کرے گا؟ یارو مقامِ غور ہے کہ شاہزادوں کے کپڑے میلے ہو جانے اور ان کی زلفوں پر گرد و غبار پڑ جانے سے حضرت سیدہ بے قرار ہو جاتی تھیں، میدانِ کربلا میں وہ پیراہن آغشتۂ بخون اور زلفانِ مشک بُو کو آلودہ بہ خاک و خون دیکھ کر حضرت سیدہ کا کیا حال ہوا ہوگا!

شیرِ خدا نے رو کر فرمایا فراقِ سرورِ عالم سے آبلے دل کے ابھی تک اسی طرح ٹپک رہے ہیں، اے فاطمہ! کیا کہیں کیسے کیسے صدمے سہے ہیں، ابھی تک زخمِ دل نے مرہمِ صبر سے اندمال نہیں پایا کہ زمانے نے خنجر تمہارے فراق کا سینے پر چلایا حضرت سیدہ نے فرمایا شیرِ خدا! جس طرح اس مصیبت میں صبر کیا اسی طرح اس میں صبر کرو، غرض کپڑے دھوتی تھیں اور ان کے منہ دیکھ دیکھ کر روتی تھیں کہ آہ افسوس میرے بعد تمہارا کیا حال ہوگا، پھر حضرت سیدہ نے صاحبزادوں کو فرمایا کہ روضۂ انور پر جاؤ اور میرے حق میں دعائے خیر کراؤ۔

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت سیدہ نے حضرت اسماء کو بلا کر فرمایا کہ جب دونوں پیارے روضۂ انور پر سے آئیں تو ان کو میرے پاس نہ لانا علیحدہ بٹھا کر کھانا کھلانا تاکہ مجھے حالت بیماری میں دیکھ کر گھبرائیں نہیں رو رو کر غل مچائیں نہیں کہ اتنے میں ناگاہ دونوں شاہزادے تشریف لائے، اسماء نے دوسرے مکان میں کھانا رکھ دیا کہ یہیں تناول فرمائیں، شاہزادوں نے کہا اسماء آج خلافِ معمول یہاں ہم کو تم کیوں کھانا کھلاتی ہو، ہم ماں کے بغیر کھانا کھا نہیں سکتے ایک لقمہ اٹھا نہیں سکتے، اسماء نے عرض کی اس وقت والدہ آپ کی بہت بیمار ہیں، بات بولنے سے ناچار ہیں، دونوں صاحبزادے روتے ہوئے در حجرہ پر آئے اور سلام رخصتی بجا لائے، حضرت سیدہ نے ان کو گود میں لے کر بہت پیار کیا اور پھر روضۂ انور پر بھجوا دیا۔

روایت ہے کہ اس کے بعد دونوں شاہزادے وا مصیبتاہ کہتے ہوئے در حجرہ پر آئے اور عرض کی اماں جان! ہماری جان آپ پر قربان، ذرا آنکھیں کھولئے تو سہی،

marfat.com

ہم سے کچھ باتیں بولئے تو سہی، حضرتِ سیدہ نے شاہزادوں کو گلے سے لگالیا اور بہت پیار فرمایا پھر پوچھا ہماری وفات کا حال تم نے کیونکر جانا کس طرح پہچانا، شاہزادوں نے کہا جب ہم لوگ روضۂ انور پر چلے جاتے تھے غیب سے آواز آئی، ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا دیکھو یتیمانِ فاطمہ چلے آتے ہیں، اسمٰعیل ذبیح اللہ نے کہا دیکھو شفیعانِ قیامت چلے آتے ہیں، نبی آخر الزمان ہمارے نانا نے فرمایا میرے جگر گوشہ چلے آتے ہیں، جب ہم نے روضۂ انور پر جا کر سلام عرض کیا تو مزار شریف کے اندر سے آواز آئی کہ اے نور دیدگانِ من الٹے پاؤں پھر جاؤ اور دم واپسیں ذرا اماں کو دیکھ آؤ، ہم تمہاری ماں کو دیکھنے آئے ہیں، ملائک و انبیاء کو ساتھ لائے ہیں، یہ دیکھ کر دونوں شاہزادے رو رو کر منہ کو کفِ پائے سیّدہ کے ملنے لگے حضرت سیدہ نے آنکھ کھولی اور گلے سے لگا کر بہت پیار کیا۔

**روایت ہے** کہ اس وقت حضرتِ سیدہ نے فرمایا اے شیرِ خدا تم سے چار وصیتیں کرتی ہوں، اوّل یہ کہ میری خطا اور قصور کو معاف کرنا، آئینۂ دل کو غبارِ ملال سے صاف کرنا۔ شیرِ خدا نے فرمایا کہ ابتدا سے آج تک آئینہ وفاق میں کبھی زنگِ نفاق بیٹھا نہیں، خارِ ملال کبھی دل میں گڑا نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہمارے فرزندان یتیم نازک مزاج کی ناز برداری ہم سے زیادہ کرنا۔ تیسرے مجھے رات کو دفن کرنا تاکہ جس طرح حینِ حیات میں کسی نامحرم نے مجھے نہ دیکھا بعد ممات کے بھی نظر کسی کی میرے جنازے پر نہ پڑے۔ چوتھے زیارت سے میری منہ موڑنا نہیں، دل سے مجھے چھوڑنا نہیں۔ شیرِ خدا نے رو رو کر فرمایا آپ بھی میری خطا معاف فرمانا اور حضورِ نبوی میں سلام اس ہجرت زدہ کا پہنچانا اور میری طرف سے حضور والا میں کوئی حرف شکایت کا زبان پر نہ لانا۔ حضرتِ سیدہ نے قبول کر کے فرمایا کہ ذرا آپ شاہزادوں کو لے کر روضۂ انور پر جائیں اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں کہ مجھے جنابِ باری میں کچھ عرض کرنا ہے۔

**روایت ہے** کہ ادھر شیرِ خدا اور شاہزادے روضۂ انور پر گئے ادھر حضرت

marfat.com

سیدہ نے سلمیٰ دائی سے پانی منگا کر بہایت خوبی سے غسل فرمایا اور لباس اطہر واطہر پہنا اور حجرۂ خاص میں بچھونا بچھوا کر اور بستر پر جا کر داہنی کروٹ روبقبلہ دست مبارک نیچے رخسارے کے رکھ کر ایک چادر تان کر لیٹ رہیں اور وہ کافورِ بہشتی جو جناب سرورِ عالم نے حضرتِ سیدہ کو عنایت فرمایا تھا اسمار سے طلب کیا اور فرمایا کہ مجھے اس لباس میں جو میرے بدن پر ہے، غسل دے کر دفن کرنا اور برہنہ نہ کرنا یہ فرما کر اور اسمار کو رخصت کر کے درِ حجرہ بند کر لیا۔

**روایت ہے** حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو ایک روز قبل میں نے اپنی ماں حضرتِ فاطمہ زہرار کو دیکھا کہ اپنے حجرے میں نماز پڑھتے پڑھتے شام سے صبح کر دی، سُنا میں نے کہ مومنین و مومنات کے لئے رو رو کر دعا کر رہی ہیں اور اپنے واسطے کچھ دعا نہ فرمائی، میں نے عرض کی اماں جان سب کے واسطے آپ نے دعا کی، اپنے واسطے دعا نہ کی، فرمایا بیٹا پہلے باہر پھر گھر ہ

الٰہی طفیلِ علی ابن طالب — کہ شیرِ خدا بود و آلِ محمد
الٰہی بہ مسمومیٔ سبطِ اکبر — شبیہِ علی و مثالِ محمد
الٰہی بحقِ امامِ شہیداں — جگر گوشۂ نونہالِ محمد
الٰہی بہ زاریٔ زہرا کہ ہرگز — نہ خندید بعد انتقالِ محمد
چہ باشد بگر زعینِ عنایت — بہ رؤیا نمائی جمالِ محمد
زحد رفت ناصر گناہم ولیکن — نہ بخشند آخر بہ آلِ محمد

**روایت ہے** کہ جب آپ نے حضرتِ اسمار کو رخصت کیا، درِ حجرہ بند کر دیا اور مناجات میں مشغول ہوئیں، اسمار درِ حجرہ پر کھڑی تھیں، سُنا کہ حضرتِ سیدہ بہ صدآہ و زاری و حسرت و بے قراری جنابِ باری میں امتِ عاصی کے واسطے مناجات فرماتی تھیں کہ خدا وندا بحق باباجان محمدِ مصطفیٰ اور طفیل چشمانِ اشکبار اور شوق دیدارِ اُن کے اور بحرمت دردِ دل علی مرتضیٰ کے میری مفارقت سے اور بحق مصیبت حسنین مجتبیٰ کے امتیان گنہگار کو میرے باپ کی بخش دے، سب گناہ ان کے

محو کر دے" ان پر رحم فرما، اسی طرح امتیانِ عاصی کے حق میں رو رو دعائے خیر فرماتی ہوئی منگل کی رات درمیان مغرب اور عشاء کے تیسری تاریخ ماہِ رمضان کو ۱۱ھ میں شہر مدینہ منورہ میں بعد پورے چھ مہینے کے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال کے اٹھائیس برس کی عمر میں جنت الفردوس کو سدھاریں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب حضرات حسنین کی گریہ وزاری اور شیرِ خدا کی اشکباری کس طرح بیان کیجئے کہ جگر شق ہوا جاتا ہے، رنگ چہرہ کا فق ہوا جاتا ہے ؎

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ حضرتِ اسماء رضی اللہ عنہا نے موافق وصیت کے غسل دیا پھر حضرتِ علی مرتضیٰ نے گہوارے میں جنازۂ مبارک کو رکھ کر نماز پڑھائی اور رات ہی کے وقت جنت البقیع کے اندر قبّے میں حضرتِ عباس کے اس جگہ کہ سب اہلِ بیت نبوت کے سوتے ہیں، مدفون ہوئیں۔

---

marfat.com

## وفات خلیفۂ اوّل حضرتِ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

**روایت ہے** کہ ایک دن ایک سانپ نے حضرتِ عیسٰی سے عرض کی کہ یا روح اللہ ذرا اس غمزدہ پر آپ کرم فرمائیں، راہ مکے کی مجھے بتائیں۔ روح اللہ نے فرمایا اے سانپ مکے سے تجھے کیا سروکار ہے جو اتنا اداس ہے بیقرار ہے، سانپ نے عرض کی ؎

سبب میری اُداسی کا نہ پوچھو
میں خود حیراں ہوں کیا بتلاؤں تم کو
ہوئے ہیں چھ برس شاہا کہ میں نے
سنا اسمِ محمد ہے کسی سے
اسی دم سے ہے خوں آنکھوں سے جاری
عجب ہی حال ہے اب مجھ پہ طاری
نہ کچھ تدبیر بن آتی ہے مجھ کو
یہ دن تقدیر دکھلاتی ہے مجھ کو
مروں تو جائے یہ دردِ جدائی
الٰہی کیا اجل کو موت آئی؟
نہیں جی سیرِ بُستاں میں بہلتا
یہی لو ہے کہ مکے جا نکلتا

روح اللہ نے فرمایا اے سانپ تیرا کہاں خیال ہے، وہ چھ سو برس کے بعد پیدا ہونگے، ابھی زیارت ان کی محال ہے، سانپ نے عرض کی یا روح اللہ لَا تَيْأَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ، اللہ جامع المتفرقین ہے، اس کی رحمت سے نا امید ہونا چاہیئے، پھر روح اللہ نے اسے مکے کی راہ بتا دی، اس نے سر کے بل شوقِ وصال میں اس یارِ غار کے مکے کی راہ لی، راہ میں زبانِ حال سے یہ کہتا تھا ؎

چوں مور می بندم کمر چوں یار می پویم بسر
در غارِ غم کردہ مقر اے یارِ غار از عشقِ تو
کے دلم محزوں بود دردم زحد افزوں بود
تا چند غرقِ خوں بود جانِ فگار از عشقِ تو
ہم مکن لا یعقلم کز قیدِ ہستی بگسلم
دیگر نماند اندر دلم صبر و قرار از عشقِ تو

آخر بعد انقطے منازل کے غارِ مکہ میں آ کر بہ انتظار اپنے یارِ غار کے

marfat.com

چھ سو برس قیام کیا، خواب وخور اپنے اوپر حرام کیا، دن رات اسی غارِ تیرۂ و تار میں رہتا اور سوزِ دل سے ہر دم یہی کہتا ہے

روز یکہ جمالِ دلبرم دیدہ شود | از فرقِ سرم تا بقدم دیدہ شود

تا من بہ ہزار دیدہ روئے نگرم | آئے بدو دیدہ دوست کے دیدہ شود

پھر لشوقِ دیدارِ جمال اپنے یارِ غار کے اس غارِ ثور میں ہر چہار جانب ستر سوراخ بنائے تاکہ اگر کوئی ایک سوراخ بند کرے تو دوسرے سوراخ سے جمالِ یار دیکھ کر جی کو خرسند کرے، غرض شامِ فراق کٹی صبحِ وصال نظر آئی، سرورِ عالم نے مکے سے مدینے جانے کو ہجرت فرمائی پھر تو گویا دریا خود پیاسے کے پاس آیا العینی بسبب کششِ عشقِ یار کے خود سیدِ ابرار نے اس غار پر قدم رنجہ فرمایا، یارِ غار سیدِ ابرار جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اس غارِ تیرۂ و تار میں چادر کو پھاڑ پھاڑ کے وہ سب سوراخ بند کئے، چادر تمام ہوگئی اور ایک سوراخ رہ گیا۔ اس سوراخ میں حضرتِ صدیقِ اکبر نے نہایت پامردی سے اپنے پاؤں کی ایڑی جمائی اور سرورِ عالم نے اندر جاکر زانو پر حضرتِ صدیقِ اکبر کے استراحت فرمائی، وہ سانپ سراپا محوِ دیدار جو کشتۂ نیشِ فراق و زخم خوردۂ خنجرِ اشتیاق تھا بارادۂ نظارۂ جمالِ باکمال جس سوراخ کے پاس آتا اُسے بند پاتا، آخر ولولۂ عشق سے تڑپنے لگا اور ایڑی میں حضرتِ صدیقِ اکبر کے بار بار سر سے ٹھوکریں لگانے لگا کہ اے یارِ غار سیدِ ابرار للہ اس سوراخ سے اپنا پاؤں جدا کیجئے، ذرا مجھے بھی زیارت سے سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (کہ چھ سو برس سے مشتاق ہوں) مشرف ہونے دیجئے۔ جب صدیقِ اکبر نے سوراخ سے قدم نہ اٹھایا، سانپ نے اپنی حالتِ بیقراری میں پائے صدیقِ اکبر میں زور سے دانت لگایا مگر عاشقِ صادق نے پھر بھی سوراخ سے قدم نہ ہٹایا، مسوس مسوس کر روتے تھے، اس واسطے کہ حضرتؐ انور سوتے تھے، ہر چند ضبط کیا مگر چند قطرے آنسو کے رخسارِ عالی پر گر پڑے، آپ فوراً نیند سے چونک پڑے اور اپنا لعابِ دہن محلِ زخم پر صدیقِ اکبر کے لگایا، فوراً

marfat.com

اس نے اثرِ تریاق دکھایا۔

راوی کہتا ہے کہ آپ نے اس سانپ سے کلام فرمایا اور سبب اس گستاخی کا پوچھا اس نے عرض کی ؎

کہ بر دلیوانۂ عاشق قلم نیست

علماء محققین نے لکھا ہے کہ چونکہ منظورِ الٰہی یہ تھا کہ رتبۂ شہادت سے بھی تکمیل جمیع مراتب کی حضرتِ صدیقِ اکبر کی ہو جاوے، اسی واسطے اثر زہر ہلاہل کا اس سانپ کی آخر حیات تک آپ کے رہ گیا چنانچہ اسی زہر کے اثر سے آپ نے رحلت فرمائی۔

**روایت ہے** کہ جمادی الاخریٰ کی ساتویں تاریخ ۱۳ھ میں پیر کے دن ٹھنڈے پانی سے آپ نے غسل فرمایا، وہ رات جاڑے کی تھی، تپ اور درد سر بشدت ہو آیا اور پاؤں میں سخت درد ہو گیا، سارا جسم سرد ہو گیا اور جس جگہ غارِ ثور میں سانپ نے کاٹا تھا وہ جگہ بھی لہرائی، پندرہ روز تک آپ نے اس بیماری میں بڑی تکلیف اٹھائی۔

**روایت ہے** کہ ایامِ مرض میں آپ نے صحابہ کرام کو اپنے پاس بلوایا اور سب کی صلاح سے امرِ خلافت کا حضرتِ فاروقِ اعظم کے حوالے فرمایا اور جنابِ باری میں دست بہ دعا ہوئے کہ خداوندا عمر کو میں نے خلیفہ مسلمانوں پر بنایا، اپنی جگہ تختِ خلافت پر بٹھایا، میں نے اپنی دانست میں بہترین صحابہ کو والی کیا ہے اور سوائے اصلاح حالِ مسلمین کے نہ میری کچھ غرض ہے نہ میرا کچھ دوسرا مدعا ہے الٰہی ان کو منجملہ خلفائے راشدین کے کرنا، بہ زمرہ مطیعینِ سننِ سید المرسلین کے کرنا۔ حضرتِ عمر نے بہ مبالغہ تمام فرمایا کہ مجھے لیاقت نہیں، خلافت کی مجھے کچھ حاجت نہیں، آپ مجھے زحمتِ عظمیٰ سے معاف فرمائیں، اور کسی کو خلیفہ بنائیں۔ حضرتِ صدیقِ اکبر نے فرمایا کہ اگر تم کو خلافت کی حاجت نہیں تو خلافت کو تم سے حاجت ہے، غرض صدیقِ اکبر نے بعد خلیفہ کرنے حضرتِ عمر فاروق کے ارشاد فرمایا کہ اسماء بنت عمیس میری قبیلہ مجھے غسل دیں اور عبدالرحمٰن میرے بیٹے ان کی مدد کریں، میں نہیں چاہتا کہ سوائے ان کے اور کوئی مجھے ننگا دیکھے۔

marfat.com

**روایت** حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ایام مرض میں عیادت کو حضرت ابوبکر صدیق کے پاس گیا، آپ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور ارشاد کیا کہ اسے امام دوجہاں اب زمانہ فراق کا ہمارے اور تمہارے درمیان قریب آیا، آسمان نے یہ درد تازہ دکھایا، تم سے امید رکھتا ہوں کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو اپنے ہاتھوں سے تم مجھے کفن پہنانا، پھر جنازہ میرا روبرو دروازہ روضہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے جانا اور پکار کر عرض کرنا السلام علیک یارسول اللہ، ابوبکر حضرت والا میں آئے ہیں، زیر قدم مبارک مدفون ہونے کی تمنا لائے ہیں، پس اگر خود بخود دروازہ روضہ کا کھل جاوے اور اذن ہو تو مجھے اندر روضہ کے دفن کیجو، نہیں تو جنت البقیع میں گورِ غریباں کے اندر رکھ دیجو، شیر خدا اور سارے انصار یہ کلام سن کر رونے لگے، فراق میں بے تاب ہونے لگے، شیر خدا علی مرتضیٰ نے فرمایا واحسرتاہ اتم بھی ہم سے جدائی کر چلے، پہاڑ غم کا سینۂ دُرِ گنجینہ پر دھر چلے، بن دیکھے تمہارے حضرت رسول کریم کو قرار نہ تھا، چہرۂ مبارک تمہارے دیدار سے جیسے نسیم سحری سے غنچے کھلیں، ہشاش بشاش ہو جاتا تھا، تم حضور نبوی کے یار غار تھے، امور دینی و دنیاوی میں محرم اسرار تھے، اور بہت کچھ افسوس کیا اور فرمایا دل میرا بہت ملول ہے گویا آج روز انتقال رسول مقبول ہے۔

**روایت** کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق بعد دو برس چار مہینے کے واقعۂ اصحاب فیل سے پیر کے دن پیدا ہوئے تھے اور اسی دن مکے سے حضرت کے ساتھ ہجرت کر چلے اور اسی دن مدینہ میں پہنچے اور اسی دن بارہویں ربیع الاول شریف سلھ روز وفات سرورِ عالم، رسول کے خلیفہ ہوئے اور دو برس تین ماہ دس دن مسندِ خلافت پر بیٹھے اور اسی دن آٹھویں تاریخ جمادی الاخریٰ کے بیمار پڑے اور پندرہ روز تک بیمار رہے، نماز جماعت کے لئے باہر آنے سے ناچار رہے، پھر اسی دن بائیسویں جمادی الاخریٰ میں ۶۳ برس کے سن میں موافق سن شریف سرورِ عالم کے قضا فرمائی، اہلِ مدینہ پر مصیبت تازہ آئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

marfat.com

**روایت ہے** کہ جب خبر وفات حضرت ابوبکر صدیق اکبر اہلِ مدینہ نے پائی، صدائے آہ عرش تک پہنچائی، اہلِ مدینہ الیسا روئے جیسا بروز وفات سرورِ عالم کے روتے تھے، شہر مدینہ سنسان اور گلی کوچہ ہُو کا مکان ہوگیا۔

جب یہ خبر وحشت اثر حضرتِ علی مرتضیٰ نے پائی بے اختیار روتے ہوتے آپ کی نعش مبارک کے پاس آئے اور فرمایا آج خلافت نبوت کی منقطع ہوگئی، برکت و شوکت دینی مرتفع ہوگئی، خدا تم پر رحمت کرے اے ابوبکر صدیق حضرت تم کو پیار فرماتے تھے، تمہاری ملاقات سے بہت راحت پاتے تھے، صورت سیرت سنت رحمت میں تم بے شبہ پیغمبر تھے، بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تم سب سے فاضل تر تھے، الغرض شیرِ خدا نے لاش پر کھڑے ہو کر بہت کچھ تعریف کی جو اس کتاب مختصر میں سما نہیں سکتی، روبرو اصحاب کے فرمائی پھر سب لوگ اتنا روئے کہ زمین جنبش میں آئی، آخر حسب وصیت اسماء اور عبد الرحمٰن نے نہلایا اور شیر خدا علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ سے کفنایا اور جنازے کی نماز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

**روایت ہے** کہ حسب وصیت کے جنازہ لاکر روبرو روضۂ انور کے رکھا، غیب سے آواز آئی اَوْصِلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ دوست کو دوست سے ملاؤ، کشتہ خنجر فراق کو شربتِ وصال پلاؤ، ہنوز کلمات وصیت کے موافق نہیں ادا کئے تھے کہ معاً پہنچنے جنازے کے دروازہ مزار اقدس کا خود بخود کھل گیا اور کوئی کھولنے والا نظر نہ آیا اور روضہ کے اندر سے آواز آئی اَدْخِلُوْهُ وَادْفِنُوْهُ عِزًّا وَّكَرَامَةً میرے یار غار کو عزت و بزرگی کے ساتھ اندر لاؤ اور رسید ہے میرے پہلو میں سلاؤ، غرض حجرے میں حضرتِ عائشہ صدیقہ کے پہلوئے راست میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہیں دفن کیا، حضرتِ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے باپ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں چالیس ہزار درم صرف کئے اور جب فوت ہوئے تو ایک درم بھی نہ چھوڑا۔

رسولِ پاک پر بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

marfat.com

## شہادتِ خلیفۂ دوم حضرتِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

جنابِ سنطاب اعدلِ اصحاب صہرِ رسولِ مقبول داماد بتول امیرالمؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعد جناب سیدنا حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دس برس آٹھ مہینے چار دن مسندِ خلافت پر رونق افروز رہے اور شہادت باسعادت آپ کی اس طرح ہوئی کہ حج کر کے آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر بعد حمد و ثنائے الٰہی کے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک سرخ مرغ نے دو تین ٹول مجھے مارے ہیں اور تعبیر اس خواب کی میرے دل میں یہ آئی ہے کہ اس خواب میں مژدۂ وصالِ حبیب ہے یعنی اب موت میری بہت قریب ہے، اس کے بعد ایک دن مدینہ منورہ کے بازار میں حضرتِ زبیر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ حضرتِ مغیرہ بن شعبہ کے غلام سیہ فام فیروز نام نے آکر عرض کی کہ یا امیرالمؤمنین ہم اس واسطے آئے ہیں کہ مغیرہ نے میرے ذمے ہر روز دو درم ٹھہرائے ہیں اور اس قدر ادا کرانے میں میں عاجز ہوں، آپ اس سے فرما دیجئے کہ اس میں کچھ تخفیف کر دے، آپ نے فرمایا تو کون پیشہ کرتا ہے، کہا بڑھئی، لوہاری اور نقاشی کا کام کرتا ہوں، آپ نے فرمایا اتنے پیشے والوں سے دو درم لینا الصاف سے دور نہیں اور تو باوجود ان پیشوں کے دو درم کے ادا سے مجبور نہیں، یہ بات اس سنگدل پر بڑی کڑی پڑی، اس کے سینۂ پُرکینہ پر خارسی گڑی، اسی وقت سے آپ کی جانب سے کینہ رکھا، دشمن جانی ہو گیا، بلائے ناگہانی ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایسی پن چکی بناتا ہے کہ ہوا سے چلتی ہے، اگر تو ایسی چکی بنا دے تو اہلِ مدینہ کو بڑا فائدہ ہو گا فیروز نے کہا میں آپ کے واسطے ایسی پن چکی بناؤں گا کہ جب تک آسمان کی چکی

marfat.com

گردش میں رہے گی، تب تک ذکر اس کا مغرب سے مشرق تک باقی رہے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جی میں فرمایا کہ میرے قتل کے لئے دھمکاتا ہے، دیکھئے خدا کیا پیش لاتا ہے۔

**روایت ہے** کہ اس کے دوسرے دن کعب الاحبار نے سیدنا حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں چپکے سے کہا جو کام کرنا ہے سو کر لیجئے، سامان سفرِ آخرت کیجئے، توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ اب عمر شریف آپ کی تین دن سے زیادہ نہیں، آپ کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا، اس واسطے کہ اس وقت آپ کو کسی طرح کا ملال نہ تھا، کوئی عارضہ لاحق حال نہ تھا، القصہ فیروز سیہ روز نے اس بات کو دل میں جمایا اور ایک خنجر دو دھارا جس کا دستہ درمیان میں نہ تھا، زہر اب دے کر بنایا اور منتظر فرصت کا رہا پھر زخون اس پر سوار ہوا، مستعد قتل امیر الابرار ہوا - ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ فجر میں تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں مشغول ہوئے، سورۃ الحمد پڑھ کر سورۂ یوسف شروع کی تھی کہ فیروز بدبخت نے صفِ اول سے پاؤں بڑھا کر تین وار کئے ایک آپ کے مونڈھے پر، دوسرا پہلو پر، تیسرا زیر ناف، آپ کو فوراً غش آگیا گر پڑے اور فرمایا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا پھر اصحاب نے عبدالرحمٰن بن عوف کو امام کر کے جلد نماز پڑھی اور حضرت کو اٹھا کر گھر پہنچایا، پھر لوگوں نے عرض کی حضرت نمازِ فجر آپ نے نہیں پڑھی، تب آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ اور لوگوں نے نماز پڑھی؟ کہا گیا حضور ہاں، پس آپ نے وضو کر کے نماز فجر کی وقت پر پڑھی۔

**روایت ہے** کہ فیروز بدروز خنجر مار کر بھاگا، اٹھارہ آدمیوں کو جو سر راہ ملے زخمی کیا آخر ایک جوان عراقی نے پھندا اس کی گردن میں ڈال کر اسے زمین پر گرا دیا، فیروز نے دیکھا کہ اب تو بہت بری موت سے مارا جاؤنگا خدا معلوم کیا کیا سزا پاؤنگا، اس خنجر کو اپنے حلق پر رکھ کر کھینچ دیا اور اپنے آپ کو واصل جہنم کیا۔

**روایت ہے** کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے پوچھا کہ کچھ جانا تم نے کہ کس نے مارا؟ انہوں نے کہا فیروز کافر بدبخت نے، تب آپ نے فرمایا الحمد للہ

marfat.com

کر ہیں مسلمان کے ہاتھ سے شہید نہ ہوا اور قیامت کو میرا جھگڑا کسی مسلمان سے نہ پڑا اور فرمایا شکر کہ ہم امر بالمعروف پر مارے گئے، پھر جب آپ نے سنا کہ فیروز نے خود آپ اپنے کو مار ڈالا فرمایا الحمد للہ کہ ہمارے واسطے کوئی مارا نہ گیا۔

**روایت ہے** کہ ایک جراح نے کچھ دوا پلائی زخم کی راہ سے خون کے ساتھ وہ دوا نکل آئی، دوسرے نے دودھ پلایا، وہ دودھ بھی بعینہٖ زخم کی راہ سے بہہ گیا، طبیب نے کہا خون اس قدر جاری ہے، زخم ایسا کاری ہے کہ دید نہیں، شنید نہیں، اب ہرگز جینے کی امید نہیں۔

جناب ام کلثوم حضرت عمر کی بی بی صاحبہ نے جو صاحبزادی جناب علی مرتضیٰ داماد مصطفےٰ کی تھیں، یہ بات طبیب سے سنتے ہی فرمایا آہ آہ واعمراہ! خود بھی زار زار روئیں اور حاضرین کو رلایا، نعرۂ جانکاہ سے عرشِ الٰہی کو ہلایا۔ فرماتی تھیں یہ کیا غضب ہوا ستم ہوا، دم بھر میں گھر پُر غم ہوا ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

**روایت ہے** کہ آپ نے عبداللہ اپنے بیٹے کو حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس بھیجا کہ میرا سلام ان سے عرض کرو اور کہو کہ اب رخصت ہوتا ہوں، خونِ جگر سے منہ دھوتا ہوں مگر ایک تمنا ہے کہ اگر ہم کو روضۂ انور میں جگہ دیں تو ہم زیر قدم حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رہیں اور قیامت کے دن دامنِ اقدس پکڑے ہوئے اُٹھیں۔ حضرتِ صدیقہ نے رو کر فرمایا وہاں تو ایک ہی آدمی کی جگہ تھی، میں نے اپنے واسطے رکھی تھی سو اچھا عمر کو دی، حضرت عمر اس کو سنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا سب کاموں میں یہ کام اہم تھا، اسی کا ہر دم مجھے خیال تھا، خوشا نصیب عمر کے کہ امر بالمعروف کے واسطے اس پر خنجر خارا شگاف پڑے اور زہے طالع اس کے کہ زیر قدم سیدِ عالم گڑ سے، پھر فرمایا کہ دفن کے وقت حضرتِ عائشہ کی اجازت دوبارہ لے لینا اور فرمایا

marfat.com

کو کفن بہت تکلف کا نہ ہو اس واسطے کہ اگر خدا کے یہاں میری کچھ عزت ہو گی تو حق تعالیٰ مجھے بہشتی حُلّے پہنائے گا ورنہ تکلف کا کفن کچھ کام نہ آئے گا اور قبر بھی اعتدال سے وسیع تر نہ ہو وے اس واسطے کہ اگر خدا مجھ سے راضی نہ ہو گا تو قبر مجھے ایسا بھینچے گی کہ ہڈیاں میری چکنا چور ہو جاویں گی پھر بخوف آخرت اس قدر روئے کہ زبان تکلم سے عاری ہوئی، حالت غشی طاری ہوئی، حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ اور ابن عباس نے تسکین دی اور بہت تشفی کی کہ آپ نے سرِ مو خلاف حکم خدا اور رسول کے نہیں کیا، کسی کا حق اپنے سر پر نہیں لیا، ہم لوگ اس بات کی خدا کے آگے گواہی دیں گے۔ تب حضرتِ عمر نے جناب علی مرتضیٰ اور ابن عباس سے اس بات کی گواہی ایک کاغذ پر لکھوائی اور دونوں صاحبوں کی اس پر مہر کروائی اور فرمایا اس کاغذ کو بھی میرے ساتھ دفن کر دینا کہیں گوشۂ قبر میں دھر دینا۔

**روایت ہے** کہ بدھ کے دن چھبیسویں ذی الحجہ کو زخم آیا، تین دن آپ زندہ رہے، جمعہ کے دن چاندرات کو تریسٹھ برس کی عمر میں موافق سن شریف حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ نے وفات پائی، غیب سے صدائے اناللہ وانا الیہ راجعون آئی، ایک بار فرش سے عرش تک غل ہوا کہ آج چراغ مدینہ کا گل ہوا، مدینے کے ہر کوچہ و بازار میں ایک ہُو کا عالم تھا، چھوٹا بڑا ہر ایک مبتلائے غم تھا، اور تحریر سے اعثم کوفی شیعی کے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ شیر خدا نے ان کو غسل دیا، جب جنازہ چلا، شور ہوا، جناب شیر خدا نے دعا کی کہ اے عمر تجھ پر ہمیشہ بارش ابر رحمتِ الٰہی رہے ظلِ عاطفت رسالت پناہی رہے، تم نے تو ہم سے منہ موڑا اور بعد اپنے اپنا ایسا دوستدار میرا کسی کو نہ چھوڑا جو تم سے دوست تر ہو وے میرے نزدیک کہ اس کے سے کام کر کے ہم خدا سے ملاقات کریں۔

قسم خدا کی مجھے یقین ہے کہ تم یہ دولت ابدی پاؤ گے یعنی اپنے دونوں

marfat.com

یاروں کے پاس دفن کیئے جاؤ گے اس لئے کہ ہم نے اکثر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یوں سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے اور ابوبکر وعمر نے یوں کیا اور جناب ام المؤمنین حضرت حفصہ اور حضرت ام کلثوم اور داماد مصطفےٰ حضرت علی مرتضٰی اور حضرت عثمان ذی النورین حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو جو کچھ بیقراری تھی اور سارے اہل بیت پر جو کیفیت غم کی طاری تھی اگر تحریر میں آئے تو ایک کتاب ہو جاوے۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد لوگوں نے جنازہ کو مسجد نبوی میں لاکر درمیان قبر شریف اور منبر کے جو بہشت کی کیاریوں سے ایک کیاری ہے، رکھا اور بموجب وصیت کے صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے چار تکبیر سے نماز جنازہ پڑھائی اور دوبارہ حضرت عائشہ صدیقہ سے دفن کے لئے نوبت استفسار کی آئی، آپ نے اجازت دی اور حضرت عثمان اور علی شیر خدا اور عبدالرحمٰن قبر کے اندر جو حضرت صدیق اکبر کے پیچھے ہے، آئے اور یہ ہزار افسوس اس نیر اعظم چرخ کرامت کو برج خاکی میں سلایا اور دفن کر کے اتنا خون دل روئے کہ ملاء اعلیٰ کو رلایا، اس حادثۂ جانکاہ سے ہر انسان بلکہ ہر ذی جان کو رقت ہوئی، در و دیوار کو وحشت ہوئی، کوچہ و بازار سنسان، جدھر دیکھئے ادھر سناٹے کا عالم ہو کا مکان ہے

دردا کہ پاک بزجہاں ازجہاں برفت　　　　پاک آنچناں کہ آمدہ بود آنچناں برفت

**روایت ہے** لطائف اشرفی میں ہے کہ جس دن آپ نے وفات پائی لڑکے اپنی اپنی ماؤں کے پاس آتے تھے اور کہتے اماں کیا قیامت آئی، وہ کہتی تھیں بیٹا عمر نے قضا کی اور چند ابیات عربی کے اسی دن غیب سے سنے گئے اور پڑھنے والوں کو کوئی نہیں دیکھتا تھا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ع

لِيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا

یعنی اب جو رونے والا ہے، فوت اسلام پر روئے۔

---

marfat.com

# شہادتِ خلیفہ سوم حضرتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

ذکر شہادت مجمع جود و سخا، منبع حلم و حیا، دامادِ نبیؐ ہم زلف علیؑ جامع قرآن ناصرِ ایمان، ذی النورین، مجمع البحرین سیدنا و مولانا عثمان بن عفان ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عثمان کو دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا عثمان! قریب ہے کہ لوگ تم کو ناحق شہید کریں گے اور حق تعالیٰ تمام شہداء کا تم کو ثواب عنایت فرمائے گا سو خبردار ان کے ظلم اور ایذا رسانی پر صبر کرنا، خلعتِ خلافت کو کہ حق تعالیٰ تم کو پہنائے گا لوگوں کے کہنے پر نہ اتارنا۔

**روایت ہے** کہ مصر میں عبداللہ بن سبا توریت اور انجیل کا ایک عالم تھا، بڑا مفسد نہایت ظالم تھا، حضرتِ عمر کے وقت میں مصر فتح ہوا، اس کی قوم کی عورتیں مسلمانوں میں گرفتار ہو آئیں، عبداللہ مارے شرم و غیرت کے کسی کو منہ نہیں دکھاتا تھا خصوصاً مسلمانوں سے بہت شرماتا تھا۔ جب چاروں طرف سے ملک میں اسلام کا رعب پڑ گیا، نشان ایمان کا گڑ گیا تب اس نے تقیہ کر کے یعنی دغا سے حضرتِ عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر کے جناب حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت ہویدا کی اور سب چھوٹے بڑوں میں بھی ایک آبرو پیدا کی، پھر مصر میں گیا اور چونکہ توریت اور انجیل کا بڑا عالم تھا اس واسطے باتیں جھوٹی بصورت حق بنا کر سب اہلِ مصر کو عبداللہ بن سعد سے جو وہاں پر حضرت عثمان کے نائب تھے اور لوگ مصر کے ان سے شاکی بھی تھے، باغی کر کے سب کو دشمن بنایا اور جو بعضے بصرہ اور کوفہ والے کہ حضرتِ عثمان کشیش رکھتے تھے اپنے شاگردوں کو وہاں بھیج کر انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور بالاتفاق یہ بات ٹھہرائی کہ ایسی تدبیر کرو کہ بلوۂ عام کر کے ایامِ حج میں حج کے بہانے سے مدینہ جا کر دا دبے دا دکے حضرتِ

marfat.com

عثمان کو آنکھ میں صحابہ کے حقیر کرو، غرضیکہ ایامِ حج میں اسی ارادے پر ہزار آدمی مصر سے اور پانچسو بصرے سے اور اسی قدر کوفے سے مدینہ منورہ میں آکر جمع ہوئے، مصریوں کو رغبت حضرتِ علی شیرِ خدا سے تھی، ان سبھوں نے چپکے سے آپ کے پاس جاکر میٹھی میٹھی باتیں بناکر عرض کی کہ ہم لوگ اسی واسطے آئے ہیں کہ حضرتِ عثمان سے خلافت چھین لیویں اور آپ کو مسندِ خلافت پر بٹھادیں۔ حضرتِ شیرِ خدا نے سن کر سب کو جھڑکی دی، بہت سی نفرین کی کہ خبردار جو ایسا کیا پھر اس کا نام لیا اور بصرے والوں نے حضرت طلحہ کے پاس اور کوفیوں نے حضرت زبیر کے پاس جاکر اسی طرح کہا، ان دونوں نے بھی سب کو جھڑکیاں دیں، ملامتیں کیں، سیدنا علی مرتضیٰ نے مفسدان فتنہ انگیز کو سمجھا کر مدینے سے روانہ کردیا۔ عبداللہ بن سعد نے پھر اسی طرح ظلم لوگوں پر شروع کردیا تب حضرتِ عثمان نے بہ مشورہ حضرتِ علی کے ایک خط عبداللہ بن سعد کے نام کمال جھڑکی اور غصہ کا لکھا کہ کسی رعایا کو کچھ ایذاء نہ دے اور فریادیوں کو راضی کرے، عبداللہ بن سعد نے اس پروانہ کو نہ مانا، تقویم پارینہ جانا بلکہ ایک شخص کو قتل کرکے خونِ ناحق سر پر لیا اور فریادیوں کو جو مدینے گئے تھے قید کیا، اس سبب سے سات سو آدمی فریاد خواہ اس خونِ ناحق کے مصر سے مدینے سے آئے اور ساتھ اکابر مہاجرین کے رجوع لائے کہ واسطے موقوفی عبداللہ اور طلبِ قصاص اس خونِ ناحق کے ہم لوگ یہاں آئے ہیں۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد حضرتِ علی شیرِ خدا نے حضرتِ عثمان کے پاس جاکر فرمایا کہ اب بات بڑھ گئی، آپ اس وقت اگر عبداللہ کو موقوف نہ کریں گے اور بجائے اس کے اور کوئی دوسرا آدمی عادل خدا ترس مصر کا والی مقرر نہ کریں گے اور اس خون کی پرسش نہ کریں گے تو ملک میں بڑا فساد اٹھے گا، آخر سب کی صلاح سے حضرتِ عثمان نے فرمان مصر کی حکومت کا محمد بن ابی بکر کے نام لکھ دیا اور ساتھ چند مہاجرین و انصار کے ان کو جانب مصر روانہ کیا کہ موافق مشورے ان لوگوں کے قضیۂ عبداللہ بن سعد کا اور معاملہ مصریوں کا کمال انصاف سے فیصل کریں، وہ تین منزل مدینے سے

marfat.com

گئے وہاں ایک غلام اونٹ پر سوار بچہ ملا کہ تیز تیز مصر کی جانب اونٹ ہانکے جاتا تھا، کبھی کہتا تھا میں مروان کا غلام ہوں، کبھی کہتا تھا حضرتِ عثمان کا غلام ہوں، تلاش کی اس کے پاس ایک خط سربمہر نکلا اس مضمون کا کہ امیر المومنین عثمان کی طرف سے عبداللہ بن سعد کو معلوم ہو کہ دیکھتے ہی خط کے محمد بن ابی بکر کو قتل کیجیو اور فرمان جو دکھاوے اسے مت مانیو اور جنہوں نے تیری فریاد کی ہے انہیں سزا دیجیو،

محمد بن ابی بکر نے یہ خط سب کے روبرو پڑھا، سب سن کر بگڑے اور مدینے پھر آئے، حضرت علی مرتضیٰ مع صحابہ کبار کے حضرتِ عثمان کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ اونٹ اور غلام آپ کا ہے؟ فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ حضرتِ عثمان نے فرمایا قسم وحدہٗ لاشریک کی نہ میں نے لکھا، نہ میں نے حکم دیا، نہ اس کی خبر رکھتا ہوں۔ قسم کھانے سے سب کو یقین ان کی بات کا ہوا اور سب نے کہا یہ کام مروان کا ہے، مروان نے کہا کہ کسی دشمن نے چوری سے مُہر کر کے غلام کو کچھ دے کر یہ کام کیا ہے، مفت میں مجھے بدنام کیا ہے اور میں کرتا تو غلام کو دریا کی راہ بھیجتا کہ بہت جلد مصر میں پہنچ جاتا، پھر لوگوں نے حضرتِ عثمان سے کہا کہ مروان کو ہمیں پکڑ دو تحقیقات کر لیں گے، آپ نے فرمایا کہ محض اس گمان پر میں مروان کو نہیں دیتا کہ تم لوگ بلاتحقیق کے اس کو قتل کر ڈالو گے، شاید کسی دشمن نے لکھا ہو اور چوری سے مہر کر کے اور غلام کو کچھ دے کر یہ کام کیا ہو۔

**روایت ہے** کہ مروان کے نہ دینے سے بلوائے عام ہوا چاروں طرف سے اژدہام ہوا ہر طرف سے مدینے میں گویا دریں آ پڑیں اور حضرتِ عثمان کا گھر گھیر لیا، راہِ حق سے منہ پھیر لیا اور اہل فساد میٹھا پانی ان کے گھر میں نہ جانے دیتے اور ان کو مسجد نبوی میں نہ آنے دیتے اور چالیس دن تک یا زیادہ گھیرے رہے، کہتے تھے یا خلافت سے کنارہ کیجئے یا مروان کو پکڑوا دیجئے، آپ نے فرمایا مروان کو ایک شبہہ پر یونہی قتل کرنے کو کیونکر نہیں دوں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے خلافت کیونکر ترک کروں، پھر حضرتِ علی شیرِ خدا نے بلوے والوں کو ہر چند ہٹایا ہٹے نہیں اڑے رہے،

marfat.com

مکان گھیرے کھڑے رہے، ناچار ہو کر حضرت علی نے امام حسن اور امام حسین کو ایک جماعت کے ساتھ حضرت عثمان کے دروازے پر بھیج دیا کہ ایسا نہ ہو کوئی گھر میں گھس جاوے، کچھ ایذا نہ پہنچاوے۔

**روایت ہے** کہ ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایام محاصرے میں اپنے کوٹھے پر چڑھ کر کے اہل فتنہ سے مخاطب ہو کر بولے یارو تم لوگ جانتے ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تھے، غریب غربا پیاس سے مرنے لگے، آہ سرد بھرنے لگے، آپ نے فرمایا ایسا کوئی ہے کہ رومہ کا کنواں خرید کر اللہ کے لئے وقف کردے، میں ضامن ہوتا ہوں مجھ سے وہ بہشت لے تب میں نے پینتیس ہزار درہم کو وہ خرید کر اللہ کے لئے وقف کیا، خدا کی راہ میں چھوڑ دیا، اب تم لوگ مجھ ہی کو اس کا پانی پینے کو نہیں دیتے ہو، خون سر پر لیتے ہو اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ زمین مسجد نبوی کی تنگ تھی، دس ہزار مثقال سونے کے دیکر مکانات گرد و پیش مسجد کے خرید کر مسجد نبوی میں میں نے ضم کئے اور رسول اللہ میرے لئے بہشت کے ضامن ہوئے، اب اس مسجد میں مجھے نماز نہیں دیتے ہو اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ مکے میں ایک پہاڑ پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ہم چڑھے، پہاڑ ہلنے لگا آپ نے فرمایا کیوں ہلتا ہے، تیرے اوپر ایک پیغمبر ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

اہل بلوہ نے کہا یہ سب باتیں آپ کی راست ہیں، بہر صورت صحیح بے کم و کاست ہیں، تب آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے کہ تم نے ہمارے شہید ہونے کی گواہی دی اور تین بار اس بات کو تکرار کر کے مکان سے اتر پڑے، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اس خبر کو سنکر بہت روئے اور تین مشکیں میٹھے پانی کی بھیجیں اہل فتنہ نے تیروں سے ان مشکوں کو سوراخ سوراخ کر دیا اور حضرت امام حسین کو زخمی کیا۔

**روایت ہے** کہ اہل مدینہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چپکے سے کہلا بھیجا

marfat.com

کہ ہم کو حکم ہو تو ان سے لڑ پڑیں، وار کریں، آپ پر اپنی جان نثار کریں اور حضرت امام حسن اور عبداللہ بن زبیر نے آدمی بھیجا کہ ہم سات سو آدمی ہیں، اگر اجازت ملے تو ان کوٹیوں، مار کر مدینہ سے نکال دیویں چنانچہ ایک جماعت اہلِ مدینہ کی ہتھیار بند ہو کر باغیوں سے لڑنے کو موجود ہو گئی، حضرتِ عثمان نے سن کر اپنے اقران اور تمام اہلِ مدینہ کو قسمیں دیں کہ ہمارے واسطے کوئی ہتھیار نہ باندھے، میں نہیں چاہتا کہ میرے واسطے لوگ مارے جائیں یا مال کسی کا مال لوٹا جائے یا میرے واسطے صدمہ اٹھائے اور اس وقت آپ کے گھر میں چار سو اپنے خاص غلام ہتھیار بند تیار رہتے بہ صورت تابع حکم جانثار تھے، سب نے ہتھیار اپنے کھلوا لئے اور بیک قلم سب کو آزاد کر کے رخصت کیا۔

روایت ہے کہ آپ تمامی محاصرہ میں روزہ دار تھے، جی جان سے شہید ہونے کو تیار تھے، آخر چودھویں تاریخ ذی الحجہ کو ۳۵ھ میں علی الصباح جمعہ کے دن جس کی رات کو بھی بہ سبب نہ ہونے ــــــــ کچھ کھانے پانی کے آپ اسی طرح بھوکے پیاسے رہ گئے تھے، دیکھا قاتل ننگی تلواریں لئے چلے آتے ہیں، آپ نے بہت خوش ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو کر تلاوت قرآن آغاز فرمائی اور مارے حیا کے قاتل کی طرف نظر نہ اٹھائی، جب تلوار لگی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر قطرات خون کے پڑے اور آپ شہید ہوئے اناللہ وانا الیہ راجعون اور بارہ برس آپ نے خلافت فرمائی اور بیاسی برس کے سن میں شہادت پائی، نائلہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ہاتھ کو اپنے انکی جان کا سپر کیا تھا، انگلیاں کٹ گئیں پھر قاتل گھر سے کود گئے اور حضرت عثمان اور ان کے ہمسایہ کا گھر لوٹ لیا، مدینے میں ایک شور محشر مچا، حضرتِ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور حضرت امام حسن کے منہ پر اور امام حسین کی چھاتی پر طمانچہ مارا کہ ہم نے تم کو نگہبانی کو بھیجا تھا تم ساتھ کیوں نہ ہوئے تم دروازہ پر موجود رہو اور حضرتِ عثمان شہید ہوں پھر اس دن دن بھر نعش

marfat.com

مبارک آپ کی پڑی رہی اور جنت البقیع میں بعض اشقیا نے دفن ہونے نہ دیا تب مقام حش کوکب میں دفن کیا پھر مروان جب عامل مدینے کا ہوا اس کو بھی جنت البقیع میں داخل کر دیا۔

**روایت** لطائفِ اشرفی میں ہے کہ اس رات میں جس کی صبح کو حضرتِ عثمان نے شہادت پائی، حضرتِ حق کی جانب سے آپ کی دعوت آئی یعنی آپ نے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے عثمان اب قریب ہے کہ تم راہِ حق میں جانِ شیریں نثار کرو گے، آج کے دن میرے پاس آکر روزہ افطار کرو گے پھر نیند سے جو چونکے تو اس خواب کے مزے اور لطف میں سہو محو ہو گئے پھر تلاش قاتل میں آپ تڑپ تڑپ کر رہے اور سب لوگ سو گئے پھر اسی شب کو آپ نے چاروں سو غلام خاص اپنے جو جان دینے کو جی جان سے حاضر تھے آزاد کر دیے، ہتھیار سب کے لے لئے، آخر اسی ذوق و شوق میں علی الصباح آپ نے شربتِ شہادت پیا، حضور نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہو کر روزہ افطار کیا۔

**روایت** روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب روح پُرفتوح کو حضرتِ عثمان کی عالمِ بالا پر لے گئے، چاروں طرف سے چار آوازیں سنی گئیں، پہلی یا عثمان البشر بجنان سان الوان، دوسری یا عثمان البشر بنعیم غیرفان تیسری یا عثمان البشر بروح و ریحان چوتھی یا عثمان البشر برب غیر غضبان۔

**روایت** لطائفِ اشرفی میں ہے کہ جب حضرتِ عثمان شہید ہوئے تو جنات لوگ بام مسجد نبوی پر نوحہ کرتے تھے اور مرثیے میں حضرتِ عثمان غنی کے ابیات پڑھتے تھے۔ عربی کا راوی کہتا ہے کہ بروز قتل سیدنا حضرت عثمان کے میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا تھا ؏ بشریٰ لک یا عثمان بغفران و رضوان[1] پھر کر جو دیکھا تو کوئی کہنے والا نظر نہ آیا۔

---

[1] خوشخبری ہو تم کو اے عثمان (رضی اللہ عنہ) مغفرت و رضائے الٰہی کی ۱۲

marfat.com

روایت ہے لطائفِ اشرفی میں ہے کہ تین دن تک لاش مبارک آپ کی اسی طرح بلا دفن پڑی رہی، ناگاہ ہاتفِ غیبی نے آواز دی اُدْفِنُوْهُ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَلّٰى عَلَيْهِ پھر جب جنازہ آپ کا جنت البقیع چلا، کچھ سوار نظر آئے لوگ ڈرے، قریب تھا کہ لوگ جنازہ چھوڑ کر بھاگیں، کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو گھبراؤ نہیں ہم لوگ مٹی دینے آئے ہیں اور مدنی لوگ جو شریکِ دفن تھے، کہتے ہیں کہ واللہ وہ لوگ فرشتے تھے۔

روایت ہے کہ جو جو اشقیا آپ کے قتل میں شریک تھے بُری بُری فضیحتوں سے یا تو مارے گئے یا ہاتھ ان کے خشک ہوئے یا جل گئے یا دیوانے سڑی ہو گئے یا بلائے عظیم میں مبتلا ہوئے چنانچہ لطائفِ اشرفی میں ہے کہ حج کر کے قافلہ حاجیوں کا ان دنوں میں مدینے میں آیا تھا، ایک شخص اس کا حقیر اور خوار سمجھ کر مشہدِ انور پر حضرتِ عثمانِ غنی کے حاضر نہ ہوا کہ راہ سے دور ہے اسی دن کون جائے پھر جب وہ قافلہ مدینے سے چلا تو اثنائے راہ میں قافلہ کے بیچوں بیچ ایک درندے نے آکر اس شخص کو پھاڑ ڈالا، اہلِ قافلہ نے سمجھا کہ یہ سزا اس کی اس واسطے ہے کہ اس نے حضرتِ عثمانِ غنی کی بے حرمتی کی تھی کہ آپ کے مشہد پر حاضر نہ ہوا اور باقی قافلے والے صحیح اور سالم اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

روایت ہے شواہد النبوۃ اور لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک صالح بزرگ کہتے ہیں کہ میں طواف کعبہ کر رہا تھا کہ ایک اندھے کو دیکھا کہ وہ بھی طواف کعبہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ خداوندا مجھے بخش دے اور مجھے یقین نہیں ہے کہ تو میرا گناہ بخشے، میں نے کہا سبحان اللہ تو ایسے مقام میں ایسی بات کہتا ہے یعنی دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ قبول نہ ہوگی، تب اس اندھے کور باطن نے مجھ سے کہا بھائی کیا کہوں، کہنے کی بات نہیں مجھ سے ایسی ہی خطائے عظیم سرزد ہوئی ہے کہ ہرگز صورت نجات نہیں۔ میں نے کہا کوئی ایسا گناہ نہیں کہ جس کی مغفرت کی کوئی ایسی راہ نہیں، تو نے کونسی خطا کی ہے، کیا دغا کی ہے، کہا جس روز حضرت عثمان کے گھر لوگ گھیرے تھے، راہِ حق سے منہ پھیرے تھے تو ہم لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائی تھیں کہ جب

marfat.com

عثمانِ غنی مارے جائیں گے تو ہم لوگ ان کے ننگے منہ پر طمانچے ماریں گے، جب حضرتِ عثمان غنی شہید ہوئے تو ہم لوگ ان کے گھر میں چلے گئے، دیکھا سر ان کا ان کی بیوی کی گود میں رکھا ہے، ہم نے ان کی بیوی سے کہا جلدی ان کا منہ کھولو، تاخیر نہ کرو، کچھ نہ بولو، انہوں نے کہا اس سے تمہارا مقصود کیا ہے، اب تو شہید ہو چکے منہ کھولنے سے سُود کیا ہے، ہم نے کہا ہم لوگوں نے قسمیں کھائی ہیں کہ ان کے ننگے منہ پر طمانچے ماریں گے۔ خاتون حضرتِ عثمان کی رونے لگیں بخونِ دل سے منہ دھونے لگیں، فرمانے لگیں تم لوگوں کو ان کے حقِ صحابیتِ پیغمبرِ خدا کا پاس نہیں، اللہ اور اس کے رسول سے کچھ ہراس نہیں، لوگو! دونوں صاحبزادیاں پیغمبرِ خدا کی ان ہی سے نکاح ہوا تھا، حضرتِ رقیہ اور حضرتِ امِ کلثوم بنتِ رسول اللہ کا بیاہ ہوا تھا اور چند فضیلتیں ان کی بیان کیں اور زار زار رونے لگیں، میرے ہمراہیوں نے اس بات کے سنتے ہی شرم سے سر جھکا لئے، باہر چلے گئے کچھ جواب دیا اور میں نے بلالحاظ ان باتوں کے حضرتِ عثمان کا منہ کھول کر طمانچہ مارا، ان کی بیوی صاحبہ نے ایک آہ سرد دلِ پُردرد سے کھینچی اور فرمایا ارے ظالم بے رحم خدا تیرے دونوں ہاتھ سکھاوے اور تیری دونوں آنکھیں اندھی کر دے اور تیرے گناہ ہرگز نہ بخشے، قسم وحدہٗ لاشریک کی کہ میں ابھی ان کے گھر کے دروازے سے باہر بھی نہ نکلا تھا کہ روشنی میری آنکھوں کی جاتی رہی اور میرا ہاتھ خشک ہو گیا، پس اسی سبب سے میں گمان نہیں رکھتا ہوں کہ حق تعالےٰ میرے اس گناہ کو معاف کرے گا۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

---

## شہادتِ خلیفۂ چہارم حضرتِ علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ

بیان شہادت برادر و داماد رسول شوہر بتول، فاتح خیبر ساقی کوثر، شیر خدا مرکز دائرہ اِنّما، مظہر العجائب والغرائب سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کا بطور اجمال کے یہ ہے کہ جس دن جنگ عظیم اور مارے جانے قریب ایک لاکھ آدمی طرفین سے درمیان آپ کے اور درمیان حضرت معاویہ کے صلح ہو گئی، اسی دن رات کو بارہ ہزار آدمی حضرتِ امیر سے بدظن ہو گئے، پھر گئے کہ کیوں صلح کی، پھر اس میں آٹھ ہزار آدمیوں نے توبہ کی اور چار ہزار نے، جن کو خارجی کہتے ہیں، آپ سے بیعت توڑ کے، راہ حق سے باگ موڑ کے نہروان میں جا کر لوٹ مار شروع کر دی تب مروان نے لشکر عظیم لے کر ان پر دھاوا کیا اور سب کو مار دیا مگر نو خارجی بھاگ گئے اور نو آدمی ادھر کے شہید ہوئے پھر لشکر اسلام میں دس آدمی جو مین کے تھے انہوں نے ایک ایک تحفہ حضرت کے آگے پیش کیا اور عبدالرحمن بن ملجم نے بھی ایک تلوار آبدار نہایت تحفہ بیش قیمت حضرت کی نذر کی، آپ نے سب کا تحفہ لے لیا اور ابن ملجم کا تحفہ پھیر دیا تو ابن ملجم نے عرض کی کہ حضور نے سب کے تحفے قبول کئے، میری تلوار تمامی دیار عرب میں اس کے مثل نہیں، کیوں پھیر دی، نہیں معلوم غلام سے کیا خطا ہوئی؟ آپ نے فرمایا تلوار تیری کس طرح لوں کہ اسی سے میری جان جائے گی، تیری مراد بر آئے گی، اس نے کہا ہیہات ہیہات! حضور کیا فرماتے ہیں، ایک امر محال کیوں خیال میں لاتے ہیں گھر بار چھوڑ کر زن و فرزند سے رشتۂ محبت توڑ کر میں نے غلامی آپ کی اختیار کی ہے، لڑائیوں میں جان اپنی آپکے قدموں پر نثار کی ہے، آپ نے فرمایا یہ بات تیرے ہاتھ سے ہونی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ مار ینوالا تمہارا ایک مرد قبیلۂ مرو سے ہوگا

marfat.com

اور تم کو اپنی مراد براری کے لئے مارے گا مگر وہ اپنی مراد کو نہ پہنچے گا، نوشتۂ تقدیر سے چارہ نہیں امر الٰہی میں کسی کا اجارہ نہیں۔

ابنِ ملجم یہ بات سن کر تھرا گیا، جی اس کا گھبرا گیا، کہا غلام اس وقت آپ کے سامنے حاضر ہے کسی کو حکم ہو کہ میرے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے یا میری گردن مارے آپ نے فرمایا ابھی تک تجھ سے خطا ہوئی نہیں، کیا کیا جائے بلا قصور کس طرح قصاص لیا جائے۔

**روایت ہے** کہ ایک بار ابن ملجم نے حضرت سے اپنی سواری کے لئے گھوڑا طلب کیا حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً ایک گھوڑا راہوار اسے دے دیا اور فرمایا کہ یہ ایک حادثۂ نادیدہ و ناشنیدہ کرے گا یعنی مجھے شہید کرے گا، لوگوں نے کہا کہ آپ اس کی گردن اتار لیجئے، تاخیر نہ کیجئے، فرمایا اگر میں اسے مار ڈالوں تو مجھے کون شہید کرے گا۔

میخواہم از خدا بہ دعا صد ہزار جان
تا صد ہزار بار بمیرم برائے اُو

**روایت ہے** کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا کوئی ایسا ہے کہ کوفے جائے اور خبر فتح نہروان کی کوفیوں کو پہنچائے؟ ابن ملجم نے کہا حکم ہو تو میں جاؤں اور خبر فتح سناؤں۔ آخر ابن ملجم بحکم آپ کے کوفے جاکر درمیان اس کے کہ یہ خبر کوچہ کوچہ سب کو سناتا، ایک دروازہ پر پہنچا، گھر کے اندر سے کچھ آواز ڈھول اور گیت راگ کی سُنی، کھڑے ہو کر لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور سیاست شاہ مردان سے دھمکایا پس اس گھر سے چند عورتیں باحسن وجمال نکل آئیں، اس میں ایک عورت تھی بد انجام قطام نام جس کی شیرینیٔ کلام اور حسنِ خدا داد کا عرب میں شور تھا، ہر شخص اس کے فراق میں زندہ بہ گور تھا، نظر ابن ملجم سیاہ رُو کی اس پر پڑ گئی، طبیعت دونوں کی لڑ گئی، جی جان سے عاشق ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو کر سوال نکاح کیا اس نے کہا اگر تو یہ طالب ہے یعنی میرے نکاح کا راغب ہے تو پہلے تین ہزار درہم

marfat.com

نقد اور ایک لونڈی مغنیہ جمیلہ اور علی مرتضیٰ کا سر مجھے لا کر دے تب نام نکاح کا لے،
اس وقت میں تجھ سے نکاح کروں گی، خوشی سے بیاہ کروں گی، ابن ملجم نے کہا لونڈی
اور غلام تو کچھ مشکل نہیں مگر شیر خدا پہ وار کرے، ایسا کسی کا گردہ نہیں، دل نہیں
قطام نے کہا مجھے لونڈی اور زر سے کام نہیں مگر بلا قتل علی مرتضیٰ مجھے آرام نہیں،
اس واسطے کہ علی مرتضیٰ نے جنگ نہروان میں میرے باپ بھائی اور اسی طرح میرے
بارہ کنبوں کی گھودن ماری ہے اس کا مجھے اتنا رنج ہے کہ زبان کہنے سے عاری ہے
ابن ملجم شقی نے کہا اچھا ماروں گا، دین و دنیا تجھ پہ واروں گا۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد شیر خدا نہروان سے پہلے مسجد کوفہ میں آکر اترے اور
منبر پر پڑھ کے بعد حمد و ثنائے الٰہی کے، داہنی جانب حضرت امام حسن کی طرف
نگاہ کر کے فرمایا بیٹا حسن! اس ماہ رمضان کے کتنے دن گذرے؟ شاہزادے
نے کہا تیرہ دن، پھر بائیں طرف حضرت امام حسین کی جانب دیکھ کے فرمایا بیٹا حسین!
اس مہینے کے اب کے روز باقی ہیں؟ صاحبزادے نے کہا سترہ روز، پھر
آپ نے دونوں ہاتھ اپنے محاسن شریف پر پھیرے اور فرمایا کہ بدترین امت
میری اس داڑھی کو میرے سر سے رنگے گا، یہ کہہ کر اس قدر روئے کہ آپ کے
رونے سے فضا مسجد اور دونوں پیارے آنکھوں کے تارے جی کھول کر روئے
روتے روتے ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا میں بخوف موت
نہیں روتا ہوں بلکہ اپنے فرزندان یتیم کا منہ دیکھ دیکھ کر بیتاب ہوتا ہوں کہ درد
غریبی میں تو مبتلا ہی ہیں اب سوز یتیمی میں گرفتار ہوں گے، بیکسی میں اپنی نانی اور
ماں باپ کی شفقت اور پیار کو یاد کر کے بیقرار ہوں گے، آپ منبر سے اترے
ایک رات حضرت امام حسن کے گھر افطار فرماتے اور ایک رات حضرت امام حسین
کے گھر افطار کو جاتے مگر تین لقمے سے زیادہ نہ کھاتے اور بار بار فرماتے ے

| | |
|---|---|
| شکر ہے کوفہ اللہ کی درگاہ میں | ہم گلا اپنا کٹاتے ہیں خدا کی راہ میں |
| طالب مولیٰ کو بار قتل میں بھی دید ہے | سر کا سجدے میں کٹانا عاشقوں کی عید ہے |

marfat.com

روایت ہے کہ اکیسویں رات کو رمضان سنہ ۴۰ ھ میں کہ درحقیقت وہی شبِ شہادت تھی رات بھر آپ بیدار رہے، بار بار حالت ذوق وشوق میں حجرے سے باہر آتے اور شوقِ شہادت میں فرماتے ہے

خونِ ما وقفِ دمِ خنجرِ یار است ایں جا
اے جنوں وقت تو خوش جوش بہار است ایں جا

اور کبھی بہ تلاش قاتل نعرہٗ جانکاہ کرتے، بیتاب ہوتے، آہ کرتے ہے

خبر در دمن بعالم رفت — قاتلِ من ہنوز بے خبر است

اور کبھی جو گھبراتے، بار بار فرماتے ہے

کجائی آہ اے قاتل کجائی — زحالِ من چنیں غافل چرائی

اور کبھی صحن خانہ سے اندر جاتے اور آسمان کی جانب دیکھ کر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا راست ہے، کبھی جھوٹ نہ ہوا صحیح بے کم وکاست ہے مگر آج بڑا عجب ہے میرے قاتل نے بڑی تاخیر کی، کیا سبب ہے غرض یہاں تو آپ رات بھر سوزِ عشقِ الٰہی میں جلتے رہے، شمع کی طرح پگھلتے رہے، ہردم شوقِ شہادت دامن گیر حال نہ تیغ قاتل کی خبر نہ ابنِ ملجم کا خیال، ہر بن مُو سے اللہ اللہ جاری حالتِ ذوق میں کیفیتِ وجد طاری، وہاں ابن ملجم کی مع اور دو چار خارجیوں کے مسجد میں آپ کے آنے کی انتظاری، وہی تلوار زہر سے بجھی ہوئی لئے ہوئے آپ کے قتل کی تیاری کہ ناگاہ رات نے گریبان چاک کیا، بھور ہوا، تمام عالم میں آپ کے غم کا غُل ہوا، شور ہوا، پھر تو شمع جھلملایا، جھلملا کے جلنے لگی، نسیم سحری ٹھنڈی سانس بھر بھر چلنے لگی، آپ نے بہت سویرے سے قصدِ مسجد فرمایا، بطوں نے آپ کو گھیر کر آپ کے دامن کو پکڑ کر شور وغل مچایا، گھر کے لوگ بطوں کو ہٹانے لگے آپ نے فرمایا چھوڑ دو ہم رخصت ہوتے ہیں اس واسطے یہ میرے فراق میں نوحہ گر ہیں پھر آپ نے مسجد میں جاکر وضو تازہ کر کے اذان دی، جوں ہی مسجد میں جانے لگے ہیں پہلے شبیب شقی نے تلوار ماری وہ طاق مسجد پر پڑی اور ٹوٹ گئی پھر وردان ملعون نے وار کیا، یہ بھی دیوار پر پڑی یہ

marfat.com

دونوں بھاگ گئے، آپ نے بہت خوش ہو کر فرمایا الحمدللہ اب عنقریب شربت شہادت پیتا ہوں، شہید ہو کر دوبارہ جیتا ہوں۔

پھر آپ نے یادِ الٰہی میں محو ہو کر مقامِ رضا میں زندگی سے ہاتھ دھو کر نماز تحیۃ المسجد شروع کی، نماز پڑھ کے بہلاش قاتل مسجد کے سونے والوں کو جگانے لگے ابن ملجم شقی منہ کے بل بغل میں تلوار دابے مسجد میں پڑا تھا، آپ نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی فرمایا قُمْ وَصَلِّ اٹھو اور نماز پڑھو، کیا سوتے ہو اور وقت جا رہا ہے حکم الٰہی ہے کیوں غافل ہوتے ہو، یہ کہہ کر پھر محراب کے پاس جا کر نماز نفل شروع کی جونہی سجدۂ اولیٰ سے سر اٹھایا کہ ابن ملجم لعین نے ایک ضرب میں آپ کو شہید کیا آپ نے فرمایا فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ خدا کی قسم ہم اپنے مطلب کو پہنچ گئے۔

**روایت ہے** کہ ابن ملجم لعین آپ کو شہید کر کے بھاگا اور آواز دی قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ شیر خدا جان سے مارے گئے، اہل کوفہ اور حضرات حسنین یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی وَا اَبَتَاہُ وَا مُصِیْبَتَاہُ کہتے ہوئے مسجد میں آئے، آہ کے نعرے عرش تک پہنچائے، دیکھا کہ شیر خدا محراب کے آگے پڑے ہیں مگر مقامِ رضا و تسلیم میں ثابت قدم کھڑے ہیں، سیلابِ خون جاری ہے عشق الٰہی بحر کا ہے حالتِ وجد طاری ہے، لب پر فغاں نہیں آہ نہیں، زباں پر بجز ذکر فی اللہ الی اللہ کچھ نہیں، شاہزادے قدم مبارک پر گر پڑے اور زار زار روتے تھے، سیلاب خون دیدہ سے کفِ پا حضرت کے دھوتے تھے ؎

کجائی اے پدر آخر کجائی
زحالِ ما چنیں غافل چرائی

اور حضرت شیر خدا راہیٔ ملکِ بقا خون سر مبارک سے لیتے اور اپنے منہ اور داڑھی پر ملتے اور فرماتے اسی صورت پر میری وفات ہوگی اور اسی حالت پر رسول خدا سے ملاقات ہوگی، اسی شکل پر فوت ہونگا، اسی ہیئت پر فاطمہ زہرا سے ملاقات کروں گا، اسی صفت پر جان دوں گا، اسی حال سے اپنے چچا حمزہ سے جا ملونگا

marfat.com

اسی طرح دنیا سے جاؤں گا، جعفر طیار بھائی کو یہ منہ دکھاؤں گا، کسی نے پوچھا حضرت کس شقی نے آپ کو مارا، فرمایا ٹھہرو دیکھو آتا ہے کہ ناگاہ شبیب گھبرایا ہوا مسجد میں آیا، لوگوں نے پوچھا ارے تو نے مارا ہے، چاہا کہ لا کہے بے اختیار منہ سے نعم نکل آیا، لوگوں نے اسے منہ کے بل گرایا اور مارے لاتوں کے اسے واصل بہ جہنم کیا، پھر ابن ملجم کو اس کا چچازاد بھائی فوراً پکڑ کے لایا، لوگوں نے پوچھا کہ تو نے مارا ہے؟ چاہا کہ لا کہے، نعم زبان سے نکل آیا، شیر خدا نے فرمایا اے بھائی مراد کے بھلا میں تمہارا بُرا امیر تھا اس نے کہا معاذ اللہ یا امیر المومنین! فرمایا پس کیوں تو نے مجھ پر ناحق ستم کیا، لوگوں کو یتیم اور مبتلائے غم کیا، کہا کیا کہوں جو ہونا تھا ہو چکا۔

روایت ہے کہ اس وقت حضرت علی کو پیاس معلوم ہوئی، شہزادے شربت بنا کر لائے آپ نے کمال ترحم سے فرمایا کہ بہ نسبت ہمارے، قاتل کو پیاس زیادہ ہو گی، پہلے یہ شربت ہمارے قاتل کو پلاؤ، شاہزادے نے پیالہ شربت کا ابن ملجم کو دیا، اس نے نہ پیا انکار کیا، آپ نے شربت پی کر فرمایا اگر یہ شربت پی لیتا تو حق تعالیٰ اسے جنت میں ہمارے ساتھ جگہ دیتا ؂

جو در حسین پہ ہو سکیں تو ضرور پہنچے علی تلک
جو علی ملے تو نبی ملے جو نبی ملے تو خدا ملے

روایت ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ اسے قید خانے میں لے جاؤ اور جو کھانا پانی میرے واسطے تیار کراؤ پہلے اسے وہی کھانا پانی کھلاؤ، تب میرے پاس لاؤ، اگر میں زندہ رہوں گا بہ نسبت اس کے حکم مناسب دوں گا اور جو میں مر جاؤں تو اسے ایک ضرب سے زیادہ نہ مارنا اس واسطے کہ اس نے مجھے ایک ہی ضرب ماری ہے، پھر حضرت امام حسن نے بہ اجازت آپ کے نماز پڑھائی، پھر وہاں سے اٹھا کر گھر لے چلے، آپ نے پورب کی طرف منہ اپنا پھروا کے فرمایا اے صبح صادق خدا کے سامنے قیامت کے دن تجھ سے گواہی طلب کروں گا، اگر تو صادق ہے تو سچی گواہی دینا کہ جس دن سے یعنی صغر سنی سے میں نے حبیب خدا کے پیچھے نماز

marfat.com

پڑھتی ہے، اس دن سے آج تک تو نے مجھے سوتے نہیں دیکھا ہے، پھر سجدۂ شکر کر کے فرمایا خداوندا گواہ رہ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا کہ قیامت کے دن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور صدیقین اور فرشتے اور شہداء حاضر ہوں گے، اس وقت سب کے سامنے تو گواہی دینا کہ جب سے میں تیرے حبیب کے ہاتھ پر ایمان لایا اطاعت اور اوامر و نواہی کو تیرے بجالایا حتیٰ کہ گلا تیری رضا میں کٹایا مگر سر مُو تیرے اور تیرے حبیب کے خلاف نہ کیا، پھر تو اور ہی کیفیت پیدا ہوئی، حالت ذوق میں گویا یہ غزل زبان پر جاری ہوئی ؎

ماکشتۂ عشقیم محبت کفن ماست    پروردۂ دردیم ملامت وطن ماست
زاہد تو برو طوطیٔ فردوس بریں باش    مابلبل آں باغ کہ دوزخ چمن ماست
پرواہ نداریم بایں آتش دوزخ    چوں نام محمد ہمہ دم دردہن ماست

پھر جب گھر پہنچے تو گھر ماتم سرا ہوا، محشر بپا ہوا، صاحبزادیاں جناب حضرت فاطمہ زہرا کی زار زار ہوتی تھیں اور آپ کے کف پا پر آنکھیں مل مل کر قربان ہوتی تھیں کہ اے والے اگر میری ماں فاطمہ زہرا زندہ رہتیں صبر دیتیں، کچھ تسلی کی باتیں کہتیں، اگر ہم مدینے میں ہوتے تو نانا کے مزار پہ جا کر درد غم کہتے، خوب روتے۔

الغرض جمعے کی رات انیسویں تاریخ ماہ رمضان المبارک کی سنہ ۴۰ھ میں ضرب آئی تھی، جمعہ اور ہفتہ دو دن آپ زندہ رہے جب شب یکشنبہ اکیسویں تاریخ ماہ رمضان کی آئی فرمایا مجھے حجرۂ خاص میں لے چلو اور حضرت ام کلثوم کو کہا دروازہ بند کرلو سب لوگ جدا ہو گئے، دروازہ بند کرلیا، ناگہاں دروازے سے آواز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آئی صاحبزادوں سے ضبط نہ ہو سکا، دروازہ کھولا، دیکھا آپ راہیٔ ملک بقا ہو گئے اناللّٰہ وانا الیہ راجعون! سارے اہل بیت خصوصاً شاہزادوں پر ایک عجیب عالم طاری تھا روتے روتے ہچکی بندھ گئی، اشک آنکھوں سے جاری تھا، گاہے رو رو کے گلے ملتے ان کے صدمۂ آہ سے آسمان و زمین ہلتے، ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے حالت تحیر میں کچھ بول نہ سکتے تھے ؎

marfat.com

دردا کہ آفتابِ سپہر کمال رفت | دردا کہ شاہِ مسندِ عزّ و کمال رفت
اولودجانِ عالم وچوں کرد انتقال | جاں از تن خلائق ازیں انتقال رفت

چار برس آٹھ مہینے نو دن آپ نے خلافت کی اور تریسٹھ برس کی عمر (موافق عمر شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) میں سنہ ۴۰ھ میں رحلت فرمائی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تیسری شہادت ہے۔

**روایت ہے** لطائفِ اشرفی اور شواہد النبوۃ میں حضرت امام حسن سے نقل ہے کہ بعد انتقال غیب سے آواز آئی، کوئی کہتا تھا کہ حجرے سے سب باہر آجاؤ اور اس بندۂ خاص کو ہمارے پاس رہنے دو، پس ہم سب حجرے سے نکل آئے، پھر حجرے سے ایسی آواز آئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کی اور ان کے خلیفۂ چہارم بھی شہید ہوئے اب نگہبانی امت کی کون کریگا، ان کے واسطے کون جان دے گا، کون مرے گا، دوسرے نے کہا جو کوئی پیروی ان کی کرے گا، اس کے بعد ہم لوگ حجرے میں آپ کو شستہ اور صاف غسل دیا ہوا، کفن میں لپٹا ہوا پایا۔

**روایت ہے** شواہد النبوۃ اور لطائفِ اشرفی میں کہ آپ نے دونوں شہزادوں یعنی حضرات حسنین کو وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد تم جنازہ میرا غریّین کیطرف لے جاؤ، جہاں تمہیں سفید پتھر نورانی گر انظر آوے وہیں مجھے دفن کیجیو، غرض اہل بیت حسب وصیت آپ کے رات ہی کو نماز پڑھ کے جنازہ آپ کا اسی طرف رات کے وقت لے گئے دیکھا کہ ایک پتھر نورانی خوب چمکتا گڑا ہے، اسے اکھاڑا، اس کے نیچے قبر بنی بنائی تیار تھی، اسی میں آپ کو دفن کیا اور قبر زمین کے برابر کر دی اور اب وہ جگہ نجفِ اشرف کے نام سے مشہور ہے اور سوائے گھر کے لوگوں کے اور کوئی اس قبر شریف کا پتا نہ جانتا تھا جب ہارون رشید کا وقت آیا، ایک دن بادشاہ شکار کھیلتا اس طرف جا پڑا بہت سے ہرن وہاں چرتے تھے، بادشاہ نے شکاری کتے ہرنوں پر چھوڑے ہر چند زور مارا، نہ تو کتوں نے ہرنوں پر حملے کئے، نہ ہرن کتوں سے ڈر کر بھاگے، اس نے ایک بوڑھے سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ہم اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ

میاں پر قبر جناب حضرت علی مرتضیٰ کی ہے، ہارون رشید نے شکار چھوڑ باگ موڑ کر بڑی تعظیم سے اس مقام واجب الاحترام کی زیارت کی اور وہاں پر ایک روضہ بنوا دیا اور عمر بھر ہر سال وہاں کی زیارت کو آتا رہا۔

**روایت** روضۃ الاحباب میں کہ جب شاہزادگان دفن کر کے قریب کوفے کے پہنچے تو میدان لق و دق سے آواز آئی کہ کوئی زار زار رو رہا ہے، کسی کے فراق میں بیتاب ہو رہا ہے، اس کے پاس جا کر دیکھا کہ ایک بیمار غریب جس و حرکت سے ناچار اس ویرانہ میں اکیلے خاک پر پڑا ایک اینٹ سر کے تلے رکھے ہوئے نعرہ جانگداز کر رہا ہے، کسی کے غم میں مر رہا ہے، شاہزادوں نے اپنا غم طاق میں رکھا، سر گرد آلود اس کا مٹی سے اٹھا کر اپنے ساق پر رکھا، پوچھا تو کون ہے کیوں استارو تا ہے؟ عرض کی میں غریب مجبور ہوں، نہ تو میری ماں ہے نہ پدر غمخوار، نہ بھائی نہ فرزند دلدار، نہ کوئی شفیق نہ یار غار ہے

نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں بہ چہ کار کشت مارا

شاہزادوں نے فرمایا تو کیا کھاتا ہے، تیرا کھانا پانی کون لاتا ہے؟ کہا میں سال بھر سے یہاں رہتا ہوں، رنج تنہائی سہتا ہوں، ہر روز ایک بزرگ میرے پاس آتے تھے اور میرے واسطے کھانا پانی لاتے تھے پھر میرے کام کر کے میرے سرہانے بیٹھے رہتے، باتیں حکمت آمیز رقت انگیز کہتے، تین دن سے خدا جانے میرے پاس کیوں آتے نہیں، وہ کلام پُر تاثیر اپنے سناتے نہیں، فقط صحبت ان کی میری روح کی غذا تھی، تمامی درد و غم کی دوا تھی، پوچھا ارے صورت ان کی کیسی تھی، عرض کی میں اندھا ہوں کیا جانوں؟ پوچھا ان کا نام کیا تھا؟ کہا ہر چند میں نے ان سے نام پوچھا کیا بتلایا نہیں، فرماتے تھے نام سے کیا کام ہے، میں خود نہیں جانتا کہ میرا نام کیا ہے، پوچھا ارے ان کی باتیں تجھے یاد ہیں؟ کہا جی ہاں، جب میرے پاس آتے بولتے تو حکمت ہی کی باتیں کہتے اور برابر تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے، جب آواز تسبیح کی

marfat.com

اٹھاتے، سب جمادات بھی تسبیح کرتے اور دروازے آسمان کے کھل جاتے اور جب آتے فرماتے ایک مسکین مسکین کے پاس بیٹھا ہے اور ایک غریب غریب سے باتیں کرتا ہے، شاہزادوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا اور زار زار روئے اور کہا یہ تو میرے بابا جان کا حال ہے، تین دن کے عرصہ میں انہوں نے قضا کی ابھی ہم ان کو دفن کئے آتے ہیں، اب بیکس یتیم گھر جاتے ہیں، وہ پیر مرد مرغ بسمل کی طرح خاک پر تڑپنے لگا اور کہتا تھا ؎

نمیدانم چہ کار افتاد مارا ۔۔۔ کہ آن دلدار بارا زار بگذاشت
دریں ویرانہ ایں پیر حزیں را ۔۔۔ غریب و عاجز و بے یار بگذاشت

پھر قسمیں دیں، بلائیں لیں کہ اسے شاہزادو مجھے بخدا ذرا ان کے روضۂ انور پر پہنچادو، شاہزادوں نے پکڑ کر اسے وہاں پہنچا دیا، وہ پیر اس قبر پہ جاکر بہت رویا، قبر کی مٹی آنکھوں پر ملی سر پر خاک کیا ؎

اے بے تو حرام زندگانی ۔۔۔ خود بے تو کدام زندگانی
ہر زندگی کہ بے تو باشد ۔۔۔ مرگیست بنام زندگانی

پھر دعا کی کہ خداوندا بہ تصدق صاحب اس مزار پر انوار کے اب شربتِ وصال مجھے پلادے، ذرے کو خورشید تاباں سے ملادے، دعا کی قبول ہوگئی اسی وقت ایک نعرۂ جانکاہ کیا اور اپنے حبیب سے جاملا، شاہزادوں نے اسی حوالی میں اسے دفن کیا اور گھر کو آئے۔

**روایت** ہے کہ اس کے دوسرے دن یعنی بروز شنبہ شہنشاہِ زمن حضرتِ امام حسن رضی اللہ عنہ مسجد کوفے کے منبر پر چڑھے اور خطبہ کمال بلاغت و فصاحت سے پڑھا، کوفیوں نے اپنی اپنی جان دینے پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر ابن ملجم بھنی کو بلوایا اور منبر کے پاس کھڑا کردیا، پوچھا اسے بدبخت ترین امت تو نے کیا کیا، دین میں کیوں رخنہ برپا کیا، کہا حضرت! تقدیرِ الٰہی سے چارہ نہیں

marfat.com

میں نے اپنے اختیار سے مارا نہیں،

پھر آپ نے شمشیرِ آبدار کھینچی اور نوکِ شمشیر اس کے سینۂ پُرکینہ پر دبا کے اپنے آگے کھینچا اور ایک ضرب ایسی زور سے ماری کہ سرِ ناپاک اس پلید کا دس قدم اس کے بدن سے دور جا کر گر پڑا، پھر لوگوں نے اسے مسجد سے باہر نکال کر ایک چٹائی میں لپیٹ کر آگ میں جلا دیا ؎

رسولِ پاک پر بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

marfat.com

# حضرت سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ

## ولادتِ باسعادت

ذکر ولادت باسعادت امیر المومنین امام المسلمین شہنشاہِ زمن سیدنا ومولانا وشفیعنا جناب حضرت امام ابو محمد الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لقب آپ کا مجتبیٰ اور نقی اور سید اور ذکی اور سبطِ اکبر تھا اور کنیت آپ کی ابو محمد اور نقش آپ کے خاتم کا العزۃ للہ، جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لختِ جگر اور نواسے اور پیارے، جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ثمرۂ فؤاد اور آنکھوں کے تارے حضرت سیدہ خاتونِ جنت کے چشم وچراغ اور دولارے حضرت خدیجہ کبریٰ کے چراغ امامت کے ستارے امام موسوم شہیدِ مظلوم سردار جوانانِ اہلِ جنت مدینۂ منورہ میں پندرہویں رمضان شریف وبہ روایتے پندرہویں شعبان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام آپ کا حسن رکھا اور جمالِ رسول نما کو ان کے دیکھ کر شیدا ہوئے اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور عقیقہ کیا، پھر دوسرے شاہزادے پیدا ہوئے تو ان کا نام حسین رکھا اور بعض روایت میں لکھا ہے کہ جبریل امین حضورِ نبوی میں حاضر آئے اور بارگاہِ احدیت سے یہ دونوں نام حریر پر لکھے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ لائے کہ حسن وحسین بہشت کے ناموں سے ہیں پہلے پہل شاہزادوں کے یہ نام رکھے جائیں۔ حضرتِ امام حسن تمام اہلِ بیت میں سر سے سینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل تھے اور سب سے محبوب تر اور آپ دوازدہ امام میں سے دوسرے امام ہیں حضرت علی مرتضیٰ کے خلیفہ اول اور آپ نہایت کریم اور رحیم اور بردبار تھے اور پلے سرے کے متواضع اور متوکل اور صابر اور زاہد اور عابد باوقار تھے۔

marfat.com

روایت ہے کہ جب شیرِ خدا رونق افروزِ خلدِ بریں ہوئے، جناب حضرت امام حسن کوفے میں مسندِ خلافت پر پدر کے جانشین ہوئے، چالیس ہزار سے زیادہ آدمیوں نے آپ سے بیعت کی موت پر یعنی اس بات پر کہ جب تک ہم لوگوں کی جان ہے آپ کا قدم نہ چھوڑیں گے، سرِ مُو اطاعت سے منہ نہ موڑیں گے اور موافق فرمانے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہے گی، اس میں سے بعد شہادت جناب حیدرِ کرار کے چھ مہینے رہ گئے تھے سو وہ چھ مہینے تک حضرت امام حسن خلیفہ رہے، پھر معاویہ بن ابی سفیان حضرتِ شیرِ خدا کی شہادت کی خبر سن کر ساٹھ ہزار سپاہ لے کر عراق کی جانب چلے اور جناب امیر المومنین حضرت امام حسن بھی چالیس ہزار سپاہ لے کر روانہ ہوئے پھر معاویہ نے صلح کا پیغام دیا اور سفید کاغذ اپنی مہر کرکے بھیجا کہ آپ شہزادے ہیں دنیا چھوڑ دیجئے، آخرت اختیار کیجئے پھر میرے بعد آپ ہی خلیفہ ہوں گے اور اس کاغذ پر جو چاہئے اپنا سالانہ وغیرہ لکھ دیجئے کہ مجھے بسر و چشم منظور ہے اور غلامی سے انکار نہیں۔

پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر فیما بین نوبت جنگ کی آئے گی تو ناحق لاکھوں آدمیوں کی جان جائے گی پس آپ نے بنظر محفوظ رہنے جان و مال مسلمانوں کے اپنی خوشی سے ۴۱ھ ربیع الاول کے مہینہ میں حضرت معاویہ کے ساتھ بیعت کرکے ان سے مصالحہ کیا اور سارا ملک ان کو خوشی سے دے دیا، پھر آپ نے وہاں سے مدینہ منورہ کی راہ لی، ترکِ دنیا کرکے مجاوری روضۂ انور کی اختیار کی اور فرمایا کہ یہ صلح میں نے دب کر نہیں کی، سلطنت بے فائدہ نہیں دی بلکہ اللہ اور مسلمانوں کے جان و مال بچانے کو، سو واللہ کہ کھوپڑیاں عرب کی میرے ہاتھ میں ہیں، جس سے میں صلح کروں وہ صلح کریں اور جس سے میں لڑوں وہ لڑمریں۔

روایت ہے لطائفِ اشرفی میں کہ جب امیر المومنین حضرتِ امام حسن نے

marfat.com

کہا ابو محمد آپ نے تو ایسی جوانمردی کی کہ ساری سلطنتِ خلافت اپنی خوشی سے چھوڑ دی ایسی جوانمردی تو بڑے بڑے جواں مردوں نے بھی نہیں کی ہے سے

امامی تو امامت نہ احسن بود — حسن آمد کہ جملہ حسن ظن بود
سخن گر بگذرد از چرخ اخضر — ہنوز از وصف او باشد فروتر
دو گیتی را و جود ش زیب و زین است — نظیر او اگر جوئی حسین است

## آپ کے کچھ فضائل

حدیثیں اور روایتیں بیانِ فضائل میں جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بے شمار وارد ہوئی ہیں یہاں پر بطور اختصار چند روایتیں جو خاص آپ کے فضائل میں آئی ہیں، لکھی جاتی ہیں اور جو روایتیں کہ دونوں شاہزادوں کے مناقب میں ہیں وہ فضائل میں سیدنا حضرت امام حسین کے لکھی جائیں گی۔

**حدیث ۱:-** صحیح مسلم میں روایت کی ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ خداوندا اس کو میں دوست رکھتا ہوں، پس دوست رکھ تو بھی اس کو اور دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے حسن کو۔

**حدیث ۲:-** صحیح مسلم میں ہے کہ ابوہریرہ نے کہا کہ نکلا میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دن اس طرح پر کہ نہ تو مجھ سے آپ بولتے تھے اور نہ میں آپ سے بولتا تھا یہاں تک کہ بازار بنی قینقاع کے آکر آپ وہاں سے لوٹے اور فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا یہاں لڑکا ہے، یہاں لڑکا ہے یعنی حسن، ہم نے جانا کہ حسن کو ماں ان کی نہلاتی ہیں، تعویذ پہناتی ہیں کہ اتنے میں امام حسن دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت کے گلے مل گئے پس آپ نے فرمایا کہ خداوندا میں حسن کو دوست رکھتا ہوں سو تو بھی حسن کو دوست رکھ اور اس کو بھی دوست رکھ جو حسن کو دوست رکھے۔

**حدیث ۳:-** صحیح مسلم میں ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیکھا میں نے حضرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ امام حسن کو اپنے کاندھے پر رکھے ہوئے

marfat.com

فرمارہے تھے کہ خداوندا میں حسن سے بہت محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔
حدیث ۴ : صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر اور امام حسن حضرت کے پہلو میں دائیں یا بائیں تھے، حضرت ایکبار لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے تھے واسطے وعظ اور نصیحت کے اور دوسری بار امام حسن کی طرف پیار و محبت سے دیکھتے تھے اور فرماتے تھے، یہ بیٹا میرا سید ہے اور امید ہے کہ خدا صلح کرادے بسبب اس کے مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں کے درمیان۔
(ف) پس اسی حدیث کے موافق حضرتِ امام حسن نے حضرتِ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہما) سے صلح کی اور سلطنت اپنی خوشی سے ان کو چھوڑ دی۔
حدیث ۵ حضرتِ ابوبکر فرماتے ہیں کہ امام حسن اپنے لڑکپن میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھانے کے وقت آتے، پھر جب حضرت سجدہ فرماتے تو آپ حضرت کی گردن پر چڑھ بیٹھتے پس حضرت سر مبارک اپنا آہستہ آہستہ اٹھاتے یہاں تک کہ وہ اتر جاتے، صحابی عرض کرتے یارسول اللہ! آپ ان شہزادوں کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں کہ کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے، پس آپ فرماتے یہ لڑکا میرا پھول ہے دنیا کا اور بلاشبہ یہ بیٹا میرا سید ہے، امید ہے کہ حق تعالےٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو فرقوں میں صلح کرادے۔
حدیث ۶ حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرتِ حسن کے زبان اور لب چوستے تھے اور حق تعالےٰ ہرگز عذاب نہ کریگا اس زبان اور ہونٹ کو جسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوسا۔
حدیث ۷ ، صحیح بخاری میں ہے، حضرتِ اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو ایک ران پر بٹھلاتے اور حضرتِ امام حسن کو دوسری ران پر، پھر مجھے اور امام حسن کو ملا کر یہ فرماتے خداوندا مہر کر تو ان دونوں پر اس واسطے کہ میں مہر کرتا ہوں ان دونوں پر۔

marfat.com

حدیث ۸ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے، پس ایک شخص نے عرض کیا شاہزادے واہ کیا اچھی اور عمدہ سواری پر آپ سوار ہیں، پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سوار بھی تو کیا اچھے ہیں ؎

سوارے چناں وسواری چناں
غم حشر ناصرچہ داری چناں

حدیث ۹ ایک بار حضرت امام حسن لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو کاندھے پر اٹھالیا اور فرمایا کہ حسن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں، علی کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرتِ علی ہنستے تھے۔

حدیث ۱۰ حضرتِ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ حضرتِ امام حسن نے پندرہ حج پیادہ پا کئے باوجودیکہ آپ کے اپنے کوتل گھوڑے آگے آگے چلے جاتے تھے یعنی باوجود ہونے سواریوں متعدد کے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک حج کے واسطے پیادہ پا منزلیں طے کرتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام حسن فرماتے تھے کہ میں شرماتا ہوں اپنے رب سے کہ اس کے سامنے جاؤں اور پیادہ پا اس کے گھر تک نہ گیا ہوں پھر پیادہ پا آپ نے حج کئے اور ایک روایت میں ہے کہ مدینے سے مکے حج کو پچیس بار پا پیادہ گئے اور گھوڑے آپ کے کوتل چلتے تھے، جب چلتے چلتے پائے مبارک ورم کر گئے تو خادموں نے عرض کی، پائے مبارک ورم کر گئے ہیں، آپ سوار ہولیں، فرمایا نہیں ـــ

روایتِ کتابِ حلیہ ہے کہ جناب امام حسن نے دو بار سارا مال واسباب دنیا اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور تین بار آدھا آدھا مال للہ خیرات کیا یہاں تک کہ ایک جوتا اور موزہ دیا اور ایک ایک رکھا۔

روایت صواعقِ محرقہ میں ہے کہ ایک شخص حق تعالےٰ سے دس ہزار درم مانگتا تھا کہ حضرتِ امام حسن نے سُنا اور پھر دس ہزار درم اس کے پاس بھیجدئے۔

روایت صواعقِ محرقہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرتِ امام حسن کے پاس حاضر ہو کر

marfat.com

اپنی تکلیف اور رغبت بعد تونگری کے بیان کی، آپ نے فرمایا تیرا سوال حق ہے اور میرے
نزدیک تجھ کو بہت زیادہ دینا چاہئے مگر میرا ہاتھ تیرے دینے سے عاجز ہے اور
خدا کی راہ میں بہت دینا بھی تھوڑا ہے اور میرے پاس اتنا نہیں ہے کہ تیرے
لائق ہو لیکن اگر تو قبول کرے تو جو کچھ میرے پاس ہے اور اہتمام زائد کی تکلیف کرے
تو میں تیری خدمت میں ادا کروں - اس نے عرض کی اے نواسے رسول اللہ کے
میں تھوڑا ہی قبول کروں گا اور آپ کی عطا کا شکر کروں گا اور زیادہ نہ مانگوں گا
پھر آپ نے اپنے وکیل کو بلا کر جمع خرچ خانگی کا حساب مانگا اور فرمایا جو بچ رہا ہے
لے آ، وکیل پچاس ہزار درم لے آیا، پھر فرمایا تیرے پاس پانچ سو درم اور تھے
وہ بھی لے آؤ، پھر آپ نے وہ پچاس ہزار پانچسو درم سب اس کو دے دئے۔

**روایت** فصل الخطاب میں ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن کھانا کھا رہے
تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی حضرت دس ہزار درم مجھ پر قرض ہیں آپ اللہ
ادا کر دیجئے، حضرت نے اسے دس ہزار درم عطا فرمائے اور یہ نہ کہا کہ کھانا بھی کھاتے
اس کے جانے کے بعد لوگوں نے عرض کی یا حضرت آپ نے دس ہزار درم اسے
بخشے اور کھانے کی اسے تواضع نہ فرمائی، آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے آج تک معلوم
نہ تھا کہ کھانے کے وقت اس بات کے کہنے کی بھی حاجت ہے کہ آؤ اور کھانا کھاؤ۔

**روایت ہے** کہ ایک دن حضرت امام حسن اپنے دروازے پر تشریف رکھتے تھے
کہ ایک اعرابی آیا اور آپ کی اور جناب شیر خدا کی شان میں کلمات بے ادبانہ
کہنے لگا، امام حسن نے فرمایا شاید تو بھوکا ہے، اس نے جواب نہ دیا اور اسی طرح
کہتا رہا، تب آپ نے غلام کو اشارہ کیا کہ ایک توڑا ہزار درموں کا لا کر اسے
دے، غلام نے توڑا لا کر دیا اور امام حسن نے فرمایا کہ اے اعرابی مجھے معذور رکھ
اس وقت یہی موجود ہے، اعرابی نے جو یہ اخلاق و کرم دیکھا، جی جان سے فدا ہوا
اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول خدا کے بیٹے ہیں اور میں نے یہ حرکت اور
گستاخی آپ کے حلم اور مروت کے آزمانے کو کی تھی۔

marfat.com

**روایت** ہے کہ ایک بار امیرالمومنین حضرتِ امامِ حسن و امامِ حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اکٹھے حج کو تشریف لے گئے، راستے میں اتفاقاً کھانے کے سامان کا پیچھے رہ گیا تھا اور بھوک نے غلبہ کر دیا، دور سے ایک شخص کا گھر دیکھ کر اس طرف چلے، دیکھا کہ ایک بڑھیا ایک دروازے پر بیٹھی ہے، فرمایا اے نیکبخت کچھ پانی ہے اس نے عرض کی موجود ہے، آپ سواری سے اتریں اور دم لیں اور پانی نوش فرمائیں، یہ تینوں بزرگوار اترے اور بیٹھ گئے، بڑھیا کی ایک بکری تھی کہ وہ اسی کے دودھ کو بیچ کر اوقات بسر کرتی تھی، اس کا دودھ دوہ کر پیالے میں لائی، عبداللہ نے کہا کہ اے نیک بخت ہم لوگ قریشی ہیں، جب حج سے واپس آئیں گے تو کبھی مدینہ میں آئیو، تیری خدمت کا حق ادا کریں گے۔

بڑھیا نے قریشی کا حال سُنکر بکری کو ذبح کر کے جھٹ پٹ پکا کر خوشی سے حاضر کیا، سب نے خوب کھایا، بڑھیا نے کہا یہ جو بچ رہا ہے اس کو اپنے ساتھ لے لیجئے، کرم کیجئے، راہ دور ہے، خدا جانے کھانا آپ کا کب پہنچے۔ یہ بزرگوار گوشت بقیہ باصرار بڑھیا سے لے کر چلے، اس کے بعد خاوند اس بڑھیا کا آیا اور بکری کو نہ دیکھا، پوچھا بکری کیا ہوئی، بڑھیا نے سب حال کہہ سنایا، وہ بہت غصہ ہوا کہ یہی بکری ہماری روزی کا ذریعہ تھی اب دودھ کے بعد کیونکر بسر اوقات کرینگے بڑھیا نے کہا خدا رازق ہے، سخاوت کسی کی بیکار نہیں جاتی ہے، دیکھو ایک بکری کے عوض کئی بکریاں آتی ہیں۔

پھر ایک مدت کے بعد یہ دونوں مدینے کو گئے، حضرت امام حسن نے بڑھیا کو پہچان کر کہا کہ اے مادرِ مہربان مجھ کو پہچانتی ہے؟ اس نے کہا بیٹا بڑھیا مسافر ہے، یہاں کسی کو نہیں جانتی ہے۔ آپ نے اسے وہ دودھ اور بکری کا کمال محبت سے کھلانا یاد کرایا اور فرمایا اب تیرے حق کے ادا کرنے کا وقت آیا، پھر آپ نے ایک ہزار بکریاں اس کو دیں اور اس کو حضرت امام حسین کے پاس بھیجدیا، انہوں نے بھی ہزار بکریاں عنایت کیں، آپ نے اسے عبداللہ کے پاس بھیجدیا

marfat.com

انہوں نے بھی ہزار بکریاں دیں، بڑھیا ایک بکری کے عوض میں تین ہزار بکریاں لیکر وہاں بکریوں کی حفاظت سے گھبرائی، آخر تینوں ہزار بکریاں لیکر گھر آئی۔

**روایت** صواعق محرقہ میں ہے کہ ایک سال سالیانہ حضرت امام حسن کا امیر معاویہ کے پاس سے نہ آیا، آپ نے چاہا کہ بطور یاد دہی کے کچھ بھیجیں، پھر رک رہے اتنے میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے پوچھا بیٹا حسن کیا حال ہے؟ آپ نے عرض کی بخیر ہوں مگر سالیانہ نہ آنے سے تکلیف ہے، حضرت نے فرمایا تم ایسے کو لکھا چاہتے ہو جو تمہاری طرح مخلوق ہے آپ نے عرض کی پھر کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو، حضرت امام حسن نے ایک ہفتہ بھی وہ دعا نہ پڑھی تھی کہ معاویہ نے پانچ لاکھ دس ہزار درم سالیانہ کے حضرتِ امام حسن کے پاس بھیجدیئے، پھر خواب دیکھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن ایسا ہی ہے جو خالق سے امید رکھے اور مخلوق سے التجا نہ کرے۔

**روایت** لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک رات حضرت امام حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے پھر آپ نے عرض کی ماں کے پاس جاؤں گا، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا جاؤ، عرض کی اندھیرا ہے کس طرح جاؤں؟ ناگاہ آسمان سے ایک بجلی آئی، شاہزادے روشنی میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لے گئے۔

**روایت** ہے کہ حلم آپ کا اس مرتبہ میں تھا کہ جب آپ خلیفہ روئے زمین ہوئے ایک دن نماز پڑھتے تھے کہ ایک شخص آپ پر چڑھ بیٹھا اور خنجر چبھو دیا، آپ چپ رہے اور فرمایا اے عراق والو! اللہ سے ڈرو ہمارے حق میں، ہم تمہارے امیر ہیں اور تمہارے مہمان ہیں اور ہم اہلِ بیتِ نبوت ہیں، آپ یہ فرماتے جا رہے تھے اور مسجد میں ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔

**روایت** ہے کہ ایک دن حاکمِ مدینہ مروان نے آپ سے درشتی کی، آپ

marfat.com

خاموش ہو رہے، پھر اس نے داہنے ہاتھ سے ناک چھنکی، تب حضرتِ امام حسن نے فرمایا افسوس تجھ پر، کیا نہیں جانتا کہ سیدھا ہاتھ منہ دھونے کے لئے ہے اور بایاں ہاتھ غلاظت دفع کرنے کو؟ تف ہے تجھ پر، مروان چپ ہو گیا۔

**روایت** شواہد النبوۃ میں ہے کہ ایک بار حضرتِ امام حسن اور حضرتِ زبیر کے بیٹے ہم سفر تھے، راہ میں کسی باغ میں جا پہنچے، ایک خرمے کے درخت کے نیچے آپ کا فرش لگا اور دوسرے کے تلے ابنِ زبیر کا بستر بچھا، ابنِ زبیر نے کہا کہ کاش اس پیڑ میں خرمے پھلے ہوتے تو ہم سب کھاتے۔ امام حسن نے پوچھا تم چھوہارے کھانا چاہتے ہو؟ ابنِ زبیر نے عرض کی ہاں حضور! امام صاحب نے دستِ حق پرست اٹھایا اور ہونٹوں میں کچھ فرمایا، اسی وقت درخت ہرا ہو گیا اور پتے نکلے اور خرمے تازے تازے شاداب پھلے، شتربان نے کہا یہ سحر ہے، حضرتِ امام نے فرمایا یہ سحر نہیں ہے بلکہ پیغمبرِ خدا کے فرزند کی دعا قبول ہوئی ہے، پھر اس پیڑ پر چڑھ کر خرمے توڑے اور سب نے کھائے۔

**روایت** لطائفِ اشرفی میں ہے کہ سفرِ حج کے دوران راستے میں پیادہ پا چلتے چلتے پاؤں آپ کے ورم کر گئے، خادم نے عرض کی گھوڑے پر سواری کے کوتل ہیں آپ سوار ہو لیں، قبول نہیں کیا اور فرمایا آج جب منزل کو پہنچو تو تمہارے پاس ایک حبشی تھوڑا تیل لے آئیگا، وہ تیل اس سے پاؤں میں ملنے کو خرید لینا، غلام نے کہا کسی منزل میں حبشی دیکھا نہیں آج کہاں ملے گا؟ فرمایا دیکھنا ملے گا، جب منزل میں پہنچے، حبشی نظر آیا، آپ نے فرمایا دیکھو وہی حبشی ہے، جاؤ اس سے تیل خرید لاؤ، جب غلام اس حبشی کے پاس گیا، حبشی نے پوچھا یہ تیل تم کس کے لئے خرید کرتے ہو؟ کہا حضرتِ امام حسن کے واسطے، حبشی غلام کے ساتھ حضور میں آیا اور عرض کی کہ حضور میں آپ کا غلام ہوں، تیل حاضر ہے قیمت نہ لوں گا مگر میری بیوی کو دردِ زہ ہے، دعا کیجئے کہ لڑکا صحیح و سالم پیدا ہو، آپ نے فرمایا گھر جا، حق تعالیٰ نے تجھے بیٹا دیا جو ہمارے تابعین میں سے ہوگا، گھر گیا تو بیٹا ماہ پارہ پیدا ہو چکا تھا۔

marfat.com

روایت حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ کھولتے تھے دہنِ مبارک کو امام حسن کے پھر داخل فرماتے تھے زبان شریف اپنی ان کے منہ میں اور فرماتے خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں، تو بھی اسے دوست رکھ اور اس کو بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے، تین بار اسی طرح فرمایا اور آپ حضرت امام حسن کی زبان اور ہونٹ کو چوستے تھے اور جب شاہزادے بھوکے پیاسے ہوتے تو آپ ان کے منہ میں زبان مبارک دیتے، وہ چوستے، پھر دن بھر شکایت بھوک پیاس کی نہ کرتے۔

روایت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں ہوتے اور امام حسن آتے تو آپ ان کے لئے دونوں پیروں کے بیچ میں فراخی کر دیتے کہ یہ اس راہ سے ادھر سے اُدھر نکل جاتے تھے۔

روایت کہ حضرتِ امام حسن رضی اللہ عنہ عورتوں کو بہت طلاق دیتے تھے اور انہی کو چھوڑ دیتے تھے جو کہ عورتیں آپ کو بہت چاہتی تھیں۔

صواعقِ محرقہ میں ہے کہ آپ نے ۹۰ عورتوں سے نکاح کیا اس نیت سے کہ اسی بہانہ سے ان عورتوں کی نجات ہو اور سب عورتیں بھی اسی امید پر آپ کے نکاح کی طرف راغب تھیں، ایک دن شیرِ خدا نے فرمایا اے اہلِ کوفہ امامِ حسن سے اپنی لڑکیوں کا نکاح نہ کرو، یہ بہت طلاق دیا کرتے ہیں، اسی وقت قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے کہا واللہ ہم اپنی لڑکیاں انہیں دیا کریں گے، پھر یہ جسے چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دیں۔ حضرتِ امام حسن نے یہ کلام ہمدانی کا سُن کر فرمایا کہ اگر میں جنت کے دروازہ پہ ہوں گا تو اس کے قبیلہ کو پہلے جنت میں لے جاؤں گا۔

---

marfat.com

# امامِ عالیمقام حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## ولادتِ باسعادت

ذکرِ ولادت باسعادت امیر المومنین نور العینین وسیلتنا فی الدارین سیدنا و مولانا وشفیعنا ابو عبد اللہ الحسین رضی اللہ عنہ۔

لقب آپ کا سید، شہید، سید الشہدا، اور سبط اصغر تھا اور کنیت آپ کی ابو عبد اللہ، مدینہ طیبہ میں پانچویں شعبان ۴ھ میں حضرت امام حسن سے دس ماہ بیس روز بعد پیدا ہوئے، آپ ششماہہ پیدا ہوئے، عجائب آثارِ ولادت کے ہویدا ہوئے، حضرت یحییٰ بن زکریا اور آپ کے سوا کوئی بچہ ششماہہ پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ولادت کی خبر سن کر جناب حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو دکھاؤ، کیا نام رکھا ہے؟ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کپڑے میں لپیٹے ہوئے آپ کی گود میں رکھ دیا، آپ نے داہنے کان میں تکبیر اور بائیں کان میں اقامت کہی اور فرمایا علی کہو اس کا نام کیا رکھا ہے؟ شیرِ خدا نے عرض کی میری کیا تاب کہ حضور سے سبقت کر کے نام رکھوں مگر دل میں تھا کہ "حرب" رکھوں، آپ نے فرمایا میں ابھی ان کا نام رکھنے میں تامل کرتا ہوں اور وحی کا منتظر ہوں، اتنے میں جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہارون کے تین بیٹے تھے، شبّر شبیر مشبّر، یہ عبرانی زبان ہے، عربی اس کی حسن حسین محسن

marfat.com

ہے سو حسن بڑے شہزادے کا نام رکھا اور ان کا نام حسین لکھے، تیسرے صاحبزادے کا نام محسن ہوگا، غرض حضرت نے نام حسین رکھا اور ساتویں دن عقیقہ کیا، دو مینڈھوں سے اور بقدر موئے سر کے چاندی خیرات فرمائی۔

**روایت** لطائفِ اشرفی میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایسے حسین و جمیل و شکیل تھے کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو چمک اور دمک پیشانی اور رخسار اور بیاض گردن سے ان کے لوگ دریافت کر لیتے کہ آپ وہاں بیٹھے ہیں اور آپ سینے سے لیکر قدم تک بہت ہی مشابہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جیسے بڑے صاحبزادے سینے سے لے کر سر تک بالکل مشابہ تھے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

**روایت ہے** کہ جب جناب امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حضور نبوی میں بھیجا کہ میرے حبیب کو تولد فرزند ارجمند کی مبارکباد دو اور اس کے ساتھ حسین کی ماتم پرسی بھی کرو، جبرئیل علیہ السلام آئے، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت امام حسین کو آغوشِ نازنین میں لئے تھے اور ان کے حلق نازنین پر نہایت محبت اور پیار سے متواتر بوسے دے رہے تھے جبرئیل نے پہلے حق تعالیٰ کی طرف سے مبارکباد دی اور فوراً اسی کے بعد تعزیت شروع کی۔ آپ نے فرمایا جبرئیل مبارک بادی کا سبب تو معلوم ہے مگر یہ تعزیت کا کیا سبب ہے، یہ کونسا موقع ہے، عرض کی یارسول اللہ اس شاہزادے کے حلق تشنہ نورانی پر جس جگہ آپ بار بار بوسے دے رہے ہیں بعد آپ کے اور بعد وفات ان کی ماں کے اور بعد شہید ہوجانے ان کے باپ اور بھائی کے اشقیائے امت خنجر آبدار چلائیں گے، خیموں کو اہلِ بیتِ نبوت کے آتش جور و جفا سے جلائیں گے اور واقعہ کربلا حضور نبوی میں عرض کیا۔

آپ سن کر بہت روئے اور شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی یہ حال سنکر بہت رونے لگے، بیقرار ہونے لگے اور روتے ہوئے حجرے میں سیدۃ النساء حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے تشریف لے گئے، حضرت سیدہ نے فرمایا خیر تو ہے

marfat.com

آج دن شادی کا ہے نہ غم کا، خوشی کا ہے نہ الم کا، مجھے بڑا عجب ہے کہ اس وقت رونے کا کیا سبب ہے، شبیر خدا نے فرمایا غمِ حسین سے روتا ہوں، اس وقت حق تعالیٰ کی جانب سے حضرت کے پاس مبارکبادی ولادتِ حسین کی آئی ہے اور بعد مبارکبادی کے فوراً جبرئیل نے خبر شہادت میرے حسین پیارے کی سنائی ہے، حضرتِ سیدہ یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی نالہ زار رونے لگیں، خونِ دل سے دامن بھگونے لگیں، فرماتی تھیں باباجان فاطمہ کی جان آپ پر قربان، میرے بچے حسین نورعین نے کیا گناہ کیا کہ بے رحم لوگ اسے کربلا میں گھیر کر، راہِ حق سے منہ پھیر کر تشنہ لب بے آب و دانہ شہید کریں گے اور خود شادی اور عید کریں گے۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ یہ واقعہ ابھی نہ ہوگا بلکہ اس وقت ہوگا کہ نہ تو میں رہوں گا اور نہ تم اور نہ علی اور نہ حسن، حضرتِ سیدہ نے دوسری بار ایک آہ سرد دلِ پُردرد سے کھینچ کر فرمایا اے مظلوم مادر اے شہید مادر اے بیکس مادر! جب اس زمانے میں نانا جان، باپ، بھائی تیرے کوئی نہ رہیں گے تو تیری مصیبت پر کون غم کھائے گا، شرط تعزیت کی تیری کون بجالائے گا، کاش کہ میں زندہ رہتی، قبل تیرے فوت نہ ہوتی تو تاقیامت مراسم مصیبت کے تیرے کرتی۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ شرائط تعزیت کی مصیبت زدگان امت قیامت تک بجالائیں گے، سیلاب خون دیدۂ غم سے بہا کر آہ کے نعرے عرش تک پہنچائیں گے۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

## امامِ عالی مقام کے فضائل میں چند احادیث

سخن گر بگذرد از چرخِ اخضر — ہنوز از وصفِ او باشد فروتر
کمالش گرچہ نزدِ ماست ظاہر — زبانِ ما ز مدحِ اوست قاصر

marfat.com

**حدیث ۱** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علی، فاطمہ زہرا، اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں کہ میں لڑائی لڑوں گا اس سے جو ان سے لڑے گا اور صلح کرونگا اس سے جو ان سے صلح کرے۔

**حدیث ۲** فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی مجھ کو اور میرے نورِ عینین حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے گا تو وہ شخص میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔

**حدیث ۳** تفسیر کشاف میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے علی! پہلے پہل بہشت میں مَیں جاؤنگا اور تم اور حسن اور حسین اور بیبیاں ہماری میرے دائیں بائیں ہوں گی اور باقی اولاد ہماری، ہماری بیبیوں کے پیچھے ہو گی۔

**حدیث ۴** فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے فاطمہ ہم اور علی اور حسن اور حسین ایک ہی مکان میں ہوں گے۔

**حدیث ۵** مدارج النبوۃ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سوال کرو خدا سے تو سوال کرو میرے واسطے وسیلہ سے، لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس میں آپ کے ساتھ کون رہے ہے؟ فرمایا علی و فاطمہ و حسن و حسین (رضی اللہ تعالےٰ عنہم)

**حدیث ۶** فرماتے ہیں امیر المومنین سیدنا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خیمے کے اندر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور خیمے میں حضرت علی اور فاطمہ زہرا اور حسن و حسین تھے پس آپ نے فرمایا اے مسلمانو میں صلح کروں گا اس سے جو اہل خیمہ سے صلح رکھے گا اور لڑونگا میں اس سے جو لڑے گا ان سے اور اس کا دوست ہوں جو دوستی رکھے گا ان سے اور دشمن ہوں ان کا جو ان سے دشمنی رکھے ان کو وہی دوست رکھے گا جو نیکبخت پاک ذات پاک طینت ہوگا اور ان سے وہی بغض رکھے گا جو کم بخت کم نصیب بد ذات ہوگا۔

**حدیث ۷** مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت امام حسن و حسین مسجد کے اندر آکر کے

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر سوار ہو بیٹھے، آپ نے سر نہ اٹھایا، بہت دیر تک سجدہ میں رہے اس کے بعد صحابہ نے عرض کی حضور کیا آج سجدے میں وحی تو نہیں آئی کہ حضور نے اس قدر تاخیر فرمائی ؟ آپ نے فرمایا میرا بیٹا میری پیٹھ پر بیٹھا تھا مجھے ناگوار ہوا کہ جب تک وہ جی بھر کر نہ بیٹھ لے، سر نہ اٹھاؤں۔

**حدیث ۸** فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

**حدیث ۹** حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ آپ دونوں طرف گود میں کوئی نفیس شے لئے اور اس پر چادر لپیٹے گھر سے نکلے، میں نے عرض کی حضور کیا چیز ہے ؟ آپ نے اسے کھولا تو امام حسن و حسین تھے، دونوں کولہوں پر آپ کے، پس آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے، خداوندا میں بہت دوست رکھتا ہوں سو تو بھی ان کو دوست رکھ اور ان کو بھی دوست رکھ جو ان کو دوست رکھیں۔

**حدیث ۱۰** حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اہل بیت میں سے حضور کو زیادہ پیارا کون ہے ؟ فرمایا حسن اور حسین، نیز آپ فرماتے تھے فاطمہ زہرا کو کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پس سونگھتے تھے آپ حسنین کو اور ان کو اپنے گلے سے لگاتے تھے اور سینے سے چمٹاتے تھے اس واسطے کہ وہ دونوں آپ کے پھول تھے۔

**حدیث ۱۱** حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ناگہاں امام حسن و حسین دو سرخ کرتے پہنے ہوئے صغر سنی کے سبب گرتے پڑتے مسجد میں آئے، آپ نے ان کو دیکھ کر خطبہ موقوف کیا اور منبر سے اتر کر دونوں کو گود میں لے لیا اور دونوں کو اپنے آگے منبر پر بٹھا لیا، پھر فرمایا سچ کہا ہے حق تعالیٰ نے کہ مال اور اولاد فتنہ اور محلِ امتحان ہوتے ہیں، میں نے ان دونوں پیاروں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے

marfat.com

چلے آتے ہیں، بکمال محبت کے سبب میرے جی نے نہ مانا، آخر میں نے خطبہ موقوف کر کے انہیں اٹھالیا۔

**حدیث ۱۲** فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس نے حسین سے محبت رکھی تو اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے حسین سے عداوت رکھی تو اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔

**حدیث ۱۳** فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے دوست رکھا حسین کو اس نے دوست رکھا مجھ کو اور جس نے دوست رکھا مجھ کو پس اس نے دوست رکھا حق تعالیٰ کو اور جس نے دشمنی کی ان سے، دشمنی کی مجھ سے اور جس نے دشمنی کی مجھ سے اس نے دشمنی کی خدا تعالیٰ سے۔

**حدیث ۱۴** فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، دوست رکھے خدا تعالیٰ اس کو جو دوست رکھے حسین کو، حسین میرے نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔

**حدیث ۱۵** لطائفِ اشرفی میں ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا کے داہنے زانو پر حضرتِ امام حسین اور بائیں زانو پر حضرتِ ابراہیم آپ کے صاحبزادے بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرتِ جبرائیل آئے اور پیغام لائے کہ حق تعالیٰ دونوں کو آپ کے پاس نہ رکھے گا، ایک کو آپ سے لے لیگا، اب آپ ہی دونوں میں سے ایک کے اختیار کر لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حسین نہ ہوں گے تو میرا دل بھی ان کے فراق میں جلے گا اور علی و فاطمہ اور حسن کو بھی بہت رنج پہنچے گا اور اگر ابراہیم نہ ہوں گے تو مجھی کو زیادہ قلق ہوگا، میرا جگر شق ہوگا سو میں نے اپنا ہی رنج اختیار کیا نہ رنج ان کا اور حسین پر ابراہیم کے وصال کو قبول کیا پھر اس کے تین دن کے بعد حضرتِ ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، پھر جب حضرت امام حسین حضورِ نبوی میں آتے آپ ان کے بوسے لیتے اور فرماتے اَهْلًا وَمَرْحَبًا بِمَنْ فَدَيْتُهُ بِابْنِيْ یعنی مرحبا اے حسین تم پر ہم نے اپنے ابراہیم کو قربان کیا۔

marfat.com

**روایت ۱۶** کشف المحجوب میں ہے کہ ایک دن امیر المومنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبوی میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ پر سوار ہیں اور حضرت ایک ڈوری منہ مبارک میں لئے ہوئے ہیں کہ دونوں سرے اس کے باگ کی طرح حضرت امام حسین کے ہاتھ میں ہیں، جناب امام حسین ہانکتے ہیں اور آپ زانو کے بل چلتے ہیں، حضرتِ عمر فاروق نے عرض کی واہ کیا اچھی سواری ہے حضرت نے فرمایا اور سوار کیا خوب ہے۔

**روایت ۱۷** کشف المحجوب میں ہے کہ ایک شخص جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ بہت درماندہ ہوں، قوتِ شب کو محتاج ہوں اور عیال و اطفال بہت رکھتا ہوں، آپ نے اسے ٹھہرایا، اتنے میں پانچ توڑے دیناروں کے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شہزادے کے پاس بھیجے، آپ نے وہ پانچوں توڑے اس فقیر کو عنایت کئے ؎

امامے کو امام دو جہاں بود — حسین آمد کہ جملہ جان جاں بود
ہمہ حسن و ہمہ خلق و ہمہ حلم — ہمہ لطف و ہمہ جود و ہمہ سلم

؎ شب از موئے سیاہش تیرہ ماند
زرویش ماہِ روشن خیرہ ماند

**روایت ۱۸** سنابل شریف میں ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھے، خادم آپ کے شوربا گرم پیالے میں بھرا ہوا دستر خوان پر لائے، اتفاقاً ان کا پاؤں خوف سے کانپا اور پیالہ سر مبارک پر شاہزادے کے گر کر ٹوٹ گیا اور سب شوربا رخسارہ انور پر پڑ گیا، آپ نے نادیب کی نظر سے ازروئے غصہ کے غلام کی طرف دیکھا، خادم نے کہا وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ امام نے فرمایا میں غصہ اپنا گھونٹ گیا، پھر خادم نے کہا وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ آپ نے فرمایا میں نے تیرا گناہ معاف کیا، پھر خادم نے کہا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ آپ نے فرمایا تجھے میں نے اللہ کی راہ میں آزاد کیا اور

marfat.com

تیرا سارا خرچ بھی اپنے سر پر لیا ؎

بدی را مکافات کہ دن بدی | کہ راہل صورت بود خسروی
بمعنے کسانے کہ پے بردہ اند | بدی دیدہ و نیکوئی کردہ اند

**حدیث ۱۹** ہے کہ ایک بار حضرت امام حسین لڑکوں کے ساتھ مدینے کے محلے میں کھیل رہے تھے اتنے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کوچے سے تشریف لائے اور چاہا کہ امام حسین کو پکڑیں امام حسینؓ لڑکوں کے ساتھ بھاگے پھرتے تھے کبھی دائیں کبھی بائیں دوڑ کر جاتے اور حضرت ان کے پیچھے دوڑتے تھے آپ نے فرمایا حسین بھاگتے کیوں ہو کھڑے کیوں نہیں ہو جاتے صاحبزادے نے فرمایا نانا جان آپ سے بھاگتا نہیں ہوں بلکہ آپ کے عشق محبت کو جو میرے ساتھ ہے بھڑکاتا ہوں آخر آپ نے ان کو پکڑا اور خوب گلے سے لگایا اور فرمایا خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی حسینؓ کو اور اس کے دوستداروں کو بھی دوست رکھ غیب سے پیغام پہنچا اے حبیب سن اس جگر گوشے کا تمہارے کربلا کے توے پر کباب بنائیں گے اور قطرہ آب سے مرغ بسمل سا تڑپائیں گے آخر یہ اور ان کے باپ اور بھائی تشنہ لب شربت شہادت پی کر آئیں گے علیؓ ایک حربے سے حسن ایک شربت سے حسین ایک ضربے سے ؎

آں یکے راضربت تیغ بلابر فرق سر | واں دگر را شربت زہر عناد در کام دل
دیگرے با حلق تشنہ خوردہ تیغ آبدار | خاک دشت کربلا از خون پاکش گشتہ گل

**روایت ۲۰** سبع سنابل میں ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین چار صحابہ کے ساتھ باہر نکلے عمامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر تھا اور ذوالفقار علی مرتضےٰ کی کمر میں اور اس ہجوم میں مثل چاند کے ستاروں کے مانند چمکتے تھے اتنے میں ایک اعرابی نے آکر یوں کہا کہ یہ کون ہیں لوگوں نے عرض کی جناب حضرت امام حسین ہیں پس اعرابی نے حضرت سے پوچھا کہ تم ابی طالب کے پوتے ہو آپ نے فرمایا ہاں پھر اعرابی نے کہا باپ تمہارے تو بڑے خونریز فتنہ انگیز تھے صحابہ نے چاہا کہ اعرابی کو ماریں حضرت امام مسکرائے اور فرمایا اسے چھوڑ دو اور پوچھو کہ اے وجیہ عرب تجھے غصے سے بھرا پاتا ہوں اگر تو بھوکا پیاسا ہے تو کھانا کھلاؤں پانی پلاؤں اور اگر جنگل میں چلتے چلتے تھک گیا ہے تو تیری دوا کروں اور اگر تجھ پر کسی کا قرض ہے

marfat.com

تو اُسے میں ادا کر دوں اور اگر تیری بی بی تجھ سے لڑی ہے تو صلح کرا دوں اور اگر کوئی حاجت ہے تو کہہ کہ تیری مدد کروں اعرابی نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا اور حضرت کے پیروں پر گر پڑا اور بوسہ دیا اور عذر کیا حضرت امام نے اصحاب سے فرمایا ہم حلم کے پہاڑ ہیں کہیں ہولئے مخالف سے بھی ملتے ہیں ؎

ناصرا حلم کار شیران ست  حلم با دوستاں شیوہ تست
حلم با خویش و آشنا چہ سزد  حلم کن با کسے کہ دشمن تست

**حدیث ۱۲** ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اتنے میں جناب فاطمہ زہرا روتی ہوئی آئیں آپ نے پوچھا اے جان پدر کیوں روتی ہو اس قدر کیوں بیتاب ہوتی ہو آپ نے فرمایا باباجان نور عینین حسن و حسین بہت دیر سے باہر گئے ہیں اب تک نہیں آئے ہیں اور اُن کے باپ بھی گھر میں نہیں ہیں کہ اُن کی تلاش کو جائیں اور میرے پاس کوئی آدمی نہیں کس کو بھیجیں کہاں سے لائیں آپ نے فرمایا فاطمہ کہاں تمہارا خیال ہے کدھر دھیان ہے حق تعالیٰ ان پر بڑا مہربان ہے اُن کا نگہبان ہے پھر آپ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگے خداوندا اگر حسن اور حسین دونوں میرے پیارے آنکھوں کے تارے دریا میں ہوں تو ان کو صحیح کنارے پر پہنچانا اور اگر کہیں میدان میں ہوں تو سلامت گھر لے آنا فوراً جبرئیل نے آکر کہا کہ آپ غم نہ کیجئے جس طرح وہ دونوں دنیا میں بزرگ ہیں اسی طرح آخرت میں بھی بزرگ ہیں اس وقت دونوں شاہزادے خطیرۂ بنی النجار میں ہیں حق تعالیٰ نے دو فرشتے ان کی نگہبانی کو مقرر کئے ہیں پھر آپ فوراً وہاں سے اُٹھے اور خطیرۂ بنی النجار میں جا پہنچے دیکھا دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ دیے ہوئے بیٹھے ہیں اور ایک فرشتہ بازو اپنا اُن کے واسطے زمین پر بچھائے ہے اور دوسرے بازو سے اُن کو چھپائے ہے آپ نے جاتے ہی حسن کو اٹھا لیا اور اس فرشتے نے حسین کو اور لوگ سمجھتے تھے کہ دونوں شاہزادوں کو حضرت ہی لیے ہوئے ہیں ابوایوب انصاری نے کہا یا رسول اللہ ایک صاحبزادے کو میں لے لوں تاکہ حضور ہلکے ہو جائیں آپ نے فرمایا چھوڑ دو جس طرح یہ دونوں دنیا میں بزرگ ہیں اسی طرح آخرت میں بھی بزرگ ہیں اور باپ اُن کے ان سے بہتر ہیں پھر آپ نے لوگوں سے

marfat.com

مخاطب ہو کر فرمایا کہ یارو خبر دوں تم کو بہترین لوگوں کا از جہت نانا اور نانی کے کون ہے صحابہ نے عرض کی ہاں رسول اللہ نے فرمایا حسن وحسین ہیں جو میرے لخت جگر قرۃ العینین ہیں کہ نانا اُن کے رسول اللہ ہیں اور نانی اُن کی خدیجۂ کبریٰ پھر فرمایا خبر دوں تم کو کہ بہترین آدمیوں کا از جہت مادر پدر کے کون ہے لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا نور العینین حسن وحسین ہیں کہ باپ اُن کے علی مرتضیٰ ہیں اور ماں اُن کی فاطمہ زہرا اے لوگو خبر دوں تم کو ساتھ بہترین آدمیوں کے از جہت خال اور خالہ کے صحابہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا بانور العینین حسن وحسین ہیں کہ ماموں اُن کے قاسم بن رسول اللہ اور خالہ ان کی زینب بنت رسول اللہ ہیں اے لوگو آگاہ کروں تم کو ساتھ بہترین آدمیوں کے از جہت عم اور عمہ کے صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ فرمایا میری آنکھوں کے تارے حسن وحسین ہیں کہ چچا ہیں ان کے جعفر طیار اور پھوپھی ان کی ام ہانی ہیں ؎

کجا است در دو جہاں باچنیں شرف حسبی — کجاست در ہمہ عالم بدیں شرف نسبی

اے عاشقان حسین ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ تھوڑی دیر جو نور المشرقین حضرت حسین گھر میں نہ آئے تو جناب فاطمہ زہرا اور حبیب کبریا کا کیا حال ہوا کس قدر ملال ہوا میدان کربلا کے واقعات اور شاہزادوں کے حالات کو دیکھ دیکھ خدا جانے کہ کیسا کچھ صدمہ ارواح طیبات پر ہوا ہوگا ؎

زین بعد خامہ را ہوس گفتگو نماند — دل چاک چاک گشت کہ جاے رفو نماند

لب تشنہ رفت ساقی کوثر از یں جہان — اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

روایت ۲۲ ہے کہ ایک دن شہنشاہ کونین حضرت امام حسین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور چاہتے تھے کہ گھر میں جائیں اور مینہ پڑ رہا تھا اس سبب سے جا نہ سکتے تھے بار بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ تکتے تھے آپ نے اُن کو ملول پاکر پوچھا حسین تمہارا حال کیا ہے چہرے پر اس قدر ملال کیا ہے کہا اس وقت مادر مہربان اور برادر قوت بازوئے ناتواں کے دیکھنے کو میرا جی ترستا ہے مگر کس طرح جاؤں بہت دیر سے مینہ برستا ہے آپ نے دعا فرمائی فوراً مینہ کا برسنا موقوف ہوگیا اور حضرت امام حسین گھر تشریف لے گئے

marfat.com

محبان حسین ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ آپ نہ چاہتے تھے کہ ایک دم بھر بھی شاہزادے ملول رہیں یا قطرات اشک کے آپ کی آنکھوں سے گریں اور ابھی باران کے قطرات کا اُن کے بدن پر پڑنا اور ان کے جسم اطہر کا بھیگنا آپ کو ناگوار ہوا جس دم اشقیا نے میدان کربلا میں اُن قطرۂ آب کو ترسائے ہر طرف سے باران تیر زہر آلود برسا کے سیلاب منوں آپ کے سر پہ بہایا ہوگا تن نازک کو اُن کے خون سے نہلایا ہوگا کیسا کچھ صدمہ کیسا کچھ ملال حضرت کے دل پہ گذرا ہوگا ؎

گلبرگ سینہ دے کز آسیب خار تیز | مانند جیب غنچہ شدہ چاک اے دریغ
از خاک سرو ناز بر آید کشیدہ قد | سرو قدش فرو شدہ در خاک اے دریغ
دیدند غرق خون رُخ او را ملائکہ | گفتند در ہوا مع افلاک اے دریغ

روایت ۲۳ ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ساتھ یاروں کے جس طرح چاند درمیان ستاروں کے کسی کوچہ میں مدینہ کے چلے جاتے تھے اس کوچے میں چند لڑکے کھیل رہے تھے حضرت نے اُن لڑکوں میں ایک لڑکے کو گود میں اُٹھالیا اور اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت پیار کیا صحابہ نے عرض کی حضرت ہمیں بڑا تعجب ہے یہ کون لڑکا ہے اس کو اس قدر پیار کرنے کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا یارو سبب اس پیار و محبت کا ہمارے ساتھ اس لڑکے کے یہ ہے کہ ایک دن دیکھا میں نے کہ یہ لڑکا میرے پیارے حسین کے ساتھ کھیل رہا تھا اور خاک قدم حسین کو لے کر اپنی آنکھوں پہ ملتا تھا میں اُسی دن سے اس لڑکے کو دوست رکھتا ہوں اور کل قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ماں باپ کو بخشوا کر کے داخل جنت کروں گا ؎

لب بجنباں پئے شفاعت من | منگر در گناہ و طاعت من
گر نہ فتم براہ سنت تو | ہستم از عاصیاں اُمت تو

روایت ۲۴ لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہر کشتی لڑ رہے تھے اور جناب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی تشریف رکھتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بڑے صاحبزادے کو

marfat.com

فرمایا حسن وحسین کو پکڑو حضرت سیدہ نے فرمایا بابا جان آپ بڑے کو فرماتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑے آپ نے فرمایا کہ جبرئیل حسین کو کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑو۔

**روایت ۲۵** عیون الریاض میں ہے جناب امام حسین فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے جد بزرگوار کے حضور میں گیا ابی بن کعب حضرت کے پاس بیٹھے تھے آپ نے دیکھ کر فرمایا مرحبا بك یا اباعبد اللہ یا زین السموات والارض مرحبا اے حسین اے رونق آسمان وزمین کے ابی نے کہا یارسول اللہ آپ کے سوا اور کسی سے بھی رونق آسمان وزمین کی ہوتی ہے آپ نے فرمایا اے ابی خدا کی قسم کہ حسین کی بزرگی آسمان میں دنیا سے زیادہ ہے اور نام اُن کا عین عرش میں مصباح ہدی اور سفینۂ نجات لکھا ہے ؎

باغ بہشت وصف جمال محمدست | ختم الرسل ز وصف کمال محمدست
اے غرقۂ گناہ طوفاں غم مترس | کشتی نوح عصمت آل محمدست

**روایت ۲۶** ہے کہ جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے بہشت کو پیدا کیا کتم عدم سے ہویدا کیا اُس کو خطاب ہوا اے بہشت تو مقام میرے عشاق اور محبین کی اور مسکن فقرا اور مساکین کی ہوگی بہشت نے بادل مغموم عرض کی خداوندا اس حسن وخوبی کے ساتھ تو مجھے عدم سے وجود میں لایا مگر مجھے مسکین فقرا اور مساکین کا بنایا ندا ہوئی اے بہشت کیا تو راضی نہیں ہے کہ حسن وحسین سے تیرے ارکان کی آرائش فرماؤں اور اپنے عرش کے دونوں گوشوارے حسن وحسین کو بناؤں گا بہشت نے عرض کی خداوندا اب میں راضی ہوں اور کسی چیز کی نہیں متقاضی ہوں سبحان اللہ اگر بہشت ہے تو آرائش اس کے ارکان کی حسن وحسین ہیں دراگر دل مومناں ہے تو روشنی اس کی محبت حسنین ہے مثنوی لمؤلفہ ؎

محبت اہل بیت مصطفےٰ کی | سبب ہے بخشش جرم وخطا کی
شفیع عاصیاں حضرات حسنین | وہ دونوں مصطفیٰ کے نور عینین
محبت کا ان ہی کی ہے سہارا | سوا ان کے نہیں ہرگز گزارا

**روایت** ہے کہ ایک بار حضرت آدم نے حوا کے حسن وجمال کو دیکھ کر فرمایا کہ اے حوا حق تعالےٰ نے تیرے سے حسین زیادہ کسی کو پیدا نہیں کیا ہے کسی خوبان در عالم کو تجھ سا

marfat.com

جمال نہیں دیا کہ جبرئیل امین کو حکم ہوا ذرا آدم و حوا کو بہشت سے فردوس اعلیٰ میں لے جاؤ اور وہاں کی سیر کراؤ آدم و حوا جبرئیل کے ساتھ فردوس اعلیٰ میں آئے دیکھا کہ ایک شاہزادی موتی کے محل میں بڑی شان و شوکت سے مسند زرنگار پر تکیہ نورانی لگائے بیٹھی ہے اور ایک تاج نور کا اس کے سر پر ہے اور دو گوشوارے نور کے ایسے اس کے کان میں لٹک رہے ہیں جن کی دمک سے ساری در و دیوار اور تمامی گل و گلزار جنت کے چمک رہے ہیں حضرت آدم و حوا نے کہا اللہ رے حسن اللہ رے جمال اللہ رے جلال پھر نہایت متحیر ہو کر جبرئیل امین سے پوچھا یہ کون شہزادی ہیں کس کی صاحبزادی ہیں کہ جن کے نور سے سارا باغ جنت نور علیٰ نور ہو رہا ہے حوران بہشتی کے دلوں میں سرور ہو رہا ہے وہ دونوں گوشوارے ایسے دمک رہے ہیں جن کے نور سے گل بوٹے چمک رہے ہیں جبرائیل نے کہا مخدومہ جہاں سیدہ نسوان مریم حجرۂ عصمت و جلال آسیہ حجلہ حسن و کمال عروس کم جہاز خاتون سراپردۂ اعزاز فاطمہ زہرا بنت محمد رسول اللہ ہیں پھر پوچھا ان کے سر پر وہ تاج کیسا ہے کہا یہ تاجدار سورۂ ہل اتیٰ شہسوار عرصۂ لافتیٰ وصی مصطفیٰ شفیع اہل ولا علی مرتضیٰ ان کے شوہر ہیں تاج ولایت کے گوہر ہیں پھر پوچھا وہ دونوں گوشوارے کیسے ہیں کہا یہ ان کے دونوں فرزند پیارے آنکھوں کے تارے سپہر رخ شہادت کے ستارے حسن و حسین ہیں آدم نے کہا کہ اے جبرئیل کیا یہ لوگ میرے پہلے پیدا کئے گئے ہیں کہا اے آدم یہ لوگ علم الٰہی میں چار ہزار برس تمہاری خلقت سے پہلے موجود تھے مشغول بذکر معبود تھے۔

آندم کہ خانہ بر سر کوئے تو ساختم — آدم ہنوز محرم خلد بریں نبود
آندم کہ ما بیار کرامت در آمدیم — جبرئیل بر خزانہ رحمت امین نبود

روایت ۲۸ ہے کہ ایک اعرابی ہرنی کا بچہ شکار کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے لایا آپ نے اُسے قبول فرمایا اتنے میں شہنشاہ زمن امام حسن مسجد میں دوڑتے آئے اور اُس آہو بچے کے لینے کا قصد کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بچہ جگر گوشہ امام حسن دے دیا تھوڑی دیر بعد چھوٹے شاہزادے حضرت امام حسین تشریف لائے دیکھا کہ بڑے بھائی ایک ہرنی کا بچہ لیے کھیل رہے ہیں پوچھا اے بھائی آپ نے یہ آہو برہ کہاں سے

marfat.com

لیا ہے فرمایا مجھے میرے نانا جان نے دیا ہے صاحبزادے مسجد میں دوڑے آئے اور حضور نبوی میں التجا لائے یا جدہٗ نانا جی بھائی کو آپ نے آہو برہ دیا مجھے نہیں بھائی کو آہو برہ دیا مجھے نہیں اس بات کو صاحبزادے تکرار کئے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسلی اور دلداری فرماتے تھے کبھی گود میں لے کر مسجد میں ٹہلاتے تھے کبھی پھسلا کر باتوں میں بہلاتے تھے صاحبزادے نے کہا میں یہ سب کچھ نہیں جانتا ہوں ان باتوں سے کب مانتا ہوں مجھے بھی آہو برہ دیجئے باتیں تشفی کی نہ کیجئے حتیٰ کہ قریب تھا کہ حضرت امام حسین روئیں دامان نبوی کو آنسوؤں سے بھگوئیں کہ ناگاہ گوشۂ مسجد سے ایک ہرنی دوڑی آئی اور ایک بچہ بطور ہدیہ کے حضور نبوی میں لائی اور بزبان فصیح و کلام ملیح عرض کی یا رسول اللہ میرے یہی دو بچے تھے ایک کو تو اُس صیاد نے شکار کیا اور آپ کے حضور میں ہدیہ دیا اور ایک میرے پاس رہ گیا تھا کہ میرے دل کی ٹھنڈک اور آنکھوں کی عینک تھا اس وقت میں اس کو دودھ پلا رہی تھی اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ اس بچے کو اپنی پیٹھ پر دھر اور حضور نبوی میں دوڑی جا اسے ہدیہ کر اس واسطے کہ حسین اُن کے پاس کھڑے ہیں آہو برہ کے لیے روٹھے ہیں اڑے ہیں آہو برہ کے لیے عنقریب رو یا چاہتے ہیں دامان نبوی کو اشک سے بھگویا چاہتے ہیں اگر حسین روئیں تو حاملانِ عرش اپنے سیلاب اشک میں عرش الٰہی کو ڈبوئیں گے سو تو دوڑی جا اور قبل اس کے کہ آنکھیں ڈبڈبائیں آنسو اُن کے رخسارے پر آئیں یہ آہو برہ ان کی خدمت میں پہنچا یا رسول اللہ پل بھر میں میں نے مسافت بعیدہ طے کی ہے گویا زمین میرے جلد پہنچنے کو سمٹتی گئی ہے الحمد للہ کہ میں آئی اور ابھی تک اُن کے آنسو نہیں بہے ہیں اور بچہ آپ سے طلب کر رہے ہیں صحابہ نے کہا اللہ اکبر امام حسین کا یہ حال ہے خدا کے یہاں اُن کا یہ جلال ہے حضرت نے ہرنی کو دُعا دی اور وہ آہو برہ امام حسین کے حوالے کیا دونوں شاہزادے آہو برہ لیے گھر میں گئے اور والدۂ ماجدہ کو اس قصے سے آگاہ کیا یارو غور کرنے کا مقام ہے وہاں تو ملائکہ مقربین اور رسول رب العالمین کا دل دُکھتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ چہرۂ حسین پر اشک جاری حالت گریہ ان کو طاری ہو اور یہاں اشقیاء نے سیلاب خون کا ان کے رخسارۂ انور پر بہایا تن نازنین کو دریائے خون میں نہلایا ؎

marfat.com

رُخی کہ بوسہ گہ شاہ انبیا باشد — بخاک و خون شدہ پنہاں کجا روا باشد
کسیکہ جنبش کوشو عطائے جدوی ست — بدست کرب و بلا تشنہ لب چرا باشد
روا بود کہ جگر گوشہ رسول خُدا — فتادہ غرق بخون سر زتن جدا باشد

روایت ۲۹ ہے راویان اخبار صحیح و حاکیان حکایات بلیغ لکھتے ہیں کہ ایک بار سید ابرار رسول پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں تشریف لے گئے تھے اور شیر خدا علی مرتضیٰ بھی آپ کے ساتھ رونق افروز ہوئے تھے اس درمیان میں نور مشرقین حضرت امام حسین تنہا گھر سے نکل کر کسی نخرے کے باغ میں جا پڑے بنظر تفریح ہر درخت اور گل بوٹوں کے پاس جاتے اور صنایع زنگار رنگ الٰہی کے ملاحظہ فرماتے کہ اتنے میں ایک شخص نیک انجام صالح نام اُس باغ میں آیا شاہزادے امام حسین کو لڑکا حسین خوشرو خوشخو پاکر گود میں اٹھا کر گھر لاکر چھپایا اور یہاں حضرت سیدہ کا یہ حال تھا کہ جوں جوں دن چڑھتا تھا حضرت امام حسین کے نہ آنے سے رنج و غم بڑھتا تھا راوی کہتا ہے کہ حضرت سیدہ نے شہر بار در حجرہ پر آکر پھر گئیں کوئی نہ ملا کہ اُسے امام حسین کی تلاش کو بھیجیں جی بیتاب ہوا نہایت اضطراب ہوا مجبور ہو کر زار زار رو کر امام حسن سے فرمایا بیٹا تم ہی جاؤ حسین کو جہاں ملیں ڈھونڈھ لاؤ حسین بغیر میرا دل ٹوٹا جاتا ہے جی اُبلا آتا ہے امام حسن بھائی کی جستجو میں گھر سے چلے جس گلی میں مدینے کی جاتے ایک آہ سرد دل پر درد سے بھر کر فرماتے ؎

دل ماتمام بر دی رُخ خود نمی نمائی — بکجات جو کیم ایجان زکہ پرسمت کجائی

اسی طرح با دیدۂ گریاں و سینۂ بریاں نخلستان میں جا پڑے بھائی کے فراق میں ایک عالم وجد طاری تھا اور زبان پر ہر وقت یہ کلمہ جاری تھا ؎

کجائی اے حسین من کجائی — کجائی نور عین من کجائی
ببیں ایں سوزہ عین من کجائی — سرور والدین من کجائی
نہ ہجرت سینہ ام افگار تاکے — خلیدہ در دلم ایں خار تاکے

ناگاہ ایک ہرنی نظر آئی امام حسن نے بیتابی میں اُس سے یہ بات فرمائی اے ہرنی میرے بھائی حسین کو پہچانتی ہے کچھ نشان پتہ ان کا جانتی ہے ہرنی بزبان فصیح بولی اے نور دیدۂ مصطفےٰ و اے سرور سینۂ مرتضےٰ اُس زہرا کے باغ خوبی نونہال کو صالح یہودی لے گیا ہے اور اپنے گھر

marfat.com

میں چھپایا ہے حضرت امام حسن نے صالح کے گھر آکر آواز دی صالح گھر سے نکل آیا آپ نے فرمایا اے صالح میرے بھائی حسین کو جلد حاضر لا ورنہ اپنی ماں سے کہہ دوں گا تا دعائے سحری سے اُن کی روئے زمین پر ایک یہود نہ رہے گا کفار کا وجود نہ رہے گا اور اپنے بابا جان سے کہہ دوں گا تا ذوالفقار حیدری سے ایسے وار کریں گے کہ ہزاروں کفار مریں گے اور نانا جان سے کہہ دوں گا کہ زمین پھٹ جائے گی ساری دنیا اُلٹ جائے گی صالح آپ کی باتوں سے متحیر ہوا اور عرض کی صاحبزادے آپ کی ماں کون ہیں فرمایا خاتون ہود رج کبریا بانوئے تتق عصمت و حیا اور سادات مخزن کرامات فاطمہ زہرا ہیں صالح نے کہا آپ کے باپ کا کیا نام ہے فرمایا شیر خدا داماد مصطفیٰ صفدر صفحہ صفا علی مرتضےٰ ہیں پوچھا نانا جان آپ کے کون ہیں فرمایا انیس الغریبین رسول رب العالمین حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کلام معجز نظام نے آپ کے صالح کے دل میں اثر کیا کہ دونوں عالم سے اُسے بے خبر کیا زنار کفر توڑ کر ہاتھ جوڑ کر پیروں پہ شاہزادے کے گرا اور زار زار رونے لگا کفِ پا کو آب دیدہ سے بھگونے لگا عرض کی شاہزادے مجھے مسلمان کیجئے تب اپنے بھائی حسین کو مجھ سے لیجئے شاہزادے نے صالح کو فوراً مسلمان کیا پھر اُس نے گھر میں سے حضرت امام حسین کو لا کر حسن کی گود میں دیا اور اپنے مسلمان ہو جانے پر شکر پروردگار ادا کیا اور ایک طبق دینار و درہم کا شاہزادے کے سر پہ نثار کیا پھر دونوں شاہزادے وہاں سے گھر تشریف لائے دوسرے دن صالح ستر یہودیوں کو مسلمان کر کے در حجرہ سیدۃ النساء پر آیا زر و جواہر بے حساب ہدیہ لایا داڑھی سفید کو چوکھٹ پہ ملتا تھا اور سر کو پتھروں سے ٹپکتا تھا یا سیدۃ النساء دختر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑی خطا ہوئی کہ آپ کے لعل علی مرتضےٰ کے نونہال کو ہم نے اپنے مکان میں چھپایا آپ کا دل نازنین دکھایا اس حرکت سے پشیمان ہوا کفر چھوڑا مسلمان ہوا آپ میرا قصور معاف کیجئے آئینہ دل کو غبار ملال سے صاف کیجئے حضرت سیدہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حصہ بھر تیری خطا معاف کی مگر یہ دونوں فرزند ارجمند شیر خدا کے ہیں اُن کے پاس جا کر معذرت کر اپنی خطا کی طلب مغفرت کر جب شیر خدا لڑائی سے آئے صالح آپ کے پاس آیا اور سارا حال کہہ سنایا آپ نے فرمایا میں نے اپنے حصے بھر تیری خطا سے درگذر کیا للہ تجھے چھوڑ دیا مگر یہ دونوں شاہزادے پیغمبر صاحب کے ریحان ہیں دل و جان ہیں حضرت کے

marfat.com

پاس جا اور اپنی خطا بخشوا صالح روتا ہوا آنسوؤں سے منہ دھوتا ہوا حضور نبوی میں آیا اور مفصل حال کہہ سنایا اور حرف معذرت زبان پہ لایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے صالح میں نے اپنا حصہ بخش دیا تیرا گناہ معاف کیا مگر یہ دونوں خدا کے برگزیدہ ہیں پیارے ہیں چرخ امامت کے ستارے ہیں اب تو بارگاہ احدیت میں التجا کر قبول معذرت کی دعا کر صالح کو یہ کلام سُن کر کیفیت عجیب طاری ہوئی نہایت بے قراری ہوئی مدینے سے صحرا میں آیا سیلاب خون دیدہ سے میدان کو گلزار بنایا کہتا تھا الٰہی میں نے بڑا گناہ کیا نامۂ اعمال کو اس حرکت بے ادبانہ سے سیاہ کیا اب میرے جریدۂ اعمال کو آب مغفرت سے دھو دے بحر غفران میں مجھے ڈبو دے ؎

یارب بدر تو عذر خواہ آمدہ ام　　بگہ بختہ بودہ ام براہ آمدہ ام
اکنون زپئے عذر گناہ آمدہ ام　　بپذیر کہ باحال تباہ آمدہ ام

اسی طرح سترہ[۱۷] دن روتا رہا جی جان کھوتا رہا اٹھارھویں دن جبرئیل آگے رسول رب العالمین کے آئے اور پیغام باری تعالیٰ لائے کہ اے حبیب من اب صالح کو صحرا سے بلا لیجئے اور اس کو دلاسا دیجئے میں نے اس کو بخش دیا گناہ اس کا معاف کیا ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

محبانِ حسین غور کرنے کا مقام ہے کہ وہاں ایک یہودی حضرت امام حسین کو نادانستگی سے گود میں اٹھا کر لے گیا اور چھپا رکھا نہ تو منہ پر طمانچہ مارا نہ کوئی بات سخت کہی پھر اس فعل سے پشیمان ہوا کفر چھوڑا مسلمان ہوا پھر اس قدر پریشان ہوا کہ وہ صحرا میں حیران ہوا تب اس کی توبہ قبول ہوئی اور یہاں اشقیانِ کلمہ گو نے دیدہ و دانستہ مرتضےٰ کے پیارے امام حسن کو زہر ہلاہل پلایا اور ان کے جگر کو ہفتاد و دو پارہ کر کے خاک میں ملایا اور فاطمہ زہرا کے دلارے امام حسین کو زمین کربلا میں بے آب و دانہ گھلایا اور اس سلطان تخت کبریائی کو خاک و خون میں سلایا اُن اشقیا کا کیا حال ہوگا ؎

اے کمر بستہ بخون ریزی اولاد رسول　　ہیچت آخر زخداوند جہاں شرم شود
ہیچ اندیشہ نکردی کہ رسول الثقلین　　از پئے حرمت ایشاں چہ وصیت زمود

marfat.com

آہ ازاں دم کہ کند فاطمہ از جور تو داد　　　مصطفیٰ بر تو غضبناک و علی خشم آلود

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام　　　علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

روایت ۳۰ ہے کہ ایک دن جناب آنحضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لائے ناگاہ نورِ عین حضرت امام حسین کے رونے کی آواز گوش مبارک میں آئی آپ کا دل بے تاب ہوا طبیعت گھبرائی بیقرار ہو کر فرمایا اے فاطمہ کیا نہیں جانتی ہو کہ جب حسین روتے ہیں تو ہمارا دل دکھتا ہے ہم بیتاب ہوتے ہیں یارو غور کرنے کا مقام ہے کہ ذرا سا رونے پہ اُن کے تو مسرت کا دل بیتاب ہوتا تھا آپ کو اس قدر اضطراب ہوتا تھا جس دن اشقیانے گلوئے تشنہ پیر اُن کے جو بوسگاہ حضرت تھا خنجر چلایا ہو گا دل مبارک پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کچھ صدمہ نہ آیا ہو گا ؎

آدم دریں عزا بغم و غصہ مبتلاست　　　کشتی نوح غرقۂ طوفاں ابتلاست

ہاں اے خلیل آتش نمرود دیدۂ　　　ایں شعلہ بیں کہ در دِ جگر شاہ کربلاست

رنگیں چراست پیرہن موسوی زنیل　　　در دست غصہ جبّۂ عیسیٰ چرا قباست

گویا برائے ماتم سلطانِ دیں حسین　　　چندیں خروش و ولولہ در خیل انبیاست

اینہا غم ز برائے دل مصطفیٰ خورند　　　آں خود چہ حسرت ست کہ در جانِ مصطفاست

گر مرتضیٰ بگریہ داز یں غصہ در خورست　　　در فاطمہ بنالد ازیں سالہا رواست

روایت ۳۱ ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے مرتے وقت یزید پلید راندۂ درگاہ کو بلا کر دربارۂ تعظیم و توقیر و حسنِ سلوک اہل بیت کرام خصوصاً دونوں امام عالی مقام کے بہت تاکید کی بہت سمجھایا نہایت تہدید کی اور بہت سے فضائل حضرات حسنین کے بیان کئے منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ اے بیٹا ایک دن جناب حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لائے آنحضرت نے سیدہ کو غمگین دیکھ کر پوچھا جان پدر کیوں روتی ہو اس قدر کیوں بیتاب ہوتی ہو فرمایا با باجان نورِ عینین حسن حسین کہیں گئے ہیں امام گھر میں نہیں ہیں تمام مدینے میں میں نے تلاش کر ڈالی کہیں پتا نہیں ملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہمراہ لے کر میدان کی جانب چلے ؎

اشک آنکھوں سے رواں تھے پیہم　　　آہ کے ساتھ اٹھاتے تھے قدم

marfat.com

دم بدم کرتے تھے افسوس وبکا　　اسؔ طرح مانگتے جاتے تھے دعا
یاالٰہی مرے دلبر کی خیر　　خیر ہو اس مہِ انور کی خیر
فاطمہ کی ہیں امانت پاؤں!　　گھر اُسے لے کے سلامت جاؤں

ناگاہ ایک چرواہا نظر آیا آپ نے اس چرواہے سے نشان شاہزادوں کا پوچھا اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو لڑکے ماہ پارے چرخ حسن وجمال کے تارے روشن جبیں بڑے حسین اس طرف کو گئے ہیں آپ نے اس طرف جاکر جو دیکھا تو دونوں شاہزادے درخت اراک کے تلے سوتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام اُن کے واسطے پنکھا جھل رہے تھے پیار کے ہاتھ سے اُن کے قدموں کو مل رہے تھے آپ نے دونوں صاحبزادوں کو اپنی گود میں اُٹھا لیا گلے سے لگاکر بوسے دیے پیار کیا تھوڑی دیر کے بعد جاگے اور گود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹھ کر رونے لگے بھوک پیاس سے بے قرار ہونے لگے آپ نے فرمایا یہاں کھانا نہیں ہے گھر جائیں گے تو جو مانگو گے کھلائیں گے دونوں بھائی بھوک سے رونے لگے دامان حضرت اشکوں سے بھگونے لگے فوراً جبرئیل علیہ السلام ایک خوانچہ طعام بہشت سے لائے دونوں بھائیوں نے خوب سیر ہوکر کھایا پانی مانگا اراک کے درخت سے آب سرد اور صاف نکلا دونوں بھائیوں نے خوب آسودہ ہوکر پیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں صاحبزادوں کو اپنے کاندھے پہ رکھ کر فرمایا واہ دونوں کیا اچھے سوار ہیں اور اسی طرح گھر لاکر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا۔[۲]

لیے آغوش میں شبیر کو روتے ہیں کیوں سرور　　خبر ان کی شہادت کی مگر جبریل لاتا ہے

اب یہاں سے وہ حدیثیں درد وغم آمیز اور روایتیں رقت انگیز لکھی جاتی ہیں جو نورِ عینین شہنشاہ کونین حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر سناتی ہیں کیا کہئے شہادت کا نام لیتے ہوئے جگر شق ہوا جاتا ہے ناصر کو تحریر ہے سکتا ہے قلم کاغذ کا منہ تکتا ہے۔

ہمے ترسم کہ اندر وقتِ تحریر　　زبان از آتشِ ہجرت بسوزد
وگر تحریر خواہم آنہ ماں ہم　　قلم بشگافد و کاغذ بسوزد

---

[۱] یعنی زبان حال سے گویا یہ دعا فرماتے جاتے تھے نہ زبان قال [۲] اس روایت کا ذمہ دار راوی ہے نہ کہ ہم۔

سیاہی غم سے سیہ پوش ہے قرطاس الم سے مدہوش ہے نہ تو قاری کو بیان خبر شہادت کی گویائی ہے اور نہ سامع کو قوت شنوائی ہے ؎

ز یاد کہ یارائے سخن نیست زباں را ۔۔۔ بربست دغم و غصہ رہ نطق و بیاں را

کلیجا تھام کر اگر حرف شہادت کا لکھا جاتا ہے تو فوراً اسیلاب اشک سے دھل جاتا ہے اور کیوں نہ ہو ماجرائے خبر شہادت ایک حادثہ قیامت خیز اور یہ حال سراپا ملال ایک عبرت انگیز ہے ؎

ز دست گریہ کتابت نمی توانم کرد ۔۔۔ کہ مے نویسم و مشغول میشود فی الحال
ز آہ و نالہ حکایت نمے توانم کرد ۔۔۔ کہ مد گرہ بزبان مے فتد بوقت مقال

---

روایت ہے ۔ حضرت شیر خدا داماد مصطفےٰ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اگرچہ عمر بھر بڑے بڑے رنج و غم آئے ہیں مگر در حقیقت میں نے تین صدمے بہت بڑے اٹھائے ہیں جن کے بار سے میری پیٹھ ٹوٹ گئی آنکھ روتے روتے پھوٹ گئی ایک تو جد حسین شفیع کونین سلطان انس و جان نبی آخر الزمان کا میرے روبرو انتقال فرمانا دوسرے مادر حسین سیدہ دارین جان مصطفےٰ فاطمہ زہرا کا میرے سامنے دنیا سے اُٹھ جانا تیسرے قرۃ العین نور مشرقین امام حسین کی خبر اپنی زندگی میں پانا ان تینوں صدموں سے میرا دل پارہ پارہ ہے مگر کیا کیجئے مشیت ایزدی سے کیا چارہ ہے یار و حضرت شیر خدا تو اپنے صدمات کا حال یوں بیان فرماتے ہیں شہید کربلا کے دلبر عالم تنہائی اور بے کسی اور بے بسی میں کہ دس صدمے متواتر اُٹھائے کیسا کچھ صدمہ گذرا ہوگا پہلے جد امجد رسول پروردگار کا سایہ مرحمت سر پر سے اُٹھ جانا دوسرے والدہ غمگسار کا روبرو قضا کر جانا تیسرے صدیق یار غار کا وفات پانا چوتھے غمخوار فاروق دلدار کا شہادت پانا پانچویں عثمان غنی شریک درد آزار کا مارا جانا چھٹے پدر بزرگوار کا سامنے شہید ہو جانا ساتویں برادر قوت بازوئے ناتواں اور وفادار کا دم بھر میں زہر سے لوٹ پوٹ ہو جانا ۔ آٹھویں حال اپنی شہادت کا متواتر حدیثوں میں پانا نویں سارے اقربا اور جگر گوشگان اور شیر خواروں کا سامنے پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کر گلا کٹوانا دسویں محرم کو علاوہ ان سب صدمات کے سراپا اپنے جسم نازنین کا مارے زخموں کے سوراخ سوراخ ہو جانا آہ اللہ اللہ ؎

marfat.com

دریائے فتنہ موج زود دشمناں چوسیل — خود را براں امام وفادار ریختند
پرہائے بلبلان سخن گوئے سوختند — خونہائے طوطیان شکر خوار ریختند
ہر میوۂ کہ بود زبستانِ مرتضیٰ — ہمچوں شگوفہ بر سر ہر خار ریختند
آں سرو بوستانِ امامت ز پا فتاد — حوراں سرشک بہ گل رخسار ریختند
مرغان کربلاز پئے ماتم حسین — خون بر لب فرات ز منقار ریختند

---

**روایت ہے**۔ ام الفضل بنت حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں آئیں اور کہنے لگیں یارسول اللہ میں نے آج کی رات ایک برا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا کہو کیا ہے ام الفضل نے کہا حضور وہ بہت برا خواب ہے میں کہہ نہیں سکتی آپ نے فرمایا کیا ہے کہو کہا کہ دیکھا میں نے گویا ایک ٹکڑا آپ کے بدن مبارک سے کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے تو بہت ہی اچھا خواب دیکھا ہے خدا نے چاہا تو فاطمہ کے ایک بیٹا ہوگا اور اس بیٹے کو تیری گود میں بسبب قرابت کے تیری پرورش کے لیے رکھیں گے پس حضرت امام حسین پیدا ہوئے اور حسب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میری گود میں رکھے گئے پس ایک دن میں حضور نبوی میں آئی اور امام حسین کو آپ کی گود میں رکھ دیا اور آنحضرت کی طرف سے میں نے اور طرف ذری سی آنکھ پھیری پھر جو میری نظر آپ پر پڑی تو کیا دیکھتی ہوں کہ دونوں آنکھوں سے حضرت کے برابر آنسو بہہ رہے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ماں باپ میرے آپ پہ قربان ہوں آپ کیوں رو رہے ہیں اس قدر بے تاب ہو رہے ہیں فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھے خبر دی کہ عنقریب میری امت اس میرے بیٹے کو شہید کرے گی پس میں نے متعجب ہوکر عرض کی حضور اس شہزادے کو فرمایا ہاں اور دی ہے مجھے جبرئیل نے سرخ مٹی اس کے مقتل کی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت امام حسین کے چار مہینے کے سن میں ہوا تھا ام الفضل کہتی ہیں کہ اس وقت شاہزادے کے منہ سے رال بھی اور ایک قطرہ اس کا حضرت کے جامے پر پڑا اور آپ منہ اپنا صاحبزادے کے حلق پر ملتے تھے اور بوسے دیتے تھے تھوڑی دیر کے بعد میں نے جھونکے سے حضرت کی آغوش ناز سے

marfat.com

ان کو اٹھا لیا صاحبزادے نے رو دیا آپ نے فرمایا اے ام الفضل آہستہ اور ہولے ہاتھ سے اس کو بیا کرو اور اُسے تکلیف نہ دیا کرو اس واسطے کہ یہ رنج میرے جگر گوشہ کو پہنچا کس چیز سے دفع ہوگا اور یہ صدمہ جو اس کے قلب کو پہنچا کس چیز سے رفع ہوگا اتنے میں حضرت جبرئیل امین آئے اور پیغام باری تعالیٰ لائے کہ اے حبیب من ذری سے رونے سے حسین کے آپ کو اس قدر درد ہوتا ہے ملال ہوتا ہے دل نازنین آپ کا بے حال ہوتا ہے جس دم حلق تشنہ پر اُن کے خنجر آبدار چلائیں گے اور تن گلگون کو اُن کے اُن ہی کے خون میں نہلائیں گے اور اُن کے سر کو تن سے دور کریں گے جسم نازک کو اُن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے چکنا چور کریں گے اُس دم آپ کا کیا حال ہوگا کس قدر ملال ہوگا آپ یہ حال سن کر نہایت غمگین اور از بس اندوہ گین ہوئے ؎

سوراخ میشود دل ما چون گل حسین — آنجا کہ ذکر واقعہ کرب و بلا رود

آخر روا بود کہ ز سنگین دلان شام — بر اہل بیت این ہمہ جور و جفا رود

روایت ہے۔ انس کہتے ہیں کہ فرشتہ جو مینہ پر مؤکل ہے حق تعالیٰ سے اجازت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کو آیا اور اُس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر میں تھے پس آپ نے فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا دروازے سے خبردار ہو کوئی آنے نہ پاوے پھر اسی اثنا میں کہ وہ دروازے پر نگہبان تھیں کہ یکایک حضرت امام حسین آکر بزور اندر چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر ان کی گود میں کودنے لگے اور آپ کے مونڈھے پر چڑھ کر جھومنے لگے پھر آپ نے ان کو گود میں لے کر بڑے پیار سے چومنے لگے تب اسی فرشتہ نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا آپ حسین کو پیار کرتے ہیں فرمایا ہاں فرشتے نے کہا آپ کی اُمت تھوڑے دنوں میں ان کو شہید کر ڈالے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ جہاں یہ شہید ہوں گے دکھا دوں پس اُس نے اپنا ہاتھ مارا اور حضرت کو سرخ مٹی دکھلائی پھر اس مٹی کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے کر اپنے کپڑے میں پوٹلی باندھ رکھی راوی کہتا ہے کہ ہم سُنا کرتے تھے کہ امام حسین کربلا میں شہید ہوں گے ؎

بر قتل حسین ارض و سما می گریند — زعرش علا تا بہ ثریٰ می گریند

marfat.com

ماہی درآب ومرغ در ہوا                 در ماتم شاہ کربلا می گریند

**روایت ہے۔** حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ خبر دی مجھے جبریل نے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد زمین کربلا میں شہید کیا جائے گا اور لائے میرے پاس یہ مٹی اور مجھ سے کہا کہ جہاں وہ شہید ہوں گے اور اُن کا مرقد ہوگا وہیں کی یہ مٹی ہے ؎

چوں چراغ دیدۂ زہرا کشتند بس بزہر                 زہرہ را دل برچراغ دیدۂ زہرا بسوخت

چوں رواں کردند خون از قرۃ العین رسول                 چشم عیسیٰ خون ببارید ودل زہرا بسوخت

**روایت ہے۔** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کروٹ کے بل سوتے تھے پس ناگہاں جاگ پڑے اور آپ اس وقت بہت غمگین تھے اور آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی کہ اُسے آپ الٹتے پلٹتے تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ یہ کیسی مٹی ہے فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ نور چشم یعنی حسین عراق کی زمین پر شہید ہوگا اور یہ مٹی وہیں کی ہے ؎

خاک را کہ خون آن شہزادہ رنگین کردہ اند                 جملہ حوراں سرمۂ چشم جہاں بین کردہ اند

کوہ خارا سنگہا بر سر زند گر بشنود                 آنچہ آں سنگین دلاں باآل یٰسین کردہ اند

دہ چو بر خاک میدان غرق خون اُفتادہ اند                 شہسوار انیکہ فتح قلعہ دین کردہ اند

**روایت ہے۔** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حسن وحسین میرے گھر میں کھیلتے تھے کہ اتنے میں جبرئیل آئے پس کہنے لگے یارسول اللہ آپ کی امت اس بیٹے حسین کو آپ کے بعد شہید کرے گی اور دی جبرئیل نے آپ کو تھوڑی سی مٹی آپ نے اُس کو سونگھا پھر فرمایا کہ اس میں رنج وبلا کی بُو آتی ہے پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون ہوجائے تو جانیو کہ میرا بیٹا شہید ہوا حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ پھر میں نے اسی مٹی کو شیشے میں بند کر رکھا جب نور عین امام حسین سفر عراق کو گئے ہیں ہر روز اُس شیشے کو کھول کر دیکھا کرتی تھی اور زار زار رویا کرتی تھی دسویں تاریخ محرم کو دوپہر تک وہ مٹی برقرار تھی دوپہر ڈھلے جو پھر دیکھا تو موافق فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مٹی خون ہوگئی تھی شیشی میں خون بھرا تھا میں بیتاب ہوکر زار زار رونے لگی جی جان کھونے لگی مگر اپنے کو سنبھالا تا دشمنان دین شماتت نہ کریں ہنسیں نہیں

marfat.com

پھر جب خبر شہادت کی آئی تو اُسی کے موافق پایا دسویں محرم عاشورے کا دن جمعے کے روز ۶۱ سنہ ہجری میں دو پہر ڈھلے سے

اندریں ماتم ملائک دم بدم بگریستہ — جن و انس و علوی و سفلی زغم بگریستہ
کرسی از پا رفتہ و سدرہ در افتادہ زپائے — عرش نالاں گشتہ و لوح و قلم بگریستہ
مہر عالمتاب با سوز جگر نالیدہ زار — پیر گردوں ہر زماں باپشت خم بگریستہ
زیں عزا بہر رضائے خواجہ رکن و مقام — نالہ کردہ زمزم و بیت الحرم بگریستہ
حور عین بہر رضائے فاطمہ در باغ خلد — بر شہید کربلا با صد الم بگریستہ

روایت ہے۔ انس بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ بیٹا میرا حسین مارا جائے گا اس زمین میں جس کا نام کربلا ہے اور جو شخص کہ تم لوگوں میں سے وہاں پر موجود ہو پس چاہئے اُسے کہ میرے حسین کی مدد کرے انس بن حارث کربلا کو گئے اور امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے سے

جس وقت کہ ہوا اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ[۱] — جس وقت کہ ہوا اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ[۲]
زہرا یہ کہیں پکڑ کے دامانِ رسول — اولاد نبی بِاَیِّ ذَنْبٍ[۳] قُتِلَتْ

روایت ہے۔ ایک دن حضرت امام حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور وہاں جبرئیل بیٹھے تھے پس جبرئیل نے حضرت سے کہا کہ عنقریب اُمت آپ کی اس شاہزادے کو شہید کرے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں بتاؤں آپ کو وہ زمین جس میں یہ شہید ہوں گے پس ہاتھ سے اشارہ کیا جبرئیل نے طرف چٹیل میدان عراق یعنی کربلا کے پھر وہاں کی مٹی سرخ لے کر آپ کو دکھلائی سے

زیں مصیبت غم دل در جہاں یکجان کجاست — در ہمہ روئے زمیں یک دیدہ بے طوفاں کجاست
عالمی ہمچوں سکندر در سیاہی ماندہ اند — اے خضر بنمائے رہ کان چشمۂ حیواں کجاست

روایت ہے۔ کہا یحییٰ نے کہ میں نے سفر کیا حضرت مرتضےٰ کے ساتھ صفین کی طرف پھر جب آپ برابر نینوں کے مقام پر پہنچے تو پکار کر فرمایا بیٹا حسین فرات کے کنارے صبر کیجیو

---

[۱] آسمان شق ہو جاوے ۱۲ [۲] آسمان پھٹ جاوے ۱۲ [۳] کس گناہ سے مارے گئے ۱۲

marfat.com

میں نے عرض کی یہ کیا آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ جبرئیل نے مجھ سے کہا ہے کہ حسین شہید ہوں گے فرات کے کنارے اور دکھلائی مجھے مٹی وہاں کی مٹھی بھر ؎

بروز واقعہ اے ظالم خدا ناترس | بیا ببیں کہ چہا کردہ بجائے حسین
خداست حاکم و پیغمبرست دعوائے بگیر | چگونہ میدہی انصاف ماجرائے حسین
ردا الودکہ بخاک و بخون کنی غرقہ | رخ منور و گیسوئے مشکسائے حسین

**روایت ہے**۔ روایت کی ابو نعیم نے صبع سے کہ ہم آئے تھے کربلا میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ قبر گاہ پر حضرت امام حسین کی پس فرمایا علی مرتضیٰ نے کہ یہ شہید دل کے اونٹ بندھنے کا مقام ہے اور یہ کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ خون بہنے کا مقام ہے کتنے جوان اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میدان میں شہید ہوں گے جن پر آسمان اور زمین تا قیامت روئیں گے ؎

اے بجائے تو من وفا کردہ | تو مکافات آں جزا کردہ!
من تراچوں بحشر تشنہ شوی | وعدۂ شربت صفا کردہ
در مکافات ایں حسین مرا | بغم آب مبتلا کردہ
آں حسینے کہ جبرئیل اورا | ہر کجا دیدہ مرحبا کردہ!
فاطمہ از برائے تربیتش | صد سحر گاہ ربنا کردہ

**روایت ہے**۔ کہ ایک دن جناب حضرت سیدۃ النساء نے دونوں شاہزادوں کو دوکرتے سی کر پہنائے اور سنوار سنگار کر حضور نبوی میں بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نوشاہ زادوں کو گلے سے لگایا اور پیار کیا پھر آپ نے نظر کی کہ گریبان پیراہن حسین کا تنگ ہے بہت ہی کسا ہے فوراً آپ نے تکمہ کھول دیا مگر داگر د حلق مبارک امام حسین کے گریبان تنگ ہونے سے نشان پڑ گیا تھا تکمہ گلے میں گڑ گیا تھا یہ دیکھ کر دل آپ کا دکھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے فی الحال جبرئیل آئے اور کہا یا رسول اللہ ایک نشان گریبان کا گردن حسین پر آپ نے دیکھا سو اس قدر دل دکھا اتنا آپ کو رنج ہوا جس دن اشقیائے امت اُن کے گلے پر خنجر ستم ماریں گے

marfat.com

اور سر مبارک اُن کا اُن کے تنِ نازک سے اُتاریں گے اس دن آپ کو کتنا قلق ہوگا آپ یہ کلام سن کر رونے لگے بے تاب ہونے لگے ؎

درجہاں زین صعب تر ہرگز بلائے کس ندید — دل شکن تر زین عزا ہرگز عزائے کس ندید
ابتلائے انبیا و اولیا بسیار بود — لیک در عالم ازینسان ابتلائے کس ندید
چشم گردوں چوں نگہ ید چونکہ در دوران او — چون بلائے کربلا کرب و بلائے کس ندید
دو سرائے دیر تا شد رسم ماتم آشکار — ہمچو دشتِ کربلا ماتم سرائے کس ندید

روایت ہے کہ ایک شخص تھے خوشخو خوبرو دوستوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ان کا وحیہ کلبی تھا جب وہ حضرت کے پاس آتے تو آپ اُن کی بڑی خاطر و توقیر فرماتے اور آتے تو کبھی خالی ہاتھ نہ آتے حضرت امام حسن اور امام حسین کے واسطے کچھ شے ساتھ لاتے اور دونوں شاہزادے بھی اُن سے مانوس تھے جب وہ آتے جھٹ پٹ بے تکلف ان کی گود میں جا بیٹھتے اور گریبان اور آستین کو اُن کی ٹٹولتے اور جبرئیل بھی کبھی بصورتِ وحیہ کلبی کے حضورِ نبوی میں حاضر ہوا کرتے تھے غرض ایک دن جبرئیل بصورت وحیہ کلبی کے تشریف لائے اور اس وقت دونوں شاہزادے حضرت کی گود میں بیٹھے تھے جبرئیل کو دیکھ کر حضرت کی گود سے اُٹھ کر گستاخانہ جبرئیل کی گود میں جا بیٹھے اور ان کی آستین اور گریبان میں ہاتھ ڈالنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ برافروختہ ہوئے چاہا کہ شاہزادوں کو جبرئیل کی گود سے ہٹا دیں جبرئیل نے فرمایا یا رسول اللہ آپ خاموش رہیں بچوں کو کچھ نہ کہیں آپ نے فرمایا اے جبرئیل کیوں کر کچھ نہ کہوں کس طرح چپ خاموش رہوں یہ تمہاری حرمت قدر جانتے نہیں تم کو پہچانتے نہیں تم کو وحیہ کلبی سمجھ کر گستاخی کے ساتھ پیش آتے ہیں کبھی آستین کبھی تمہاری داڑھی پر ہاتھ لاتے ہیں جبرئیل نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو ان کی گستاخی پر اس قدر ملال ہوتا ہے آپ کا یہ حال ہوتا ہے حضرت اکثر اتفاق ہوا ہے کہ اُن کی والدہ ماجدہ خاتون کبریٰ فاطمہ زہرا نماز تہجد پڑھ کے سو گئی ہیں شاہزادوں سے غافل ہو گئی ہیں اگر ان دونوں پیاروں کو گہوارے میں اس وقت بیداری ہوئی ہے رونے کی تیاری ہوئی ہے تو اُس وقت مجھے فرمان جاری ہوا ہے کہ ہاں جبرئیل دیکھو جلد جاؤ اور حسین کا گہوارہ

marfat.com

ہلاؤ اگر یہ روئیں گے تو فاطمہ کی نیند کے مخل ہوں گے یا رسول اللہ میں نے اکثر راتوں کو گہوارے اُن کے جھلائے ہیں اور اس شعر کی آواز کے ساتھ ان کے دل بہلائے ہیں ؎

نہر ایک جنت میں ہے دودھ کی — علی و حسین و حسن کے لیے
گناہوں کو ناصر کے بخش لے خدا — کرم کر کرم پنج تن کے لیے

حضرت جب ہم نے اُن کے گہوارے اکثر ہلائے ہیں اگر یہ میری گود میں بیٹھے اور ہاتھ جیب و گریبان میں ڈالے تو اس سے کیا ہوا مگر اس میں حیران ہوں سرگرم بیاں ہوں کہ میری آستین و گریبان میں یہ کیا تلاش کرتے ہیں آپ نے فرمایا اخی جبرئیل تم اس وقت بصورت دحیۂ کلبی کے آئے اور جب دحیہ کلبی یہاں آتے تھے تو لڑکوں کے واسطے کچھ میوہ یا کوئی سوغات لاتے تھے یہ تمہارے کپڑے میں وہی سوغات ڈھونڈھ رہے ہیں جبرئیل نے عرض کی اچھا میں بہشت میں جاتا ہوں اور پروردگار عالم سے عرض کر کے ابھی بہشتی میوے لاتا ہوں غرض جبرئیل نے ایک خوشہ انگور کا اور انار بہشت سے لا کر حسنین کے آگے رکھ دیا صاحبزادوں نے اٹھا لیا اور حضرت کے ہاتھ میں دیا اتنے میں ایک سائل آیا حرف سوال زبان پہ لایا کہ اے اہل بیت نبوت مجھ پر کرم کیجئے للہ مجھے کچھ دیجئے خصوصًا انگور کہ مدت سے مجھے اس کا شوق ہے جی میں از بس ودق ہے حضرت نے چاہا کہ اُس سائل کو خوشۂ انگور میں سے کچھ دیں اُس پہ ایثار کریں جبرئیل نے روکا کہ نہیں یہ شیطان بد انجام ہے میوۂ بہشتی اُس پر حرام ہے غرض حضرت وہ انگور اور دانے انار کے توڑ توڑ کر شاہزادوں کے منہ میں دیتے تھے اور بڑے پیار و محبت سے اُن کے رخساروں کے بوسے لیتے تھے جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حسین کو بہت پیار کرتے ہیں فرمایا کیوں نہیں اَوْلَادُنَا اَکْبَادُنَا میری اولاد میرا جگر ہے پھر جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ ایک دن اشقیائے اُمت ان دونوں میوۂ باغ اور ان دونوں چشم و چراغ کو آپ کے شربت شہادت پلائیں گے اس صورت زیبا کو ان کی خاک و خون میں ملائیں گے ایک کو زہر ہلاہل پلا کر دوسرے کو خاک کربلا پہ لا کر اور مصیبت ان کی سبب زیادتی شفاعت کی ہوگی آپ کے لیے ؎

روز حشر بہ بینی بدست پیغمبر — کلید گنج شفاعت بخون بہائے حسین

marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بات جبرئیل سے سُنی بہت اندوہ گین ہوئے آنکھیں ڈبڈبا آئیں نہایت غمگین ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل نے اُس وقت ایک انار اور ایک سیب اور ایک بہی بہشت سے لاکر شاہزادوں کو دیے صاحبزادے بہت شاد وخرم ہوئے آپ نے فرمایا گھر لیجاؤ ماں باپ کے ساتھ مل کر کھاؤ مگر سب نہ کھالینا تھوڑا تھوڑا تینوں میں سے رہنے دینا صاحبزادے گھر لے گئے معمول تھا کہ ہر روز اُس میں سے گھر کے سب لوگ کھاتے تھے مگر تینوں میوے دوسرے دن مسلم اور درست ہوجاتے تھے جب حضرت سیدہ نے قضا کی انار گم ہوگیا پھر جب شیر خدا نے وفات پائی بہی کا پتا نہ ملا مگر سیب حضرت امام حسین کے پاس ہمیشہ رہتا تھا کربلا میں وقت غلبۂ پیاس کے جب نوبت اُس کے سونگھنے کی آتی تشنگی فرد ہو جاتی جس دن آپنے شہادت پائی وہ سیب بھی غائب ہوگیا مگر ابتک بھی عاشقان اور محبان حسین جو روضۂ انور پر اُن کے زیارت سے بابرکت ہو کر جاتے ہیں وہ بہی مہک سیب بہشتی کی پاتے ہیں۔

**روایت ہے**۔ کہ جب سن حضرت امام حسین کا چار برس کا ہوا ایک دن آغوش نازنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھے تھے کہ ناگہاں جبرئیل آئے حضرت بار باراُن کے منہ اور آنکھوں اور حلق کے بوسے لیتے تھے اور سر کو اُن کے اپنے گلے اور سینۂ فیض گنجینہ سے لگاتے تھے جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ اس لخت جگر نور بصر کو آپ اتنا پیار کرتے ہیں اس قدر دلار کرتے ہیں فرمایا البتہ اُوکَلَا دُنَا اَکْبَادُنَا اس وقت امام حسین کے گلے میں ایک تعویذ تاگے سے بندھا تھا اور اثر اس تاگے کا گردن نازنین میں اُن کے بطور خط کے پڑ گیا تھا بسبب لطافت جسم کے وہ تاگا گڑ گیا تھا جبرئیل باربار اس خط کی جانب نظر اٹھاتے تھے اور سر ہلاتے تھے حضرت نے پوچھا بھائی جبرئیل بار بار کیوں اس خط کی جانب نظر اٹھاتے ہو اور سر ہلاتے ہو جبرئیل نے رو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا عرض کروں ایک دن کربلا میں اسی خط کی جگہ اُن کی گردن پر خنجر تیز چلے گا جس سے سارے ملاءِ اعلیٰ کا دل جلے گا ؎

ملک را زان از ین آتش بسوزد فلک را ہم جگر زین غم بسوزد
بدا انسان آتشے گردد فروزاں کہ از یک شعلہ اش عالم بسوزد

**روایت ہے**۔ کہ جب سن شریف پانچ برس کا ہوا ایک دن عید کے روز علی الصباح آنحضرت

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم جناب سیدہ خاتون جنت کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ آپ غمگین بیٹھی رو رہی ہیں بیقرار ہو رہی ہیں آنحضرت نے فرمایا اے جگر گوشہ آج عید کا دن خوشی کا روز ہے کہو تم کو کیا غم ہے کیا سوز ہے فرمایا بابا جان فاطمہ کی جان تم پر قربان آج عید کا دن ہے اور ان دونوں پیارے حسن اور حسین کے لڑکپن کا سن ہے کپڑے ان کے پرانے ہوگئے ہیں نئے مانگتے ہیں ہر چند سمجھاتی ہوں مانتے نہیں میری تنگدستی کا حال جانتے نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سن کر متامل ہوئے اتنے میں جبرئیل امین آئے اور دو جوڑے بہشتی کپڑے ان کے قد و قامت کے موافق سیے ہوئے ساتھ لائے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ ملال نہ کیجئے صاحبزادوں کو یہ حلے بہشتی پہننے کو دیجئے آپ نے حضرت سیدہ سے فرمایا اے جگر گوشہ اپنے حجرے میں جاؤ اور جو چیز حجرے میں رکھی ہے اُٹھا لاؤ حضرت سیدہ نے فرمایا ابھی حجرے میں سے آئی ہوں حجرے میں کوئی چیز نہیں ہے آپ نے فرمایا جگر گوشہ من ابھی جبرئیل خبر لائے ہیں کہ حسنین نور عینین کے لیے بہشتی خلعت ہم حجرے میں رکھ آئے ہیں وہ صاحبزادوں کو پہننے کو دیجئے حضرت سیدہ حجرے کے اندر تشریف لائیں کیا دیکھتی ہیں کہ وہاں ایک طشت چاندی کا رکھا ہے اُس پر دو جوڑے انمول بڑے تکلیف سے سجے سجائے رکھے ہوئے ہیں اور اُس میں جا بجا دو گل بوٹے حسن و حسین کے بنے ہوئے ہیں آپ نے اس طشت کو لاکر حضرت کے حوالے کیا حضرت نے ایک جوڑا امام حسن کو اور ایک جوڑا امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیا کہ خدا کے پاس سے تمہاری عیدی آئی ہے دیکھو تم پر کیا فضل کبریائی ہے۔ ؎

خلعت قدر کہ خیاط کرامت آراست بہ قد و قامت اقبال شما آمد راست

مگر شاہزادوں نے دونوں جوڑے سفید دیکھ کر ان کے پہننے سے منہ موڑ لیا اور حضرت کے آگے ہاتھ جوڑے کہ نانا جان عرب کے لڑکوں کے کپڑے رنگا رنگ ہیں کہ ہم لوگ ان کو دیکھ دیکھ کر دنگ ہیں ہمیں بھی للّٰہ دونوں جوڑے رنگوا دیجئے یہ ہماری منت مان لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کلام کو صاحبزادوں کے سن کر فکر کی جبرئیل امین نے آکر عرض کی حضور اندیشے کی کیا بات ہے یہ رنگ دینا تو اپنے ہاتھ ہے ایک طشت منگوائیے اور ایک آفتابہ لائیے طشت اور آفتابہ آیا جبرئیل نے فرمایا یا رسول اللہ آپ ان کپڑوں کو اپنے دست حق پرست سے

marfat.com

ملیں اور اس پر ہم آفتابے سے پانی دیں دونوں صاحبزادے جو رنگ چاہیں گے وہی رنگ رنگا جائے گا سرمو فرق نہ آئے گا غرض آپ نے ایک جوڑا طشت میں رکھ کر امام حسن سے پوچھا بیٹا کونسا رنگ چاہتے ہو عرض کیا نانا جان سبز رنگ آپ نے اُس کپڑے کو غوطہ دیا وہ جوڑا مثل زمرد کے سبز رنگ ہو گیا اُسے امام حسن کو دیا دوسرا جوڑا طشت میں رکھ کر امام حسین سے پوچھا تم کون رنگ طلب کرتے ہو عرض کیا نانا جان سُرخ رنگ آپ نے اُسے طشت میں غوطہ دیا وہ حلہ برنگ یاقوت گلناری ہو گیا اسے حضرت امام حسین کو دیا غرض دونوں لعل دونوں پھول وہ دونوں جوڑے بہشتی سبز و سرخ پہن کر خوشی سے سارا رنج وغم بھول گئے صحن خانہ میں اچھلنے لگے باہر چلنے لگے حضرت نے جھٹا کران کے رخ انور کے کئی بوسے لیے گلے سے لگا کر بہت محبت اور پیار کئے پھر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے گود میں لے کر بلائیں لیں دعائیں دیں اور فرمایا ؎

زنانِ مصر ہنگام جلوۂ یوسف — زروئے بیخودی از دست خویش ببرید
مقرر ست کہ دل پارہ پارہ میکردند — اگر جمال توا ے نور دیدہ مے دیدند

پھر جبرئیل ان کے جمال باکمال اور حسن بے زوال اور وہ عمامہ سجاوٹ وہ باتوں کی بناوٹ وہ سرخی کی اُبھار وہ سبزے کی بہار وہ اچھل کود لڑکپن کا سن دھوم دھام عید کا دن دیکھ کر بے قرار ہونے لگے گھر پھر پھر کر یہ کہہ کر نثار ہونے لگے ؎

صبح عید من است روئے حسین — شام من زلف مشک بوئے حسین

اور گاہے مارے خوشی کے صحن خانہ میں گھومتے تھے اور حالت وجد میں یہ کہتا اور جھومتے تھے ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی — دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم — اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی

پھر ناگاہ دل بھر آیا دونوں شاہزادوں سے ہم آغوش ہو کر رونے لگے پیراہن آنسوؤں سے بھگونے لگے روتے تھے اور شاہزادوں کا منہ تکتے تھے مگر منہ سے بول نہ سکتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا جبرئیل تم کو خوشی میں کیا ملال ہوا کہو کس بات کا خیال ہوا جبرئیل نے عرض کی مجھ کو ان دونوں شاہزادوں کا آخری دن یاد آگیا دل میں یہ نشتر سا گڑ گیا جی بھر آتا ہے

marfat.com

طبیعت شاد نہیں حضور کو سبز محل حسن کا اور سرخ حسین کا بہشت میں میں نے جو دکھایا تھا شاید یاد نہیں یا رسول اللہ آخر وقت تاثیر زہر سے رنگ امام حسین کا سبز زمردین ہو جائے گا اور رنگ اس لعل یعنے حسین کا ان ہی کے خون سے کربلا میں سرخ رنگین ہو جائے گا ؎

سبزہ رو بہ خاک مالد از غم زہر حسن    لالہ گون گردد شفق از مجلت خون حسین

آپ نے جب یہ خبر جبریل سے سُنی رو کر پوچھا جبرئیل وہ قاتل کون ہوں گے کہا آپ کے امتیوں میں سے پھر پوچھا اس وقت ابوبکر عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم زندہ رہیں گے عرض کی نہیں پھر پوچھا میں اس وقت تک زندہ رہوں گا کہا نہیں فرمایا تب تعزیت غریبوں اور یتیموں کی کون کرے گا کہا جانوران جنگل کے اور مرغان ہوا کے اور سب وحوش وطیور اور جانداران دریا کے اور اس دن آسمان وزمین روئیں گے ستارے اور فرشتے ماتم کریں گے اور اس دن آہوان دشتی اپنے بچوں کو دودھ نہ پلائیں گے اور خود بھی آب ودانہ نہ کھائیں گے

**روایت ہے**۔ راحت القلوب میں ہے حضرت نظام الدین نے لکھا ہے کہ ایک وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجمع یاراں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت معاویہ یزید لعین کو اپنے کاندھے پر سوار کئے لئے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور مسکرا کر فرمایا سبحان اللہ دوزخی بہشتی کے کاندھے پر چڑھا جاتا ہے امیر المومنین حضرت اسد اللہ الغالب علی رضی اللہ عنہ نے سُنا اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہ کے بیٹے کو آپ نے دوزخی کہاں سے فرمایا آپ نے فرمایا اے علی یہ یزید بدبخت ہے کہ حسن اور حسین میرے نور عینین کو مارے گا اور ساری اولاد کو ہماری شربت شہادت پلائے گا جب امیر المومنین علی نے حال سُنا غصے سے سر کو دھنا چاہا کہ باپ بیٹے دونوں کو مار ڈالیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکا کہ علی غصہ نہ کر تقدیر الٰہی اسی طرح پر جاری ہوئی ہے تم کو مخالفت تقدیر کی نہ چاہیے کہ حضرت علی رونے لگے اور پوچھا یا رسول اللہ آپ اس دن رہیں گے فرمایا نہیں پھر پوچھا فاطمہ زہرا رہیں گی فرمایا نہیں پھر پوچھا میں رہوں گا ارشاد ہوا نہیں پوچھا یا رسول اللہ تعزیت ان بے کسوں کی کون کرے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں شاہزادوں کو گود میں لے کر نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے عزیزیاں میں نہیں جانتا کہ حال تمہارا اس دن میدان کربلا میں کیسا ہوگا

marfat.com

اور پھر آپ نے ایک نعرہ مارا اور جبرئیل سے پوچھا کہ جب ہم لوگوں میں سے کوئی نہ رہے گا تب تعزیت ان غریبوں کی ہمارے کون کرے گا جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ تعزیت شاہزادوں کی آہوان دشتی اور ماہیان اور فرزندان اور متابعان آپ کے کریں گے اس دن آہوان بچوں کو دودھ نہ پلائیں گے ہر سال شل ماتم کے ہوگا کہ سختی اس کی بیان میں نہ آوے ؎

تا دھر ہست واقعۂ زیں صعب تر ندید ہر کس خبر شنید کشش باخبر ندید

چشم زمانہ بر ورق چرخ قصہ پرسوز تر نہ حال شبیر و شبر ندید

روایت ہے مصابیح القلوب میں ہے کہ کعب الاحبار ایک روز اہل مدینہ کو احوال کشت و خون اور لڑائیوں کے جو کتابوں میں پڑھے تھے سنا رہے تھے اثنائے سخن میں کہا کہ اُن سب واقعات سے بزرگ ترین واقعہ اور سخت ترین حادثہ شہید ہونا حضرت امام حسین کا ہوگا اور ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ بروز شہادت امام حسین کے ساتوں آسمان خون روئیں گے لوگوں نے کہا ہم نے تو ابھی تک نہیں سُنا کہ آسمان کسی کے واسطے خون روئے کہا وائے بر شما قتل ہونا امام حسین کا ایک امر عظیم ہے وہ فرزند دلبند اور ریحان حبیب رب العالمین اور سبط اور جگر گوشۂ سید المرسلین ہیں اور پسر سید الاوصیا اور نجم آل عبا اور نور دیدۂ فاطمہ زہرا اور قوت بازوئے حسن مجتبیٰ ہیں قسم اس پروردگار کی کہ جان کعب کی اس کے ہاتھ میں ہے کہ میں نے ایسا پڑھا ہے کہ ان کی شہادت کے دن جوق در جوق فرشتے رحمت کے روضہ پر اُن کے کھڑے ہو کر قیامت تک ہر دم اور ہر لحظہ روتے رہیں گے اپنی جان کھوتے رہیں گے اور ہر جمعہ کی رات ستر ہزار فرشتے آسمان سے اتریں گے اور اُن کی قبر پر زاری کریں گے اور صبح ہوتے ہی اپنے اپنے عبادت خانہ میں چلے جائیں گے اہل آسمان اُن کو ابو عبداللہ کہتے ہیں اور فرشتگان زمین کے ابو عبداللہ مذبوح اور فرشتے دریا کے حسین مظلوم اور ملائکہ ہوا کے حسین شہید کہتے ہیں ؎

ہر کہ امروز از برائے آں شہیداں غم خورد باشد از اندازہ بیروں شادی فردائے او

اے عزیزاں یکرہ از حال حسین یاد آورید گشتہ تلخ از زہر دشمن لعل شکر خائے او

پس بر اندیشید از قتل حسین ابن علی!! وز غم اولاد پاک عترت والائے او

تشنہ لب خستہ جگر مجروح تن پر غصہ دل در میان خاک و خوں پنہاں رُخ زیبائے او

marfat.com

ے سبب کیا حضرت حسنین کو ہمشکل پیغمبر — بنا کر حق انہیں غربت شہادت کا پلاتا ہے

اب کلیجا ناصر کا پھٹنے لگا گھبراہٹ سے دم اُلٹنے لگا آسمان روتا ہے عرش الٰہی تھرّاتا ہے بیتاب ہوتا ہے فلک پر غم و غصے سے شفق پھولی ہے طبیعت ہر جن و بشر کی مارے درد والم کے مسرت دارین بھولی ہے عالم ناسوت اور جبروت کا جگر شق ہے ملکوت اور لاہوت میں اندوہ ہے قلق ہے دل سے نعرۂ جانکاہ ہے لب پر فغاں ہے آہ ہے وحش و طیور مارے غم کے دم ٹوٹتا ہے ہر شجر اور حجر سنگ الم سے اپنا سر کوٹتا ہے طفلان شیر خوار کی طبیعت اداس ہے نہ خواہش دودھ ہے نہ رغبت پیاس ہے حور و قصور کا سینہ چاک ہے ملائک کے سروں پر خاک ہے نبی کا لال علی و فاطمہ کا نونہال قطرۂ آب کو ترستا ہے آسمان سے خون برستا ہے فرش سے عرش تک ایک سناٹے کا عالم ہے سب کاروبار خدائی درہم برہم ہے شہر مدینہ سنسان ہے ہر گلی کوچہ ہُو کا مکان ہے عرش الٰہی کو جنبش ہے روضۂ انور کو لغزش ہے انبیا غم سے سر جھکائے ہیں تعزیت کو مزار مہبط انوار پر آئے ہیں قریب ہے کہ مزار شریف پھٹ جائے ساری دنیا اُلٹ جائے اور کیونکر نہ ہو یہاں سے ہنگامۂ قیامت نما یعنی تمہید شہادت ریحانین مصطفےٰ جگر گوشگان مرتضٰی لخت جگران فاطمہ زہرا کا ذکر آتا ہے سیلاب خون چشماں کا تب بہاتا ہے ے

عالمی را جان دریں ماتم پریشاں گشتہ ست — خانۂ دلہا ازیں اندوہ ویراں گشتہ است
چشم ما ہمچوں رخش در خون دل گشت ست غرق — حال ما مانند گیسویش پریشاں گشتہ است

محدثان باخبر و واقفان کتب احادیث و سیر لکھتے ہیں کہ ازل الآزال میں حق تعالیٰ نے جو تجلی اپنی آپ پر کی تو بصورت ایک ذات بحت اور نور محض اور وجود مطلق کے تھا جامع جمیع صفات باکمال اور نعوت جلال و جمال کا ے

جمال مطلق از قید مظاہر — زنور خویش ہم بر خویش ظاہر

پھر جب چاہا کہ پردۂ غیب سے عالم شہود میں آئے اور جمال جہاں آرا اپنا عالم کو دکھائے تو کئی ہزار برس پہلے پیدا کرنے سے لوح و قلم عرش و کرسی آسمان و زمین و ما فیہا کے اپنے نور کامل السرور سے نور محمدی پیدا کیا اور اپنے کو آپ پر شیدا کیا پھر اُس حقیقت محمدیہ کو خلعت لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کا پہنا کر اپنا خلیفہ مطلق بنا کر معدن جمیع صفات کمال اور مخزن

marfat.com

سارے فضائل اور جلال کا اور تمامی اقسام کے کمالات میں طاق اور افضل من کل افضل علی الاطلاق بنایا اور اسی نور محمدی سے سارے اولیاء انبیا صدیقین شہدا اصلی غرض سوا اپنے ساری مخلوقات کو وجود میں لایا پس ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمنزلہ عنصر اولہ افضل تمام موجودات اور تخم وجود جمیع مخلوقات اور اول الاصول سب کلیات اور غایۃ الغایات تمام جزئیات کے اور درج اعظم اور آدم اکبر اور نائب خدا اور خلیفۂ اکبر اللہ کے ہوئے سارے انبیا اور رسل وغیرہ اجزا اور فرع اور نوائب اور خلیفہ محمد رسول اللہ کے ٹھہرے

؎ تو اصل وجود آمدی از نخست دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

اور ازل سے ابد تک جو نعمت اور برکت کہ وجود میں آئی یا آئے گی وہ آپ ہی کے سبب سے ہوئی اور سب انبیاء نبی اپنی اپنی اُمت کے تھے بہ نیابت آپ کے اور آپ نبی ساری مخلوق اور تمامی انبیا کے تھے بالاصالۃ پھر آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک جتنے انبیا اور علما آئے انہوں نے اپنے اپنے رتبے اور مقابلہ اور مادۂ قابلہ کے موافق جس قسم کی نعمت اور خیر و برکت ہو ظاہری یا باطنی دینی یا دنیوی تھوڑی یا بہت آپ ہی کے دست حق پرست سے پائی ؎

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس حق تعالیٰ نے ایک ایک ستارۂ نبوت کو حضرت کا نائب اور خلیفہ بنا کر آسمان ہدایت پر چمکا دیا بعد اس کے خود اُس آفتاب عالمتاب نے مطلع کرامت سے طلوع اجلال فرمایا اس واسطے کہ اگر قبل تمام انبیا کے آپ دنیا میں تشریف لاتے تو اور سارے انبیاء نبوت اور رسالت سے محروم رہ جاتے پس جاننا چاہیے کہ جو جو کمالات اور خوبیاں کہ آپ کے ساتھ سے جدا جدا اور پیغمبروں کو ملی تھیں سو وہ سب مجموعہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدرجۂ اتم رو ز میثاق ہی میں عنایت ہو چکی تھیں۔ خلافت آدم معرفت شیث۔ رفعت ادریس۔ شکر نوح۔ قوت ہود فصاحت صالح خلت ابراہیم۔ لسان اسمٰعیل۔ رضائے اسحاق۔ بشارت یعقوب حسن یوسف صبر ایوب۔ کلام موسیٰ شفاعت ہارون وقار الیاس صوت داؤد۔ ملک سلیمان حکمت لقمان عبادت یونس۔ تحمل زکریا۔ زہد یحییٰ۔ کرم عیسیٰ علیہم السلام اجمعین۔ اور سوائے ان سب

marfat.com

اوصاف کے اور بھی بہت سے ہر طرح کے کمالات جو روز ازل سے محض بذات جامع الصفات تھے اور کسی نبی مرسل کو نہ ملے تھے حضرت کو ملے جیسے۔ ولایت جامع۔ محبوبیت مطلقہ اصطفائے مطلق۔ قرب حق۔ عرفان اتم۔ جوامع کلم۔ شفاعت عظمیٰ۔ خلافت کبریٰ۔ منصب قفنا مرتبۂ انتہا۔ خلق عظیم۔ فیض عمیم۔ عقل کامل۔ علم شامل۔ ہجرت۔ جہاد۔ واحتساب و معراج۔ ورویت رب الارباب وغیرہا سہ

لب لعل و خط سبز و رخ زیبا داری ۔۔۔ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات ۔۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

فقط ایک رتبۂ شہادت ظاہری و باطنی کا آپ نے بنفس نفیس نہ پایا تھا یہی ایک کمال آپ کے عنصر شریف میں نہ سمایا تھا اور اس کا بھید یہ تھا کہ اگر شہادت جلی کا رتبہ پاتے یعنی لڑائی میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہو جاتے تو شوکت اسلام ٹوٹ جاتی دین میں بڑا اخلل پڑ جاتا عوام کے ایمان میں خار شبہ گڑ جاتا یعنی لوگ شبہ لاتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتے تو کفار کے ہاتھ سے کیوں مارے جاتے اور اگر شہادت خفی کا مرتبہ پاتے یعنی چپکے سے مثل خلفائے راشدین کے شہید ہو جاتے تو یہ شہادت مشہور اور ہر طرح سے کامل نہ ہوتی اور بھی مدارج اعلیٰ یہ شہادت کے شامل نہ ہوتی اس واسطے پوری شہادت یہ ہے کہ آدمی غربت اور مسافرت میں ہر طرح سے بے کس اور بے بس ایسے مقام پر ہو جہاں اس کا نہ کوئی یار ہو نہ غمخوار ہو نہ مونس ہو نہ مددگار نہ کوئی ساتھی ہو نہ ہمدم نہ ہمدرد ہو نہ محرم پھر وہ درمیان اعدا کے گرفتار ہو مثل ایک انار میان صد بیمار ہو اور سارے خدام اور غلامان و اعزا و اقران اُس کے گرداگرد روبرو اُس کے مارے جاویں سب کے سب شہادت پاویں اور سارا مال اور کمائی اُس کی لٹ جائے کوئی اُس پر رحم نہ کرے سب کے دلوں سے محبت اُس کی چھٹ جائے آخر وہ تن تنہا رہ جاوے اور سب مصیبتیں للہ دو بدو دیکھ کر سہ جائے پھر چاروں طرف سے اُس پر مینہ نیزوں اور تیروں کا برسے اور اپنے لہو کے دریا میں مثل ماہی بے آب کے تڑپے اور قطرۂ آب کو ترسے اور مارے زخموں کے سارا بدن اس کا چکنا چور ہوئے اور ہر زخم پیچھے اُس کو لذت ملے مسرور ہووے با اینہمہ مقام رضا اور تسلیم میں کھڑا رہے مرتے دم تک پیر اڑا رہے آخر ہر جانب سے میغ تیغ بیدریغ کی اس پر

marfat.com

بوچھاڑ آوے اور وہ قطرہ آبکو ترس ترس کر شہادت پائے پھر اعدا ہجوم لادیں اور کوچیں اُس کے گھوڑے کی کاٹی جاویں اور خنجر جفا سے سر اس کا تن سے جدا کریں اور لاش اس کی سر میدان خاک و خون میں پڑی رہنے دیں اور اُس کی عورتیں اور یتیم ننھے ننھے بن باپ کے لٹ کے قید میں گرفتار ہوں بات کرنے آہ سرد بھرنے سے ناچار ہوں غایت یہ ہے کہ پھر اُس کی لاش کو گھوڑوں پر چڑھ کر مارے ٹاپوں کے چکنا چور کر دیں حتیٰ کہ مغز استخوان سے دور کر دیں پھر سراس کا نیزے پر چڑھا کر دربدر شہر بشہر پھرائیں اور آگے آگے اُس کے اپنی خوشی اور فتح کے ڈنکے بجاتے جائیں پس اگر اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس شہادت پاتے تو دین اسلام میں بڑا خلل پڑ جاتا آئینہ ایمان میں عوام کے بل پڑ جاتا اور منظور الٰہی یہ تھا کہ یہ بڑا کمال شہادت خفی اور جلی کا آپ کی ذات جامع الصفات میں آئے تا کہ کوئی مرتبہ کمال کا آپ کی ذات سے باقی نہ رہ جائے پس اس امر کے ظہور کے واسطے ازل ہی میں اہل بیت اطہار میں سے ایسے دو شخص جو اقرب الاقارب اور احب الاحباب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے یعنی حضرات حسنین حسن کا حال بجنسہ حضرت کا حال اور حسن کا کمال بعینہ حضرت کا کمال ہے اور صورت اور سیرت میں حکم وحدت بلکہ رتبہ عینیت کا رکھتے ہیں تجویز فرمائے گئے اور یہ دونوں رخسارے جمال محمدی اور دو آئینے پر تو کمال احمدی کے ہو بہو حضرت کے قالب میں صورۃً اور سیرۃً بمنزلہ ایک جان دو قالب کے ڈھال کر دو آئینہ رسول نما بنائے گئے اسی واسطے حضرت امام حسن موئے سر سے سینے تک اور حضرت امام حسین سینے سے لے کر ناخن پا تک بجنسہ ہو بہو ڈیل ڈول قد و قامت صورت اور سیرت میں ہم شکل حضرت کے مخلوق فرمائے گئے اور دونوں شیر دلیر میدان امتحان میں لائے گئے تا کہ کمال دونو طرح کی شہادت کا دونوں آئینوں رسول نما میں دیکھا جاوے اور وجہ دونوں شہادت کی ہر طرح سے آپ کی ذات میں بواسطۂ حسنین کے آوے اور جو صدمات اور واقعات گران جگر گوشگان حضرت پر طاری ہوں وہ سب موجب تکمیل مدارج شہادت حبیب باری ہوں پس خلعت شہادت خفی کا حضرت حسین کے قامت رعنا پر بہت ہی زیبا اور ٹھیک آیا اور رنگ شہادت جلی کا حضرت امام حسین کے جامۂ وجود پر خوب سمایا اور چونکہ بنا حضرت امام

marfat.com

حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی کتمان پر تھی اسی واسطے نہ کبھی اس کا ذکر جبرئیل کی زبان پر آیا اور نہ نگاہ رسول مقبول نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا کہ خود حضرت امام حسن نے باوجود علم کے اپنے قاتل کا نام چھپایا اور ہر چند حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پوچھتے رہے مگر نہ بتایا اور مدار شہادت کا حضرت امام حسین کے اعلان پر تھا اسی واسطے ازل ہی میں پہلے تو یہ بات لوح محفوظ میں مسطور ہوئی پھر عالم ارواح ہی میں سارے فرشتوں کے درمیان مشہور ہوئی یہاں تک کہ بروز ولادت حضرت امام حسین کے جبرئیل امین مبارک بادی کو آئے اور تہنیت کے ساتھ ہی معاً ذکر تعزیت شہادت امام حسین درمیان میں لائے پھر تو بارہا جب جبرئیل حضور نبوی میں آتے خبر شہادت امام حسین سناتے تھے کہ زمانۂ شہادت یعنی انتہائے سنہ ۶۰ کو اس کے مکان یعنی کربلا کا پتا بتایا اور سرخ مٹی وہاں کی لاکر حضرت کو دکھائی اور خود جناب شیر خدا نے اکثر صحابہ کے ساتھ خاک کربلا بچشم خود نظر فرمائی اور پکار کر فرمایا حسین یہاں کنارے ذات کے صبر کرنا دلپر جبر کرنا غایت یہ ہے کہ یزید پلید اپنے باپ کے کاندھے پر حضرت کے آگے آیا آپ نے اُسے دیکھ کر مسکرایا اور فرمایا کہ یہ میرے دونوں نور العینین حسنین رضی اللہ عنہما کو شربت شہادت پلائے گا اور میرے سارے خاندان اور اہل بیت کو خاک میں ملائے گا حضرت امیر نے چاہا کہ اسے قتل کریں آپ نے منع فرمایا کہ نہیں اُسے چھوڑ دو یہی خدا کی رضا ہے اسی طرح پر قضا ہے غرض یہ امر قبل شہادت ہی کے خوب مشہور ہوا نزدیک ہی نہیں دور دور ہوا اور چونکہ عین حیات حضرت کے یا ایام خلافت میں خلفائے اربعہ کے اس طرح پر شاہزادوں کا شہید ہونا مناسب شان نبوت اور خلافت کے نہ تھا اس واسطے بعد وفات آپ کے اور بعد گزرنے تیس برس ایام خلافت کے بڑے شاہزادے کو شہادت باطنی کے ساتھ مختص کر کے ان کے حرم خاص کے ہاتھ سے کہ کسی طرح کا گمان عداوت کا نہیں ہو سکتا تھا زہر ہلاہل یعنی شربت شہادت پلایا اور چھوٹے صاحبزادے کو شہادت ظاہری کے ساتھ مخصوص کر کے بڑی دھوم دھام اور نہایت شہرت اور اژدحام کے ساتھ شہید کرایا اور جو جو مصیبتیں اور بلائیں کہ ازل سے ابد تک کسی انبیا کو نہ پہنچی تھیں شہنشاہ کونین حضرت امام حسین نے اس میں ثابت قدم رہ کر ان سب تکالیف کو سر اور آنکھوں سے اٹھایا ۔

marfat.com

اللہ نے پیدا جو کیا رنج و بلا کو | تقسیم ہوا سب وہ محبان خدا کو
پر سب سے سوا حصہ ملا آل عبا کو | تحریر کا فرمان ہوا کلک قضا کو
آغاز مصیبت تو لکھا نام نبی پر | اور خاتمہ بالخیر حسین ابن علی پر

پھر سر کو اس سرور دارین جان کونین کے جو زیب آغوش پیمبر تھا نیزے پر چڑھا کر شہر بشہر گلی گلی پھروانا اور لاش مبارک کو اُن کی گھوڑوں کے سموں سے چکنا چور کر ڈالنا اور بروز شہادت آسمان سے خون برسنا اور تین دن تک ساری دنیا میں اندھیرا ہو جانا اور مٹی کا خون ہونا اور پتھر کے تلے سے خون باہر آنا اور آواز غیبی سے مرثیوں کا مسموع ہونا اور جنوں کا نوحہ کرنا رونا پھر تا زمان قیامت تمام عالم میں جن ہوں یا انس مسلمان ہوں یا کافر مرد ہوں یا عورت لڑکے ہوں یا بوڑھے ہمیشہ ان مصائب دردناک اور واقعات ہولناک کا مذکور ہونا اور سب دلوں کا کثرت بکا اور غم اور حزن اور الم سے اس رنج کے چور ہونا اور عرش سے فرش تک اور عالم غیب سے شہادت تک وحوش سے طیور تک جمادات سے نباتات تک ہمیشہ اُس کا بڑا شہرہ ہونا اور تمام عالم کا مصیبت میں امام عالی مقام کے رونا ثمرہ اسی شہادت جلی کا ہے ؎

عالم ز بلا ہائے تو محنت کدہ ایست | دین محنت و غم نصیب بر دل شدہ ایست
ہر جا کہ نگاہ مے در رہ تو | دل خون شدہ غمزدہ سوختہ ایست

## یزید نا خلف کو جو عداوت شاہ دین سے تھی بنائے معنوی کا اس کے یاں پر ذکر آتا ہے

راویان اخبار غم و حاکیان حکایات الم نے یوں رقم کیا ہے کہ عداوت یزید پلید کی ساتھ جناب حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے دو سبب سے تھی ایک معنوی دوسرے صوری عداوت معنوی اس طرح پر تھی کہ ارواح انبیا اور ابرار اور شہدا کی مظاہر لطف و رحمت الٰہی ہوتی ہیں اپنے اپنے درجات کے موافق اسی واسطے وہ روز میثاق ہی میں لطیف پیدا کی گئیں اور ارواح کفار اور فساق کی مظاہر قہر اور غضب ایزدی کی ہوتی ہیں اپنے اپنے درکات کے مطابق اس لیے وہ نہایت پلید اور کثیف پیدا ہوئیں پس بمصداق ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز | کبوتر با کبوتر باز با باز

marfat.com

دونوں قسم کی روحوں کو جتنا عالم ارواح ہی میں اپنے اپنے ہم جنس سے الفت اور محبت اور اپنے جنس مخالف سے بغض اور عداوت تھی دنیا میں اُسی قدر بسبب اسی مناسبت اور مخالفت روحانی کے اپنے اپنے ہمجنس سے محبت اور غیر جنس سے عداوت ہوتی ہے ؎

دوستی دشمنی در ہر نہاد | زاختلاف روز میثاق او فتاد
روح میان مرد و میان را طالب اند | نزنگیان در زنگیاں ہم راغب اند
دانکہ ہمجنس نبود اندر نخست | ایں زمان در دشمنی ہستند چست

پس چونکہ یزید پلید خبیث کی روح نہایت نجس اور کثیف بنی تھی اور روح حضرات حسنین کی نہایت اطیب اور الطف اور اعطر تھی اس لیے بباعث اسی مخالفت روحانی کے اُس پلید نے دنیا میں دونوں شاہزادوں سے عداوت رکھی اور جو کچھ اُس سے ہو سکا کیا ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام | علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

## یزید بے حیا اور حضرت شبیر کے باہم عداوت ظاہری کی وجہ کا اب ذکر آتا ہے

قسم دوسری عداوت صوری اس پلید کی ساتھ حسنین کے جو فرع اُسی عداوت معنوی کی تھی دو طرح پر ہے اصلی اور فرعی عداوت صوری اصلی اس طرح تھی کہ گھر میں عبدالمناف کے دو لڑکے جُڑواں پیدا ہوئے ایک کا نام ہاشم دوسرے کا اُمیہ رکھا گیا پیشانی دونوں لڑکوں کی باہم ملی ہوئی تھیں ہر چند کوشش کی جدا نہ ہوئی آخر ناچار ہو کر دونوں کی زندگی سے ہاتھ دھو کر بیچوں بیچ سے پیشانی دونوں کی تراش دی یہ بات ایک عاقل عرب نے سنی کہا مناسب تھا کہ تلوار کے سوا اور کسی چیز سے دونوں کی پیشانی جدا کر دیتے یہ بلائے دائمی سر پہ نہ لیتے اب ہمیشہ ان دونوں کی اولاد میں تلوار چلے گی تیغ عداوت ان کے درمیان نیام میں دم بھر آرام نہ لے گی چنانچہ ہاشم اور اُمیہ سے تلوار چلی ہاشم نے اُمیہ کو زیر و زبر کیا مکے سے نکال دیا پھر ہاشم کے بیٹا پیدا ہوا نام ان کا عبدالمطلب رکھا اور اُمیہ کے بیٹا پیدا ہوا نام اس کا حرب پڑا ان دونوں کے درمیان بھی کیسی کیسی لڑائیاں ہوئیں پھر عبدالمطلب کے لڑکا ہوا نام اُن کا ابو طالب پڑا اور حرب کے بھی بیٹا ہوا نام اُس کا ابو سفیان پڑا اُن کے درمیان بھی بسبب قطعۂ زمین کے

marfat.com

عداوت تھی نوبت جنگ و تیغ کی پہنچی پھر ابو طالب کے شاہزادہ پیدا ہوا نام پاک ان کا علی مرتضےٰ پڑا اور ابو سفیان کے بیٹا ہوا نام اُن کا معاویہ رکھا ان صاحبوں کے درمیان میں بھی کیسی کچھ جنگ عظیم ہوئی لاکھوں آدمیوں کی مفت جان گئی پھر حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ کے گھر شاہزادے پیدا ہوئے نام پاک اُن کے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما رکھے اور حضرت معاویہ کے بیٹا ناخلف شقی پیدا ہوا نام اس کا یزید پلید پڑا یزید مردود نے بھی بباعث اسی عداوت صوری اصلی کے حضرات حسنین کے ساتھ جو کرنا نہ تھا سو کیا خون ناحق سر پر لیا اور عداوت زرعی کے بھی اس پلید کی جو شاخ اسی عداوت اصلی کی تھی دو سبب تھے ایک یہ کہ شاہ کونین جناب حضرت امام حسین نے مدتوں یزید کے باپ کی اتباع اور اطاعت کی اور بعد انتقال اُن کے یزید پلید روسیاہ کی بیعت کی دوسرے یہ کہ ایک دن معاویہ چشم پُر آب ہوئے اراکین دولت نے عرض کی حضور ہر طرح سے فضل رب ہے رونے کا کیا سبب ہے کہا ہمارے یہی یزید ایک لڑکا ہے سو وہ بھی نکاح نہیں کرتا ہے اگر نکاح کرتا تو شاید اس کے اولاد ہوتی بقائے نسل ہوتی میری طبیعت شاد ہوتی لوگوں نے یہ بات یزید سے جا کر کہی اُس نے کہا میں نکاح کر دوں گا مگر جو ایسی عورت ملے کہ حسن و جمال میں طاق ہو فضل و کمال میں شہرۂ آفاق ہو سبھوں نے بالاتفاق کہا کہ عبداللہ بن زبیر کی بی بی زینب حسن و صورت اور جمال سیرت میں عرب کے اندر مشہور ہے نزدیک ہی نہیں دور دور رہے یہ بات سُن کر یزید پلید نے عبداللہ ابن زبیر کو اپنے باپ کی طرف سے فریب دے کر خط بھیج کر بلوایا جب عبداللہ بن زبیر مع بارہ ہزار سوار اپنے کے دمشق کے قریب آ پہنچے یزید پلید بھی مع بارہ ہزار سواروں کے ان کے استقبال کو گیا اور بڑی تعظیم اور توقیر سے اُن کو اپنے گھر لایا دوسرے دن اپنے باپ سے ملاقات کرائی معاویہ اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے دیر تک ملاقات رہی اِدہر اُدہر کی بات رہی تیسرے دن یزید نے تخلیے میں عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ میرے والد نے اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کر دینے کو تمہیں بلایا ہے اور ہم کو تیاری اسباب جہیز کے لیے حکم فرمایا ہے عبداللہ بن زبیر نے کہا آپ یہ کیا فرماتے ہیں ایسی بات زبان پر کیوں لاتے ہیں بھلا میں اس قابل ہوں کہ خلیفہ کی بیٹی سے نکاح کر دوں یزید نے کہا والد نے اپنی قوم

marfat.com

میں پہلے تم کو سب سے بہترین چن لیا ہے تب یہ حکم دیا ہے سلطنت مفت تمہارے ہاتھ آئی خدا نے اپنی قدرت دکھائی عبداللہ بن زبیر نے کہا یہاں میرے پاس نہ اتنے روپے ہیں کہ شادی کا سامان کروں اور نہ کوئی اسباب ہے کہ اُسے گروی دھروں یزید نے دس ہزار دینار گن دیئے کہ یہ لیجئے شادی کا سامان کیجئے پھر تاریخ نکاح کی مقرر کی آخر نکاح کی رات لوگ مجلس نکاح میں مجتمع ہوئے یزید خود وکیل بنا ایجاب وقبول کے وقت محل کے اندر جاکر پھر آیا کہ میری بہن کہتی ہے کہ آج سُنا ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے نکاح میں تو ایک بی بی بھی ہے میں اس کی سوت نہ بنوں گی اگر عبداللہ اُس کو طلاق دے تو البتہ اُسے قبول کروں گی عبداللہ نے کہا میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا رشتہ محبت قدیمی کو توڑ نہیں سکتا بلا سبب طلاق دے نہیں سکتا گناہ سر پہ لے نہیں سکتا حضار مجلس نے کہا عبداللہ تمہارا کیا حال ہے کدھر خیال ہے اس بی بی کو ابھی طلاق دو چھوڑ دو سلطنت مفت ہاتھ آتی ہے منہ نہ موڑ و عبداللہ کو دنیا کی طمع نے گھیرا بی بی کو طلاق دیا ناحق اُس سے منہ پھیرا یزید نے دیکھا کہ عبداللہ میرے مکر کے جال میں پھنسا بہت خوش ہوا جی میں ہنسا پھر کچھ بات بنا کر اندر محل کے جاکر برمحل پھر آیا اور کہا اے عبداللہ میری بہن تیری طلاق دینے کی خبر سن کر زار زار روتی ہے جی جان کھوتی ہے کہ جب عبداللہ نے ایسی عورت وفادار شیریں گفتار کو بطمع زر کے طلاق دیا اُس سے کنارہ کیا تو جب یہ مال نہ رہے گا تو مجھے بھی چھوڑ دے گا رشتۂ محبت توڑ دے گا اگر پھر عبداللہ سے اپنے نکاح کا نام سنوں گی زہر کھا کر جان دے دوں گی عبداللہ نے یہ امر یزید پلید سے سُنا چھاتی پیٹی سر دھنا حضار مجلس نے کہا عبداللہ کیا کرتے ہو چندے صبر کرو دل پہ جبر کرو پھر یزید نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنی طرف سے وکیل کیا مال کثیر دیا کہ جلدی قطع راہ کر کے مدینے جاکر زینب سے میرا نکاح کرے ابو موسیٰ وہاں سے چلے راہ میں عبداللہ بن عمر ملے پوچھا ابو موسیٰ کہاں سے آتے ہو کہاں جاتے ہو کہا دمشق سے آتا ہوں زینب کے پاس پیغام نکاح یزید لیے جاتا ہوں عبداللہ بن عمر نے کہا کہ اگر زینب یزید سے راضی نہ ہو تو میرا پیغام بھی پہنچانا اس کے بعد جناب امام حسن ملے پوچھا ابو موسیٰ کہاں چلے ہو انہوں نے سب حال کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر زینب ان دونوں سے راضی نہ ہو تو میری

marfat.com

طرف سے بھی پیغام پہنچا ئیو غرض ابو موسٰی زینب کے پاس آئے اور پیغام تینوں کے علی الترتیب سُنائے زینب نے کہا میں بھی سے مشورہ لیتی ہوں تجھی کو اس بات میں اختیار دیتی ہوں اب توجس سے کہے اُسی سے نکاح کروں ابو موسٰی نے کہا اگر فقط دنیا کی طالب ہے یزید پر اکتفا کر پسند کر اور اگر حسن وجمال کی طرف راغب ہے تو ابن عمر سے جی کو خرسند کر اور اگر حسن سیرت اور جمال سیرت اور نجات آخرت اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بہو بننا چاہتی ہے تو غلامی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی پسند کر زینب نے کہا زر ومال کا اعتبار نہیں جمال ظاہری پائدار نہیں ایک دن دنیا کو دبال ہے اور جمال کو پیری سے زوال ہے خوشا نصیب زہے قسمت ہماری کہ حضرت امام حسن نے اس لونڈی ناچیز کو یاد فرمایا خاطر غمگین کو شاد فرمایا وہ کون دن ہو گا کہ زینب رسول خدا کی بہو کہلائے گی فاطمہ زہرا کے ساتھ جگہ پائے گی غرض ابو موسٰی نے وکالتاً ایجاب قبول کیا زینب کو حضرت امام حسن کے حبالۂ نکاح میں دیا پھر یزید شقی نے جب یہ حال سُنا غصّے سے سر کو دُھنا آتش غیرت سے جل بُھن کہ کباب ہوا بحر حیا میں ڈوب کر مضطر مثل ماہی بے آب ہوا کہا اتنے حیلے سے ہم نے زینب کو طلاق دلوایا اس قدر مکر درمیان میں لایا مگر امام حسن نے اُس سے نکاح کر لیا جھٹ پٹ بیاہ کر لیا میری حرمت کا پاس نہ کیا مجھ سے ہراس نہ کیا۔ یزید پلید کو عداوت روحانی اور اصلی خاندانی تو تھی ہی یہ عداوت فرعی اس عداوت اصلی کے ساتھ مل کر عداوت دو بالا ہو گئی کہا اب بلا قتل حسنین مجھے چین نہیں دنیا میں یا تو یزید نہیں یا حسن وحسین رضی اللہ عنہما نہیں ۔

| | |
|---|---|
| جناب فاطمہ سے دوڑ کر نا مر خبر کردو | تمہارا لاڈلا پیارا حسن اب زہر کھاتا ہے |

سبب شہادت کا ریحان رسول دل وجان بتول شہنشاہ زمن سید نا حضرت امام حسن کی یہ ہوا کہ یزید پلید نے بوساطت مروان شیطان کے بہ درمیانگی ایسونیہ نام لونڈی کے آپ کے زوجہ جعدہ بنت اشعث کو پیغام بھیجا کہ اگر تو جگر گوشۂ رسول نور چشم بتول شاہ زمن حضرت امام حسن کو زہر قاتل پلا دے اس جوانی اور حسن خدا داد کو امام حسن کی خاک میں ملا دے یعنی اگر تو کسی حیلہ سے ان کو زہر پلا کر شہید کرے تو میں تجھے اس قدر زر وجواہرات دوں کہ تو عمر بھر خوشی کرے

marfat.com

عید کرے جعدہ نے اس طمع پر اکب دوش نبی لخت جگر فاطمہ اور علی کو شہد میں ملا کر زہر دیا اور محبت وصحبت دیرینہ پر کچھ خیال نہ کیا اسی وقت سے آپ کے شکم میں درد ہوا رات بھر مارے درد شکم اور قے اور تڑپ کے بیتاب رہے شدت کرب اور قلق سے مثل ماہی بے آب رہے شکم میں بار بار ایسا درد ہوتا کہ چہرہ نورانی اُس زہرا کے لعل علی کے نونہال کا گاہے سبز گاہے زرد ہوتا ایسا معلوم ہوتا کہ دل کو کوئی زور سے ملتا ہے کلیجے کو چٹکیوں سے مسلتا ہے جس وقت قے آتی تھی جان جاتی تھی صبح ہوتے روضۂ انور پر اپنے جد امجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہو کر رو دئے اور دعا فرمائی فوراً شفائے کلی پائی مگر اُس دن سے لے کر برابر چالیس دن انتقال تک آپ بیمار رہے عوارض چند میں گرفتار رہے دوسری بار جعدہ نے بلحاظ اس کے کہ آپ کو پنڈ کھجوروں سے بہت شوق تھا نہایت ذوق تھا بہت شیریں و شاداب پنڈ کھجوریں منگوائیں اور بعض کھجوروں کو زہر میں لپیٹا اور بعض کو اسی طرح رکھا اور زہر آلود پنڈ کھجور کی پہچان اپنے پہچاننے کو کچھ ٹھہرائی تھی جب آپ باہر سے تشریف لائے جعدہ نے بہت میٹھی زبان سے کہا سیدنا حوالی مدینہ سے کچھ پنڈ کھجوریں آئی ہیں اگر کھانے کو جی چاہے تو لاؤں آپ نے فرمایا اچھا لاؤ جعدہ نے طبق خرمائے تر لاکر آپ کے سامنے رکھا آپ نے فرمایا تم بھی کھاؤ کہ میں بھی کھاؤں کہا بہت خوب پس جعدہ پنڈ کھجوریں بلا زہر کی پہچان پہچان کر کھاتی تھی اور آپ بے تکلف دونوں قسم کی کھجوریں کھاتے تھے جب آپ نے سات کھجوریں زہر آلودہ کھائیں مزاج بگڑا بہت گھبرائے وہاں سے اُٹھ کر اپنے بھائی حضرت امام حسین کے گھر تشریف لائے اور رات بھر بے قراری اور کرب سے تڑپتے رہے علی الصباح پھر روضۂ اقدس پر جو دار الشفا دردمندوں کا ہے اپنے کو پہنچایا اور زار زار رو کر فرمایا ؎

پادشاہا درگہت دار الشفائے رحمت است      دردمندانیم انجا بہر درماں آمدیم

اس بار بھی فوراً بفضل الٰہی و برکت حضرت رسالت پناہی بالکل ازالۂ سم ہوا دفع زہر درد و غم ہوا لیکن بسبب ان حرکات ناشائستہ جعدہ کے مزاج شریف آپ کا ناساز رہتا تھا ہمیشہ رنج وغم و ناساز رہتا تھا مگر اللہ رے تیرا حلم اللہ رے تیری بردباری جعدہ کے ہاتھ سے سب صدمات سہتے تھے مگر بھائی یا کسی اور سے نہ کہتے تھے آخر آپ نے دیکھا کہ گھر کا بھی

marfat.com

حال ہے کہ ہردم رنج وملال ہے تو تفریحاً چند روز کے واسطے شہر موصل کی جانب سفر کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور چند خواص خدام کو ساتھ لیا اور زبان حال سے فرمایا ؎

بس ناخوش دیدہ روزگارے دارم | بس در ہم بستہ کار و بارے دارم
غرقہ شدہ ام میان گرداب بلا | با آنکہ من از جہاں کنارے دارم

جب آپ موصل میں تشریف لائے وہاں کے لوگ بڑی تعظیم اور توقیر کے ساتھ پیش آئے شہر دمشق میں ایک اندھا کور باطن دشمن اہل بیت شیعہ مذہب رہتا تھا جب اس نے حال آپ کے موصل میں آنے کا سنا پیچ و تاب کھایا حسد سے سر کو دھنا آخر سنان عصا پر اپنے چند بار زہر ملایا اور ملا کر قتل کے ارادے سے دمشق سے موصل میں آیا اور جس مسجد میں آپ نماز پڑھنے آتے رہا کرتا تھا اور اپنا خلوص اپنی عقیدت آپ سے ظاہر کیا کرتا تھا حدیثیں آپ سے سن سن کر روتا آنسوؤں سے منہ دھوتا مگر ہردم اسی گھات میں رہتا کہ کون ایسا وقت پائیں کہ یہ لوہا آپ کے کسی جا بدن میں چبھوئیں ایک دن آپ دوکان مسجد پر لوگوں سے کچھ باتیں کر رہے تھے کہ پاس آپ کے وہ اندھا شیطان آیا اور سر عصا پشت پائے اقدس پر آپ کے رکھ کر زور سے دبایا آپ نے ایک آہ سرد کھینچی اور یہ فرماتے ہوئے بیہوش ہو کر گر پڑے ؎

بجرم عشق تو مارا اگر کشند چہ باک | ہزار شکر کہ بارے شہید عشق تو ایم

فوراً پاؤں ورم کر گیا اور ایسا زخم کاری ہوا کہ فوراً خون کا فوارہ زخم سے جاری ہوا لوگوں نے اُس اندھے کو پکڑا کہ سزا دیں مگر اللہ غنی آپ نے بکمال حلم فرمایا کہ ہاں ہاں اسے چھوڑ دو ؎

پیکان آید ار کہ آید ز دست دوست | بر عاشقان سوختہ باران رحمت ست

جیسا یہ چشم ظاہر سے اندھا ہے ویسا ہی دیدۂ باطن سے کور ہے اور قیامت کے دن بھی اندھا ہی محشور ہو گا آخراً سے لوگوں نے چھوڑ دیا وہ شیطان جلدی جلدی نظر سے غائب ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے چاہا تھا کہ دشمنوں کے مکر سے کنارہ کش ہو کر یہاں چند روز آرام کروں گا از الہ غم دفع آلام کروں گا مگر کیا کیجئے یہاں بھی سوائے غم کے کوئی یار نہیں بجز رنج کے مونس نہیں غمگسار نہیں پھر آپ اُسی طرح بیمار زار و نزار مدینے میں تشریف لائے اس لیے روضۂ انور سے وہ گھر آئے جعدہ چونکہ آپ کی دشمن جانی تھی آپ کو بھی اُس سے بدگمانی تھی چند بار آپ اس سے

marfat.com

دھوکا کھا چکے تھے اس واسطے بار بار بھائی کے گھر آرام فرماتے اور اس کے یہاں کم آتے جاتے ۔
روایت ہے۔ کہ جعدہ نے بڑے بڑے مکروفریب سے پانچ بار آپ کو زہر ہلاہل دیا
مگر آپ کی کرامات سے اثر نہ کیا چھٹی بار یزید پلید نے عقد جواہرات بے بہا اور ہیرے کی کنی
پسی ہوئی جعدہ کے پاس بھیجی کہ اب اپنا کام کر زہرا کے لعل علی رضی اللہ عنہ کے نونہال کا قصہ
تمام کر کسی سے نہ ڈرے نہ بات کسی کی سُنے جس حیلے سے ہو سکے شہد یا مصری کے شربت میں
ملا کر پلا دے تو ام حیات کا ان کے بگاڑ کر تلخی موت کی چکھا دے غرض چھٹی بار یہ اتفاق ہوا کہ
امام حسین کے گھر شب جمعہ ستائیسویں صفر کو آپ نیند سے سوتے تھے اور آس پاس آپ کے
صاحبزادیاں اور بہنیں اور مائیں بھی آپ کو گھیرے بیچ میں کئے خواب غفلت میں تھیں اور سرہانے
آپ کے ایک کوزہ پانی سے لبالب اُس کے اوپر ایک باریک کپڑا بندھا ہوا اُس کپڑے پر
مُہر آپ کی چسپاں کی ہوئی رکھا تھا جعدہ خفتہ بخت سنگ دل بارادہ قتل لعل فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا کے ریزہ ہائے الماس سودہ کو اپنے پاس لیے ہوئے اپنی خوابگاہ سے آہستہ آہستہ
اٹھی اور آپ کے سرہانے مثل بلائے ناگہانی کے جا پڑی سب کو غافل پایا کوزہ سرہانے سے اٹھایا
دیکھا کہ سر اس کا باریک کپڑے سے بندھا ہے اور اُس کے اوپر مُہر آپ کی چسپاں ہے فوراً اُس نے
وہ زہر اس کپڑے پر ڈال کے انگلی سے مل دیا وہ سالا زہر کوزے کے اندر پانی میں مل گیا پھر
وہاں سے اُلٹے پاؤں چپکے سے اپنی خواب گاہ پر چلی آئی تھوڑی دیر کے بعد آپ خواب سے چونک
پڑے اور حضرت زینب اپنی بہن کو آواز دی یا اختاہ بہن اُٹھو اس وقت میں نے نانا جان اور
اپنے بابا اور ماں کو خواب میں دیکھا ہے تھوڑا سا پانی لاؤ کہ وضو کروں اُدھر حضرت زینب پانی کو
چلیں ادھر آپ نے سرہانے سے کوزہ اٹھایا اسی طرح مہر چسپاں اور کپڑا بندھا پایا ایک گھونٹ
پانی پیا اور کوزہ وہیں رکھ دیا پیتے ہی فرمایا آہ آہ یا اللہ کونسا پانی تھا کہ پیتے ہی ایسی جلن پیدا
ہوئی کہ حلق سے ناف تک پھٹ گیا دل پارہ پارہ ہوا کلیجا کٹ گیا پھر آپ مثل مرغ بسمل کے
اچھلنے لگے کلیجا تمام تھام ملنے لگے ؎

جانم غم زسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ ۔۔۔ آہ درد آلودہ دارم چوں نگریم زار زار

سمجھے کہ جعدہ نے یہ چھٹی بار دھوکا دے کر زہر قاتل پلایا مگر صدقے ایسے حلم کے لب تک نہ ہلایا

marfat.com

حضرت قاسم اپنے صاحبزادے کو بھیج کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلوایا جب امام حسین تشریف لائے آپ نے انتہائے بیقراری میں گلے لگانے کو دونوں ہاتھ بڑھائے پھر دونوں بھائی گلے سے گلے ملا کر اس قدر روئے کہ ان کے رونے سے جن و بشر کیا در و دیوار روئے ایسے آہ کے نعرے فلک تک پہنچائے کہ عرش و کرسی جنبش میں آئے پھر آپ نے فرمایا ؎

کانچہ ما دیدیم از جور و جفا ہا کس ندید　　وانچہ ما نخوردیم از زہر ہلاہل کس نخورد

اے بھائی جاء الاجل وانقطع الامل اب میں رخصت ہوتا ہوں اب پھر قیامت کو ملاقات ہوگی جو ہونی ہے سو وہی بات ہوگی اس وقت میں نے اپنے نانا جان اور والدین علی مرتضےٰ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا ہے کہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مجھے باغ جنت میں ٹہلاتے حور و قصور دکھلاتے ہیں میرا جی بہلاتے ہیں اور نانا جان مجھ سے فرماتے ہیں کہ بیٹا حسن خوش ہو کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے تم نے نجات پائی شام فراق کٹی صبح وصال آئی اب قریب ہے کہ تم میرے پاس آؤ گے اور خلد بریں میں میرے ساتھ ہر طرح آرام پاؤ گے اس کے بعد میں نیند سے چونک پڑا اور اس کوزے سے پانی پیا اس کے پیتے ہی جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوا حضرت امام حسین نے کوزہ اٹھا کر فرمایا کہ میں بھی چکھوں دیکھوں کیسا پانی ہے حضرت امام حسن نے فوراً بھائی کے ہاتھ سے کوزہ چھین لیا اور زمین پر ٹپک دیا جہاں پانی گرا وہ زمین فوراً ابل آئی۔ پارہ پارہ ہو گئی سب لوگوں نے بیقین جانا کہ جب زہر کا یہ حال ہے تو اب اس بار حضرت کا بچنا محال ہے سراسر اشکال ہے حضرت امام حسنؓ نے رو کر فرمایا ؎

چوں بیتو خواست بود سر ائمہ کاشکے　　ہرگز نبودمے و نہ مادر نزادمے

روایت ہے کہ اس کے بعد شاہزادے کے شکم میں درد اٹھا مارے درد کے زمین پر لوٹتے ادھر ادھر جاتے ادھر سے ادھر آتے پھر بعد طلوع آفتاب کے کیفیت دوسری طاری ہوئی اسہال کبدی شروع ہوئے تھے جاری ہوئی جگر اور انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دستوں میں نکلتی تھیں جگر کے پارے آگ کے انگارے تھے چھونے سے انگلیاں جلتی تھیں طشت آگے رکھا گیا تھا کے ساتھ پارہ پارہ جگر اور انتڑیاں اس ماہ پارہ ... رضوان اللہ کے پیارے دہرا کے دلارے کی کشاکش کر طشت میں گرتی تھیں اور مثل ماہی بے آب

marfat.com

لہو میں طشت کے اندر تڑپھڑاتی پھرتی تھیں یہاں تک کہ ستر یا ایک سو ستر ٹکڑے جگر کے طشت میں گرے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کا یہ حال پر ملال دیکھ کر اپنی بے کسی اور تنہائی پہ روتے تھے اور دم بدم مضمون اس کلام کے ساتھ ہمکلام ہوتے تھے ؎

گر بقدر سوزش من چشم من بگریستی ۔۔۔ مرغ و ماہی در غم من تن بتن بگریستی

زہرہ کو تا نہ جام دشمن آوردی بیاد ۔۔۔ وز سر حسرت چوزہرا بر حسن بگریستی

خال یاقوت لبش کز زہر شد زنگار رنام ۔۔۔ گر بدانستی عقیق اندر یمن بگریستی

لعل اگر آں خوردہ الماس دیدی بر لبش ۔۔۔ خون شدی وز سوز آں فخر زمن بگریستی

زان جگر کو پارہ پارہ گشت اگر آگہ شدی ۔۔۔ مرغ زاری کردی و بر ما بزن بگریستی

روایت ہے کہ جب کچھ دن چڑھا رنگ رخسارۂ گلگوں اس ریحان رسول کا سبز ہو نے لگا یہ حال آپ کا دیکھ کر گھر میں جو کوئی تھا رونے لگا جگر سب کے شق ہوئے رنگ چہروں کے فق ہوئے تب آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ اب تو حالت میری بہت ہی تنگ ہے کہو میرے چہرے کا کیا رنگ ہے اہل بیت نے رو کر عرض کیا کہ رنگ گلابی نہایت سبز زمردین ہو گیا تب آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھائی حدیث معراج کا ظہور ہوا اب میرا سب رنج والم دور ہوا رنگ سبز میری رخصت کا سامان ہے موت سر پہ کھڑی ہے حسن دو ایک گھڑی کا مہمان ہے یہ کہہ کر دونوں بھائی گلے سے گلے مل کر اور منہ پہ منہ رکھ کر اتنا روئے کہ بیہوش ہو گئے جب کچھ افاقہ ہوا لوگوں نے عرض کیا حضرت وہ حدیث معراج کیا ہے فرمایا کہ میرے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ معراج کی رات حضرت جبرئیل مجھے بہشت کی سیر کراتے تھے واسطے ملاحظہ درجات امتوں کے ہر جانب پھراتے تھے وہاں دو محل عجیب و غریب ایک ہی طور کے اور ایک دوسرے کے قریب ملاحظے میں آئے ایک زمرد سبز کا دوسرا یاقوت سرخ کا میں نے رضوان سے پوچھا کہ یہ دونوں قصر کس کے واسطے تیار ہوئے ہیں رضوان نے کہا ایک حضرت امام حسن اور ایک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے واسطے تب میں نے کہا دونوں محل ایک رنگ کے کیوں نہیں بنے رضوان نے شرم سے سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ رضوان کا ہی کہتے ہوئے

marfat.com

فرماتا ہے اُس کا جگر شق ہوا جاتا ہے سبز محل آپ کے ریحان حسن کا ہے کہ آپ کے بعد کوئی سنگ دل ان کو زہر پلائے گا کہ اس کی تاثیر سے آخر وقت رنگ ان کے چہرے کا سبز ہو جائیگا۔ اور سرخ محل آپ کے لعل امام حسین کا ہے کہ آپ کے بعد اُس کو لوگ شہید کر کے رخسارہٴ گلگوں کو اُنکے خون سے لال کریں گے اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کی نعش کو پامال کریں گے اتنا کہہ کر حضرت امام حسن بھائی سے لپٹ کر زار زار روئے حتیٰ کہ دونوں بھائیوں کے نعرۂ جانکاہ سے جن و بشر در و دیوار رو دئے ؎

کہ ریخت ریزۂ الماس سودہ در قدحش ۔۔۔ کہ زہر گشت ازاں آب خوشگوار حسن
دراندرون صد و ہفتاد پارہ شد جگرش ۔۔۔ ہمہ زراہ گلو ریخت درکنار حسن
برنگ گونۂ الماس شد زمرد فام ۔۔۔ مفرح لب یاقوت آبدار حسن
جگر بسوخت شفق را چو لالہ ز آتش دل ۔۔۔ ز حسرتِ جگر خستۂ فگار حسن
لبش کہ مایۂ حریاک بود شد پر زہر ۔۔۔ فغاں ز تلخی شہد و شکر نثار حسن
ستارہ خون بچکاند ز چشم اگر بیند ۔۔۔ جراحت جگر و چشم اشکبار حسن
بہ باغ عترتِ پیغمبر از خزان ستم ۔۔۔ بریخت لالہ و نسرینِ ز نو بہار حسن

---

روایت ہے کہ انتقال کے وقت حضرت امام حسین نے آپ سے پوچھا کہ بھائی جان حسین کی جان آپ پر قربان ذرا آنکھ کھولئے منہ سے بولیے کس شقی بے رحم نے آپ کو زہر دیا کس سنگ دل نے ایسا قہر کیا آپ اپنے قاتل کو پہچانتے ہیں کچھ نام و نشان اُس کا جانتے ہیں فرمایا ہاں خوب جانتا ہوں اچھی طرح پہچانتا ہوں مگر سچ تو کہو کیا اس سے میرے خون کا بدلہ چاہتے ہو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں اگر خدانخواستہ آپ انتقال کر جائیں گے تو ہم اس کو قتل کروائیں گے آپ نے فرمایا بھائی حسن کا سینہ قاتل کے کینہ سے صاف ہے اور بدگوئی اور چغلی کھانا سو میرے خاندان نبوت کے خلاف ہے میرا تو یہ حال ہے، ہر دم یہی خیال ہے کہ قیامت کے دن اگر حق تعالےٰ مجھے بہشت میں جانے کا حکم کرے گا تو حسن جب تک اپنے قاتل کو نہ بخشوا لے گا بہشت میں قدم نہ دھرے گا ؎

باکسے ہرگز نہ گو یم راز او ! ۔۔۔ در قیامت ہم شوم دمساز او۔

marfat.com

شفقتم بگذاشت تا بگذارمش　　رحمتم خواہد بجنت آرمش

بھائی چھ بار مجھے قاتل نے زہر پلایا لیکن ہم نے جان دے دی لب نہ ہلایا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوا کیسے کیسے صدمات سہے مگر زبان نہ ہلائی جی ہی جی میں مسوس مسوس کر رہے ۔

مرگ مارا زندگی دیگر ست !　　زہر مرگ از شہد شیریں خوشتر ست

بھائی اگر در حقیقت میرا قاتل وہی ہے جس پہ میرا گمان ہے خیال رہے تو بڑا سخت بدلا لینے والا خداوند ذوالجلال ہے اور اگر میرا قاتل وہ نہیں ہے جس پہ میرا گمان ہے تو تم یہ خیال جانے دو میں نہیں چاہتا کہ ایک بے گناہ کو تم میرے واسطے قتل کرو ۔

واہ کیا حلم ہے اپنا تو جگر ٹکڑے ہو　　پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

روایت ہے ۔ کہ آخر وقت آپ نے جعدہ کو خلوت میں بلاکر فرمایا اے بانوئے ناسازگار و اے دشمن خونخوار تو نے مجھے چھ بار زہر ہلاہل پلایا اپنے دین و دنیا دونوں کو خاک میں ملایا محبت دیرینہ کو خیال میں نہ لائی خدا اور رسول سے ذرا نہ شرمائی مفت تو نے گھلا گھلا کے ہلاک کیا گریبان حیات کو میری چاک کیا ۔

اے یار کسے بے سببے یار کشد　　وانکہ چو منے یار وفادار کشد

تو دوست مگو دشمن خود گیر مرا　　کس دشمن خویش را چنیں زار کشد

دیکھ یہ میرے جگر کے پارے ہیں تیرے زہر کے مارے ہیں کچھ تیرے دل پہ اثر ہے کچھ تجھے میری خبر ہے زہر پلاتے وقت کچھ تجھے میرا قلق تھا تجھ پر میرا بھی کچھ حق تھا ۔

پالنے کے جو گنہگار رہے ہم　　اس سزا کے نہ سزاوار تھے ہم

تیرے جور و ایذا کو ہم سہ گئے بھائی اور فرزندوں سے نہیں کہا زہر کا گھونٹ پی کر رہ گئے ۔

رفتیم دم جور تو در سینہ نہفتیم　　با ہیچ کسے حال دل خویش نگفتیم

ارے نیک بخت بی بیاں شوہر غمگسار پہ مرتی ہیں ارے تو نے کہیں سنا ہے ایسا کرتی ہیں تو نے مجھے بے فائدہ زہر دیا ناحق میرا خون سر پہ لیا دین تو کھو چکی دنیا بھی کھوئے گی میرے لیے عمر بھر روئے گی ۔

یہاں تو پورا ہوا آج حوصلہ تیرا　　خدا سے حشر میں ہو گا یہ فیصلہ تیرا

marfat.com

خیراب جا جس واسطے تو نے زہر دیا ہرگز نہ تیری وہ آرزو نہ بر آئے گی میری وفاداری یاد کر کے سر پٹکے گی پچھتائے گی ؎

کون اٹھائے گا تیرے جور و جفا میرے بعد　　یاد آئے گی تجھے میری وفا میرے بعد

روایت ہے۔ عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا عمیر جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہو پوچھو ؎

نالے سہم دل سے اب آنے لگے　　حضرت دل شاید اب جانے لگے

میں نے عرض کی حضرت اس وقت آپ کو ایسی تکلیف ہے کچھ پوچھ نہیں سکتا کچھ افاقہ ہو گا تو پوچھوں گا پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور پھر آکر فرمایا عمیر کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو اور نہیں تو پھر سوال کی تمہیں زحمت کہاں اور جواب کی مجھے طاقت کہاں پھر فرمایا کہ جب ہم پائخانہ جاتے ہیں تو کلیجے کے ٹکڑے کٹ کٹ کر دستوں میں آتے ہیں اور مجھے کئی بار زہر دیا مگر ایسا تیز جگر سوز خونریز کبھی نہ پیا پھر میں دوسری بار آپ کی خدمت میں آیا آپ کا دم لوٹتا تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سرہانے آپ کے بیٹھے تھے اور پوچھتے تھے بھائی کس نے آپ کو زہر دیا آپ نے فرمایا ؎

ہچکی لگی ہوئی ہے ہے وقت دم شماری　　کیا حال پوچھتے ہو بھائی بھلا ہمارا

پھر آپ نے فرمایا اگر وہ ہی ہے جس پر میرا گمان ہے تو بڑا منتقم حقیقی ہے خالق انس جان ہے، اور نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے لیے کوئی بے گناہ مارا جائے ناحق کوئی بے خبر سزا پائے واللہ ہرگز نہ کہوں گا کہ کس نے زہر دیا ؎

ایام القیام پذیری کے جا چکے　　ناسور اب تو ہو گیا داغ جگر نہیں

روایت ہے کہ وفات کے وقت آپ نے جناب امام حسین کو ساتھ صلاح اور تقویٰ اور اطاعت اور پاسداری اور رعایت اہل بیت نبوت کے وصیت فرمائی کہ ؎

شفقت و الفت مری سے جتنی اہلبیت پہ　　بعد میرے رکھیو تم بھی بلکہ اس سے بیشتر
گرد غم آنے نہ دیجو گرد ان کے تم کبھی　　تا دم موعود دہر ایک ساتھ ہی رہیو سبھی
شفقت و اخلاق جد کی دیجیو اب داد تم　　خاندان فاطمہ کو کیجیو آباد تم!

marfat.com

اور میرے یتیمان نازک مزاج کو کوئی ستائے نہیں دل اُن کا کوئی دکھائے نہیں جعدہ بانو کو ایذا نہ دے اس پہ کوئی ستم نہ کرے اور اب اے بھائی تمہارا کوئی مونس نہیں غمخوار نہیں بجز رنج و غم یار نہیں دن رات روضۂ انور پر جد امجد کے رہنا اعدا جو کچھ کہیں ایذا دیں صبر کرنا سب کو سہنا ؎

پیش جو کچھ آئے تم صبر و تحمل کیجیو　　ہاتھ سے اس صبر موروثی کو تم مت دیجیو

روضۂ جد سے تسلی اپنے دل کی کیجیو　　درد کی اپنے دوا تم مصطفےٰ سے لیجیو

واللہ میں نہیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں میں نبوت اور خلافت جمع کرے سو فریب نہ کھانا سفہائے کوفہ سے کہ تمہیں اُبھاریں اور خروج کرا دیں اور دشمنوں میں پھنسائیں نہیں تو پھر بھائی پچھتاؤ گے اور بچاؤ کا وقت نہ پاؤ گے حضرت امام حسین سے ضبط گریہ نہ ہو سکا رو رو کر عرض کرنے لگے بھائی جان آپ نے مجھے بے کس اور تنہا چھوڑا باز و توڑ کر مجھ سے مُنہ موڑا اب دریائے غم میں بہا جاتا ہوں کسی کا مجھے آسرا نہیں نکلنے کا سہارا نہیں اس بحر میں تھاہ نہیں اس کا کنارہ نہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

آسرا سب سے ہے بہتر آسرا اللہ کا　　اور سہارا سب سے بہتر ہے رسول اللہ کا

پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا بھائی صاحب اس حسین کا سلام میرے نانا کو پہنچانا اور بابا جان اور نانی مادر ماں کو حال میری بے کسی کا سُنانا اور کہنا کہ اب زیادہ حال دل کا کہا نہیں جاتا درد تنہائی کا سہا نہیں جاتا آپ لوگ دعا فرمائیں کہ ہم بھی وہیں پہ آئیں وہاں آئیں گے تو سارا غم کہہ سنائیں گے ؎

وصل میں کہہ کہہ کے اپنا حال دل　　روئیں گے اور سب کو رُلوائیں گے ہم

**روایت** ہے کہ اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زمین مانگی تھی کہ جب میں مروں تو اپنے گھر میں مجھے تھوڑی جگہ دینا تاکہ میں زیر قدم اپنے نانا جان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن ہوؤں انہوں نے قبول کیا تھا سو تم لوگ میری وفات کے بعد میرا جنازہ روضۂ انور کے پاس لے جانا اور میرا سلام پہنچانا اور پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حکم لیجیو اگر پھر حکم دیں تو وہاں مجھے دفن کیجیو اور میں گمان کرتا ہوں

marfat.com

کہ بنی اُمیہ کے لوگ روکیں گے پھر اگر روکیں تو ان سے ردو بدل نہ کرنا اور اپنی بات پر اڑنا نہیں جنۃ البقیع میں دفن کر دینا کسی سے لڑنا نہیں ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام | علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

روایت ہے کہ جمعے کا دن گذر اور بست و ہشتم صفر کی شب کالی بلا آئی فلک امامت پہ ہر طرف سے گھٹا غم کی چھائی دو پہر رات گذری آدم کا دم چڑھنے لگا کرب بڑھنے لگا اہلبیت نے مثل ہالے کے اس ماہ پارے چرخ عصمت کے تارے زہرا کے دلارے کو گھیر لیا آپ سہو محو جمال پروردگار ہوئے اور سب سے منہ پھیر لیا مرتے دم لب پر شکر باری اور زبان سے کلمہ جاری تھا آخر کلمہ پڑھتے پڑھتے انتقال کر گئے اہل بیت کے دلوں پر غم دھر گئے ؎

واحسرتا کہ عمر رواں از حسن برفت | یعنی کہ نور دیدۂ زہرا حسن برفت
از شوق گیسوئش جگر نافہ گشت خون | وز ہجر رویش آب رخ نسترن برفت
یعقوب وار دیدۂ نرگس سفید شد | کز مصر ناز یوسف گل پیرہن برفت

روایت ہے کہ چند روز قبل وفات کے جناب امام عالی مقام نے خواب دیکھا تھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے مابین میں سورۂ قل ھو اللہ احد مسطور ہے اہل بیت نے خوش ہو کر یہ خواب سعید ابن مسیب سے کہا انہوں نے کہا آہ آہ یہ خواب نہیں نشان حادثہ عجیب ہے عمر آپ کی آخر ہوئی اجل آپ کی قریب ہے، اور ویسا ہی ہوا کہ کئی دن کے بعد آپ نے انتقال فرمایا اور پندرھویں تاریخ ماہ رمضان شریف کی ۳ھ ہجری میں آپ پیدا ہوئے تھے اور بقول مشہور اٹھائیسویں ماہ صفر شب شنبہ و بقول مختار غرہ یا پانچویں تاریخ ربیع الاول ۴۹ھ انچاس ہجری میں آپ نے قضا کی اور سن آپ کا اس وقت ساڑھے پینتالیس برس کا تھا کچھ دن کم اس میں سے سات برس آپ نے اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش ناز و نعمت میں پرورش پائی اور تیس برس تک ظل حمایت و شفقت میں اپنے پدر بزرگوار شیر خدا کے رہے اور آٹھ برس کئی مہینہ حفظ و حمایت میں اپنے خداوند تعالیٰ کے زندگی بسر کی۔

روایت ہے کہ بعد وفات کے حضرت امام حسین اور محمد بن حنفیہ اور عباس بن علی نے آپ کو غسل دیا اور سعید بن العاص حاکم مدینہ نے باجازت حضرت امام حسین کے آپ کی

marfat.com

نماز پڑھائی اس کے بعد موافق وصیت کے امام حسین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جا کر مقبرہ نبوی میں دفن کرنے کے لیے جگہ مانگی انہوں نے فرمایا نعم حبا وکرامۃ ہاں اچھا یہ تھوڑی جگہ روضۂ نبوی میں میں نے اپنے لیے رکھی تھی مگر کیا کہنے قسمت میں یوں لکھا تھا کہ ایک دن ایسے آئیں گے کہ حسن ماہ پارے حضرت کی آنکھوں کے تارے علی و فاطمہ کے پیارے اس بُرج خاکی میں آرام فرمائیں گے پھر یہ خبر مروان نافرمان کو پہنچی اس نے کہا لوگ ہر چند زور پہنچائیں گے مگر امام حسن وہاں ہرگز دفن نہ ہونے پائیں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن نہ ہونے دیا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دفن کیا چاہتے ہیں یہ خبر جناب امام حسین نے سُنی پھر مع ہمراہیوں کے مسلح ہوئے اور مروان نے بھی ہتھیار سنبھالے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حال سنا مارے درد و غم کے سر دھنا اور کہا اعدا مانع ہوتے ہیں اس کا کیا سبب ہے اللہ اللہ کیا ظلم ہے کیسا غضب ہے امام حسن تو بیٹے رسول اللہ کے ہیں سو بیٹا باپ کے پاس دفن نہ ہونے پائے پھر وہ حضرت امام حسن کے پاس آئے اور کہا کہ امام حسن کو آپ جہاں مدفون کریں گے وہیں نزول رحمت الٰہی ہوگا قرب حضرت رسالت پناہی ہوگا ع

قرب جائے چو بود بعد مکانے سہل ست

اور بھائی آپ کے یہ بھی تو وصیت فرما گئے ہیں کہ اگر کوئی لڑائی جھگڑے کا کھٹکا ہو تو مجھے جنۃ البقیع میں دفن کر دینا لڑائی جھگڑا اسر پر نہ لینا پھر حضرت امام حسین نے جنازے کو روضۂ انور سے اٹھایا خوب روئے اور لوگوں کو رُلایا اور جنۃ البقیع کے اندر لا کر حضرت عباس عم نبی کے قبے میں قبر فاطمہ بنت اسد اُن کی دادی کے پہلو میں اس آفتاب امامت کو بُرج خاکی میں سلایا پھر اس قدر روئے کہ جن و ملائکہ اعلیٰ کو رُلایا ہے

| | |
|---|---|
| اے آفتاب من کہ شدی غائب از نظر | آیا شب فراق ترا کے بود سحر |
| اے نور چشم عالم و چشم و چراغ دل | بکشائے چشم رحمت و بر حال من نگر |
| نالم چو نے ز غصہ و بام بود بدست | سوزم چو شمع در غم و دودم رود بسر |

روایت ہے کہ جب حضرت حسن کا جنازہ نکلا مروان شیطان جنازے کو دیکھ کر رونے لگا امام حسین نے فرمایا اب تو آنسو بہاتا ہے آبدیدہ ہوتا ہے اور زندگی میں کیا کیا کڑے گھونٹ

marfat.com

نہیں پلاتا تھا تو سب کچھ کرتا تھا مگر میرا بھائی لب تک نہ ہلاتا تھا تب مروان شیطان نے پہاڑ کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ میں وہ باتیں ایسے شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ باوقار و حلیم تھا تمامی خلق اللہ پر باپ سے بھی زیادہ رحیم تھا ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام　　علی فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

## سنو احوال جعدہ کا کہ بعد از رحلتِ حضرت　　فلک کیا کیا مزا اس زہر کا اس کو چکھاتا ہے

**روایت** ہے کہ بعد وفات آپ کے جعدہ نے یزید کو کہلا بھیجا کہ موافق مرضی تمہاری ہم نے امام حسن کو بڑے بڑے حیلے سے زہر پلایا تمہارے حکم کے موافق اپنا دین خاک میں ملایا صحبتہائے دیرینہ کا امام کے کچھ پاس نہ کیا خدا اور رسول سے ذرا ہراس نہ کیا تمہارے کہنے سے میں نے ایسا ستم کیا کہ اُن کی زلف مشکبار کو برہم کیا اب امام حسن نے وفات پائی تمہارے جی کو ٹھنڈک آئی لیجئے اب ایفائے وعدہ کیجئے زر و جواہر جو کہا ہے سو دیجئے یزید نے لکھ بھیجا کہ تو میرے مکر کی باتوں پر پھول گئی محبت امام کو مطلقاً بھول گئی اری کمبخت زنان وفادار ایسے شوہر کان علم کے گوہر بحر حلم کے جوہر کی بازی محبت میں تو جی جان بلکہ ہر دو جہان کھوتی ہیں اری کہیں تو نے سُنا ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کو زہر دیتی ہیں ناحق مارتی ہیں تو تجھے آگ میں جلا دیتا اُس خون ناحق کا قصاص لیتا مگر خیر اتنا بس ہے کہ میرا کام ہوا دونوں جہان میں تیرا نام ہوا دشمنوں کے دل شاد ہوئے اور تیرے دین و دنیا دونوں برباد ہوئے ؎

ہر کہ دین را بہر دنیائے دنی برباد داد　　بیشکے محروم ماند از دولت دنیا و دین

اور روضۃ الشہدا میں ہے کہ بعد مدفون ہونے امام عالی مقام کے مروان شیطان نے جُعدہ سے کہلا بھیجا کہ بھاگ اب کیا بیٹھی ہے امام حسین تیرے قتل کی فکر میں ہیں ہر دم اسی خیال اسی فکر میں ہیں آخر مروان نے جعدہ کو بحفاظت دو غلام اور تین لونڈیوں کے سمت شام کو روانہ کیا اور خط لکھا کہ اس عورت کو مکان محفوظ میں چھپانا ضرور ہے اگر اخفا اس راز کا منظور ہے کیونکہ اگر اس تعبہ کو اظہار کر دے گی تو بڑے بڑے فتنۂ خفیہ کو بیدار کرے گی جعدہ منزل بمنزل تیز تیز جاتی تھی خوشی کے دم میں پھولی نہ سماتی تھی جب صبح کو شام میں مع خط مروان کے

marfat.com

پہنچی وہاں خبر انتقال شاہزادے کی چکی تھی دیکھا جو ہے سیاہ پوش ہے ہر کس غم امام میں مدہوش ہے دوکانیں بند ہیں شہر سنسان ہے لبوں پہ آہ ہے چھوٹا بڑا سب بے جان ہے غرض والی شام نے مع جمیع اعیان اور ارکان دولت کے تین روز تک غم تعزیت سے امام عالی مقام کے سر نہ اٹھایا تیسرے روز جعدہ کو بلایا جعدہ نے سامنے جاکر کہا کہ کس کس حیلے سے میں نے امام کو زہر دیا فقط واسطے خوشی آپ کے اور خوشنودی یزید کے یہ خون اپنے سر پہ لیا صحبتہائے دیرینہ کا امام کی کچھ پاس نہ کیا خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا ہراس نہ کیا اور خدا اور رسول کو بیزار کیا عذاب دوزخ اختیار کیا والی شام نے کہا خدا کی تجھ پر مار پڑے پھٹکار پڑے اری تو یزید کی باتوں پر پھول گئی اللہ و رسول کو بھول گئی حق تعالیٰ سے شرمائی نہیں حقوق صحبت دیرینہ کو اُن کے یاد میں لائی نہیں ہے سے تو نے ایسا ستم کیا اُن کی زلفوں مشکبار اور رخسار پر انوار پر کچھ بھی رحم نہ کیا اری تو نے اپنے ایسے شوہر اور جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ایسا معاملہ کیا خدا جانے اغیار کے ساتھ کیا کیا کرے گی تیری اصل ہے خطا سے بھی کسی کے ساتھ وفا نہ کرے گی جعدہ اُن باتوں سے بہت شرمائی اپنی حرکت ناشائستہ سے پچھتائی نئی پیار وجہ نے اور غمگساری خلق اور کرم اور بُردباری کو امام کی یاد کرکے زار زار رونے لگی جی جان کھونے لگی والی شام نے کہا اب تو دوزخ میں جا چکی خدا اور رسول کو ستا چکی اب اے سنگدل جتنا جی چاہے روتی رہ کر روتے روتے آنکھیں تیری اندھی ہو جائیں پھرا جائیں پھر تو وہ کمبخت تین دن بے آب و دانہ رویا کی خون دل سے منہ کی کالک دھویا کی کہتی تھی آہ آہ دین بھی برباد ہوا دنیا سے بھی دل نہیں شاد ہوا بد دعا لے امام کی دین بھی گیا دنیا بھی گئی بمصداق خسر الدنیا والاخرہ ہوئی ؎

در حسرت عیش و کامرانی وادیم بیاد زندگانی
جان رفت ونشد میسرم ہیچ! نے خضر و نہ عمر جاودانی

تین دن بعد حکم ہوا کہ اس بدبخت کو گھوڑے کی دم میں باندھ کر گھوڑے کو خوب دوڑاؤ اور اسی طرح بجنبہ یہ دُنیل میں لے جاؤ پھر ہاتھ پاؤں اس کے باندھ کر وہاں چھوڑ دو کہ ہاتھی یا اور کوئی درندہ اسے چیر پھاڑ کر کھا جائے یہ اپنی حرکت بد کی سزا پائے لوگ اسی طرح اسے

marfat.com

ے چلے جب وہ جزیرہ کوس بھر رہ گیا ایک طوفان عظیم الشان غیب سے نمودار ہوا اور اُس کو اس ٹاپو میں اڑا لے گیا پھر کسی کو پتا نہ ملا ؎

دنیا کے لیے جو دین کو کھودے ہو دونوں جہان کر ڈبو دے

**یزید ناخلف شبیر سے بیعت کا طالب ہے یہ کیا الٹا زمانہ ہے کہ کب سننے میں آتا ہے**

روایت ہے کہ سنہ ساٹھ ہجری میں آٹھ دن رجب کے باقی تھے کہ شہر دمشق میں معاویہ ابن ابی سفیان نے قضا کی یزید سیاہ رو شیطان خو اپنے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر جا بیٹھا اور تمام ممالک اسلام پر مسلط ہوا عیر خواہوں نے اُس پلید کے یہ بات کہی کہ اگر بقائے سلطنت منظور رہے تو فی الفور سب خاص و عام خصوصاً امام حسین اور عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بیعت لینی ضروری ہے یزید شقی نے کہا کہ یہ تو مدت سے میں چاہتا تھا پھر اُس شقی نے تمام ممالک محروسہ میں بنام عمال اور حکام ہر شہروں کے نامے لکھے کہ معاویہ نے قضا کی اور بادشاہت مجھے ملی سو تمامی رعایا ملک کی ہماری بیعت کریں اس میں ہرگز نہ حیلہ کریں نہ حجت کریں اور ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کو فرمان لکھا کہ معاویہ نے وفات پائی اور سلطنت میرے ہاتھ آئی سو تم کو بتاکید شدید لکھا جاتا ہے کہ اس فرمان کے دیکھتے ہی سب خاص و عام اور عمائد مدینہ سے میری بیعت کو ایک دم کی تاخیر نہ کرو اور ایک دوسرا نامہ ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین اور عبدالرحمن بن ابی بکر و عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے بہت ہی جلد میری بیعت لے جس طرح ہو سکے اس میں کوشش کرے جب یہ نامہ ولید کے پاس آیا جناب حضرت امام حسین کو اپنے دار الحکومت میں بلایا آپ نے تیس جوان جانباز ہتھیار بند اپنے غلامان اور احباب سے اپنے ہمراہ لیے اور عصائے نبوی زیب دست حق پرست کر کے ولید کے پاس چلے اور جوانوں کو دار الحکومت کے پھاٹک پر کھڑا کیا اور تاکید فرمائی کہ مستعد رہو یہاں سے لوٹو نہیں اڑے رہو جب میری آواز بلند پاؤ تو فوراً بے دھڑک کچہری میں گھس آؤ اور جب تک کوئی میرے مارنے کا ارادہ نہ کرے کچھ بولنا نہیں پہلے تم ہتھیار کھولنا نہیں پھر آپ تنہا ولید کے پاس تشریف لائے ولید نے بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کو بٹھایا اور

marfat.com

حال وفات معاویہ بن ابی سفیان اور بیعت طلب کرنے کا یزید کے سُنایا آپ نے فرمایا ہم خود
غمِ مادر پدر و برادر سے بے موت کے مر رہے ہیں کسی طرح زندگی کے دن بھر رہے ہیں
گو بظاہر جیتے ہیں مگر خون جگر پیتے ہیں دل مردہ ہے تپ غم سے طبیعت نہایت افسردہ ہے ؎

آپکی ہے سرِ گرداب فنا کشتی عمر  ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

میرا ستانا مناسب نہیں عزیزوں کا دل دکھانا مناسب نہیں بہر حال ہم اکیلے چپ چاپ بیعت
نہیں کر سکتے یزید بدعتی شارب خمر کے زیر حکم گردن نہیں دھر سکتے کل سب اہل اسلام
میں خبر وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کی مشتہر کی جاوے اور سارے اہل مدینہ کو طلب بیعت یزید
کی خبر دی جائے جو سب مسلمانوں کی رائے ہوگی اُس سے مجھے گریز نہیں کسی طرح ستیز نہیں ولید
نے کہا آپ کا فرمانا بہت بجا ہے یہی مناسب ہے یہی زیبا ہے اچھا آج آپ دولت خانے کو
تشریف لے جائیں اور کل اسی طرح یہاں تک قدم رنجہ فرمائیں مروان شیطان انس معاندان نے
ولید سے کہا کہ اگر اس وقت امام حسین یہاں سے پھر جائیں گے تو پھر کبھی تمہارے ہاتھ نہ آئیں گے
جب تک بیعت نہ کریں ان کو قید رکھو چھوڑو نہیں میری بات سے منہ موڑو نہیں اور اگر بیعت
نہ کریں تو سر اُن کا اُتار لو ابھی ان کو مار لو آپ نے مروان کی جانب بچشم غضب دیکھ کر فرمایا یہ کس کا
کلیجا ہے کہ ایسا ارادہ دل میں لائے میری جانب نظر اُٹھائے جو میرے قتل کا عزم کرے گا
قبل میرے وہ خود مرے گا اُسی کے خون سے زمین کو لال کر دوں گا گلستان حیات کو اُس کے
صرصر ممات سے پائمال کر دوں گا اے مروان کیا تیری قوت کیا تیری مجال ہے مدینے
میں ہمیرا قتل ہو محال ہے تو کیا کوئی متنفس یہاں پر میرا کچھ نہیں کر سکتا سوائے
کربلا کے میں اور جگہ شہید ہو نہیں سکتا مر نہیں سکتا جب کچھ آواز آپ کی بلند ہوئی جوانان
مسلح نے چاہا کہ اندر گھس پڑیں اعدا سے جی کھول کر لڑیں آپ وہاں سے اُٹھے اور غلامان
مسلح کو لیے گھر تشریف لائے پھر ولید نے مروان سے کہا دیکھ یا مروان وائے بر تو تھوک
تجھ پر تو مجھ سے قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کو کہتا تھا کچھ خدا سے نہیں ڈرتا تھا واللہ ثم باللہ
اگر ساری دنیا مجھے دیویں تب بھی خون ناحق امام حسین رضی اللہ عنہ ہم اپنے سر پر نہ لیویں مجھے
اپنے خدا کے پاس جانا ہے پیغمبر خدا کو منہ دکھانا ہے ؎

روز جزا کشندۂ فرزند مصطفٰے  بے شبہ لایق درکات جہنم ست

marfat.com

بس کور دل کسے کہ کند قصد سروری    کو نور چشم سید اولادِ آدم ست

ولید نے یہ حال یزید کے پاس لکھا فوراً ولید کے نام بتاکید تمام جواب آیا کہ اگر امام حسین بیعت نہ کریں تو اُن کا سر کاٹ کے جلد یہاں روانہ کرے کچھ ڈرے نہیں کار مردانہ کرے اُس کے عوض تیرے درجے بلند کروں گا جو ہیں اُن سے دوچند کروں گا ولید نے یہ نامہ پڑھ کر کہا لاحول ولاقوۃ اگر یزید مجھے ساری دنیا دیدے یا میرا سارا خاندان لوٹ لے تب بھی قتل میں فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے میں ہرگز سعی نہ کروں گا اس راہ جہنم میں قدم نہیں دھرونگا مجھے یزید کا ڈر خاک نہیں وہ کچھ مجھ پر ستم کرے مجھے باک نہیں۔

روایت ہے کہ جب چند نامے متواتر اس مضمون کے ولید کے پاس آئے یہ سب نامے ولید نے چپکے چپکے حضرت امام حسین کے پاس بھجوائے کہ اے شاہزادے اب اسی مضمون کے نامے تواتر آپ کے قتل کے واسطے چلے آتے ہیں مگر ہم اسے کچھ بھی خیال میں نہیں لاتے ہیں اعدا کو ہر طرح کا زور ہے اُن ہی کا ہر طور سے شور ہے میرے خیال میں کوئی بات آتی نہیں حیران ہوں کوئی مصلحت جی میں سماتی نہیں آپ اس نامے کو دیکھ کر شب کے وقت روضۂ انور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئے اور سلام بجالائے اور قبر مبارک سے لپٹ کر اس قدر روئے کہ در و دیوار روئے رو رو کر فرماتے تھے نانا جان حسین آپ پر قربان یہ وہی حسین آپ کا نواسا ہے یزید بے رحم اُس کے خون کا پیاسا ہے یہ وہی حسین آپ کے دوش کا راکب ہے کہ اب ہر کس وناکس اُس کے خون کا طالب ہے دشمن کو کچھ آپ کے اہل بیت کا پاس نہیں خدا سے کچھ خوف وہراس نہیں خون جگر پی پی کر کہاں تک رہوں جور اعدا کتنا سہوں آپ نے مجھے تنہا چھوڑا میری غمخواری سے منہ موڑا اماں مہربان نہیں کہ ان سے درد دل کہیں بابا جان نہیں جن کے زیر سایۂ عاطفت رہیں ؎

یہ سوز آہ نے کیسی لگادی آگ اے نانا    جلا جاتا ہے دل ہو ہو پھنکا جاتا ہے تن اپنا!

نہ کوئی یار ہے غمخوار ہے مونس ہے نہ ہمدم    سناویں کس کو ہم درد و غم و رنج و محن اپنا

بھائی غمخوار کو بھی آپ نے بلالیا اپنی آغوش ناز میں سلالیا اب میری بے کسی پہ کون کڑھے میری بے بسی پر کس کا دل دکھے کوئی مونس نہیں محرم راز نہیں بجز درد و غم کے ہمدم نہیں

marfat.com

ساز نہیں آہ درد دل کس سے کہیں زخم جگر کب تک سہیں نانا کیا آپ نے اسی واسطے پرورش رمایا تھا ماں نے اسی درد کے لیے دودھ پلایا تھا ؎

اسی دن کے لیے پالا تھا مجھ کو آپ نے نانا ۔ اسی کے واسطے ماں نے تھا مجھ کو دودھ پلوایا

اسی کے واسطے جبریل گہوارہ جھلاتے تھے ۔ ہمیشہ میوے جنت کے وہ لالا کر کھلاتے تھے

غرض اسی طرح رات بھر روتے رہے جی جان کھوتے رہے صبح ہوتے گھر چلے آئے دوسری رات پھر مزار شریف پر جا کر الفراق الفراق کہتے کہتے بے خود ہو گئے روتے روتے مرقد اقدس پر رکھ کر سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس روتے مع نوج ملائکہ وہاں تشریف لائے اور سر کو حضرت امام حسین کے اپنے سینہ مہر گنجینہ سے لپٹا کر خوب گلے لگایا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا نور العینین بیٹا حسین اب قریب ہے کہ میری امت کے لوگ کربلا میں تمہیں قطرۂ آب سے ترسا کر مینہ تیروں کا برسا کر شربت شہادت پلائیں گے اس اُٹھتی جوانی کو تمہاری خاک و خون میں ملائیں گے پھر بھی باوجود ایسی حرکت کے وہ میری شفاعت کی امید رکھیں گے حالانکہ وہ قیامت میں میری شفاعت سے محروم رہیں گے اے نور چشم حسین تمہارے ماں باپ اور بھائی بھی میرے پاس بہت محزون و خستہ دل آئے ہیں یہاں آکر سب داستان غم سُنائے ہیں تم بھی انہیں کی طرح اعداء سے سو طرح کے رنج اٹھاؤ گے پھر اسی طرح میرے پاس مجروح تن خستہ جگر قتیل خونیں پیرہن آؤ گے سو بیٹا صبر کرنا دل پہ جبر کرنا ؎

اہل بیت مصطفیٰ کا کام صبر و شکر ہے ۔ جانشین مرتضیٰ کا کام صبر و شکر ہے

تمہارے واسطے بہشت میں ایسے بڑے بڑے درجے ہیں کہ جب تک سر میدان سر نہ کٹاؤ گے وہ مدارج علیا نہ پاؤ گے نہ پاؤ گے ماں باپ تمہارے تمہارے دیکھنے کو بے قرار ہیں اور تمہارے بھائی تمہارے فراق سے پرکالہ جگر در کنار رہیں حضرت امام حسین نے خواب ہی میں عرض کیا یا جداہ نانا جان حسین کو اب دنیا میں رہنے کی حاجت نہیں درد فراق سہنے کی طاقت نہیں اسی وقت مجھے اپنی قبر میں لے لیجئے درد دل کی دوا کیجئے ؎

نہیں جی چاہتا ہے یاں سے جانے کو اجی نانا ۔ مرا اب صدمہ فرقت سے سینہ ہے پھٹا جاتا

marfat.com

نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں عجب حالت ہماری ہے

قلق ہے درد ہے افسوس ہے حسرت ہے نالہ ہے — مرا سب عالم بالا سے عالم ہی نرالا ہے

خبر لو میری اے نانا کہ مجھ پر زیست بھاری ہے

آپ نے فرمایا اے پیارے آنکھوں کے تارے تھوڑے دن صبر کرو دل پہ کوہ جبر دھر دو جاؤ گلا راہ حق میں کٹاؤ یہی رضائے باری ہے مدینہ سے سامان سفر کرو ناچاری ہے ؎

سر کٹانا راہ حق میں عاشقوں کا کام ہے — در حقیقت عشق صادق بس اسی کا نام ہے

امام عالی مقام نے عرض کیا ؎

سر تک بھی اگر کاٹ کے پھینکیں گے ہمارا — ہم آپ کے قدموں کی قسم اُف نہ کریں گے

پھر شب خوابی سے بیدار ہوئے سجدۂ شکر بجالائے محو دیدار ہونے بخیال جمال جد بزرگوار اور مژدۂ شہادت اور حصول درجات عالیہ مارے خوشی کے پھول گئے سارا رنج وغم بھول گئے اور گھبرا کر اپنے اہل بیت سے یہ خواب کہہ سنایا اور مدینے سے واسطے زیارت بیت اللہ کے عزم مکے کا فرمایا پھر دوسری شب کو بھائی سے رخصت ہونے کو جنت البقیع میں گئے اور مزار کر ہم آغوش ہوئے اور یہ کہتے ہوئے روتے روتے بے ہوش ہوئے ؎

کیا تکلف ہے کہ بے آب و خورش جیتے ہیں — لخت دل کھاتے ہیں اور خون جگر پیتے ہیں

بھائی صاحب جب سے آپ نے مجھ سے منہ پھیرا ہر طرف سے رنج و مصیبت نے گھیرا سارا جسم سنگ غم سے چور ہے خوشی کوسوں دور ہے آپ کے بعد اتنے دن کسی طرح جیتا تھا غم دوری سے خون پیتا تھا کیا کہیں اب آپ کا جوڑا چھوٹتا ہے آپ کی رحمت یاد کر کر دل ٹوٹتا ہے اب رخصت ہوتا ہوں پھر اب حشر ہی میں ملاقات ہوگی وہیں اچھی طرح بات ہوگی پھر وہاں سے مزار مہبط انوار مادر مہربان کے تشریف لائے اشک خونیں آنکھوں سے بہائے اور کہا السلام علیکم یا اُماہ ؎

اے مری ماں لیجیے میرا سلام — روضے پہ حاضر ہے تمہارا غلام

تم تو سدھاریں سو باغ جنان — چھوڑ کے مجھ کو تن تنہا یہاں

اپنی یتیمی کی ہوئیں چارہ گر — میری یتیمی پہ نہ کی کچھ نظر!

عرض کی اے مادر مہرباں مسکین بے کس دیبجان کو رخصت کیجئے آخری سلام لیجیے یہ

marfat.com

کہا اور قبر شریف پر حضرت زہرا کی لپٹ گئے اس قدر روئے کہ جگر حاملان عرش کے پھٹ گئے رونے سے آواز آئی وعلیک السلام اے شہید مادر ؎

آج ماں بے نصیب لٹتی ہے ۔۔۔ ایسے رشک قمر سے چھٹتی ہے
آج گھر میرا بے چراغ ہوا ۔۔۔ دل زہرا پہ کیسا داغ ہوا
اب مدینہ اُجاڑ ہوتا ہے ۔۔۔ ہر بشر زار زار روتا ہے

پھر آدھی رات کو وہاں سے روضۂ مبارک پر اپنے جد بزرگوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے سلام اور طواف کر کے نماز میں مشغول ہوئے وہیں آنکھ لگ گئی پھر دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قدم رنجہ کیا اور سر آپ کا اُٹھا کر اپنی گود میں لیا شاہزادے نے رو کر عرض کی ؎

مرگ سے بدتر ہے مری زندگی ۔۔۔ جینے سے اب مجھ کو ہے شرمندگی
لطف نہیں پاتا ہوں جینے میں اب ۔۔۔ میں نہیں رہنے کا مدینے میں اب

نانا جان اب آپ کی امت مجھے بہت ستاتی ہے فضائل جو میرے آپ نے بیان کیے تھے کچھ خیال میں نہیں لاتی ہے مدینے میں کیوں کر رہوں ستم اعدا کتنا سہوں گو جگر میں خنجر فراق سے آپ کے زخم کاری ہے پر کیا کروں بعزم کربلا زیارت کعبے کی تیاری ہے دیکھئے میرے سر بریدہ کو بھی تقدیر یہاں پھر لاتی ہے یا اسی طرف کہیں خاک میں ملاتی ہے ؎

آ چکی ہے سر گرداب فنا کشتی عمر ! ۔۔۔ ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

آپ نے فرمایا بیٹا تم بھی اپنی ماں کی طرح مغموم اور اچھے باپ کے مثل مہموم اور بھائی کی طرح مظلوم اب چندے جی کر شربت شہادت پی کر میرے پاس آ ؤ گے جنت میں ہمارے پاس رہو گے درجۂ عالی پاؤ گے نور عین حسین عین ذات کے کنارے تم بھوکے پیاسے ہو گے پھر خاک کربلا ہو گی اور تمہارا لاشا ہو گا تمہارا تن نازنین زخموں سے چور اور سر بدن سے دور اور اشقیا کو ایک تماشا ہو گا اے حسین منتظر وقت رہو اب چندے مصائب دنیا صدمۂ فراق سہو عاشقوں میں شبیر ہو راہ مولیٰ میں دلیر ہو بیٹا سر کٹ جائے ساری دنیا اُلٹ جائے پر آہ نہ کیجیو زمام صبر وشکر ہاتھ سے نہ دیجیو دیکھنا حرف ناشکری کہیں زبان سے نہ نکل جائے

marfat.com

آئینہ رضا اور تسلیم میں بل نہ پڑے ؎
سو طرح کی تم پہ آئے گی بلائے نورعین　　پر زنہار صبر کومت چھوڑنا ہر گز حسین

شاہزادے فرماتے ہیں اسی درمیان میں چہرۂ گلناری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زرد ہوگیا اور ہر موئے عنبریں پہ گرد ہوگیا میں ڈرا اور عرض کی نانا جان حسین آپ پہ قربان آپکی یہ کیا حالت ہے خیر تو ہے کیا وجہ علالت ہے آپ نے فرمایا اے نور دیدہ یہ خاک کربلا کی تاثیر ہے کیا کہوں کہہ نہیں سکتا نوشتۂ تقدیر ہے اُس کے بعد ؎
شاہ دین نے سُن کے ان باتوں کو پھر اک آہ کی　　اور کہا حاضر ہوں جو مرضی مرے اللہ کی

پھر نیند سے چونکے سلام رخصتی بجالائے اور بعزم روانگی مکۂ معظمہ اسی دم گھر چلے آئے ؎
رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود سلام　　علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

**غضب ہے قہر ہے افسوس جور اشقیا ہے اب　　مدینے سے شہید کربلا مکے کو جاتا ہے**

اگرچہ سلطان دارین حضرت امام حسین موافق احادیث صحیحہ اور مطابق اخبار صریحہ کے شروع سے بالیقین جانتے تھے کہ میدان کربلا میں میری شہادت ہوگی آسمان سے خون برسے گا زمین روئے گی مگر کیا معلوم تھا کہ یہ واقعہ عنقریب ہوگا اسی تھوڑے سے زمانے میں یہ درجہ مجھے نصیب ہوگا جب اس خواب سے معلوم ہوا کہ اب اس میں کچھ تاخیر نہیں بجز چھوڑنے مدینے کے اس کی کوئی راہ نہیں کچھ تدبیر نہیں سروم مزہ اور لطف خواب شب کا یاد آتا تھا دل تڑپتا تھا جی گھبراتا تھا تو عشق دیرینہ بھڑکا کلیجا پھڑکا دل دھڑکا سب دین کی محبت چھوٹی ذوق و شوق شربت شہادت میں سب الفت ٹوٹی کہاں کی بھوک کہاں کی پیاس نا حسنہ و صال جی بے چین چہرہ اداس پھر آخر جمعہ کی رات چوتھی شعبان سنہ ساٹھ ہجری میں مدینہ منورہ سے مکۂ معظمہ کو کوچ کیا اور سب اہل و عیال اور خدام و موالی کو اپنے ہمراہ لیا احباب محرمان راز و دوستان دم ساز رخصت کرنے آئے سلام آخری بجالائے پھر جناب امام عالی مقام ؎
اقربا سے وداع ہونے لگے　　گلے مل مل کے خوب رونے لگے

پھر سواری چلی راہ میں جو لوگ ملتے پوچھتے یا ابن رسول اللہ یہ کیا بے قراری ہے روضۂ انور کو

marfat.com

کہ رشک خلد بریں ہے چھوڑ کر کہاں کی تیاری ہے آپ زار زار روتے رومال آنسوؤں سے بھگوتے اور فرماتے ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست ... مے بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

روایت ہے کہ اثنائے راہ میں عبداللہ حضرت کو ملے بعد سلام شوق کے عرض کیا:

کردۂ عزم سفر حفظ خدا یار تو باد ! ... فضل حق از ہمہ آفات نگہدار تو باد

شاہزادے مدینے سے آپ کو کیوں سفر بھایا ہے خیر تو ہے کیا خیال آیا ہے آپنے فرمایا ؎

اے مسیح از حال دردم ! ... در زمر شک ورنگ زردم آگہی

از لب خشکی و چشم تر مپرس ... چوں ز سوز و آہ سردم آگہی

میروم ہر جا کہ عشقش می بُرد ... رہ نورد کوچہ گردم آگہی

پھر سب حال پر ملال اپنا عبداللہ کو کہہ سنایا اور خود روئے اور ان کو بھی رُلایا پھر فرمایا اے عبداللہ ؎

بکام عاشق بیدل ز کوئے یار نرفت ... کسے ز روضۂ جنت باختیار نرفت

مرا غمے ست کہ پیدا نمے توانم کرد ... حکایت دل شیدا نمے توانم کرد

پھر عبداللہ نے کہا کہ اگر غلام کو کہنے کی اجازت دیجئے اور جو کہوں اس کو قبول کیجئے تو کچھ عرض کروں فرمایا ہاں کہو عبداللہ نے کہا آپ آج سرور عالم اور سید و بہتر اولاد آدم ہیں حرم مکہ میں جا کر چپ چاپ بیٹھ رہیں اہل مکہ آپ کے تابعدار ہوں گے جی جان سے آپ پر نثار ہونگے مگر ہرگز وہاں سے کوفے کو نہ جانا کوفیوں کی چاپلوسی پر زنہار فریب نہ کھانا کوفیوں نے آپکے پدر بزرگوار کے ساتھ کیسے کیسے ستم کئے اور آپ کے برادر غمخوار کو انہوں نے سم دیے اور میں جانتا ہوں کہ کوفیانِ بے وفا آپ کو بلائیں گے پھر اگر آپ وہاں جائیں گے تو آخر کو بہت پچھتائیں گے شاہزادے نے ان کو دعا دی اور رخصت کیا پھر جس منزل میں آپ نزول اجلال فرماتے تھے جوق در جوق فوج کے لوگ حالتِ شوق میں یہ کہتے ہوئے قدم بوسی کو آتے تھے ؎

آمدی و آمدنت بس خوشی ست ... دیدن روئے تو عجب دلکشی ست

خاک درت بر سر ما تاج باد ... ہر شب عمرت شب معراج باد!

marfat.com

اہل مکہ شاہزادے کی آمد آمد سن کر منزلوں سے گروہ کے گروہ استقبال کو آئے بہت خوش ہو کر گوہر جان نثار کو لائے خوشی میں سب لوگ پھولے نہ سماتے تھے حالت ذوق و شوق میں یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

دولتِ وصل تو دائم ز خدا می جستیم　　کعبہ کوئے تو از راہ صفا می جستیم
ہر سحر گاہ باخلاص تمام از سرِ صدق　　دست بر داشتہ بودیم ترا می جستیم
طاق ابروے تو کاں قبلۂ مشتاقان ست　　گاہ بیگاہ بہ محرابِ دعا می جستیم

جب قریب مکہ کے آپ پہنچے سارے اہل مکہ چھوٹے بڑے جوان بوڑھے خوشی کے دم میں یہ کہتے ہوئے استقبال کو دوڑے ؎

جن سے روشن ہے مدینہ وہ قمر آتے ہیں　　جن کا معدن ہے نجف میں وہ گہر آتے ہیں
حضرت سرورِ عالم کے پسر آتے ہیں!　　سیدہ فاطمہ کے لختِ جگر آتے ہیں
نخل بستان نبوت کے ثمر آتے ہیں　　جن کا گھر عرش پہ ہے وہ مرے گھر آتے ہیں
واہ قسمت کہ چراغ حرمین آتے ہیں　　اے مسلمانو مبارک ہو حسین آتے ہیں

پھر جب شہر مکہ میں اس جانِ عالم کی سواری آئی اہل مکہ نے جان تازہ پائی اللہ غنی وہ ہر طرف سے دھوم دھام ہر کہ و مہ کا اژدھام پھر گھر گھر شادی تھی سب کی زبان پہ مبارکباد دی تھی ؎

مرحبا اے اہل مکہ مرحبا　　مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
آج نور مصطفےٰ کی دید ہے　　آج ہی اہل حرم کی عید ہے
آمد شبیر کی کیا دھوم ہے　　دھوم ہے کیا دھوم ہے کیا دھوم ہے
آمد آمد ہے مرے سردار کی　　آمد آمد ہے شہ ابرار کی!
آمد آمد ساقی کوثر کی ہے　　آمد آمد نور پیغمبر کی ہے
آمد آمد ہے حسین پاک کی　　آمد آمد ہے شہ لولاک کی

---

پھر آپ مکہ معظمہ پہنچ کر بقیہ شعبان اور تمام رمضان اور شوال اور ذیقعد امن و امان سے رہے بہر صورت اطمینان سے رہے اور اہل مکہ مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے پانچوں وقت فوج کی فوج لوگ آپ کے پیچھے نماز کو آتے تھے سعید بن عاص کہ والی مکہ تھا

marfat.com

یزید کی طرف سے لوگوں کا یہ اثر دہام اور ہر اطراف وجوانب سے اس قدر دھوم دھام دیکھ کر گھبرایا اور
مکہ سے بھاگا مدینہ منورہ آیا پھر مدینہ سے یزید پلید کو خط لکھا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ
بن زبیر وغیرہ نے تمہاری بیعت نہ کی اور مدینہ طیبہ سے فلاں تاریخ کو مکہ معظمہ آئے سب
اہل مکہ اور ہر اطراف وجوانب کے لوگ اُن کے ساتھ رجوع لائے خدا کی خدائی چلی آتی ہے
سارے خلق جان ومال اپنا ان پہ قربان کرنے کو لاتی ہے جب یہ حال یزید شقی نے سنا
مارے غم وغصہ کے سر کو دھنا اور اس نظر سے کہ ولید بن عقبہ نے پکڑنے میں امام کے
تقصیر کی امارت مدینہ منورہ کی اُن سے چھین لی اور ابن الاشدق کو دی۔

**روایت** ہے کہ کوفی لا یوفی معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ سے ہمیشہ حضرت کو خلافت
اور خروج کی تحریص کرتے اور آپ کو کوفے بلاتے تھے مگر آپ اُن کے قول وفعل پر یقین نہ
لاتے تھے جب کوفیوں نے مدینے سے آپ کی تشریف آوری کی خبر پائی آپ کو کوفے میں بلانے
کی ٹھہرائی سنتر آدمیوں نے اشراف کوفے کے بالاتفاق ایک رائے ہو کر حضرت کو بڑے ذوق و
شوق اور تپاک سے اس مضمون کی عرضی لکھ بھیجی کہ یزید پلید تخت حکومت پہ بلا مشورے
اہل اسلام کے بیٹھ کر چاہتا ہے کہ حکمرانی کرے آپ ایسے لوگوں سے بیعت لے اور مسلمانوں پر
ایذا رسانی کرے اور ہم لوگ آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے شیعہ ہیں اور فرمانبردار
ہیں جہاں آپ کا پسینہ گرے اپنا خون دینے کو تیار ہیں ہم لوگ بھی یزید کی خلافت سے نالاں
ہیں بیزار ہیں دن رات آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں بدل وجان چاہتے ہیں کہ آپ کے
ہاتھ پہ بیعت کرکے ہر طرف سے جمعیت کرکے دشمنوں سے مقابلہ کریں اپنی جان ومال فرزند و
عیال آپ پہ قربان کرکے لڑ مریں جان جائے تو جائے مگر آئینہ عقیدت میں بل نہ آئے ہم لوگ
بالاتفاق خدا اور رسول کو درمیان دے کر قرآن مجید ہاتھ میں لے کر وعدہ واثق اور اقرار
صادق کرتے ہیں کہ جی جان سے بلکہ ہر دو جہان سے آپ کی تابعداری کریں گے اگر سر مو اس
میں فرق پڑے تو بری موت مریں آپ نبی زادے ہیں شاہزادے ہیں ایک عالم کے مطاع
ہیں بہر صورت واجب الاتباع ہیں آپ فوراً تشریف لائیں للہ آپ کوفے میں بہت جلد
قدم رنجہ فرمائیں۔ مثنوی لمولفہ ؎

marfat.com

اے مدنی برقع و مکی لقب — ہست غلامت عجم و ہم عرب
اے بدرت ملک و ملک ملتجی — رحم بحالم نہ نہ یزید شقی!
ما ہمہ مشتاق وصال تو ایم! — محو تماشائے جمال توایم
منتظراں را بلب آمد نفس — اے نہ تو فریاد بفریاد رس
بر سر چشمیم بنہ از لطف پا — اے کہ بست دار و استقامہا
دامن پاکت نگذارم مگر!! — چوں بہ رہانیم ازیں شور و شر
آہ ازیں جور یزید پلید — از ستمش جان بلبانم رسید
شاہی و ما جملہ گدائے توایم — والہ و شیدا بلقائے توایم
ناصر کونینی و ملجائے ما — رونق دین من و دنیائے ما

حضرت کو اس اثنا میں کبھی مزا اس خواب کا نہ بھولتا تھا غنچہ رخاطر ہو اواران ظاہر کی باتوں سے نہ بھولتا تھا ہر وقت اسی سوچ میں رہتے کہ یا نصیب وہ دن کب آئیں گے کہ حضرت حق کربلا میں مجھے بلائیں گے بارے قسمت وہ کونسی ساعت کونسی گھڑی ہوگی کہ لوگ کربلا میں ہم کو شہید کریں گے اسی جامہ رنگین اور تن خونیں اور لب خشک اور چشم تر اور جسم بے سر کے ساتھ نانا کے پاس جا کر خوشی سے عید ہم کریں گے پھر جب کوفے سے ڈیڑھ سو سے زیادہ بمضمون واحد خطوط معرفت چند خواص و شرفا وہاں کے آئے اور کوفیوں نے اس امر میں استدعا اور اصرار غایت درجے کو پہنچائے تب آپ نے عزم کوفے کا مصمم فرمایا اور بہت خوش ہو کر دل سے کہا الحمد للہ کہ اب زمانہ شہادت کا قریب آیا عبد اللہ بن عباس اور جو بڑے بڑے صحابہ مکہ معظمہ میں تھے سب نے آپ کو سمجھایا کہ کوفی لا یوفی کے قول و فعل کا ہرگز اعتماد نہیں کوفیوں نے آپ کے بھائی کے ساتھ جو جو جور کئے آپ بھول گئے یاد نہیں کوفیوں کی بیوفائی تمام عالم میں مشہور ہے آپ وہاں کا قصد نہ فرمائیں دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے اور اگر کوفیوں کا اتنا اصرار ہے تو پہلے اپنے کسی عزیز کو کوفے روانہ کرکے کوفیوں کا امتحان لیجئے یعنی حضرت مسلم پہلے کوفے تشریف لے جائیں اگر اہل کوفہ اپنے عہد و بیعت پر قائم ہوں تو بہتر ورنہ واپس آئیں۔

marfat.com

## چلے مکے سے کوفے کو جناب حضرت مسلم فلک اب مار نیکواں کے کیا کیا داؤ لاتا ہے

روایت ہے کہ بعد اصرار کوفیوں کے بصلاح و مشورے احباب کے پہلے آپ نے حضرت مسلم بن عقیل اپنے چچازاد بھائی کو بہ نیابت اپنے مع چند لوگوں کے کوفے کو روانہ کیا اور ایک خط کوفیوں کے نام لکھ کر اُن کو دیا اس مضمون کا کہ ڈیڑھ سو سے زیادہ عرضیاں تمہاری بطلب ہمارے اشتیاق و انتظار تمہارے شرفائے کوفہ کی معرفت آئیں دل میں نرمی اور سرور بے اندازہ لائیں بالفعل مسلم بن عقیل اپنے چچازاد بھائی کو اپنا نائب کرکے تمہارے پاس امتحاناً روانہ کرتا ہوں اگر تم لوگوں نے اپنے قول پہ ثابت قدم رہ کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے تمہاری خیر خواہی اور جان نثاری کی مجھے اطلاع دی تو میں فوراً عزم کوفہ کروں گا وہاں اگر اشقیا سے لڑوں گا سو دیکھنا خبردار تعظیم اور توقیر اور ہر بات میں اُن کو میرے برابر جاننا حاکم عادل متقی ہیں جو کچھ کہیں سو ماننا۔

روایت ہے کہ حضرت مسلم مکے سے ایک منزل نہ گئے تھے کہ ایک صیاد ہرن کا پیچھا کرتا ہوا دست راست سے آکے نمودار ہوا آخر کار ہرن کو پکڑ کر ذبح کیا حضرت مسلم یہ حال دیکھ کر حضرت امام حسین کے پاس واپس آئے اور عرض کی بھائی صاحب بالفعل ہمارا کوفے جانا مصلحت نہیں ہے اس واسطے کہ اول ہی منزل میں ایسی فال بد ہم نے دیکھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ کوفے جانے سے ڈرتے ہیں عذر کرتے ہیں تو میں اور کسی کو بھیجوں حضرت مسلم نے فرمایا ؎

شاہم سر ز فرمانت اگر تیغم زنے ہر دم مرا عید آں زماں باشد کہ قرباں ہست گردم

مجھے اتباع سے آپ کی سر مو انکار نہیں کچھ مکے کے رہنے میں مجھے اصرار نہیں یہ تو ایک بدفالی راہ میں دیکھی تھی چاہا کہ آپ سے عرض کر دوں اور ایک بار آپ کو دیکھ لوں اس واسطے کہ مجھے یقین ہے کہ کوفہ سے میں پھر کر نہ آؤں گا وہیں شہادت پاؤں گا پھر آپ سے رخصت ہونے لگے۔ ع الفراق کہتے کہتے بے قرار ہونے لگے ؎

در حسرت مسکینم جانان وداع آخریں از دل نہ گویت میر دم در غصہ دارم قصۂ مشکل

marfat.com

ندارم طاقت دوری ندارم تاب مہجوری — عجب درد یست بیدرماں عجب کاریست مشکل

لوگوں نے کہا کہ آپ موت سے ڈرتے ہیں کہ اس قدر آہ سرد بھرتے ہیں فرمایا نہیں مفارقت سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روتا ہوں بے تاب ہوتا ہوں غرض آپ نے حضرت امام کو رخصت کیا اور راہ کوفے کی لی ۔

روایت ہے کہ حضرت مسلم نے مدینہ منورہ کی راہ لی اور حرم نبوی میں پہنچ کر مسجد نبوی میں دوگانہ نماز پڑھی اور دونوں لڑکوں کو اپنے کہ بہت صغر سن تھے اور باپ بن رہ نہیں سکتے تھے درد ہجران سہہ نہیں سکتے تھے اپنے ہمراہ لیا پھر وہاں سے دو شخص راہ کے بتانیوالے لیے اور شارع عام چھوڑ کر بے طرح راہ ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو کر شبا شب آگے بڑھے دونوں اندھیری رات میں راہ بھول گئے اُس وادی میں چلتے چلتے پاؤں اُن کے پھول گئے اور ان کو تپش آفتاب سے اور نایابی آب سے کمال تکلیف اُٹھائی بڑی اذیت پائی جو تیاں پرزے پرزے ہوگئیں سیکڑوں کانٹے گڑ گئے پاؤں میں آبلے پڑ گئے آخر مجبور ہو کر ان راہبروں نے آپ کو ایک راہ بتائی کہ ادھر سے آپ چلے جائیں کچھ خوف و خطر دل میں نہ لائیں اور وہ دونوں راہبر کہ جان بلب رسیدہ تھے وہیں ہلاک ہوئے آفات دنیاوی سے پاک ہوئے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے وہ سب تکلیفیں جناب امام عالی مقام کے حضور میں لکھ بھیجیں ؎

بھپھولے دن کے تاتنے تاتنے اس پر اشک افشانی — رہ کو فہ میں ہے میرا یہی دانہ یہی

اور لکھا کہ آثار اور قرائن سے یہ سفر نامبارک سا آتا ہے سو دیکھیے خدائے تعالیٰ کیا پیش لاتا ہے اگر ارشاد ہو کوفے نہ جاؤں یہیں سے پلٹ آؤں اور کسی اور کو آپ اس کام پر مامور فرمائیں اور مجھ کو اپنے حضور میں سکے بلائیں شاہزادے نے جواب میں لکھ بھیجا کہ یہ سب تمہارے وہم ہیں خیالات ہیں پست ہمتی اور بزدلی کے علامات ہیں ؎

ہر بلائے راعطائے در پے ست — ہر کدورت را صفائے در پے ست

زیر ہر رنجے ست گنجے معتبر — خار دیدی چشم بکشا گل نگر

ہر بلا کز دوست آید راحت ست — واں بلا را بہ دلم صد منت ست

بھائی ہمت بلند کیجئے میرا جی خورسند کیجئے جس راہ میں قدم رکھا ہے اُس کو تمام کر دبخیر و

marfat.com

خوبی انجام کر حضرت مسلم موافق احکام کے وہاں سے مع دونوں صاحبزادوں اپنے کے بہزار محنت وجانفشانی کوفے کو جا پہنچے اور مختار بن عبیدہ کے گھر میں اُترے مشتاقان کوفہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر سر کے بل خدمت میں فوج کی فوج حاضر آئے گوہر جان نثار کو لائے آپ نے حضرت امام حسین کا نامہ پڑھ کر کوفیوں کو سنایا اس جماعت کوفی لایوفی نے نامے کا حال سن کر بآواز بلند نعرہ واشوقاہ عرش تک پہنچائے اور ہر طرف سے بعقیدت تمام واطاعت تمام جان و مال سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر تو حضرت مسلم کے پیچھے نمازیوں کا اس قدر اژدھام ہوا کہ سینہ سے سینہ چھلتا تھا نوبت اذان پنجگانہ کی اس قدر بلند ہوئی کہ عرش بریں ہلتا تھا ہر روز فوج کی فوج کوفی لایوفی اُن کے ہاتھ پر حضرت امام حسین کی بیعت کرتے تھے اپنا جان مال اُن پہ قربان کرنے کو مرتے تھے جب چالیس ہزار آدمی جنگی کوفی نے حضرت مسلم کے ہاتھ پہ بیعت کی اور ہر طرف سے جمعیت اور صرف جمعیت کی تو حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو ایک نامہ اس مضمون کا لکھا کہ یا ابن رسول اللہ اہل کوفہ اپنے عہد وپیمان کے موافق جان و مال سے حاضر آتے ہیں اور ہر روز میرے ہاتھ پہ آپ کی بیعت کئے جاتے ہیں چنانچہ آج تک چالیس ہزار مرد جنگی بیعت کر چکے زیر تیغ حکم آپ کے اپنی گردن دھر چکے یہاں دین اسلام کی رونق تمام ہے مرجع خاص وعام ہے آپ اس خط کے دیکھتے ہی کوفہ کا قصد فرمائیں خیال اور طرح دل میں نہ لائیں ؎

اے خوش آں روز یکہ از الطاف رب العالمین — وصل تو روزے بود واللہ خیر الرازقین

پھر جب نعمان بن بشیر صحابی نے کہ یزید کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے خبر بیعت کوفیوں کی دست حضرت مسلم پہ پائی چونکہ وہ دوست دار اہل بیت نبوت کے تھے اس لیے فقط ظاہر میں اہل کوفہ کو مسجد میں جمع کر کے دھمکایا اور تہدید بلیغ فرمائی مگر فقط دھمکی پر ٹالا اور کسی سے کچھ تعرض نہ کیا دار الامارۃ میں چلے آئے اور حضرت مسلم کے ساتھ کوفیوں کو اسی طرح چھوڑ دیا بلکہ درپردہ معاون اور مددگار حضرت مسلم کے رہتے اور کلمات ترغیب بیعت اور اطاعت امام عالی مقام کے اہل کوفہ سے کہتے اس کے بعد خفیہ پولیس اور جاسوسوں نے یزید پلید کے کہ کوفے میں رہتے تھے یہ سب حال یعنی حضرت مسلم کا کوفے میں آنا اور اہل کوفہ کا ان کی طرف

marfat.com

دل وجان سے رجوع لانا اور بیعت کرنی کوفیوں کی دست مسلم پر حضرت شبیر کی اور ضعف اور سستی نعمان بن بشیر کی اور خبر آمد آمد کی حضرت امام حسین کی کوفے میں ایک خط کے اندر لکھ کر شہر شام میں یزید پلید کو بھیجا اور لکھا کہ آپ کو بقائے سلطنت اور استحفاظ کوفہ منظور ہے تو ایک شخص باہیبت وسیاست بجائے نعمان بن بشیر کے کوفہ کا حاکم کر کے علی الفور یہاں بھیجنا ضرور ہے تاکہ وہ دشمنوں کو اس شہر سے دفع کرے فتنہ تازہ کو رفع کرے یزید پلید نے اس خط کا حال سن کر آتش غضب سے جل بھن کر سرجون رومی اپنے وزیر کو بلایا اور اس امر کا شوریٰ درمیان لایا کہ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کوفے میں آئے تو ملک ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا بلکہ ساری سلطنت میں خلل پڑ جائے گا اور ہر شہروں میں نشان حسینی گڑ جائے گا آخر اس مردود نے یہ صلاح بتائی کہ نعمان بن بشیر کو حکومت کوفے سے معزول کر کے ایسے کو حاکم کیا چاہئے کہ جماعت مسلم کو بحر فنا میں ڈبو دے اور جڑ فتنہ وفساد کی کھودے آخر بصلاح اس کے نعمان بن بشیر کو معزول کر کے عبداللہ بن زیاد کو کہ یزید کی جانب سے بصرے کا حاکم تھا کوفے پر مامور کیا اور عبداللہ بن زیاد کے نام حکم لکھا کہ حضرت مسلم کوفے میں آئے ہیں اور امام حسین کی بیعت سارے اہل کوفہ سے لیتے ہیں اور سارے اہل کوفہ اُن کی اتباع میں جان دیتے ہیں مناسب ہے کہ اس فرمان کے دیکھتے ہی تم بصرے میں اپنی جگہ بھائی اور کو حاکم مقرر کر کے جلد تر کوفے چلے آؤ اور وہاں پہنچ کر فوراً مسلم اور متابعان کا اُن کے سر کاٹ کر میرے پاس جلد بھجواؤ اور ان کی لاشوں کو خاک میں ملاؤ اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کوفے میں آگئے ہوں تو اُن سے میری بیعت لو اگر قبول کریں فبہا ورنہ بلا تحاشا اُن کو بھی شربت شہادت پلاؤ ابن زیاد بدنہاد یہ فرمان پڑھ کر خوشی کے دم میں پھول گیا غم دارین بھول گیا اور بصرے میں اپنے بھائی کو قائم مقام کر کے بہ سبیل استعجال کوفے کی راہ لی۔

**روایت ہے** کہ ان دنوں جناب امام حسین کی آمد آمد کی خبر کوفے میں مشتہر تھی ہر کوچہ و بازار میں اس کی خبر تھی اس ابن زیاد شیطان نے فریب کی راہ سے قریب کوفے کے مقام قادسیہ میں پہنچ کر اپنی ساری سپاہ روسیاہ کو وہیں چھوڑا حجازیوں کا راستہ لیا اور راہ بصرے سے منہ موڑا ادھر جب دو تین گھڑی رات گذری تو اپنا بھیس بدلا اور لباس حجازیوں کا پہنا

یعنی سیاہ عمامہ سر پہ باندھا اور گلے سے ایک تلوار آبدار حمائل کرلی اور تیر و کمان بازو میں میں لگایا اور از راہ مکاری اور عیاری ایک عصا ہاتھ میں لے کر چادر سے اپنا سر اور منہ لپیٹ کر اونٹ پر سوار ہو کر چند آدمیوں کے ساتھ بصرہ کی راہ سے کترا کر جس راہ سے قافلہ حجازیہ کا آنا تھا رات کو درمیان نماز مغرب اور عشا کے کوفہ میں داخل ہوا اور دھوکا دے کر اپنے تئیں جناب امام حسین ظاہر کیا اہل کوفہ کہ پہلے ہی مشتاق ہمہ تن چشم انتظار قدوم میمنت لزوم جناب عالی مقام کے تھے اور ان دنوں حضرت امام کی آمد آمد کی خبر مشہور ہو رہی تھی یہ دھوم دھام اور شوکت اور اژدحام خاص و عام دیکھ کر دھوکے میں آکر سمجھے امام صاحب تشریف لائے پس ہر کہ و مہ استقبال کو آئے شرائط تعظیم و توقیر غایت درجے کی بجا لائے پھر تو اہل کوفہ فوج فوج استقبال کو آتے تھے اور بسبب تاریکی رات کے امام صاحب کے دھوکے سے رسم تہنیت و سلام بجا لاتے تھے اور کہتے تھے مرحبا یا ابن رسول اللہ

~~آمدی و آمدنت بس خوشی ست~~ دیدن روئے تو عجب دلکشی ست

خاک درت بر سر ما تاج باد!! ہر شب عمرت شب معراج باد

ابن زیاد سب کا سلام لیتا تھا مگر منہ سے کچھ بات نہ کہتا تھا آہستہ آہستہ سب کے سلام کا جواب دیتا تھا لیکن یہ اژدہام اور میلان کوفیوں کا ساتھ امام عالی مقام کے دیکھ کر مارے غصے کے مثل سانپ کے دل میں پیچ و تاب کھاتا تھا اور دانت پر دانت پیستا تھا اور آتش غضب سے جلا جاتا تھا غرض سارے اہل کوفہ اُس کے پس و پیش مرحبا اور طرفوا طرفوا[1] گویان اور ابن زیاد بدنہاد اسی طرح سر بگریبان حاکم نشین مکان کے پھاٹک پر گیا اور اس کی غرض یہ تھی کہ لوگ اس کو نہ پہچانیں اور ایک بار بلوہ کر کے کسی طرح کا فتنہ اور فساد ظہور میں نہ لائیں

روایت ہے کہ جب ابن زیاد بدنہاد پھاٹک پر دار الامارت کے اس دھوم دھام اور مرجع خاص و عام سے پہنچا نعمان بن بشیر نے پھاٹک بند کر لیا اور کوٹھے پر چڑھ کے اُس کوکب اور دھوم دھام اور کوفیوں کے اژدہام کو دیکھا سمجھا کہ جناب امام حسین ہیں پکار کر کہا یا ابن رسول اللہ آپ یہاں سے مناسب ہے کہ پھر جائیں فتنہ و فساد نہ اٹھائیں یزید ہرگز یہ شہر

---

[1] یعنی ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ ۱۲

آپ کو نہ دے گا بغیر استیصال آپ کے دم نہ لے گا آج ہی کی رات آپ کوفے سے تشریف لے جائیں اور کسی مقام میں نزدل اجلال فرمائیں اور اہل کوفہ نعمان کو گالیاں دیتے تھے کہ جلد دروازہ کھلواؤ کہ اس پھاٹک پر ابن رسول اللہ کھڑے ہیں آخر مسلم ابن عمرو باہلی نے نعرہ مارا کہ اے کوفیو یہ امیر عبداللہ ابن زیاد حضرت امام حسین نہیں اور ابن زیاد نے بھی چادر سر سے اٹھائی اور بات بولا پھر اہل کوفہ نے پہچانا۔ چپکے چپکے دارالامارت سے پہنچا اپنے گھر کی راہ لی اور نعمان نے پھاٹک کھلوا دیا اور ابن زیاد بدنہاد کو کوٹھے پر بلوالیا۔

روایت ہے کہ پھر جب صبح ہوئی تو ابن زیاد بدنہاد نے اکابر کوفہ کو بلوایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا مگر ایذا رسانی اور قتل سے کوفیوں کے ہاتھ اٹھایا فقط دھمکی اور میسلہ اور تقریر زبانی اور تہدید لسانی سے حضرت مسلم کی جماعت کو توڑا حضرت مسلم مضطر ہوئے اور بہت گھبرائے اور ہانی کے گھر آئے اور فرمایا اے ہانی میں اس شہر میں مسافر ہوں غریب ہوں مبتلا بانواع مصائب عجیب ہوں اور تم اہل کوفہ کو پہچانتے ہو بے وفائی اور جو فروشی گندم نمائی ان کی خوب جانتے ہو غرض اپنے حالات اور مصائب کہاں تک تم سے کہیں تھوڑی جگہ دو تو شب بھر یہاں پر پڑے رہیں ہانی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی ؎

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست　　　　کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

شیعہ حضرت کے پتا لگا کر ہانی کے گھر خفیۃً آتے تھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت حضرت امام حسین کی کئے جاتے تھے اور مغلظ قسمیں کھاتے کہ بیعت سے ساتھ تا زیست وہ نہ کرنے کے گاہے سر مو نہ عذر کریں گے نہ دغا کریں گے ابن زیاد بدنہاد نے ہر چند حضرت مسلم کو گلی گلی تلاش کروایا مگر کہیں پتا نہ پایا۔

روایت ہے کہ جب ابن زیاد کو باوجود سعی تمام اور تلاش مالا کلام کے حضرت مسلم کا سراغ نہ ملا تو بہت گھبرایا آخر حیلہ عجیب درمیان لایا یعنی اس ملعون کا ایک غلام بدانجام تھا معقل نام اس کو اس نے تین ہزار درہم دیے اور کہا کہ شیعیان علی کے ساتھ جا کر اختلاط پیدا کر امام حسین اور اہل بیت نبوت کے ساتھ اپنا حسن اعتقاد ہویدا کر اور ظاہر کر کہ میں بھی از دوستداران حضرت مسلم و امام حسین ہوں ان کی زیارت اور قدم بوسی کے لیے بے چین

marfat.com

ہوں مسافت بعیدہ طے کر کے آیا ہوں یہ تین ہزار درم واسطے نذر حضرت مسلم کے لایا ہوں بخدا مجھے اُن کی خدمت سراپا برکت میں لے چلو کہ اُن کے ہاتھ پر میں بیعت کروں اور یہ درہم اپنے ہاتھ سے ان کی نذر کروں خدمت کروں تاکہ وہ اس سے گھوڑے اور ہتھیار خرید یں اور دشمنان اہل بیت سے لڑیں پھر جب مجھے مسلم کا پتا ملے تو تقیہ کی راہ سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ درہم اُنکی خدمت میں پیش کر کے مجھے خبر دے غرض معقل نے ہمراہی ایک شخص شیعہ مسلم کے حضرت مسلم کے پاس جاکر بڑے تپاک و تعظیم سے اُن کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیے اور تینوں ہزار درم ان کے آگے رکھ دیے اور قسمیں کھائیں کہ ہرگز افشائے راز اور حیلہ سازی نہ کریں گے اور دگا ہے بجا آوری ان کے حکم میں آپ کے مکر اور دغا بازی نہ کریں گے پھر اس نے دست مسلم پر بیعت کی اور رات بھر وہیں ہانی کے گھر رہ کر حقیقت احوال پر حضرت مسلم اور شیعوں اُن کے آگاہ ہو کر صبح کو ابن زیاد بدنہاد کے پاس آیا اور سارا حال ابتدا سے انتہا تک کہہ سُنایا۔

**روایت** ہے کہ اس کے بعد بحکم ابن زیاد بدنہاد محمد بن اشعث تھوڑی سی فوج کے ساتھ ہانی کے گھر آیا اور ہانی کو ابن زیاد کے پاس پکڑ لایا ابن زیاد نے ہانی سے کہا کہ مسلم کو فوراً حاضر کر نہیں تو تجھے ابھی تہ تیغ کروں گا نہ تو تیری صحابیت کا لحاظ کروں گا نہ تیری جان کا دریغ کروں گا انہوں نے کہا کہ حضرت مسلم کو میں تیرے قتل کے لیے حاضر کروں یہ بات مجھ سے ہرگز ممکن نہیں تو مجھ پیر کو مار ڈالنے سے کیا دھمکاتا ہے مجھے زندگی کی ہوس نہیں میری جوانی کا سن نہیں غرض ہانی کو ہر چند ابن زیاد وغیرہ نے سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا ان کی دھمکی اور باتوں کو باد ہوائی جانا پھر اس بدنہاد نے ہانی اور سارے رؤسائے کوفہ کو ایک محل میں قید کیا اور ہانی کو انواع تکالیف میں مبتلا کر کے بڑا رنج دیا دوسرے دن ابن زیاد نے ہانی کو بلا کر کہا کہ اے ہانی تو اپنی جان عزیز رکھتا ہے یا جان مسلم کو ہانی نے کہا میں ہزار جان اپنی سی حضرت مسلم پر قربان کرتا ہوں جان کیا بلکہ فدا ان پر دین و ایمان اور دونوں جہان کرتا ہوں اے ابن زیاد میرا دم نکل جائے گا مگر انشاء اللہ تعالی آئینہ اعتقاد میں ہرگز نہ بل آئے گا اور ہانی کا سن اس وقت ننانوے ۹۹ برس کا تھا اور مدتہا انہوں نے شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پایا تھا اور زمانہ دراز تک صحبت سے حضرت علی شیر خدا کے

marfat.com

فیض اٹھایا تھا ابن زیاد بدنہاد نے نہ ہانی کی صحابیت کا کچھ پاس کیا نہ خدا اور رسول کا ہراس کیا آخر ہانی کو ننگا کر وا دیا اور شکنجے میں اُن کو خوب کس کر کے کوڑا منگوایا پھر کہا کہ مسلم کو حاضر کر ورنہ تجھے ہزار کوڑے ماروں گا سر گردن سے اُتار دوں گا ہانی نے کہا کہ اگر حضرت مسلم میری بغل میں ہوں اور تو مجھے جو عذاب چاہے کرے مگر میں ہرگز اپنا ہاتھ اُن پر سے نہ اٹھاؤں تجھے ان کا نشان نہ بتاؤں پھر بحکم ابن زیاد جلاد نے ہانی کو پانچ سو کوڑے مارے ہانی ایک تو شکنجے میں کسے ہوئے تھے دوسرے مارے کوڑوں کے بیہوش ہوگئے۔

روایت ہے کہ جبکہ خبر ہانی اور رُسائے کوفہ کے قید ہونے کی حضرت مسلم نے پائی عرق حمیت اور ہاشمیت اُن کی جوش میں آئی اپنے دونوں صاحبزادگان محمد اور ابراہیم کو قاضی شریح کے گھر بھیجا اور محبان اہلبیت اور اپنے سارے مریدوں کو پکارا بات کی بات میں چالیس ہزار جوان ہتھیار بند جانبازی کو تیار ہو گئے دل و جان سے مستعد کارزار ہو گئے اور ایک بار سب جوانوں نے بہمراہی حضرت مسلم کے محل ابن زیاد کا گھیر لیا خوف یزید اور ابن زیاد سے یک قلم منہ پھیر لیا ابن زیاد نے دیکھا کہ شیر دلیر نے مع فوج جرار آکر مجھے گھیرا اب کام ہاتھ سے جاتا ہے اللہ اپنی قدرت دکھاتا ہے پس رئیسانِ کوفہ کو جو اُس ملعون کے محل میں قید تھے دھمکی کے ساتھ حکم دیا کہ کوٹھے پر جا کر اپنے اپنے خویش اقارب کو سمجھاؤ ہمراہی سے مسلم کی منہ پھیریں اور بر محل اپنے اپنے گھر کی راہ لیں میرا محل نہ گھیریں تاکہ میں ان سب کے درجے بڑھاؤں اور ہر ایک کو مدارج علیا پر چڑھاؤں اور نہیں تو تم سب کو ابھی پھانسی دوں گا اور گھر کی مٹی تک اکھاڑ پھینکوں گا پس ان رئیسوں نے بطمع عزت اور بخوف ان کے سب جوانان مسلح کو سمجھا کر تتر بتر کرایا ہر ایک کوفی لا یوفی نے اپنا اپنا راستہ لیا نہ کسی نے عہد و پیمان کا پاس کیا نہ خدا اور رسول سے ہراس کیا شام تک حضرت مسلم کے ساتھ چالیس ہزار جوانانِ مسلح میں سے فقط پانچ سو آدمی رہ گئے جب حضرت مسلم نے کوفے کی مسجد میں فرض مغرب کی نیت باندھی تو آپ کے پیچھے پانچ سو آدمی مسلح تھے جب سلام پھیرا ایک کوفی بھی نہ تھا سب کے سب چل دیے اپنا دین ایمان بحر بے وفائی میں ڈبو گئے۔

روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے رفاقت سے حضرت مسلم کے منہ موڑا اور حضرت کو تن تنہا

marfat.com

مسجد کوفہ میں چھوڑا آپ کوفیوں کی بے وفائی اور جو فروشی گندم نمائی کا حال پُر ملال دیکھ کر حیران ہوئے بہت گھبرائے نہایت پریشان ہوئے پس ناچار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو کر آپ بھی وہاں سے سوار ہوئے چاہا کہ کوفے سے کسی طرف نکل جائیں تاکہ کوفیاں بے وفا کی بلا سے نجات پائیں ناگاہ سعید کوفی ملے پوچھا اے سید آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا چاہتا ہوں کہ کوفے سے نکل جاؤں کہا ہرگز آپ ایسا خیال دل میں نہ لائیں یہاں سے آگے قدم نہ بڑھائیں کہ راہ داران سب راہوں پر بیٹھے ہوئے آپ کو تلاش کر رہے ہیں اور سب دروازوں پر شہر کے ناکے بندیاں کی ہیں پس سعید نے آپ کو وہاں سے محمد کثیر کے گھر پہنچایا محمد کثیر نے آپ کے قدموں کا بوسہ لے کر بڑی تعظیم سے زمین کے نیچے تہ خانہ میں آپ کو چھپایا اور خوش ہو کر کہا ؎

گذر فتاد بسر وقت کشتگان غمت ہزار جان گرامی فدائے ہر قدمت

فگند سر قدرت بر من از کرم سایہ مباد از سر من دور سایۂ کرمت

جاسوسوں نے یہ خبر ابن زیاد کو پہنچائی اُس شیطان نے محمد کثیر کے گھر فوج کثیر اپنے بیٹے کے ساتھ کر کے بھجوائی کہ محمد کثیر اور اس کے بیٹے کو اور مسلم کو یہاں پکڑ کر لاؤ لشکر یان ابن زیاد نے محمد کثیر رضی اللہ عنہ کے گھر میں حضرت مسلم کو ہر چند تلاش کیا مگر اُن کا کچھ پتا نہ پایا پس محمد کثیر اور ان کے بیٹے کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچایا آخر ابن زیاد نے اُن دونوں کو قتل کروا دیا حضرت مسلم نے خبر شہادت محمد کثیر کی سن کر رات کو شمشیر بُراں حائل کی اور نیزہ ہاتھ میں لیا اور اسب صبا رفتار پر سوار ہو کر جینے سے ہاتھ دھو کر چلے کہ شہر کوفے سے نکل جائیں جس گلی اور دروازے کی طرف جاتے تھے سوار اور سپاہیوں کو ابن زیاد کے نگاہبان پاتے تھے اور ابن زیاد نے گلی گلی منادی کرا دی تھی کہ جو کوئی خبر مسلم یا سر مسلم کا میرے پاس لائے گا وہ حکومت شہر کوفہ کی اور زر بے حساب مجھ سے پائے گا پھر آپ نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا ایک گلی کی راہ لی سڑک سے منہ موڑا آگے ایک مسجد ویران ملی اُس میں جا بیٹھے اور درد مفارقت سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زار زار روتے تھے اور اپنے دونوں بیٹوں کی جدائی اور کوفیوں کی بے وفائی پر بہت بیتاب ہوتے تھے اور فرماتے تھے ؎

marfat.com

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں ‏ ‏ ‏ اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

آہ کوئی محرم نہیں حال دل کس سے کہیں درد مفارقت سہا نہیں جاتا کیوں کر سہیں افسوس کوئی رفیق نہیں کہ مکے جائے اور حال میری تنہائی اور کوفیوں کی بے وفائی کا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچائے ؎

محرمِ رازِ دلِ شیدائے خود ‏ ‏ ‏ کس نمے یابم زخاص و عام را

خداوندا مسلم تو اب کوفیوں کے ہاتھ سے شہید ہو چکے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چلے اب ایسا ہو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میرے اُس خط کو دیکھ کر کوفے کو نہ آئیں اور اگر بقصد کوفہ مکے سے چلے ہوں تو راہ سے پلٹ جائیں ؎

نہ قاصدے کہ پیامے بہ نزد یار برد ‏ ‏ ‏ نہ محرمے کہ سلامے بدان دیار برد

فتادہ ایم بشہر غریب و یارم نیست ‏ ‏ ‏ کہ قصۂ از غریبی بشہر یار برد

## خبر دو حضرت شبیر کو کوفے نہیں آویں ‏ ‏ ‏ کہ مسلم آ کے کوفے میں دغا سے مارے جاتے ہیں

روایت ہے کہ جب رات ہوئی تو آپ اُس مسجد سے ایک طرف چلے مگر جانتے نہ تھے کہ کس طرف جاتے ہیں فرماتے تھے آہ کوئی مقام اپنا جانا نہیں دم بھر کہیں سانس لینے کا ٹھکانا نہیں جو مُرید تھا وہ مستعد خونریزی ہے ہر کوئی آمادہ فتنہ انگیزی ہے اب ہر طرف سے موت کا سامان ہے موت سر پر کھڑی ہے ہر شقی دشمن جان ہے پھر اثنائے راہ میں قاضی شریح کے پاس سے لڑکوں کو لیا مگر چلتے چلتے مارے بھوک پیاس کے دم آگے بڑھا نہیں سکتے تھے حالت تحیر میں اپنے دونوں بچوں کا منہ تکتے تھے جب دونوں لڑکے بلک بلک کر آب و دانہ مانگتے آپ اپنا کلیجہ تھام لیتے کچھ باتیں تشفی کی اشارے سے ان کو کہہ دیتے غرض اسی طرح ایک عورت نیک انجام طوعہ نام کے گھر تشریف لائے چہرے زرد لب خشک اُس کو دکھائے اور فرمایا اے مادر مہربان ہم سب بڑے پیاسے ہیں ایک چلو پانی ہم کو پلا سکتی ہے اور کئی وقت سے ان بچوں نے کھانا نہیں کھایا ہے کچھ کھلا سکتی ہے طوعہ نے کہا ہاں حضرت پانی بھی پلاؤں گی اور جو کچھ حاضر ہے بیشک کھلاؤں گی وہ عورت پانی لائی

marfat.com

آپ نے پیا اور وہیں بیٹھ گئے ذرا دم لیا اور دل سے کہا آہ ہر کس نخواہاں جان ہے کدھر جائیں پاؤں چلتا نہیں کیوں کر قدم اٹھائیں جب آپ بیٹھ گئے تو طوعہ نے کہا بیٹا شہر میں آجکل بلوائے عام ہو رہا ہے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طلب میں کوفیوں کا اژدہام ہو رہا ہے کہ جلد تم یہاں سے قدم بڑھاؤ جہاں جاتے ہو چلے جاؤ کہ یہی صورت نجات ہے کسی مسافر سے بولنے کا حکم نہیں حکم حاکم مرگ مفاجات ہے آپ نے فرمایا اے مادر مہربان میری جان تجھ پر قربان ہم پردیسی ہیں راہ بہک گئے ہیں کیا کہیں اب چلا نہیں جاتا چلتے چلتے تھک گئے ہیں دیکھ تلوؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں ان ننھے بچوں کے قدموں میں کانٹے گڑ گئے ہیں زخم غم سے جگر تپک رہا ہے آتش ستم سے دل پک رہا ہے ؎

تپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا　　　　خدا برُوں سے نہ ڈالے معاملہ دل کا

تھوڑی جگہ دے تو یہاں شب بھر پڑے رہیں گے ساری مصیبتیں تجھ سے کہیں گے بعوض اس کے تیرے سب گناہ بخشوائیں گے بہشت میں اپنے جدامجد رسول آخرالزماں کے ساتھ تجھے جگہ دلوائیں گے آہ غم ہجران برادر حسین سہا نہیں جاتا بے نام لیے رہا نہیں جاتا طوعہ نے کہا آپ کا کیا نام ہے اس شہر میں کیوں آئے ہیں کیا کام ہے آپ نے فرمایا ؎

نام نہ پوچھو مراگم نام ہوں　　　　کام مجھے کچھ نہیں ناکام ہوں

اے طوعہ غمزدوں کا حال تو کیا جانے گی ستم کشیدہ محنت رسیدوں کو بھلا کیا پہچانے گی ؎

نام سے کیا کام ہے جو میں کہوں　　　　تھوڑی جگہ دے تو یہاں پڑ رہوں

طوعہ نے بہت اصرار کیا استفسار نام میں عرض طول دیا آپ نے طوعہ کو مجبوری اپنا نام ونشان بتایا اور سارا حال اپنا اور کوفیوں کی بے وفائی کا سنایا طوعہ آپ کا نام پاک سنتے ہی قدموں پر گر پڑی بلائیں لینے لگی بے تاب ہو کر دعائیں دینے لگی اور کہنے لگی ؎

رہئے یہاں شوق سے آرام سے　　　　ہم کو خبر دیجئے ہر کام سے

پھر طوعہ نے حضرت مسلم اور دونوں صاحبزادوں کو جلدی سے گھر میں لے جاکر فرش مکلف بچھا کر چھپایا اور بڑی خوشی اور نہایت تعظیم وادب سے ماحضر درویشانہ کھلانا ہر دم آپ کی بے کسی اور غربت پہ روتی تھی کوفیوں کی بے وفائی پر اشکبار ہوتی تھی بار بار آپ کا

marfat.com

منہ تکتی تھی دل سے آہ کرتی مگر لب نہ ہلا سکتی تھی پھر آپ نے نماز قضا ادا کی کھا پی کر لیٹے شکر وثنائے کبریا کی رات کو بیٹا طوعہ کا جو چیلہ محمد بن اشعث شقی کا تھا گھر میں آیا اور ماں کو ایک مہمان عظیم الشان کی خدمت میں مصروف پایا دیکھا کہ بار بار بیقرار ہو کر کبھی گھر سے صحن میں آتی ہے اور گاہے صحن سے گھر میں بے تاب ہو کر جاتی ہے ہنستی ہے کبھی روتی ہے دل ہی دل میں گھٹ گھٹ کر رہتی ہے بے تاب ہوتی ہے کہا اے ماں مجھے آج تیرا حال دیکھ کر بڑا تعجب ہے خیر تو ہے بار بار اس گھر میں آتی جاتی ہے اس کا کیا سبب ہے طوعہ نے کہا جا کر سو رہ خیریت ہے ہر طرح سے جمعیت ہے بیٹے نے نہ مانا طوعہ کی بات کو حیلہ حوالہ جانا کہا اے ماں آپ مجھے بھی اپنے حال سے آگاہ کیجئے راز مخفی سے خبر دیجئے طوعہ نے مجبور ہو کر بیٹے کی بلائیں لے کر قسمیں دے کر کہا اے بیٹا حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک گھر میں آیا ہے سعادت جان کر بامید ثواب اُن کو چھپایا ہے بیٹا اس کا سُن کر چپ ہو رہا گھر میں جا کر سو رہا رات کے وقت حضرت مسلم جناب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے اہل وعیال کو خواب میں دیکھ کر اُٹھ بیٹھے اور رونے لگے اشک دیدہ سے دامن بھگونے لگے

| | |
|---|---|
| بیا اے اشک تا بر روز گار خویشتن گریم | شمع از محنت شبہائے تار خویشتن گریم |
| ندارم مہربانے تا کند بر حال من گریہ | ہماں بہتر کہ خود بر حال زار خویشتن گریم |

روایت ہے کہ ابن زیاد بدنہاد نے علی الصباح گلی گلی منادی کرادی کہ جو کوئی خبر مسلم کی میرے پاس لائے گا فی الفور دس ہزار درم پائے گا اور علاوہ اس کے اور سب حاجتیں اُس کی بر لاؤں اور درجہ عالی پر اُس کو پہنچاؤں گا اور جو کوئی مسلم کو اپنے گھر میں چھپائے گا فوراً اُسے سولی دوں گا گھر اُس کا لوٹ لیا جائے طوعہ کا بیٹا یہ وعید سن کر آتش خوف سے جل بھن کر محمد بن اشعث اپنے آقا کے پاس آیا اور سارا حال حضرت مسلم کا کہہ سنایا یہ شیطان سُن کر خوشی سے سر دھن کر چپ ہو رہا اور جھٹ پٹ جا کر ابن زیاد سے یہ سب حال کہا ابن زیاد نے کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو مع تین سو سپاہ روسیاہ کے طوعہ کے گھر بھیجا انہوں نے آکر وہ گھر گھیر لیا راہ حق سے منہ پھیر لیا۔

روایت ہے کہ جب حضرت مسلم نے آواز نقارہ اور ٹاپوں گھوڑے فوج اشقیا کی

marfat.com

پائی رگ ہاشمیت آپ کی نہایت جوش میں آئی تب دونوں لڑکوں کو پھر قاضی شریح کے گھر بھیجا اور خود زندگی سے ہاتھ دھو کر ہر طرح مسلح ہو کر شمشیر بُراں حیدری ہاتھ میں لے کر باہر آئے اور مثل شیر دلیر تن تنہا درمیان فوج اشقیائے روباہ صفت گھس کر جوہر شجاعت اور شوکت ہاشمیت دکھائی جس وقت آپ تلوار کھینچ کر مثل برق خاطف کے سر میدان آئے اشقیا مارے خوف کے کانپنے لگے دم بخود ہو کر ہانپنے لگے جس مردود پر وار کیا ذوالفقار حیدری کو اُس کے سر سے ناف تک پار کیا ہر حملے کے ساتھ زمین ہلتی تھی اتنے کفار کو مارا کہ ملک الموت کو دم نکالنے سے مہلت دم مارنے کی نہ ملتی تھی اس قدر اشقیا کشتے ہوئے کہ کشتوں کے پشتے ہوئے روایت ہے کہ اس وقت آپ تلوار لے کر جس طرف حملہ کرتے تھے دس پانچ شقی برابر مرتے تھے جدھر قدم دھرتے خوف سے دھرتی ہلتی تھی کسی شقی کو آپ پر وار کرنے کی مہلت نہ ملتی تھی کفار در دام اور دور دور سے پتھر چلاتے تھے مگر مارے رعب کے سامنے نہ آتے تھے آخر ایک سنگدل کے پتھر سے پیشانی انور پر ایسا زخم کاری ہوا کہ پیشانی اور رخسارۂ عالی سے خون کا دھارا جاری ہوا اس وقت متواتر آپ کو غش آنے لگے تب آپ ایک دیوار سے پیٹھ لگا کر مکہ معظمہ کی جانب ہاتھ اٹھا کر بحالت یاس و حرمان کمال افسوس سے فرمانے لگے کہ اے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کچھ آپ کو مسلم خستہ جگر کی بھی خبر ہے کہ اس پر کیا کیا گذری افسوس میرا تو کوفیوں نے یہ حال کیا کہ سنگ جفا سے سارا جسم چکنا چور اور خون سے سر لال کیا مگر مجھ خستہ حال کو ہر دم آپ ہی کا خیال ہے فقط مجھے اسی کا ملال ہے کہ خدانخواستہ کہیں آپ بھی کوفیوں کے خطوط پر فریب نہ کھائیں اس طرف کہیں چلے نہ آئیں اب کون قاصد ہے جو آپ کو یہاں آنے سے روکے اور میرا حال سنا دے افسوس خبر میری شہادت کی آپ تک کون پہنچا دے ؎

نہ قاصد ہے نہ صبا ہے نہ مرغ نامہ بر ہے — کسے زبیکسیٔ ما نے برد خبرے

اگرچہ غش پر غش چلے آتے تھے مگر کلیجہ تھام کر با دصبا سے یہ فرماتے تھے ؎

صبا بہ گلشن احباب من اگر گذری — اذا لقیت حبیبی نقل لہ خبری

ناگاہ ایک ملعون نے چہرہ نورانی پر ایسی تلوار ماری کہ لب مبارک اوپر کا کٹ گیا اور نیچے کا دو پارہ ہو کر اُلٹ گیا پھر آپ نے اس ملعون کو ایک وار میں واصل جہنم کر کے فرمایا ؎

marfat.com

ما کشتۂ عشقیم محبت کفن ماست | پروردۂ دردیم مصیبت وطن ماست
مارا چہ غم از تشنگی روز قیامت | چوں نام محمد ہمہ دم در دہن ماست

روایت ہے کہ اس وقت پیاس سے آپ نے بے تاب ہوکر فرمایا افسوس اے کوفیو ہر طرف سے ہمارے اوپر تیغ و تیر مثل مینہ کے برستے ہیں اور ہم ساقی کوثر کے جگر گوشہ ہوکر قطرۂ آب کو ترستے ہیں ؎

شکر ہے اے کوفیو اللہ کی درگاہ میں | ہم گلا اپنا کٹاتے ہیں خدا کی راہ میں

ہمارا امّتہ تم سب کے سب کیا سکتے ہو بھلا ایک چلو پانی خدا کی راہ میں مجھے پلا سکتے ہو عوض اُس کے آپ کوثر ہم تمہیں پلائیں گے خدا سے گناہ تمہارے بخشوائیں گے یہ سن کر کسی نے جواب نہ دیا ایک بڑھیا نے ترس کھایا دوڑ کر ایک کوزہ پانی آپ کے سامنے لائی آپ نے کوزہ ہاتھ میں لے کر چاہا کہ نوش فرمائیں کہ فوراً وہ کوزہ خون رخسارۂ انور سے پُرخون ہوگیا پینے کے قابل نہ رہا گلگوں ہوگیا پھر دوڑ کر دوسرا کوزہ لائی جونہی آپ نے چاہا کہ پئیں کہ خون کے ساتھ چند گوہر دندان مبارک کوزے میں ٹوٹ کر گرے آپ نے فرمایا اب دو ایک ساعت جی کر شربت شہادت ہی پی کر حلق تشنہ کو سیراب کریں گے ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود وسلام | علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

روایت ہے کہ آپ نے اس وقت زندگی سے ہاتھ دھوکر رو بکعبہ ہوکر رو رو کر فرمایا ؎

اے باد صبا ز روے یاری | سوئے حرم خدا گذر کن !!!
شاہزادہ حسین را چو بینی | بنشین و حدیث مختصر کن
ہر بدکہ ز کوفیاں بدیدی | فرزند رسول را خبر کن
ہر گونہ کہ مسلم ستم کش | شد کشتہ تو چارۂ دگر کن
مغرور مشو بقول کوفی ! | در فتنۂ شامیاں حذر کن

پھر فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؎

اِشْتَدَّ یَاحُسَیْنُ بِهَجْرِكَ مَلَالَتِیْ | یَامَعْدَنَ الرَّحْمِ اِرْحَمْ بِحَالَتِیْ

بھائی حسین جی بھر میں آپ کو دیکھنے پایا یا نہیں افسوس آپ کی صحبت سے فیض اُٹھا یا نہیں تمنا تھی کہ ایک مرتبہ اور آخر وقت ہم آپ کو دیکھ لیتے مگر عمر نے وفا نہ کی ؎

marfat.com

بھلا کہنے سے اب ہوتی ہے کیا بات لکھا تقدیر کا ٹلتا نہ ہیہات
رہا ارمان دل کا دل میں شاہا فآہا ثم آہا ثم آہا

اب قیامت ہی میں ملاقات ہوگی کوفیوں کی بے وفائی کی وہیں بات ہوگی ۵
جان دلوم ز لقائے ہوائے تو در دلم رفتم بخاک و تخم وفائے تو در گلم

روایت ہے کہ اس وقت آپ نے کوفیوں سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں میں کوئی قبیلہ قریش سے ہے تو ذرا میرے پاس آئے اور وصیت میری سنے اور میرے بعد اُسے عمل میں لائے ناگاہ دیکھا کہ گروہ اشقیا میں عمر بن سعد کھڑا ہے راہ شقاوت پر اڑا ہے آپ نے فرمایا اے پسر سعد میں تو اب تمہارے ہاتھ سے مرتا ہوں مگر بباعث قرب قرابت کے تم سے کچھ وصیت کرتا ہوں اول ؔ یہ کہ فلانے کوفی کا میرے ذمے اتنا قرض ہے اور اُس کا ادا میرے ذمے فرض ہے سو میرے ان سب ہتھیاروں کو جو میرے ساتھ ہیں اور ہمارے گھوڑے کو جو فلاں کوفی کے گھر ہے بیچ کر وہ قرض ادا کر دینا دوسرےؔ یہ کہ میں بیقین جانتا ہوں کہ یہ شقی مجھے شہید کر کے میرا سر کاٹ کر شام کو یزید کے پاس بھیج دیں گے سو تم میری لاش کو جہاں مناسب جانو دفن کرا دینا تیسرےؔ یہ کہ میرے شہید ہونے کے بعد لکھئے میں بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تم میری شہادت اور کوفیوں کی بے وفائی کا حال لکھ بھیجنا کہ مسلم آپ کے بھائی مارے گئے آپ کہنے سے ہرگز کوفے نہ آئیں راہ میں آئے ہوں تو پلٹ جائیں کوفیاں بے وفا کے خطوط پر فریب نہ کھائیں اُس کے بعد پھر آپ نے بہادری شروع کی۔

روایت ہے کہ جب محمد بن اشعث نے دیکھا کہ بنی ہاشم سے مقابلہ دشوار ہے مجبور ہو کر بحکم ابن زیاد حضرت مسلم کو امان دے کر ابن زیاد کے پاس لے چلا وہی شیعہ وہی مریدان حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے اُن کو مثل ایک انار میان صد بیمار کے گھیرے جاتے تھے مگر مارے خوف کے آپ کے پاس نہ آتے تھے اور آپ ہر ہر قدم پر شکر باری کے ساتھ قدم اٹھاتے تھے اور کوفیان مریدان کی طرف خطاب کر کے فرماتے تھے ۵

marfat.com

ہرکاروان کہ جانب مکہ رواں شود — پیراہن مرا سوآن کاروان بُرید
گویند کنہ برائے خدا بہر یادگار — نزد حسین جامۂ پرخون نشاں بُرید
زخمی بر آب چشم یتیمان من کنید — آں دم کہ یاد کُشتنِ من ہر زماں بُرید
چوں طفلگانِ من خبر من طلب کنند — از من تسلی سوآن طفلگان بُرید

غرض آپ اسی طرح کہتے ہوئے ابن زیاد ملعون کے پاس پھاٹک کے قریب آئے۔ روایت ہے کہ ابن زیاد مردود کے ملاقات سے پہلے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ ننگی تلواریں کھینچے کھڑے رہو جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ دروازے میں داخل ہوں تو فوراً اُن کا سر کاٹ لیجیو ذرا تاخیر نہ کیجیو غرض دروازے کے دونوں طرف لوگ پرا باندھے تلواریں کھینچے کھڑے ہوئے تھے کہ جناب حضرت مسلم آیت رَبَّنَا افۡتَحۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡفٰتِحِيۡنَ ۝ پڑھتے ہوئے دروازے میں گھسے ناگاہ اشقیانے اُس ماہ فلک خوبی کو مثل ہالے کے گھیر لیا راہ حق سے منہ پھیر لیا پھر عقیل کے چاند پر ہر طرف سے گھٹا شمشیر آبدار کی گھر آئی فلک ظالم نے مصیبت تازہ دکھائی گلوئے تشنہ پہ اُن کے ہر طرف سے مینہ تیغ آبدار کا برستا تھا ساقی کوثر کا نواسا قطرۂ آب کو ترستا تھا آخر کسی شقی کے دل میں آپ پر رحم نہ آیا تیسری ذوالحجہ منگل کے دن ۶۰ھ ہجری کو وہیں پہ اشقیا نے شہید کر کے الٹھتی جوانی کو خاک و خون میں ملایا ۝

فغان از عالمِ بالا بر آمد — خروش از عرصۂ غبرا بر آمد
ازاں زاری کہ جان مرتضیٰ کرد — عزیو از مرقد زہرا زرہ بر آمد
زبہر ماتم آل محمد — ز روح انبیا غوغا بر آمد

روایت ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو قتل کر کے لاش کو ان کی اور لاش کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی سر بازار سولی پر لٹکایا اور اُن کے سروں کو مع ایک فتح نامہ کے یزید پلید کے پاس دمشق میں روانہ کر دیا جب یزید پلید کے پاس قاصد وہ نامہ لایا وہ شیطان نہایت سرور میں آیا بہ گلی گلی اس سر پاک کو نیزے پر پھرایا بعد اس کے سر بازار پھاٹک پہ لٹکایا ۝

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام — علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

marfat.com

## شہادت حضرت مسلم کے فرزندوں کی سُن سُن کے جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے اور دل پھڑ پھڑاتا ہے

روایت ہے کہ جب سیدنا حضرت مسلم نے شہادت پائی ابن زیاد بدنہاد نے کوفے میں گلی گلی منادی کرائی کہ اب فرزندان مسلم کا سر کاٹ کر جو کوئی میرے پاس لائے گا انعام بےحساب پائے گا اور جو کوئی ان لڑکوں کو اپنے گھر میں چھپائے گا گھر اُس کا لوٹ لیا جائے گا وہ سولی پر چڑھایا جائے گا پھر تو انہیں شیعہ اور مریدان حضرت مسلم نے تلاش میں اُن کے فرزندوں کے گلی گلی تاک جھانک شروع کی قاضی شریح جن کے گھر میں دونوں لڑکے جو سات آٹھ برس کے تھے چھپے تھے خبر شہادت حضرت مسلم کی سن کر آتش غم سے جل بھن کر زار زار رونے لگے بےقرار ہونے لگے لڑکوں کے منہ تکتے تھے مگر یہ خبر وحشت اثر ان سے کہہ نہ سکتے تھے دونوں لڑکے قاضی شریح کا یہ حال دیکھ کر بہت کچھ گھبرائے آخر باصرار تمام اُن سے خبر وفات پدر سُن کر دست در بغل ہو کر آہ کے نعرے سوز جگر کے شرارے عرش تک پہنچائے قاضی نے رو کر دونوں کو گلے سے لگا لیا اور کہا اب تم ہی دونوں اپنے باپ کی نشانی ہو ثمرۂ باغ زندگانی ہو خدا تم کو دشمنوں سے بچائے خیر و خوبی سے مدینے پہنچائے پھر ہر ایک کی کمر سے آدھی رات کے بعد پچاس پچاس اشرفیاں باندھ دیں اور کچھ کھانا پکوا کر ساتھ کر دیا اور دونوں کو اپنے بیٹے اسد کے حوالے کیا کہ جلد ان کو اپنے ہمراہ لیے شہر کوفے کے پھاٹک سے باہر نکل جاؤ اور اُن کو کسی مدینے جانے والے کے حوالے کر کے پھر آؤ قاضی کے بیٹے نے دونوں معصوموں کو شہر کوفہ سے باہر پہنچایا اور ایک قافلہ تھوڑی دور سے نظر آیا کہ مدینے کو جاتا ہے قاضی کے بیٹے نے کہا کہ جلد دوڑے جاؤ قافلے سے جا ملو یہ تو راہ بتا کر ادھر آیا ادھر قضائے نے یہ ماجرا دکھایا یعنے دونوں نے مدینے کی طرف قافلے کے پیچھے قدم بڑھائے قضائے الٰہی سے راہ بھٹک گئے کوتوال بدخصال کے ہاتھ آئے پھر وہ ملعون ان کو پکڑ کر فوراً ابن زیاد کے پاس لایا ابن زیاد نے اُن کو قید کروایا اور یزید کو لکھا کہ فرزندان مسلم کو بھی گرفتار کر لائے نسبت ان کے جو حکم عالی صادر پائے وہ عمل میں آئے داروغہ مجلس

marfat.com

نیک انجام مشکور نام نے رحم کھا کر کھانا کھلا کر دن بھر ان کو اپنے پاس سلا یا رات کے وقت انہیں قید خانے سے نکال کر شہر قادسیہ کی راہ پر پہنچا یا اور اپنے ہاتھ کی انگوٹھی نشانی دی کہ قادسیہ میں پہنچ کر یہ انگوٹھی میرے فلاں بھائی کو دکھانا وہ بڑی تعظیم کے ساتھ پیش آئے گا بحفاظت تمام تم کو مدینے پہنچائے گا غرض دونوں ستم رسیدہ رات بھر چلتے چلتے تھک گئے تقدیر بگڑی راہ بھٹک گئے جب دن ہوا نگاہ کی کہ رات بھر چلتے چلتے ننھے ننھے پاؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں نازنین تلووں میں سیکڑوں کانٹے گڑ گئے ہیں مگر ہم لوگ ابھی کونسے کے دروازے ہی پر اُسی جگہ ہیں کہ جہاں مشکور نے پہنچایا تھا پھر تو شفقت مادر فرقت پدر یاد کر کے گلے مل مل کر خوب رونے لگے زمین پر تڑپ تڑپ کر جی جان کھونے لگے بڑے نے کہا بھائی ابھی ہم شہر کے دروازے پر ہیں خدانخواستہ اگر کوئی شقی ہم سے نظر دوچار کرے گا تو فوراً گرفتار کرے گا آہ چھوٹے سن میں گرمی کے دن میں کہاں تک یہ سب صدمے سہیں چلو اس خرمے کے باغ میں آج دن جا کر چھپ رہیں اندھیری رات ہوئے تو مدینے کی راہ لیں گے پھر اس باغ میں چشمے کے کنارے ایک درخت بہت ہی پرانا کھوکھلا یعنے اندر سے خالی نظر آیا دونوں بھائی رو کر دست و بغل ہو کر جینے سے ہاتھ دھو کر اس درخت کی کول میں جا چھپے ۔

روایت ہے کہ اُس کے بعد اتفاقاً کچھ دن چڑھے ایک لونڈی اس چشمے پر آئی عکس صورت ان دونوں ماہ طلعت چشمے میں دیکھ کر گھبرائی ؎

دل صورت زیبائے تو در آب رواں دید بیخود شد فریاد بر آورد کہ ماہی

پھر لونڈی نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ دو بچے ننھے ننھے درخت کے کول میں باخوف و ہراس برخاستہ خاطر اور نہایت اُداس بیٹھے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں چپ چاپ رو رہے ہیں مگر کسی کے ڈر سے آہ سرد سینہ پر درد سے کھینچ نہیں سکتے ہیں ؎

دو گل از گلشن دولت دمیدہ دو سرو از باغ خوبی قد کشیدہ

دو ماہ از برج آبی سرخ نمودہ ز دیدہ چشمۂ باراں کشودہ

لب آں گشتہ خنک از آتش غم رخ آں ماندہ تر از اشک ماتم

لونڈی نے رو کر پوچھا اے بچو کہو کس باغ اقبال کے نونہال ہو کس کے لخت دل کس کے لال ہو کہو کیوں اس قدر خستہ حال ہو اس قدر کیوں پہ ملال ہو اس پرانے درخت کی کول میں کیوں چھپے ہو سانپ بچھو سے تمہیں کچھ ہراس نہیں کس کے غم میں خون جگر پی رہے ہو کیوں تمہیں رغبت بھوک کی نہیں خواہش پیاس کی نہیں لڑکوں نے جو ایک دردمندانہ کی ادا سُنی اور زیادہ زار زار رونے لگے بے تاب ہونے لگے تب لونڈی نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں حضرت مسلم شہید کے جگر گوشہ ہو اُن کے سفر آخرت کے توشہ ہو صاحبزادوں نے جس دم حضرت مسلم کا نام سُنا غم و غصے سے سر کو دُھنا بے اختیار رونے لگے سر ٹپک ٹپک کر جی جان کھونے لگے پھر تو لونڈی لڑکوں کے ساتھ کمال شفقت سے پیش آئی اور گود میں چھپا کر اپنی بی بی کے پاس جو محب اہل بیت تھی لائی اس نیک بخت بی بی نے ؎

اُٹھ کے سینہ سے لگایا ان کو    اپنی آنکھوں میں بٹھایا ان کو

پھر کمال خوشی سے رو کر دونوں کی بلائیں لے کر دعائیں دے کر چوما چاٹا پیار کیا اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا پھر کنارے ایک خلوت کے مکان میں فرش مکلف بچھا کر اُن کو سلایا اور مثل مادر مہربان کے بیٹھ کر سمجھانے لگی کہ اے عزیزان مادر اے یتیمان پدر اے بیکساں مظلوم اے بیچارگان محروم سوؤ فراق پدر میں اتنا مت روؤ بے تاب مت ہوؤ ؎

اے مرے عرش کے تارے سوؤ    میرے اللہ کے پیارے سوؤ

اے مرے دلبر جانی سوؤ    میرے مسلم کی نشانی سوؤ

**روایت** ہے کہ جب ابن زیاد نے سُنا کہ مشکور داروغہ مجلس نے فرزندان مسلم کو چھوڑ دیا پس فی الفور اُس نے مشکور کو بلایا اور پوچھا کہ تونے یہ حرکت کیوں کی تجھ سے کچھ خوف نہ لایا داروغہ نے کہا اے مردک تجھے کچھ خدا اور رسول سے ہراس نہیں اہل بیت نبوت کا پاس نہیں حضرت مسلم نے تیری کیا خطا کی تھی کونسی جفا کی تھی بہ اُمید شفاعت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے فرزندان مسلم کو رہائی دی ہے جان بوجھ کر تیری تعذیب سر پر لی ہے ابن زیاد نے طیش میں آکر حکم دیا کہ مشکور کو ابھی شکنجے میں خوب کس کر کے پانچ سو کوڑے مارو بعد اس کے اس کا سر گردن سے اُتارو جب جلاد نے بحکم ابن زیاد مشکور کو شکنجے میں کس کر

marfat.com

پہلا کوڑا مارا مشکور نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جب دوسرا کوڑا مارا کہا خداوندا مجھے صبر دے جب تیسرا کوڑا مارا کہا کریما کارسازا مجھے بخش دے جب چوتھا کوڑا لگایا کہا الٰہی مجھے فقط واسطے محبت فرزندان تیرے رسول مقبول کے قتل کرتے ہیں جب پانچواں کوڑا مارا کہا یا معبود مجھے حضور میں نبی مختار اور اہل بیت اطہار کے اب جلد پہنچا اس کے بعد چپ ہو رہے جلاد سنگدل نے کوڑے مارنے شروع کئے مگر مشکور نے آہ نہ کی آنکھ بند کر لی کسی کی طرف نگاہ نہ کی جب پانچ سو کوڑے مارے آنکھ کھول کر کہا ذرا مجھے پانی پلا دو للہ اتنا نہ ترساؤ مینہ ستم کا ہم پہ نہ برساؤ ابن زیاد نے کہا خبردار اسے پانی نہ پلاؤ گردن اس کی اتار کر نعش اُس کی خاک و خون میں ملاؤ دم بھر کے بعد مشکور نے آنکھ کھول کر کہا ابھی میں نے آب کوثر پیا ساقی کوثر نے اپنے ہاتھ سے لاکر دیا یہ کہہ کر جان بحق تسلیم ہو گئے مقیم بہشت ذات نعیم ہو گئے ؎

جانش مقیم روضۂ دار السرور باد گلشن سرائے مرقد او پر زنور باد

روایت ہے کہ بعد اس کے رات کے وقت اُس بی بی کا شوہر بدگوہر تھکا تھکا ماندا گھر میں آیا اور ابن زیاد کی منادی کا حال بی بی سے کہہ سُنایا کہ جو کوئی فرزندان مسلم کو پکڑ لائے گا انعام بے حساب پائے گا میں نے آج تمام دن ان کی تلاش میں گلی گلی کی خاک چھانی مگر کہیں پتا نہیں پایا اسی دوڑ دھوپ میں میرا گھوڑا ابھی مر گیا اور دن بھر میں نے کچھ آب و دانہ نہیں کھایا بی بی نے دل میں کہا یہ شیطان تلاش میں ان بچوں کی بدحواس ہوا جاتا ہے دشمن در بغل ہے دیکھئے حق تعالیٰ کیا پیش لاتا ہے پھر شوہر سے کہا ہے ہے تجھے خدا سے کچھ ہراس نہیں اہلبیت نبوت کا تجھے کچھ پاس نہیں ارے توبہ کر محب اہلبیت ہو رہ تھکا ہے کچھ کھا پی کر سو رہ ۔

غرض اس بی بی نے اس خفتہ بخت کو لڑکوں کا پتا نہ بتایا اور جھٹ پٹ کھانا کھلا کر سُلایا ۔

روایت ہے کہ بعد آدھی رات کے بڑے بھائی جن کا نام محمد تھا خواب متوحش دیکھ کر نیند سے چونک پڑے اور چھوٹے بھائی ابراہیم کو جگایا کہ بھائی اُٹھو اُٹھو اب ہماری تمہاری شہادت کا بھی وقت آیا یہ وقت سونے کا نہیں ہے بیداری کا ہے غفلت کا نہیں ہوشیاری کا ہے میں نے بابا جان کو خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سید نا شیر خدا

marfat.com

اور سیدنا فاطمہ زہرا اور سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باغ جنت میں ادھر اُدھر سیر کر رہے ہیں باقی ماندگان کے حق میں دعا خیر کر رہے ہیں اور ہم تم دونوں بھائی بھی وہیں حضرت کے سامنے دور کھڑے ہیں مقام تعظیم اور ادب پر اڑے ہیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بابا جان سے فرمایا کہ اے مسلم تم خود میرے پاس چلے آئے اور ان دونوں مظلوم بچوں کو ظالموں کے پاس چھوڑا اپنے ساتھ نہ لائے مسلم تمہارے دل کو یہ بات کیوں کر بھائی ان کی یتیمی بے کسی پر تم نے کچھ بھی ترس نہ کھایا بابا جان نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دونوں بھی عنقریب شہادت پاتے ہیں کل تک انشاء اللہ حضور کی قدم بوسی کو آتے ہیں چھوٹے نے بڑے بھائی سے یہ بات سن کر کہا واللہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے سو بھائی صاحب زندگی دو روزہ کا یہی لکھا ہے دل کو ہمارے اس خواب سے بہت سرور ہوا چلو سارا قصہ سارا غم دور ہوا خنجر فراق پدر سے دل تو پرزے پرزے ہو چکا اب تن کی باری ہے بھائی ہمیں تو اس جینے سے ہزار درجے موت پیاری ہے اے بھائی اس وقت مجھے یقین کامل ہوا کہ اب اشقیا ہماری تمہاری بھی گردن ماریں گے اب ہم دونوں بھائی بھی دو چار پہر جی کر بابا کی طرح تن تنہا تشنہ لب شربت شہادت پی کر جنت کو سدھاریں گے یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈال کر خوب چلائے جاگتوں کو رلائے سوتوں کو جگائے وا دیلا وا مسلما کہہ کہہ کے روتے تھے اور خواب کی باتوں کو یاد کر کر بے تاب ہوتے تھے ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام ۔۔۔ علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت** ہے کہ اس کے بعد حارث خفتہ بخت لڑکوں کے نعرہ جانکاہ اور فغان واہ سن کر نیند سے چونک پڑا اور بی بی سے پوچھا یہ گھر میں کون روتا ہے اتنا کیوں بے قرار ہوتا ہے بی بی نیک بخت کو شوہر بد بخت کے جاگنے سے کیفیت سکتے کی طاری ہوئی شوہر رو سیاہ کا منہ تکنے لگی جواب دینے سے عاری ہوئی حارث نے بی بی سے کہا جلد چراغ جلا اور رونے والوں کو پکڑ کر میرے سامنے لا وہ عورت نیک کردار پروانہ وار سوز تحیر سے جل رہی تھی حالت سکتے میں شمع جان پگھل رہی تھی جب نہ اٹھ سکی تو خود اس ملعون نے چراغ جلایا اور جب گھر میں دونوں یتیم روتے تھے آیا دیکھا دو بچے ننھے ننھے باہم دست و بغل ہو کر رو رہے ہیں

marfat.com

درا اتنا کہہ کر کہ مضطر ہو رہے ہیں اُس نے نزدیک جاکر پوچھا تم کون ہو وہ تو اس گھر کو جائے پناہ جانے ہوئے تھے سمجھے کہ یہ کوئی غمخوار ہے دوست محرم اسرار ہے بولے کہ ہم دونوں فرزندان مسلم مظلوم ہیں بابا جان کی جدائی سے مغموم ہیں ؎

تڑپتے ہیں ان ہی کے غم میں دن رات | نکلتی جان نہیں پاس پر بھی ہیہات
گذرتا جان پہ میری جو ہے آہ | میں ہی جانوں ہوں یا جانے ہے اللہ
یونہی کٹتے ہیں میرے آہ دن رات | کبھی ہنستا کبھی روتا ہوں ہیہات

حارث نے کہا اے عجب گودمیں لڑکا گلی ڈھنڈورا ؎

یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم | آب در کوزہ و من تشنہ دہاں میگردم

کہا ہم لوگ تمہاری تلاش میں صبح سے مرتے ہیں اور آپ دونوں بھائی میرے گھر میں بستر استراحت پر لمبی تانے آرام کرتے ہیں پس اس بدخصال نے اُن دونو لالوں کے رخسارۂ نازنین پر چند طمانچے مارے اور دونوں بھائی کی زلفان مشکیں کو باہم باندھ کر کپڑے تن نازنین سے دونوں کے اتارے پھر دروازے میں قفل لگایا اور ان کے نعرۂ جانکاہ پر کچھ رحم نہ کھایا بی بی نیک بخت یہ حال دیکھ کر شوہر کے پیروں پر پڑکر بلائیں لینے لگی اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر اس کے دست و پا پر بوسے دینے لگی زار زار روتی تھی اور اس کلام سے ہمکلام ہوتی تھی ؎

بیداد مکن برین یتیماں | لطفے بنمائے چوں کریماں
انہا بفراق مبتلایند | در شہر غربت و بے نوایند
بگذر ز سر جفائے ایشاں | پرہیز کن از دغائے ایشاں
نفریں یتیم محنت آلود | آتش بجہاں در افگند زود

کہتی تھی ابھی ان معصوموں کی کیا خطا ہے قفل کھولو للہ انہیں چھوڑو قتل و ایذا سے اُن کے منہ موڑو نہ ان کی یہاں ماں ہے نہ اُن کے سر پہ باپ کا سایہ ہے مسافر غریب الوطن ہیں۔ فلک ظالم کھینچ کر ان کو لایا ہے خدا کے واسطے اُن کو چھوڑ دو ابن زیاد کی باتوں اور دولت و روزہ پر نہ بھولو یہ لڑکے اہلبیت نبوت کے ہیں خدا اور رسول کو نہ بھولو حارث نے کہا چل دور ہو

marfat.com

کیا کہتی ہے اب توان کو نہیں پاسکتی ہے۔
روایت ہے کہ صبح ہوتے ہی حارث ملعون دونوں لڑکوں کو پکڑ کر بال گھسیٹتا ہوا باہر لایا اور دونوں کو گھوڑے پر بٹھا کر گھوڑے کو دوڑایا اس کی بی بی ننگے پاؤں زار زار روتی ہوئی پیچھے سے دوڑی اور بیٹا اور غلام حارث کا بھی جس کو اُس نے اپنا متبنیٰ کیا تھا اور اس غلام نے اس بی بی کا دودھ پیا تھا آکر اس بی بی کی تائید پر پیچھے سے لڑکوں کے چھڑانے کو دوڑے آخر اسی طرح سب کے سب دوڑتے ہوئے فرات کے کنارے پر جا پہنچے حارث نے غلام کو تلوار دی کہ ان دونوں کو فرات کے کنارے لے جا اور لاش اُن کی پانی میں بہا اور سر ان کا کاٹ کر جلد میرے پاس لے آ غلام نے کہا میں نہ ماروں گا مجھ کو خدا کے یہاں جانا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے للّٰہ اُن کو چھوڑ دے مت مار اور نہیں تو ابن زیاد کے پاس زندہ لے چل یہاں گردن اُن کی مت اتار اُس نے کہا اگر شہر کے لوگ دیکھ پائیں گے تو ان دونوں کو ہم سے چھین لے جائیں گے آخر حارث نے غصہ ہو کر غلام نیک انجام کو وہیں پر ہلاک کیا غم والدین سے پاک کیا پھر بیٹے کو تلوار دی کہ فرات کے کنارے جا کر اُن کے سر کاٹ کر ہمیں لا دے اور لاش ان کی پانی میں بہا دے بیٹے نے کہا نہ تو میں خون اپنے سر پر لوں گا اور نہ تجھے قتل کرنے دوں گا۔
روایت ہے کہ اس کے بعد خود اس ملعون نے تلوار ہاتھ میں لی کہ سران کے جدا کرے شاہزادگان ہاتھ جوڑ کر رونے لگے اپنی یتیمی اور غریبی اور بے کسی پر بے قرار ہو کر اس بیت کے ساتھ ہمکلام ہونے لگے ؎

سنگ را دل خون شود از نالہائے زارما    ایں دل فولاد تو یک ذرہ سوہان گیر نیست

پھر تو وہ عورت نیک اختر شوہر بدگوہر کی کمر سے لپٹ گئی کہ اے ناخداترس تجھے اہلبیت کا کچھ پاس نہیں خدا رسول سے کچھ ہراس نہیں حارث نے غصہ ہو کر اس عورت پر ایک تلوار چلائی وہ بی بی زخمی ہو کر غش کھا کر زمین پر آ ئی تب بیٹے نے چاہا کہ لپک کر دونوں کو حارث کے ہاتھ سے چھین لے حارث نے اُچھل کر بیٹے پر تلوار ساری ایک ہی ضرب میں گردن اُس کی تن سے اُتاری اس بی بی کو اپنے زخم اور بیٹے کے مرنے کا کچھ ملال نہ تھا سوائے غم

marfat.com

شاہزدگان کے ادر کا خیال نہ تھا زمین پر پڑی اُن کی بے کسی پر مرغ بسمل سے تڑپتی تھی مگر اُٹھ نہیں سکتی تھی پڑے پڑے اس کلام سے ہمکلام ہوتی تھی اور لڑکوں کا منہ تکتی تھی ؎

آج ماں بے نصیب لٹتی ہے ۔۔۔ ایسے رشکِ قمر سے چھٹتی ہے
کچھ نہ دار فنا سے شاد چلے ۔۔۔ ہائے دنیا سے نامراد چلے
یہ برا دن خدا نہ مجھ کو دکھائے ۔۔۔ ان کی آئی ہوئی مجھے لگ جائے

روایت ہے کہ اس کے بعد اس ملعون نے ارادہ قتل کا شاہزادوں کے کیا وہ رو کر دست بستہ ہو کر کہنے لگے یہاں ہم کو مت مار ناحق گردن تن نازک سے نہ اُتار ہمیں ابن زیاد کے پاس لے چل وہ جو چاہے گا سو کرے گا چھوڑ دے گا یا گردن پر خنجر ستم دھرے گا کہا شہر کے لوگ بلوائے عام کرکے تم کو چھڑا لے جائیں گے اور وہ انعام کثیر کہ ابن زیاد نے وعدہ کیا ہے ہم نہ پائیں گے کہنے لگے اگر تجھے مال کی ہوس ہے تو ہم کو بیچ ڈال زر کثیر کے حوصلے دل کے نکال یہ بات میں نہیں مانتا تیع و شرا نہیں جانتا کہنے لگے ہماری کم سنی نازک بدنی ہماری بے کسی ہماری یتیمی ہماری غریب الوطنی پہ رحم کر تو چھوڑ دے ناحق مت ستم کر کہا میرے دل میں کچھ رحم نہیں ذرہ بھر بھی مجھے تمہارا غم نہیں کہنے لگے خیر اب ذرا ہمیں وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرنے دے سجدۂ شکر کبریا کرنے دے کہا نہیں کہنے لگے اچھا بلا وضو کئے سجدۂ شکر کرنے دے اُس نے نہ مانا اور تلوار ننگی کی جب بھائی کے قتل کا پہلے ارادہ کرتا دوسرا کہتا پہلے مجھے قتل کر لے کہ میں اپنے بھائی کو کشتہ دیکھ کر رہ نہیں سکتا اپنے روبرو یہ صدمہ سہہ نہیں سکتا آخر حارث ملعون نے بڑے بھائی حضرت محمد کے تن نازک پر خنجر ستم چلایا سر کاٹ لیا اور لاش کو فرات میں بہایا چھوٹے بھائی حضرت ابراہیم اچھل کر بھائی کے سر کو گود میں لے کر منہ کو منہ پہ ملنے لگے سر کو پتھروں پر کچلنے لگے اور کہتے تھے کہ بھائی جان اب ہم بھی شہادت پاتے ہیں پیچھے آپ کے چلے آتے ہیں ناگاہ حارث نے چھوٹے بھائی حضرت ابراہیم نام کے تن گل برگ کو خون سر سے نہلا دیا سر کاٹ کے لاش کو فرات میں بہا دیا انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

دریغا کہ خورشید روز جوانی ۔۔۔ چو صبح دوم بود کم زندگانی
دریغا کہ ناگہ گل نو شگفتہ ۔۔۔ فرو ریخت از تند باد خزانی

marfat.com

روایت ہے کہ اس کے بعد اس ملعون نے دونوں سروں کو ان نونہالان باغ خوبی کے توبڑے میں رکھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ابن زیاد کے پاس لا کر وہ توبڑا رکھ دیا ابن زیاد نے کہا اس میں کیا ہے حارث نے کہا سر پسران مسلم رضی اللہ عنہ کے تمہارے پاس تحفہ لایا ہوں بامید زر و مال کے دوڑا ہوا آپ کے حضور میں آیا ہوں ابن زیاد نے حکم دیا کہ ایک طشت منگا ڈالو دونوں سروں کو دھو دھا کر طشت میں رکھ کر لاؤ جس دم ابن زیاد نے وہ چاندسی صورت قدرت کی مورت وہ رخسارہ پر انوار وہ زلفان مشک بار کو دیکھا کہا یہ دونوں کس معدن اقبال کے لعل ہیں کس کے گلشن حیات کے نونہال ہیں غنچۂ دل ان کا کھلنے نہ پایا اول نوبہار جوانی میں خزاں موت کی اُن پہ آگئی باغ حیات کی فضا نہ دیکھنے پائے کونسی نظر ان کو کھا گئی پھر ابن زیاد اور سارے حاضر بے اختیار رونے لگے دونوں سروں کو دیکھ کر بے قرار ہونے لگے پھر ابن زیاد نے پوچھا ان کو تونے کہاں پایا حارث نے حال سارا کہہ سنایا ابن زیاد نے کہا اے لعین ان معصوموں کو بطمع زر تو نے ناحق مارا سر نازنین ان کا تن سے کیوں اُتارا تجھے خدا سے کچھ خوف آیا نہیں ارے رسول سے کچھ شرمایا نہیں ارے اُن کی بھولی بھولی باتوں پہ تونے کچھ رحم نہ کھایا ارے تجھے رخسارہائے نازنین اور گیسوہائے عنبر بن پہ کچھ بھی خیال نہ آیا ارے تو اُن کو میرے پاس زندہ لے آتا یا ان کو گھر میں بند کر کے یہ خبر مجھے پہنچاتا ارے کمبخت ہم نے یزید کو نامہ لکھا ہے کہ فرزندان مسلم بھی گرفتار آئے ہیں ہم نے تا صدور حکم ثانی مجلس میں بھجوائے ہیں اے حرام زادے اگر فرمان یزید میرے پاس آئے کہ اُن کو میرے پاس روانہ کر دو تو اب میں کیا کروں گا آخر ابن زیاد نے ایک شخص دوست اہلبیت مقاتل نام کو حکم دیا کہ یہی تلوار جس سے اس ملعون نے ان لڑکوں کی گردن ماری ہے اُٹھا اور اُس کو فرات کے کنارے جہاں اس نے ان دونوں کو مارا ہے لیجا اور پہلے جہاں تک تجھ سے ہو سکے خوب اسے ذلت کی مار مار پھر اسی تلوار سے گردن اس کی اُتار اور ان دونوں سروں کو بھی جہاں پر ان کی لاش بہائی ہے پانی میں ڈال دے ؎

روایت ہے کہ مقاتل نے بہت خوش ہو کر حارث ملعون کی مشکیں باندھیں پھر اس کو برہنہ سر کر کے ان دونوں سروں کو اسی کے سر پہ دھر کے بازار کوفہ سے لوگوں کو دکھاتا روتا

marfat.com

آنسوؤں سے منہ دھوتا ہے چلاتا سارے اہل کوفہ یہ حال پر ملال دیکھ کر نعرۂ واویلا دوا مسلما مچاتے تھے اور حارث پر لعنت کرتے اور سر اور منہ پر اس کے خاک دھول اڑاتے تھے

روایت ہے کہ مقاتل اسی خرابی کے ساتھ حارث ملعون کو کو فرات کے کنارے بجائے مقتل شاہزادوں کے لایا دیکھا وہیں پر دونوں جوان جن کا سارا بدن زخموں سے چور اور سر بدن سے دور ہے خاک وخون میں پڑے ہیں مقام رضا اور تسلیم پر اڑے ہیں اور وہیں ایک عورت بھی جو مارے زخموں کے چور ہے حس وحرکت سے مجبور ہے زمین پر پڑی مرغ بسمل سے پھڑ پھڑا رہی ہے مارے جانے سے ان دونوں شاہزادگان اور ان دو نوجوانان کے آہ کے نعرے عرش تک پہنچا رہی ہے چلو سے لہو اٹھا اٹھا کر سر اور منہ پر ملتی ہے اور ان سب کے فراق میں چٹکیوں سے کلیجے کو مسلتی ہے مقاتل نے عورت سے پوچھا تو کون ہے اور ان نوجوانوں کو کس بے رحم نے مارا ہے سروں کو ان کے تنہائے نازک سے کس نے اتارا ہے عورت نے کہا میں اسی کمبخت کی بی بی ہوں ان دونوں مسلم کے پیاروں فلک خوبی کے ستاروں کے قتل سے میں اُسے منع کرتی تھی مگر اس نے میری بات نہ مانی بطمع مال لاابالی جانی آخر پہلے اس بے رحم نے میرے اس غلام اور بیٹے نوجوان کو مارا اُس کے بعد مجھے زخمی کیا پھر سران ماہ پاروں مسلم کے دلاروں کا اتارا پھر عورت نے شوہر سے کہا اے لعین تو نے میری بات نہ مانی شاہزادوں کی قدر نہ پہچانی بد دعا شاہزادوں کی تیرے سر پر آئی اب موت تجھے بھی یہاں پر لائی دنیا کے لیے جو دین کو کھوتا ہے وہ اسی طرح رسوا اور ذلیل ہوتا ہے ؎

دنیا کے لیے جو دین کو کھو دے    وہ دونوں جہاں کو ڈبو دے

روایت ہے کہ اس کے بعد حارث ملعون نے مقاتل سے کہا کہ میں تجھے دس ہزار اشرفیاں دیتا ہوں مجھے چھوڑ دے میرے قتل سے منہ موڑ دے مقاتل نے کہا اگر تو مجھے ساری دنیا دے تب بھی میں اس پر نظر نہ اٹھاؤں تیرے قتل سے ہرگز باز نہ آؤں میں ابھی تجھے اسی تیغ سے جہنم کو پہنچاؤں گا عوض اس کے حق تعالیٰ سے ثواب عظیم اور دار نعیم پاؤں گا پھر مقاتل جہاں پر فرزندان مسلم رضی اللہ عنہ کے خون کا دھالا بہ رہا تھا آئے خون کو دیکھ کر بے اختیار آہ کے ساتھ فریاد وواویلا بر لائے زار زار رونے لگے مرغ بسمل سے تڑپ تڑپ کر

marfat.com

اس خاک و خون میں غلطاں ہونے لگے چُلو چُلو خون اٹھا کر سر اور منہ پر ملتے تھے اور چُٹکیوں سے جگر اور سینے کو مسلتے تھے آخران دو نوں سروں کو بھی آب فرات میں جہاں پر ان کی لاش ڈالی تھی ڈال دیا۔

**راوی کہتا ہے** کہ قدرت الٰہی سے وہ دونوں تن بے سر پانی سے باہر نکل آئے اور ہر ہر سر اپنے دھڑ سے چمٹ کر اور دست بگردن باہم یک دیگر لپٹ کر پانی میں جاتے رہے اور ایک روایت میں ہے کہ مقاتل نے وہیں فرات کے کنارے قبر کھدوائی اور ہر ایک لاش مبارک مع دونوں سروں کے اس میں دفن کروائی۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد مقاتل نے دونوں ہاتھ حارث ملعون کے اسی تلوار سے کٹوائے پھر دونوں پاؤں اس کے کاٹ کر کمر سے جدا کر دائے پھر دونوں کانوں کو اس کے کاٹ کر بہت ایذائیں دیں اس کے بعد دونوں آنکھیں اُس کی نکال لیں پھر شکم ناپاک اس کا چاک کر کے اعضائے بریدہ کو اُس کے اس میں باندھ کر دریا میں ڈال دیا تھوڑی دیر کے بعد دریا موجزن ہوا اور اس کی لاش ناپاک کو کنارے پھینک دیا تین بار لاش اُس کی دریا میں بہائی مگر ہر بار یہی نوبت آئی آخر مجبور ہو کر ایک غار تیرہ و تار کھود کر اُس میں اُسے ڈالا زمین نے بھی قبول نہ کیا فوراً باہر نکالا تین بار اسی طرح وہ لاش اس غار میں چھپائی مگر ہر بار وہ لاش باہر نکل آئی آخر مجبور ہو کر وہیں پر خس و خاشاک سے وہ لاش جلادی اور راکھ اُس کی دریا میں بہادی۔

## رسول اللہ سے کہہ دو منائے جائیں آکر کے حسین ابن علی روٹھا ہوا کوفے کو جاتا ہے

**راویان اخبار جگر سوز** اور حاکیان حکایت غم اندوز لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلم نے کوفے میں آکر قریب چالیس ہزار مسلح کوفیوں سے اپنے ہاتھ پر شہنشاہ کونین سلطان دارین جناب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت لی اور روز بروز رجوعات خلق زیادہ تر ہونے لگے اور کوفیان بے وفا اشتیاق حضرت امام عالی مقام کی تشریف آوری کا پیدا کرنے لگے حسن اعتقاد

marfat.com

اور محبت ظاہری کو ہویدا کرنے لگے تب حضرت مسلم نے یہ حال مفصل جناب امام عالی مقام کی خدمت میں کوفے سے لکھ بھیجا کہ اس خط کو دیکھتے ہی آپ مکے سے کوفہ کا عزم فرمائیں خیال اور کسی امر کا دل میں نہ لائیں یہاں ہر شخص کو آپ کے قدوم میمنت لزوم کا اشتیاق ہے اب دم بھر کی بھی مفارقت آپ کی اہل کوفہ پر شاق ہے اور قبل اُس کے ڈیڑھ سو کے قریب خطوط کوفیوں کے بطلب حضرت امام کے آچکے تھے چنانچہ اُس کے مطابق امام علیہ السلام حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو کوفے روانہ فرما چکے تھے جب یہ خط مسلم کا کوفے سے صدور پایا کوفیوں کے حسن اعتقاد کا خاطر عالی میں یقین کامل آیا پس ایک بارگی مزہ اس خواب کا جو مدینہ طیبہ میں روضۂ انور پر دیکھا تھا یاد پڑ گیا عشق دو بالا ہو گیا خنجر غم دل میں گڑ گیا اور اپنے کو ہمہ تن طالب شہادت پایا پس یک قلم دو جہاں سے دل اٹھایا پھر سارے عزیزوں اور رفیقوں کو سامان سفر کی تیاری کے لیے فراخ در حال نقد و جنس عطا فرمایا پھر مخدرات عصمت کو یہ سب حال سنایا اور زنان اور اطفال کے واسطے محمل بنوائے اور عزیز و قریبان کے لیے اُسپان راہوار تیار کرائے جب سارا سامان سفر کوفے کا درست و ہر شخص ہمراہی و جانبازی کو چست ہو گیا تو چلنے کی تیاری ہوئی پھر یہ خبر وحشت اثر مکے میں مشتہر ہوئی ہر کہ و مہ کو اس کی خبر ہوئی پس سارے اہل مکہ یہ خبر سن کر ہر طرف سے ہجوم لائے اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن عمر اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اجمعین بھی یہ حال سن کر حضور میں دوڑے آئے اور کوفیوں کے مکر و فریب اور بدعہدیاں اور آپ کے والد ماجد شیر خدا کو شہید کرنا اور جناب امام حسن سے دغا کرنا یہ سب حال مفصل یاد دلائے اور چونکہ حضرت امام حسین کی شہادت کی خبر قدیم سے سنتے تھے اور کوفیوں کی بے وفائی اور حضرت امام حسین کے بے سر و سامانی جانتے تھے اور یہ سب صحابی خود بھی کچھ سامان مقابلہ کا نہ رکھتے تھے اس واسطے سب لوگ دست بستہ ہو کر پیش آئے کہ للہ آپ یہاں سے کوفے کو نہ جائیں ہرگز ہرگز یہ خیال خاطر اقدس میں نہ لائیں فرمایا ڈیڑھ سو کے قریب کوفیوں کے خطوط میرے پاس آئے اور علاوہ اُس کے میرے بھائی مسلم نے بھی بتاکید مجھے کوفے میں بلایا ہے اور اہل کوفہ میری ہدایت کے طالب ہیں پس کیوں کر ہم نہ جائیں اور اگر اُن کے ہزار خط آتے مگر ہم ہرگز ہرگز کوفے

marfat.com

نہ جاتے لیکن میں نے اپنے جدامجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے نانا نے مجھے حکم فرمایا ہے آپ کا حکم ضرور بجالاؤں گا کسی کی نہ مانوں گا کوفے خواہ مخواہ جاؤں گا میں راضی رضا ہوں شاکر بقضا ہوں ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست　　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

جان جائے تو جائے مگر خلاف امر خدا اور رسول ہونے نہ پائے مقدار حیات اہلبیت ہم خوب جانتے ہیں مقتل اور مدفن کو اُن کے اچھی طرح پہچانتے ہیں پھر عبداللہ بن زبیر نے منع کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے جدامجد سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ ایک شخص کو لوگ مکے میں ماریں گے سر اس کا گردن سے اُتاریں گے اور اُس کے سبب سے مکے میں بہت خونریزی ہوگی اور کعبہ کی بے حرمتی ہوگی سو ایسا نہ ہو کہ وہ شخص میں ہوں اور مکے میں مارا جاؤں اور میرے سبب سے کعبے کی بے حرمتی ہو محمد بن حنفیہ آپ کے علاتی بھائی یہ حال سن کر آتش غم سے جل بھن کر اتنا روئے کہ طشت منہ دھونے کا بھر گیا اور تمام اہل مکہ کو بڑا رنج و غم ہوا ہر کس مبتلائے الم ہوا۔

**روایت ہے** کہ تب عبداللہ بن عباس نے رو کر بے تاب ہو کر عرض کی کہ جب آپ کسی کی نہیں مانتے ہیں اور مکے سے سفر ضروری جانتے ہیں تو کوفے کی جانب نہ جائیں یمن کی طرف کہ ملک وسیع ہے اور وہاں کے لوگ آپ کے والد ماجد کے مرید اور پیرو ہیں قدم رنجہ فرمائیں جب اس اطراف میں آپ کے ساتھ مجمع خاص و عام ہو جائے گا مسلمانوں کا آپ کے ساتھ جم غفیر اور اژدہام ہو جائے گا پھر اس کے بعد جہاں آپ کا نشان حسینی جائے گا کوئی دشمن سر نہ اُٹھائے گا آپ نے فرمایا یہ سب باتیں راست ہیں صحیح بے کم کاست ہیں مگر اس سفر میں ہمارے ایک بھید ہے کہ نانا جان نے مجھ سے فرمایا ہے اُس کو ابھی کسی سے کہہ نہیں سکتا بغیر جائے رہ نہیں سکتا تھوڑے ہی دنوں میں اس بھید کا عقدہ کھل جائے گا عنقریب سِرِّ مخفی عدم سے ظہور میں آئے گا اس سفر سے مجبور ہوں ناچار ہوں خدا و رسول کا اختیار ہے میں محض بے اختیار ہوں اگرچہ کوئی میرے پاس نہیں اور کسی کو میرا پاس نہیں اور گو سامان سفر و اسباب جنگ میرے ساتھ نہیں مگر رضائے مولیٰ بر ہمہ اولیٰ کوئی کام میرے ہاتھ نہیں ؎

مثل کٹھ پتلی کے اپنا کچھ نہیں اختیار　　　　باگ اس کے ہاتھ ہے جو کچھ کرے مختار ہے

marfat.com

۵ بارہا گفتہ ام و بار دگر مے گویم کہ من دل شدہ ایں رہ نہ بخود می پویم
من اگر خارم اگر گل چمن آرائے ہست کہ ازاں دست کہ می پرورم می رویم

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت آپ کسی کی بات مانتے نہیں کوفیوں کی دغابازیاں جانتے نہیں تو خیر متوکلاً علی اللہ مردان اہلبیت وغیرہ کے ساتھ عزم کوفہ فرمائیں اور بی بیوں اور لڑکوں کو یہیں چھوڑ جائیں فرمایا رضائے الٰہی یوں ہی ہے ہم یہاں ان کو چھوڑ نہیں سکتے طریق اطاعت سے باگ موڑ نہیں سکتے جب آپ نے ابن عباس کی بات نہ مانی ابن عباس ہائے ہائے کر کے رونے لگے واحسینا کہہ کہہ کر جی جان کھونے لگے۔

روایت ہے کہ آپ نے کسی کی بات نہ مانی آخر تیسری تاریخ ذوالحجہ ۶۰ھ میں منگل کے دن جس دن کوفہ میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے مع بیاسی آدمی اہل و عیال اور عزیز و اقارب رفیقوں اور غلاموں اپنے کہ ان میں ستر سوار اور باقی پیادہ پا تھے یک بار مکہ معظمہ سے دل اٹھایا اور کوفہ کو کوچ فرمایا اصحاب کبار نے رو کر فرمایا ۵

بہ سفر رفتنت مبارک باد! بسلامت روی و باز آئی

اور چونکہ اہل مکہ اور ابن عباس اور صحابہ کبار کو بالیقین معلوم نہ تھا کہ اسی سفر میں آپ شہادت پائیں گے اسی واسطے ہم رکاب نہ ہوئے ورنہ ایسے ایسے صحابی جلیل القدر ہمراہی سے کب باز آتے بلکہ جان و مال اور عیال و اطفال سے آپ پر نثار جاتے غرض جب سواری چلی سارے مکے میں ماتم پڑ گیا دلوں میں خار غم گڑ گیا آنکھوں میں خیرگی دلوں میں تیرگی چھائی اس وقت ایسا معلوم ہوتا گویا قیامت آئی مثنوی ۵

کس قدر اژدہام تھا اس وقت مجمع خاص و عام تھا اُس وقت
ملنے آئے تھے اقربا سارے جمع تھے یار و آشنا سارے
سارے ارباب شہر محو الم گفتگو ہر کسی کی یہ باہم
آج ویراں یہ شہر ہوتا ہے قہر ہوتا ہے قہر ہوتا ہے
رخصت رونق دیار ہے آج فرقت جان شہر یار ہے آج
ٹھکہ یاں زار زار روتی ہیں ہجر میں شہ کے جان کھوتی ہیں

marfat.com

سارے کوفونپہ عورتوں کا ہجوم — رو کے کہتا یہ بادل مغموم!
آج زہرا کا گھر اُجاڑا ہوا — لوٹنا ان کا اب پہاڑ ہوا!

روایت ہے کہ جس وقت آپ نے کوچ فرمایا عمرو بن سعد نے کہ مکے کا حاکم تھا سپاہی بھیجے کہ آپ کو سمجھا کر پھیر لادیں آپ نے پھر آنے سے انکار فرمایا قریب تھا کہ فساد برپا ہو آخر حاکم نے فتنے سے ڈر کر سپاہیوں کو بلوالیا آپ نے کوچ کیا اور منزل بمنزل طے کرتے ہوئے چلے جب موضع رملہ میں پہنچے ایک نامہ اپنی روانگی کا اہل کوفہ کے نام لکھ کر اپنے دودھ شریکی بھائی کے ہاتھ کر کے کو روانہ کیا تھا اور اس عرصے میں ابن زیاد نے آپ کی آمدآمد کی خبر سُن کر حصین بن نمیر کو مع فوج کثیر کے کوفے سے روانہ کیا تھا اور اس نے شہر قادسیہ کے گرد و پیش کی راہیں روکی تھیں اور امام صاحب کو اُس کی خبر نہ تھی آخر دودھ شریکی بھائی آپ کے پکڑے گئے پھر ابن زیاد بدنہاد نے اُن کو شہید کیا ۔

روایت ہے کہ جب آپ مقام رملہ سے آگے بڑھے زہیر بن قیس سے ملاقات ہوئی وہ حج سے پھرے آتے تھے اور کوفے جاتے تھے آپ نے فرمایا اے زہیر تم اپنی جان نثار کر سکتے ہو اور گردن اپنی شمشیر آبدار کے تلے دھر سکتے ہو یعنی اپنے اہل وعیال کو چھوڑ خویش و اقارب سے رشتۂ تعلق توڑ میرے ساتھ چل سکتے ہو پروانے کی طرح سوز محبت سے ہماری شمع شہادت پر جل سکتے ہو زہیر نے ہاتھ جوڑ کے عرض کی ۔

سرے کہ پیش تو بر آستان خدمت نیست — سریست آنکہ سزاوار تاج عزت نیست
بہ پیش اہل نظر کم بود زپروانہ — دے کہ سوختۂ آتش محبت نیست

پھر زہیر نے اپنے اہل وعیال سے کہا کہ جو کوئی تم لوگوں سے پیاسا شربت شہادت کا ہو تو میرے ساتھ غلامی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آئے اور جس کا جی نہ چاہے وہ کوفے اپنے وطن کو پھر جائے زہیر کی بی بی نے کہا اگر تم خدمت امام عالی مقام کی کروگے تو میں بھی کفش برادری اُن کی شہزادیوں کی کروں گی میں بھی حضرت کے ساتھ مروں گی پھر زہیر اپنے لڑکوں کو چھوڑ کر مع اپنی بی بی کے ہمراہ امام صاحب کے ہو گئے ۔

روایت ہے کہ جب آپ وہاں سے منزل ثعلبیہ میں پہنچے بکر اسدی کوفے سے آتا تھا

marfat.com

اس نے عبداللہ بن زیاد کا کوفے میں آنا اور کوفیان بے وفا کا اُس سے مل جانا اور حضرت مسلم اور ان کے لڑکوں اور ہانی کا شہادت پانا مفصلاً آپ کو سنایا آپ یہ خبر وحشت اثر سن کر دل مسوس کر رہ گئے کسی کو آگاہ نہ فرمایا حضرت مسلم کی ایک شہزادی بھی ساتھ تھیں اس وقت آپ کے پاس آئیں آپ خلاف معمول کے بار بار منہ اُن کا دیکھنے لگے اور سر اُنکے دست مبارک پھیرنے لگے وہ شاہزادی ان قرائن سے تاڑ گئیں کہنے لگیں کہ یا ابن رسول اللہ آج آپ خلاف عادت کے میرے سر پر اس طرح سے ہاتھ پھیرتے ہیں جس طرح یتیموں کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہیں آپ کو قسم پاک پروردگار کی سچ فرمایئے بابا جان شہید تو نہیں ہوئے آپ ضبط گریہ نہ کر سکے بے اختیار رونے لگے اشک سے دامان بھگونے لگے اور فرمایا بیٹی چپ رہو مت نہ رو ہم تمہارے باپ ہیں اور زینب میری بہن تمہاری ماں ہیں وہ بے اختیار رونے لگیں اس کلام سے ہمکلام ہونے لگیں ؎

اے کاشکے نخست ز مادر نزادمے ‎ ‏ تا ایں زماں ز دست پدر را نزادمے
اے کاش کے شناختمی خوابگاہ او ‎ ‏ تا سر چو خاک در قدم او نہادمے
اے کاش کے بگریہ شدی راست کار من ‎ ‏ تا جو بہ ز چشمہ چشم کشادمے

آواز رونے کی اُن کی سُن کر پسران حضرت مسلم جمع آئے اس حال پر ملال پر مطلع ہو کر آہ آہ کے نعرے عرش تک پہنچائے ؎

بدل دردے عجب دارم نمیدانم کہ چوں گریم ‎ ‏ دلا خون شو کہ تا بر حال خود یک لحظہ خوں گریم
تنم پر زخم کاری سینہ ام پُر داغ بے یاری ‎ ‏ گہے از زخم بیرون گاہ از داغ دروں گریم

اُس کے بعد لوگوں نے حضرت امام عالی مقام کو قسمیں دیں حجتیں کیں کہ للہ آپ اپنے اور اہل بیت پہ رحم فرمائیں یہیں سے پلٹ چلیں کوفے کو نہ جائیں غرض جب لوگوں نے وہاں سے باصرار تمام مراجعت کی صلاح ٹھہرائی تب آپ نے حسب صلاح چاہا کہ پلٹ چلیں یہ خبر اقربان حضرت مسلم کو سنائی حضرت مسلم کے بھائیوں اور پوتوں اور لڑکوں نے کہا کہ اب ہم لوگ جی کر کیا کریں گے پتھر صبر سینے پر کب تک دھریں گے سو واللہ ہم جب تک اُس کا بدلہ نہ لیں گے یا خود ہی مارے نہ جائیں گے ہرگز یہاں سے نہ پلٹیں گے امام عالی مقام نے فرما

marfat.com

کہ جو تمہارا ہے وہی ہمارا حال ہے تمہارے بعد زندگی بے لطف ہے جینا وبال ہے ؎

زندگی بہر دیدن یار ست یار چون نیست زندگی عار ست

یہ فرمایا اور سیدھے عراق کی جانب روانہ ہوئے پھر جو لوگ طمع دنیا سے ہمراہ ہوئے تھے وہ متفرق ہو گئے فقط رفیق اور عزیز باقی رہ گئے۔

**روایت** ہے کہ جب آپ آگے بڑھے تو راہ میں فرزوق شاعر ملا اس نے آپ کے دست مبارک پر بوسہ دیا آپ نے اس سے کوفیوں کا حال استفسار کیا اُس نے عرض کی کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی اُمیہ کے ہاتھ ہیں اور اللہ جو چاہے سو کرے اُس کی تقدیر سے چارہ نہیں قضاؤ قدر میں اُس کے کسی کا اجارہ نہیں آپ نے فرمایا سچ ہے ؎

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہی

پھر آپ نے چشم پُر آب ہو کر فرمایا کہ اگر دنیا نفیس ہے تو ثواب آخرت اعلیٰ ہے اور بہتر سب سے رضائے مولیٰ ہے اور اگر آدمی مرنے کو پیدا ہوا ہے تو تلوار ہی سے گلا کٹنا اولیٰ ہے پھر آگے بڑھے مقام زبالہ میں پہنچ کر اپنے دودھ شریک بھائی کی خبر شہادت سن کر بہت روئے جب وہاں سے آگے بڑھے دیکھا کہ میدان میں ایک خیمہ گڑا ہے اور اس میں ایک ننگی تلوار لٹکی ہوئی ہے اور ایک اسپ صبا رفتار اُسی جگہ کھڑا ہے آپ نے دریافت کروایا معلوم ہوا کہ عبید اللہ کوفی رئیس کوفہ ہے آپ نے اس سے فرمایا کہ کہاں سے آتے ہو کدھر جاتے ہو کہا کوفے سے اس خوف سے نکلا ہوں کہ خدانخواستہ ایسا نہ ہو اگر امام حسین کوفے میں شہادت پائیں تو کہیں ہم بھی قاتلوں میں شریک نہ ہو جائیں پھر آپ نے اُس سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ہو کر اُن اعدا سے لڑو گے ثواب عظیم پاؤ گے اور اگر شہید ہو گے تو جنت میں جاؤ گے کہا کہ شیعان کوفہ ابن زیاد سے مل کر مال دنیا پر بھول گئے ہیں خدا و رسول کو بھول گئے ہیں اور میں نہ آپ کے ساتھ جا سکتا ہوں اور نہ اُن سے لڑنے کو حربہ اُٹھا سکتا ہوں گو آپ کی ہمراہی میں لوٹ ہے مگر آپ کے ساتھ بھی معدودے چند ہیں اور ہم سے اکیلے کیا ہوگا اور لشکر یزید کا بے حساب ہے سو مجھے آپ معاف رکھیں اور یہ گھوڑا میرا کہ ہوا سے بات کرتا ہے تیز رفتاری

میں فلک رفتار کو مات کرتا ہے آپ اس پر سوار ہوں میں کہ کوئی آپ کو پکڑ نہ سکے گا ہرگز کوئی سوار پیچھا نہ کر سکے گا اور یہ میری تلوار بھی ایک تحفہ مختصر ہے اسے آپ قبول فرمائیں انشاءاللہ تعالیٰ اس سے آپ جس پر وار کریں گے ایک ضرب میں سوار اور گھوڑے دونوں کو زمین سے ہموار کریں گے آپ نے فرمایا کہ جب تم ہی میرے ساتھ نہیں آتے تو ہم بھی یہ گھوڑا اور تیغ تمہاری قبول نہیں فرماتے ہے

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام　　علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

روایت ہے کہ ثعلبیہ کے مقام میں آپ گرد میں حضرت زینب اپنی بہن کے سوتے تھے ناگاہ آپ چونک پڑے اور آنسو آنکھوں سے جاری تھے حضرت ام کلثوم نے فرمایا یا روحی فداک بھائی جان آپ کیوں رو رہے ہیں فرمایا اس وقت میں نے نانا جان کو خواب میں دیکھا ہے رو رہے تھے اور فرماتے تھے حسین اب جلد تم شہادت پاؤ گے عنقریب میرے پاس آؤ گے اور ایک سوار میرے آگے کھڑا کہہ رہا ہے کہ تم دوڑے جاتے ہو اور موت تمہارے پیچھے دوڑی چلی آتی ہے پس میں چونک پڑا اور نانا جان کے رونے سے مجھے رونا آتا ہے اہل بیت میں یہ سن کر ماتم پڑ گیا دلوں میں خنجر الم گڑ گیا حضرت علی اکبر نے کھڑے ہو کر فرمایا بابا جان ہم لوگ برحق ہیں یا نہیں فرمایا بیٹا ہم لوگ برحق ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے کہا اگر حق ہمارے ساتھ ہے تو موت سے کچھ باک نہیں اشقیا سے دل ہمارا ہرگز خوفناک نہیں لباس حیات مستعار ہے اساس عمر محض ناپائیدار ہے ہے

شاہوں کے سے قصر گر بنائے تو کیا　　قاروں کے سے گنج ہاتھ آئے تو کیا
جب دل پہ ہوا یقیں کہ آخر مرنا　　گو خضر سی عمر لا کھ پائے تو کیا

| |
|---|
| چلے حر کی حراست میں بسوئے کربلا سرور　　لکھوں کیونکر اسے نام کر دل ٹوٹا ہی جاتا ہے |

روایت ہے کہ ابن زیاد نے حضرت کی آمد آمد کی خبر سن کر ایک سانڈنی سوار کو مکے میں جاسوسی کے واسطے بھیجا تھا کہ جب امام حسین مکے سے کوفے چلیں تو فوراً مجھے اطلاع کرے اس جاسوس نے ابن زیاد سے کہا کہ سولہ روز ہوئے کہ امام عالی مقام مکے سے چلے آتے ہیں

marfat.com

اور آج فلاں مقام میں تھے ابن زیاد نے حر بن یزید ریاحی کو ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا کہ آگے جائے اور جہاں حسین ملیں اُن کو گرفتار کر لائے اور کسی جانب جانے نہ دے کے کی جانب قدم بڑھانے نہ دے غرض جب آپ سرات کے مقام میں جو کوفے سے دو منزل ہے پہنچے حر ہزار سوار ہتھیار بند کی جمعیت سے آپہنچا اور عرض کی کہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ جہاں امام عالی مقام ملیں فوراً ان کو گرفتار کر لینا اور خبردار کسی طرف ان کو جانے نہ دینا سو میں ضرور آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں گا اور میں اس امر میں محض مجبور ہوں میرا جی نہیں راضی ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچاؤں اور یہ بھی مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ آپ کو چھوڑ دوں اور خود کوفے پھر جاؤں پھر آپ نے فرمایا اے حر وقت ظہر ہوگیا تم اپنی قوم کے ساتھ نماز پڑھو ہم اپنی قوم کے ساتھ نماز پڑھیں حر نے کہا آپ پیشوائے زماں اور امام دوجہاں ہیں آپ امامت کریں دونوں لشکر اقتدا کریں گے ؎

من واقتدا بالتو در ہر نماز ے ہمیں ست تا زندہ ام نیتِ من

بجراب ابرویت از در دنیا یم کجادر پذیرد خدا طاعتِ من

بعد نماز کے امام نے فرمایا کہ کوفیوں نے ڈیڑھ سو کے قریب خطوط متواتر بطلب ہمارے ہمارے پاس بھجوائے اور اشراف کوفہ بھی برابر پیغام لائے تب ہم نے باصرار اُن کے کوفے کا قصد کیا اور تم لوگ بھی کوفے کے رہنے والے ہو سو اگر تم اپنی بیعت اور اقرار پر قائم رہو تو میں تمہارے شہر چلوں اور نہیں تو کہو پلٹ جاؤں حر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی واللہ یا ابن رسول اللہ ان سب خطوط کا حال میں جانتا نہیں خط بھیجنے والوں کو پہچانتا نہیں آپ نے فرمایا دیکھیہ سب خطوط میرے پاس موجود ہیں اور یہ خطوط اکثر اُن ہی لوگوں کے دست خاص کے لکھے ہوئے ہیں جو تمہارے لشکر میں ہوکر میری گرفتاری کو آئے ہیں جب خطوط پڑھے گئے تو جن جن لوگوں کے دست خاص کے لکھے ہوئے تھے اور مُہریں اُن کی چسپاں تھیں اُنھوں نے سُن کر شرم سے سر جھکا لیے یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ناگاہ ایک سانڈنی سوار آیا اور فرمان ابن زیاد کا حر کو دیا تھا اس میں لکھا تھا کہ جس مقام پر یہ خط تم کو ملے جناب امام حسین علیہ السلام کو وہیں ٹھہراؤ اور ایسے چٹیل میدان میں جہاں گھاس اور پانی نہ ہو ان کا خیمہ گڑواؤ حر نے پڑھ کر

marfat.com

خط حضرت امام کو دیا کہ دیکھئے ابن زیاد کو آپ کی گرفتاری میں کس قدر اصرار ہے سو اب میں آپ کو چھوڑ نہیں سکتا حکم ابن زیاد سے منہ موڑ نہیں سکتا کیونکہ ابن زیاد کی طرف سے آپ کے اسیر کرنے کو تاکید شدید ہے میں حیران ہوں کچھ کہہ نہیں سکتا اور امر ملاقات کا کبھی مخفی رہ نہیں سکتا اس واسطے کہ اُس کے ہزاروں سواروں کے سامنے آپ سے ملاقات ہوئی دیر تک گفتگو رہی ہر طرح کی بات ہوئی میں حیران ہوں اگر آپ کو چھوڑ کر پھر جاؤں ابن زیاد سے بڑی سزا پاؤں گا اور اگر آپ کو نہ چھوڑ دوں خدا اور رسول کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

روایت ہے کہ اس کے بعد حر نے اپنی سپاہ سے الگ ہو کر امام عالی مقام سے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ اگر حر آپ پر تلوار اُٹھائے تو ہاتھ اُس کا کٹ جائے اور اگر بُری نظر سے دیکھے تو آنکھ اُس کی ابھی پھوٹ جائے یا ابن رسول اللہ میں اس بار کوفے سے جس راہ ہو کر آتا تھا ہر شجر و حجر و در و دیوار سے صاف صاف اپنے کان میں یہ آواز پاتا تھا ؎

لو مبارک ہو قدم بوسی حضرت اے حُرؔ — کس کو ہوتی ہے نصیب ایسی سعادت اے حُرؔ
سر کے بل جاؤ حسین ابن علی کے آگے — دیتا ہے حق تمہیں جنت کی بشارت اے حُرؔ

میں دل سے کہتا تھا اے حُرؔ وائے بر تو تُو واسطے گرفتاری ابن رسول اللہ کے جاتا ہے یہ کیسی بشارت ہے دیکھئے خدا کیا پیش لاتا ہے سو یا حضرت میں مجبور ہوں کوفیان بے وفا اور شیعیانِ پُر دغا ساتھ ہیں اس لیے مجبوری سے میں گستاخانہ پیش آتا ہوں ہر چند آپ کو نے لیے جاتا ہوں سو صلاح یہ ہے کہ ہم مع لشکر کے تھوڑی دور آگے جا کر اُتر پڑیں اور آپ اس بہانے سے کہ حرم محترم ساتھ ہیں میرے لشکر سے دور آ کر اُتریں آخر رات کو جب میرے لشکر سو جائیں آپ سے غافل ہو جائیں پس آپ چپ چاپ وہاں سے اپنا ڈیرہ اُٹھائیں شبا شب دھادے کی راہ سے جس طرف چاہیں چلے جائیں صبح کو جب ہم لوگ آپ کو نہ پائیں گے تو کوس دو کوس تلاش کر کے کوفہ پھر جائیں گے حُرؔ کو آپ نے دعا دی اور بحکم قضا و قدر مع ہمراہیوں کے حر کے ساتھ چلے تھوڑی دور جا کر آپ نے چاہا کہ کسی گاؤں کے قریب پانی کے متصل اُتریں حُرؔ نے نہ مانا ناچار راہ سے ہٹ کر دوسری تاریخ محرم پنجشنبہ سنہ ۶۱ ہجری میں میدان بے آب و گیاہ میں اترے رات کو حُرؔ نے پھر بطریق خیر خواہی کے عرض کی

marfat.com

کہ ابن زیاد کی فوجیں برابر پہنچتی جاتی ہیں سو آپ ہم پر کرم فرمائیں آج کوچ کر کے شبا شب اور کہیں چلے جائیں چنانچہ آنحضرت نے کوچ کر کے تمام شب قطع مسافت کی وہ اندھیری رات تھی اور میدان لق و دق ہو کا مکان نہ راہ کا پتا نہ شہر کا نشان دوا دوی چلے چلتے چلتے پاؤں میں لوگوں کے چھالے پڑ گئے ہزاروں کانٹے گڑ گئے دوڑتے دوڑتے پاؤں پھول گئے قضا نے گھیرا راہ بھول گئے جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ یہ تو وہی جگہ ہے جہاں شب کو چلے تھے اور بعضی روایتوں میں ہے کہ اسی طرح سات رات برابر اتفاق چلنے کا ہوا آخر یہ نوبت پہنچی کہ اسپان سواری اور اونٹوں کو مارتے مارتے عاجز آ گئے مگر اونٹوں نے اس جگہ سے قدم آگے نہ بڑھائے اور جہاں جس درخت سے لکڑی توڑتے تھے اور جہاں کھونٹا گاڑا جاتا تھا تازہ تازہ خون وہاں سے اُبلا آتا تھا تب آپ نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے کہا اسے ماریہ کہتے ہیں فرمایا اور بھی اس کا کچھ نام ہے کہا اسے کربلا کہتے ہیں فرمایا اللہ اکبر یہ زمین کرب و بلا کی ہے یہی زمین مشہد و مقتل آل عبا کی ہے ؎

گر نام این زمین بہ یقین کربلا بود — اینجا نصیب ما ہمہ کرب و بلا بود

اینجا بود کہ تیغ بہ آل نبی کشند — وین جا بود کہ ماتم آل عبا بود

کار مخدرات من اینجا تبہ شود — پشت مبارزان من اینجا دوتا بود

ریزند در مصیبت من آب چشم خویش — ہر مرغ و ماہی کہ در آب و ہوا بود

اسی جگہ اشقیا میرے ننھے ننھے بچوں کو ماریں گے اور میرے جسم کو خنجر سے پرزے پرزے کر کے سر میرا نیزے پر اتاریں گے ہر طرف ہم پر باراں تیروں کا برسائیں گے اور قطرۂ آب کے پیاسے ابن ساقی کوثر کو ترسائیں گے ان ہی نالیوں میں ہمارے خون کے دھارے بہیں گے اور تن تنہائے بے سر اہل بیت کے اسی جگہ پڑے رہیں گے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ یہ حال سن کر غم و غصے سے سر دھن کر عرض کی بابا جان یہ کیسی فال آپ فرماتے ہیں آتش غم کر سینے کی کیوں صبر کاٹتے ہیں فرمایا اے بیٹا ہم لوگ بابا جان کے ساتھ صفین جاتے تھے اسی مقام کربلا میں اُترے پس بابا جان بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے اور میں سرہانے بیٹھا تھا ناگاہ بابا جان نیند سے روتے ہوئے چونک پڑے

marfat.com

بھائی صاحب نے کہا باباجان جان ہماری آپ پر قربان ہے خیر تو ہے آپ کیوں روتے ہیں فرمایئے تو سہی کیا خواب دیکھا کہ اس قدر بے تاب ہوتے ہیں باباجان نے فرمایا کہ اس میدان میں ایک دریائی دو دقی خون کا بہا جاتا ہے جس کا کنارا نہیں اور یہ میرا ماہ پارا آنکھوں کا تارا حسین اس دریائے خون میں ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے تنکے کا اُسے سہارا نہیں فریاد وآہ کر رہا ہے کوئی اُس کی فریاد کو آتا نہیں اور کوئی سنگ دل اُس پر ترس کھاتا نہیں عین دریا میں قطرۂ آب کو ترس رہا ہے ہر طرف سے تیروں کا مینہ اس پر برس رہا ہے پھر باباجان نے میری طرف مخاطب ہو کر زار زار رو کر فرمایا اے نور عین بیٹا حسین رضی اللہ عنہ یہ واقعہ اسی میدان میں تمہارے ساتھ پیش آئے گا اس وقت کیا کرو گے میں نے کہا صبر کروں گا شکر کروں گا یہ جبر کروں گا ؎

خدایا رباصابراں است مارا	تمسک بچیزے کہ فرمود صبر ست

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت امام حسین نے فرمایا کہ ہاں اسی جگہ اب خیمہ گاڑو یہیں پر سب اسباب اُتارو اب دو تین دن تشنہ لب جی کر شربت شہادت پی کر باباجان کے پاس جائیں گے کوفیان بے وفا کا حال مفصلاً کہہ سنائیں گے ؎

بادہ بکشائید کاینجا خونِ ماخواہند ریخت	آبروے ما بخاک کربلا خواہند ریخت
کودکان جعفر طیار را خواہند کشت	گرد بر رخسار آل مصطفیٰ خواہند ریخت
آں سگاں از حیلۂ روباہ سازی دمبدم	خون نور دیدۂ شیر خدا خواہند ریخت

---

روایت ہے کہ آپ نے کربلا میں خواب دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور مجھے گود میں لے کر فرماتے ہیں کہ اے نور عین بیٹا حسین مجھے معلوم ہے کہ دشمن تمہارے مارنے کے درپے ہیں سو یہ لوگ قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم ہیں اور قریب ہے کہ حق تعالیٰ تم کو درجۂ شہادت پر پہنچائے گا اور بہشت تمہارے واسطے آراستہ وپیراستہ ہے اور ماں باپ تمہارے منتظر بیٹھے ہیں یہ کہہ کر آپ نے ایک ہاتھ امام حسین کے سینہ پر مارا اور فرمایا خداوندا حسین کو صبر اور اجر دونوں عطا فرمانا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ حال خواب کا اہلبیت کو سنایا خود بھی روئے لوگوں کو بھی رُلایا۔

marfat.com

**روایت** ہے کہ جب امام کربلا میں پہنچے تو مٹی وہاں کی زرد ہوگئی اور وہاں کے گرد غبار سے گیسوئے عنبریں پُر گرد ہو گئے حضرت اُم کلثوم نے وہاں کی گرد و غبار اور بھائی کی پریشانی اور بے سروسامانی کو دیکھ کر کہا کہ اے بھائی میرا جی بہت گھبراتا ہے چاروں طرف آگ سی لون آتی ہے ہر جانب سے بوئے خون آتی ہے میرا دل بے تاب ہوا جاتا ہے اور آپ کے گیسوئے معنبر کو غبار آلودہ دیکھ کر اور زیادہ تر پریشان ہوتی ہوں ان چشمانِ نرگس شہلا کو شبنم اشک سے نم پاکر آئینے کی طرف حیران ہوتی ہوں ؎

وادی آہ کہ خضر تشنہ درد نایاب ست ریگش از خون دل تشنہ لباں سیراب ست

آپ نے حضرت ام کلثوم کو تسلی دی اور شہر بانو کو بلاکر وصیت کی کہ جب تم میرا سارا بدن زخموں سے چور اور سر تن سے دور دیکھو تو خبردار سر مو سر کو ننگا نہ کرنا دل پر سنگ صبر دھرنا یہ حال سُن کر اہل بیت رونے لگے اشک سے دامان بھگونے لگے۔

**روایت** ہے کہ جب ابن زیاد نے سُنا کہ حضرت امام حسین کربلا میں تشریف لائے ایک خط حضرت کے پاس لکھ بھیجا کہ یزید نے ہم کو لکھا ہے کہ امام حسین سے میری بیعت لو اگر نہ مانیں تو فوراً ان کی گردن اُستار لو سارے اعزا اور اقران کو اُن کے وہیں پہ مار لو سو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ یا تو یزید سے بیعت فرمائیے یا آمادہ جنگ و جدال ہو جائیے آپ نے اس خط کو پڑھ کر زمین پر ڈال دیا ایلچی نے کہا اس کا جواب دیجئے تاخیر نہ کیجئے فرمایا میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ہے ایلچی ابن زیاد کے پاس آیا اور یہ سب حال کہہ سُنایا ابن زیاد بد نہاد یہ حال سُن کر غصے سے سر دھن کر غضبناک ہو کر آتش غضب سے جل بھن کر خاک ہو گیا پھر فوجیں تیار کیں اور حاضر مجلس سے کہا کوئی ہے جو کربلا جائے اور سر امام حسین اور اُن کے ہمراہیوں کا کاٹ لاوے چند بار اس کی تکرار کی کسی نے جواب نہ دیا پھر اس نے عمر بن سعد کو جو ملک رے کا حاکم تھا بلاکر کہا کہ حکومت طبرستان کی بھی تیرے نام لکھے دیتا ہوں اور تجھے سپہ سالار لشکر بناتا ہوں سو یہ خلعت شریف پہن کر لباس فاخرہ زیب تن کر کے یہ پچاس ہزار درہم لے اور کربلا جا کر امام حسین کو شربت شہادت پلا اور لاش کو اُن کی خاک و خون میں ملا عمر بن سعد نے کہا کہ میں امام حسین کے ساتھ لڑائی کرنے کو جا نہیں سکتا ابن رسول اللہ پر تیغ جنگ اُٹھا نہیں سکتا

marfat.com

ابن زیاد نے کہا یا تو تو امام حسین کے ساتھ لڑنے کو جا یا حکومت ملک رے کی چھوڑ دے اور گھر میں جا کر بیٹھ رہ ابن سعد بدنہاد حکومت ملک رے پر بھول گیا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گیا اور کہا ؎

یاں تو آرام سے گزرتی ہے — عاقبت کی خبر خدا جانے

پس اُس نے حکومت رے اختیار کی اور فوج لے کر امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کو چلا اس کے چھوٹے بیٹے نے کہا ہیہات ارے تو کہاں جاتا ہے ارے حسین ابن علی جگر گوشہ نبی نور دیدہ مرتضیٰ سرور سینہ فاطمہ زہرا پر شمشیر جنگ اٹھاتا ہے ارے جان بوجھ کر دوزخ میں کیوں جاتا ہے ارے باپ تیرا سعد وقاص صحابی کہلاتا تھا جی جان سے اُن کے جد امجد پر نثار تھا ارے تو نے خط بھیج کر بلایا ہے اب اُن کے مارنے کو جاتا ہے کچھ خدا سے شرماتا نہیں ارے خدا اور رسول سے تجھے کچھ خوف آتا نہیں عمرو سعد نے نہ مانا اور کہا ؎

سزائے قاتل او دوزخ ست میدانم — کہ ایں چنیں عمل آرد خدائے را بغضب
دے چو می نگرم در رے وحکومت آں — ہمی رود ز دلم خوف نار ذات لہب

روایت ہے کہ عمرو سعد نے مع پانچ ہزار سوار اور پیادہ کے ساتویں محرم الحرام کو منگل کے دن کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے ڈیرہ کیا اور امام حسین کے لوگوں کو پانی لینے سے منع کیا اور پانچ سو سوار مسلح کا نہر فرات کے کنارے کھڑا کر دیا کہ خبردار ایک قطرہ بھی پانی کا خیمے میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے نہ جائے ہمراہیان امام حسین سے فرات کے کنارے ہرگز کوئی آنے نہ پائے ڈیرے خیمے امام کے اس میدان لق و دق میں ریت پہ کھڑے تھے با ایں ہمہ اشقیا نے پانی بند کر دیا وہ شقاوت پر اڑے تھے اس میدان میں جہاں تک نظر جاتی تھی کسی ایک درخت یا حیوان کی صورت نظر نہ آتی تھی جدھر دیکھتے سنسان سناٹے کا عالم محو کا مکان ہائے وہ ریت کی گرمی دوپہر کی دھوپ رات کی اوس ہائے رے بے کسی وہ بے بسی ہائے افسوس ہائے وہ بے سر و سامانی وہ پیاس ہائے وہ تشنہ دہانی ہائے وہ چہرہ اداس ہائے وہ گرمی کے دن ہائے وہ ننھے ننھے بچے پیاسے کمسن حضرت کے خیمے میں تلاطم پڑ گیا العطش العطش کا غل مچا ریت کی ہوائے گرم گرم تیر سی لگنے لگی آتش آہ دونی

marfat.com

سلگنے لگی تشکم مارے پیاس کے تنور ہوا ہر استخوان لکڑی کی طرح جلنے لگا فغان و آہ اور نعرۂ جانکاہ کے ساتھ منہ سے دھواں نکلنے لگا اہل خیمہ کو مارے پیاس کے غش پر غش آنے لگے نالہائے اہل بیت کے مزاج کو ستانے لگے دودھ خشک آنکھوں سے آنسو کا چلنا موقوف ہو گیا اور حلق سے زبان تک کانٹے پڑ گئے ساتویں محرم سے اہل بیت نے ایک قطرہ پانی نہ پایا اطفال شیر خوار ماؤں کی گودیوں میں ماہی بے آب کی طرح سسکتے تھے مارے ضعف کے پانی کا نام زبان پر نہ لا سکتے تھے بعضے شدت تشنگی سے بیہوش اور بعضے سکتے کے عالم میں خاموش ان سب میں حضرت علی اصغر شیر خوار تھے اور حضرت زین العابدین ضعیف بیمار حس و حرکت سے ناچار تھے ؎

در زمین کربلا از بسکہ قحط آب بود  آب در چشم یتیماں گوہر نایاب بود

شدت تشنگی سے زبان امام تشنہ کام ساقی کوثر مالک بحر و بر کی سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی اور اشارے سے گفتگو فرماتے تھے ؎

پژمردہ غنچۂ لب سے گویا ز عطش  وز خونش آب خوردہ خس و خار کربلا

اور سارے اہل بیت تیمم سے نماز ادا کرتے تھے شکر کبریا کرتے تھے آہ ساقی کوثر کے نواسے قطرۂ آب کو ترستے تھے اور اشقیا نے امت صراحیوں میں پانی لیے اہل خیمہ کو دکھاتے اور ہنستے تھے اس وقت دوپہر کے تڑاقے کی گرمی اور ریت کی ہوا جھکا جھور کے سبب اہلبیت پر پیاس کا زور رہا خیمے میں العطش العطش کا شور ہوا آپ یہ آواز سن کر خیمے میں آئے اور بچوں کو گلے سے لگا لیا اور زار زار رو کر فرمایا ؎

میری قسمت میں گر غم اتنا تھا  دل بھی یارب کئی دیئے ہوتے

صاحبزادوں نے اشارے سے کہا بابا جان ذرا کہیں سے پانی لائیے دو ایک قطرے ہمارے حلق تشنہ میں ٹپکائیے آپ نے کلیجے کو تھام کر فرمایا آہ کیا کروں شیطانوں کے پھندے میں گرفتار ہیں موت بھی آتی نہیں جینے سے بیزار ہیں ہائے افسوس اشقیا سامنے گھڑی گھڑی پانی پیتے ہیں اور ہم ساقی کوثر کے نواسے ہو کر قطرۂ آب کو ترستے ہیں اور آہ سرد کے ساتھ ہوائے گرم کھا کر جیتے ہیں ؎

صدمہ آہ سے چھوٹوں مجھے راحت ہو جائے  دم نکل جائے کہیں جلد فراغت ہو جائے

marfat.com

جو بیسر رسوائی میں شہادت ہو جائے  فخر کونین ہو عاشق کی سعادت ہو جائے

**روایت ہے** کہ جب امام عالی مقام نے دیکھا کہ اعداء اب ضرور لڑیں گے اور اب بغیر لڑائی چارہ نہیں تب آپ نے خیمہ گاہ کے گرداگرد کھائی کھدوائی اور اس کا صرف ایک دروازہ رکھا کہ اس سے نکل کر لڑیں اور اس کھائی میں آگ جلا دی تا کوئی شقی وہاں تک نہ جا سکے خیمہ کی جانب نظر اٹھا نہ سکے ؎

نہ بن باز خامہ را ہوس گفتگو نماند  دل چاک چاک گشت کہ جائے رفو نماند

لب تشنہ رفت ساقی کوثر از یں جہاں  اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

**روایت ہے** کہ جب لشکر عمر و سعد نے امام حسین کے خیمہ میں پانی نہ جانے دیا تو امام حسین نے ابن سعد بدنہاد کو لکھ بھیجا کہ تین کام میں ایک کام کر یا مجھے چھوڑ دے کہ وطن کو چلا جاؤں یا کسی اور شہر میں جا بیٹھوں یا یزید کے پاس مجھے بھیج دے وہ جو چاہے گا یا تو چھوڑ دے گا یا گردنوں پہ خنجر دھرے گا ابن سعد بدنہاد نے یہ حال ابن زیاد کو لکھ بھیجا اس بدذات نے عمرو بن سعد کو دھمکا کر کہا کہ اگر امام حسین بیعت یزید کی کریں تو خیر نہیں تو بے درنگ ان کو مارے گردن سے سر اتارے کہ میں نے تجھے لڑنے کو بھیجا ہے نہ صلح کرنے کو اور جو تو نے اس میں سستی کی اپنی جگہ دوسرے کو پہنچا جان عمرو سعد نے یہ نامہ کو دیکھتے ہی اپنے لشکر کو تیار کیا اور امام حسین سے کہلا بھیجا کہ میں نے ہر چند چاہا کہ آپ بیعت یزید کی کر لیں اور میں آپ کے خون میں مبتلا نہ ہوں پر آپ نے نہ مانا اب بھی یا تو یزید کے مرید ہو جائیے یا سامان جنگ درست فرمائیے آپ نے اس روز ٹالا اور دوسرے روز پر حوالہ فرمایا اور یہ سب باتیں اتمام حجت کے لیے آپ ظاہر میں فرماتے مگر باطن میں شوق شہادت دامنگیر حال تھا نہ جان جانے کی پرواہ نہ سر کٹنے کا خیال تھا جوں جوں روز عاشورا قریب آتا تھا نشہ شہادت چڑھتا جاتا تھا شوق و ذوق شربت شہادت کا بڑھتا جاتا تھا ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام  علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ امام تشنہ کام کا خیمہ دھوپ میں ریت پر استادہ تھا اور اعداء ہر طرف سے قتل کرنے پر آمادہ نہ کوئی مونس نہ غمخوار نہ یار نہ مددگار دھوپ میں ریت پر بیٹھے ہوئے

marfat.com

آپ تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے اور چشم مبارک سے بے اختیار آنسو بہے جاتے تھے ایک مسافر نے آپ کو دیکھ کر حال پوچھا آپ نے فرمایا میں مسافر غریب الوطن مبتلائے رنج و محن ہوں رو رو کر دن بسر کرتا ہوں آہ کے ساتھ رات کو تارے گن گن کر سحر کرتا ہوں کوفیوں نے خط لکھ لکھ کر باصرار تمام مجھے بلایا یہاں بلا کر ہر طرح کا ستم پہنچایا ہر طرف سے باران ظلم و ستم برسایا کیا کہئے قطرۂ آب کو ترسایا حیران ہوں کیا کروں موت آتی نہیں کیوں کر مروں ؎

کشتی شکست خوردۂ طوفان کربلا | درخاک و خون فتادہ بمیدان کربلا
از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں | خوش داشتند حرمت مہمان کربلا
بودند دام و دد ہمہ سیراب و می کمید | خاتم ز قحط آب سلیمان کربلا

---

روایت ہے کہ ساتویں تاریخ محرم سے کوفیوں نے آپ کا پانی بند کر دیا جب پیاس سے کسی کو تاب نہ رہی اور اہل بیت بات کرنے سے معذور ہوئے تو امام حسین نے حضرت عباس علمدار کو کئی آدمیوں کے ساتھ پانی لانے کو بھیجا لشکر عمر و سعد نے پانی نہ لینے دیا اور حضرت عباس علمدار کو زخمی اور ساتھ والوں کو شہید کیا حضرت عباس علمدار لہولہان حضور میں آئے اور فرمایا ہم سب تشنہ کاموں کو سوائے آب شمشیر آبدار کے پانی میسر نہ ہوگا پھر تو مارے پیاس کے نوبت جان کی آئی اہل خیمہ نے صدائے العطش العطش عرش تک پہنچائی تب آپ نے رو کر ایک جگہ کنواں کھدوایا آپ کی کرامت سے تھوڑی دور پر چشمہ اُبل آیا سب اہل خیمہ نے مع شتران سواری کے پانی آسودہ ہو کر پیا اور مشکوں میں پانی بھر لیا پھر چند اُس چشمے کو کھودے جاتے تھے کچھ نشان اور پتہ پانی کا نہ پاتے تھے یہاں تک کہ سنتر ہاتھ تک کھدوایا مگر پتہ پانی نہ پایا۔

روایت ہے کہ جب مارے پیاس کے اطفال صغار اور سارے اہل بیت اطہار اور جانوران سواری کے بے تاب ہونے لگے وہ دوپہر کی دھوپ وہ ہوائے گرم کی لپک سے سینے کباب ہونے لگے آہ اُوپر کی دھوپ نیچے سے ریت کی گرمی ننھے ننھے لڑکے مثل ماہی بے آب کے بالو پر بھننے لگے مارے پیاس کی ٹکٹکی بندھ گئی عالم بدحواسی میں سر کو دھننے لگے تب یزید ہمدانی نے خدمت میں امام مظلوم کے عرض کی کہ حکم ہو تو عمر و سعد کے پاس جاؤں اور کچھ پانی مانگ لاؤں

marfat.com

آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے یزید ہمدانی عمر و سعد کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور اُسے سلام نہ کیا اور کچھ کلام نہ کیا عمر وسعد بد نہاد نے غصے ہو کر کہا اے برادر ہمدانی تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا کیا میں مسلمان نہیں ہوں صاحب ایمان نہیں ہوں خدا اور رسول کو نہیں پہچانتا ہوں! شریعت اسلام نہیں جانتا ہوں ہمدانی نے کہا افسوس تمہاری مسلمانی پر دعوئی مسلمانی کرتے ہو اور نکر قتل میں ابن رسول اولاد بتول کے مرتے ہو مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان لوگ نجات پائیں کسی طرح کی اذیت نہ اُٹھائیں راکب دوش نبی جگر گوشہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے کو چڑھ آئے ہو پانی اہلبیت پر بند کیا ہے خدا اور رسول کو ناراض کیا ہے یزید کو خرسند کیا ہے ساقی کوثر کے نواسے پر اتنا بار اِن ستم کیوں برساتے ہو خدا اور رسول کی راہ میں تھوڑا پانی دو اس قدر کیوں ترساتے ہو ارے چرند و پرند دریائے فرات سے آب سرد پیتے ہیں اور حسین بن علی اور اُن کی عورتیں اور بھائی لڑکے رات بھر اوس میں دن بھر دھوپ میں بالو پر پڑے ہوئے گرم پی پی کر جیتے ہیں تو یہ سب ستم رسانی ہی کرتا ہے پھر بھی دعوئی مسلمانی رکھتا ہے عمر وسعد نے کچھ جواب نہ دیا اور شرم سے سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر کہا اے ہمدانی سب باتیں تیری راست ہیں صحیح بے کم و کاست ہیں بے شک امام حسین سے جو آدمی لڑے گا غضب الٰہی اُس پر پڑے گا لا محالا وہ دوزخ میں جائے گا دونوں جہان میں عذاب الیم پائے گا پر کیا کروں ملک رے کو میں ترک کر نہیں سکتا تیغ جنگ اُٹھا چکا ہوں اب دھر نہیں سکتا ہمدانی نے غصہ ہو کر جینے سے ہاتھ دھو کر کہا ؎

گیرم کہ روزگار ترا میر رے کند | آخر نہ مرگ نامہ عمرے تو طے کند

گیرم کہ بگذارسی تو نہ قارون بگنج و مال | بادے وفا نہ کرد جہاں با تو کے کند

ہر کو گزید دشمنی آل مصطفٰےؐ | او مرکب سخاوت خود باز پے کند

پھر ہمدانی عمر وسعد کے پاس سے چلے آئے اور امام عالی مقام کو یہ سب بات آکر سنا دی۔ روایت ہے کہ اس کے بعد خود امام نے واسطے اتمام حجت کے عمر وسعد سے کہلا بھیجا کہ میں تجھ سے ملاقات کیا چاہتا ہوں کچھ بات کرنی چاہتا ہوں عمر وسعد یہ بات سُن کر مع چند خواص کے اپنے خیمے سے باہر آیا آپ نے بھی مع اپنے برادر عباس علمدار اور اپنے بیٹے

marfat.com

حضرت علی اکبر کے خیمہ سے قدم بڑھایا اور عمر و سعد اور لشکریانِ یزید سے خطاب کر کے فرمایا کہ لوگو دیکھو ہم کون ہیں نام میرا جانتے حسب و نسب میرا پہچانتے ہو اپنے اپنے دلوں میں سوچ کر کہو کہ تم کو میرا گلا کاٹنا روا ہے ہتک حرمت اہل بیت نبوت کی درست ہے بجا ہے کیا ہم پسر زہرا کے بتول نہیں کیا ہم سبط رسول مقبول نہیں کیا ہم فرزند علی نہیں ہیں کیا ہم راکب دوش نبی نہیں ہیں کیا حسن میرے بھائی نہیں کیوں جی میری شان میں کوئی آیت کوئی حدیث آئی نہیں کیوں جی حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشہدا میرے جد غمخوار نہیں کیا بھائی میرے عباس علمدار نہیں ارے لوگو کیا نانا نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فرمایا نہیں ہے کیا نانا جان نے اپنے کاندھے پر مجھے چڑھایا نہیں خدا اور رسول کے پاس جاؤ گے تو کیا منہ دکھاؤ گے ہوش سنبھالو پنبۂ غفلت گوش سے نکالو دنیائے چند روزہ پر کیا پھولتے ہو توبہ کرو آخرت کو کیوں بھولتے ہو عمر و سعد اور لشکریوں نے یہ باتیں سن کر سر جھکا لئے اور امام عالی مقام کو کچھ جواب نہ دیئے آپ اتمام حجت کر کے اپنے خیمے کی طرف متوجہ ہوئے اور عمر و سعد سے فرمایا کہ انشاء اللہ میرے بعد عنقریب تو میرے قتل کا مزہ پائے گا تھوڑے ہی دنوں میں تو بھی مارا جائے گا چنانچہ واقعۂ کربلا کے تھوڑے ہی دنوں میں مختار نے عمر و سعد کا سر اُتار اسارے لشکریوں کو اُس کے مارا ؎

حسین جان گرامی فدائے امت کرد      روا است امت اگر جان کند فدائے حسین

**روایت ہے** کہ جب امام حسین پر یہ سب سختیاں گذریں تو آپ کو وہ نصیحت اپنے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کی یاد پڑ گئیں سینے اور دل میں تیر سی گڑ گئیں کہ وقت انتقال انہوں نے فرمایا تھا کہ اے بھائی حسین ہرگز ہرگز کوفیوں کا فریب نہ کھانا بلائیں تو زنہار کوفے نہ جانا میری بات یاد رکھیو ان کے اقوال پر اعتماد نہ کیجیو اس نصیحت کو یاد کر کے روتے تھے بیقرار ہوتے تھے ؎

اے تشنۂ کربلا شہید اکبر      سیراب گلوئے تو ز آب خنجر
تو آب بنا فتی ز دست امت      اُمت ز تو آب خواہ روز محشر

---

**روایت ہے** کہ نویں تاریخ محرم کی پنج شنبے کے دن ابن زیاد نے عمر و سعد کو تاکید تمام لکھا کہ آج ہی سے لڑائی شروع ہو جائے خبردار امام حسین کے ساتھ کچھ رعایت نہ ہونے

marfat.com

پائے یہ خط پڑھ کر اگرچہ بے وقت ہو گیا تھا مگر عمرو سعد لڑائی کو تیار ہو گیا لشکر کو آراستہ کیا مستعد کارزار ہو گیا جنگ کا نقارہ بجایا آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ علمدار کو بیس سوار کے ساتھ روانہ فرمایا کہ دریافت کرو کہ لشکری گرد خیمے کے اس وقت کیوں آئے ہیں بے وقت نقارے حرب کے کیوں بجائے ہیں آج اگر لڑو گے ہزار سر کٹو گے لاکھ ٹھوکریں کھاؤ گے مگر ہرگز ہرگز میرا سر نہ پاؤ گے کل عاشورے کے دن میرے مردان اہل بیت کو مار لینا دوپہر ڈھلے میرا سر بھی اتار لینا تین دن سے قطرۂ آب کو ترسا کر باران ستم برسا برسا کر مارا ہے کل سب کو شربت شہادت پلا دینا لاشوں کو خاک و خون میں دینا۔ آج میری شہادت کی رات نہیں ہے بلکہ طاعت اور عبادت گزاری کی رات ہے اب چھ سات پہر تو جینا ہے آج رات بھر عبادت تو کر لیں آخر کل شربت شہادت پینا ہے عمرو سعد نے کہا آج لڑائی موقوف رہے کل صبح سے لڑائی ہو گی طرفین سے نبرد آزمائی ہو گی۔

**روایت ہے** کہ اُس کے بعد امام عالی مقام خیمے میں آئے اور سارے اہل بیت مکرم اور حرم محترم کو صبر و شکر کی نصیحت فرمائی بی بیاں رونے لگیں فرقت شہریار میں بے قرار ہونے لگیں آپ نے رونے سے منع فرمایا اور نظر آسمان کی جانب اُٹھا کر فرمایا خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ کوفیوں نے بیعت کر کے کیسی بے وفائی کی یہاں بلا کر جو فروشی گندم نمائی کی خداوندا تو انصاف کیجیو میری داد ان سے لیجیو پھر آپ نے سارے اعزا اور اقران اور مریدان اور غلامان کو بلا کر فرمایا کہ یارو تم لوگ حق خدمت گزاری اور تابعداری کا ہمارے ساتھ اچھی طرح سے بجا لائے اور ہر طرح ہم کو تم لوگوں نے آرام پہنچائے ہیں تم سے بہر صورت راضی ہوں اور خدا میرا تم سے راضی اور نانا جان میرے تم سے رضامند اور بابا جان میرے تم سے خرسند ہیں میں ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہوں کربلا میں میری شہادت لکھی ہے میں یہاں سے ٹل نہیں سکتا ناچار ہوں اس لیے میں تم سب کو بخوشی خاطر رخصت کرتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ للہ تم سب کے سب بے تکلف یہاں سے چلے جاؤ ناحق میرے پیچھے اپنی اپنی جان نہ گنواؤ حضار نے یہ کلام سن کر آتش غم سے جل بھن کر زار زار رو کر جینے سے ہاتھ دھو کر عرض کی کہ اگر ہم آپ کو دشمنوں کے ہاتھ میں بے کس چھوڑ جائیں گے تو خدا اور رسول کو کیا منہ دکھائیں گے ہم لوگ بھی اپنی جانیں آپ پر

marfat.com

قربان کریں گے آپ سے پہلے کفار سے لڑ مریں گے ۔

گر دست دہد ہزار جانم در پائے مبارکت فشانم

پھر آپ نے فرزندان حضرت مسلم کو فرمایا کہ اب تم ہی لوگ بھائی مسلم کی نشانی ہو ثمرۂ زندگانی ہو سو اپنی ماں اور بہنوں کو لے کر یہاں سے کہیں چلے جاؤ میرے ساتھ اپنا گلا نہ کٹاؤ انہوں نے کہا

۵ تا مرز گریبان اجل در نہ زنیم یا دست ز داماں تو کوتہ نہ کنیم

**روایت** ہے کہ آپ نے خیمہ کے چاروں طرف ایک کھائی کھدوائی تھی فقط ایک راہ آنے جانے کو رکھی تھی اور اُس کھائی میں آگ بھروائی تھی تا اس طرف اشقیا نہ آئیں اور اطفال وغیرہ کو ایذا نہ پہنچائیں مالک بن عروہ لشکر عمر و سعد سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا یا امام حسین دوزخ سے پہلے دنیا ہی کے اندر آگ میں آپ جلنے لگے مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اُس کی گردن اتاریں آپ نے منع کیا کہ تم لڑائی میں پیش دستی مت کرو پس آپ نے فرمایا کہ خداوندا دیکھ یہ کہتا ہے فوراً پاؤں اس کے گھوڑے کا ایک بل میں جا تارہا وہ لعین پشت زین سے جھکا اُسی کھائی میں جا تارہا اور بروہ دونوں لشکروں کے کھائی میں جل گیا کرامت امام حسین کی ظاہر ہوئی ارمان دل نکل گیا۔

**روایت** ہے کہ اُس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خداوندا یہ اشقیا ناحق آل رسول کو ستاتے ہیں باوجود ملاحظہ ان کرامتوں کے ایذا رسانی سے باز نہیں آتے ہیں یہ سن کر ابن اشعث ملعون نے کہا آپ کو پیغمبر خدا سے کیا قرابت ہے جو اتنا لاف مارتے ہیں ہر دم خدا و رسول کو پکارتے ہیں آپ نے فرمایا خداوندا دیکھ یہ کیا کہتا ہے ابھی اُس کو گھوڑے سے اُتار اور ذلت کی مار مار فوراً اُس مردک کے شکم نے مارے درد کے پیچ و تاب کھایا گھوڑے سے قضائے حاجت کے لیے اترا آیا قضائے حاجت کے وقت ایک سیاہ بچھو نے اس مردک کے پاخانہ کے مقام میں ایسا نیش لگایا کہ وہ ملعون ناپاک اسی جگہ بول و براز میں اسی طرح ننگا لوٹنے لگا اور بہ آواز بلند چلایا آخر اُسی جگہ گوہ موت میں لوٹتے لوٹتے مر گیا واصل جہنم ہوا دنیا سے سفر کر گیا۔

**روایت** ہے کہ اس کے بعد جُعدہ مزنی ملعون نے آپ کے پاس آ کر کہا اے امام حسین دیکھو یہ آب فرات کہ مثل دریا کے موج مار رہا ہے واللہ کہ ہم اس میں سے تم کو ایک قطرہ

marfat.com

نہ پلائیں گے جب تک مارے پیاس کے ہم تم کو خاک و خون میں نہ ملائیں گے آپ یہ کلام گستاخانہ بے ادبانہ سُن کر آنسو بھر لائے اور فرمایا خداوندا ابھی اسے پیاسا مار فی الحال بلا سبب گھوڑا اس کا بھڑکا اور اس ملعون کو زمین پر گرا یا وہ اُٹھ کر گھوڑے کے پیچھے دوڑا پھر تو ایسی پیاس اس پر غالب ہوئی کہ العطش العطش کہتے کہتے طبیعت اُس کی کوزۂ آب کی طالب ہوئی ہر چند لوگ اسے پانی پلاتے تھے مگر ایک قطرہ بھی پانی اُس کے حلق سے نیچے نہ جاتا تھا آخر العطش العطش کہتے کہتے مرگیا لشکریان یزید باوجود ملاحظہ ان سب کرامتوں کے ایذا رسانی سے باز نہ آتے تھے ہر دم و ہر لحظہ انواع و اقسام کے ستم پہنچاتے تھے۔

| |
|---|
| اب عاشورے کی شب کا حال ناصر کچھ سناتا ہے<br>مثالِ مرغ بسمل سب محبّوں کو لٹاتا ہے !! |

جب روز تاسوعا یعنے پنج شنبے کا دن گزرا اور شب عاشورا قتل کی رات کالی بلا آئی ماہِ مدینہ پر ہر طرف سے گھنگور گھٹا غم کی گھر آئی دونوں جہان میں تاریکی چھائی آفتاب ردائے ماتمی پہن کر تعزیت خانۂ مغرب میں سر بزانو جا بیٹھا رات نے لباس ماتمی پہنا ستارے خیال سحری سے بید کی طرح لرزاں ماہتاب حلقۂ غم میں سر بزانو اشک ریزاں سارے انبیاء جناب باری میں دست بدعا کہ آج کی رات آفتاب نہ نکلنے پائے سارے فرشتے ہول سے داعی کہ یاالٰہی سحر کی نوبت نہ آئے دیدۂ رضوان دیدۂ یتیم غم دیدہ کی طرح نمناک حور و غلمان آپس میں غمناک شفق گلگون کفن پہنے آسمان پر پھولی طبیعت حاملان عرش حالت تحیر میں یاد الٰہی کو بھولی جانوران دریائی اور حیوانات صحرائی اس غم سے بے خور و خواب وحوش و طیور اپنے اپنے آشیانوں میں بے تاب بچے آہوان دشتی کے نہایت برخاستہ خاطر اُداس ماں سے الگ پڑے نہ تقاضائے دودھ نہ خواہش پیاس شمع کا سوز غم سے جھلملا جھلملا کے جلنا نسیم سحری کا ٹھنڈی ٹھنڈی سانس بھر بھر کر چلنا میدان کربلا میں سناٹے کا عالم ہُو کا مکان جڑی بوٹی دیدہ حسرت سے خونبار کوہ و دریا رسب سنسان اُس رات بھر آہ کے نعرے فرش سے عرش تک جاتے تھے سوز غم کے شرارے عرش عرصۂ خاک پر آتے تھے ٭

marfat.com

اشک چشم تا بماہی رفت و آہم تا بہ ماہ　　ماہ ماہی را براشک و آہ میگیرم گواہ

رسول پروردگار مع اصحاب کبار و گروہ انبیائے اخیار عافیت خواہ شہید کربلا شیر خدا مع صفوف اولیا نہایت تضرع سے دست بدعا خاتون جنت مع حوران جنت کے اشکبار ازواج مطاہرات اپنی اپنی جان نثار کرنے پر تیار وہاں کا تو یہ حال تھا اور یہاں کربلا میں سارے اہل بیت اطہار گرفتار پنجۂ کوفیاں خونخوار تین روز کے بھوکے پیاسے اس رات شام ہی سے سجادۂ عبادت پر مشغول بیاد پروردگار تھے نشۂ جام شہادت کا جو چڑھا ہوا تھا جان دینے پر تیار تھے شوق آب وصال میں جان جاتی تھی تشنگی شربت شہادت کی ایسی تھی کہ وہ رات پہاڑ نظر آتی تھی خصوصاً خامس آل عبا سید الشہدا کربلا یعنی سلطان دارین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یاد الٰہی میں سہو محو نہ اپنی گردن کی خبر نہ خنجر قاتل کا خیال رات بھر بھوکے پیاسے اوس میں ریت پر مصلے بچھائے مشاہدۂ جمال ایزدی میں مغلوب الحال اسی عالم استغراق میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع گروہ ملائکہ میدان کربلا میں تشریف لائے اور امام تشنہ کام کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا کہ اے فرزند ارجمند دشمنان دین تیرے قتل پر تیار ہیں اور پھر بھی میری شفاعت کے اُمید دار ہیں سو یہ لوگ قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم رہیں گے دوزخ میں جائیں گے ہمیشہ مغموم رہیں گے سوائے فرزند صبر کیجیو دامن صبر و شکر مورو ثی کو ہاتھ سے نہ دیجیو شمشیر امتحان گلے پر لیجیو مگر خبردار اُف نہ کیجیو اب قریب ہے کہ تم درجہ شہادت کا پاؤ گے فقط دو تین پہر میں تین دن کے بھوکے پیاسے میرے پاس آؤ گے بہشت میں تمہارے لیے آراستگی ہو رہی ہے حور و قصور جان نثاری کو تیار ہیں اور ماں باپ تمہارے انتظار میں کھڑے ہیں دیکھنے کو بے قرار ہیں یہ فرما کر امام تشنہ کام کے سینہ پر آپ نے ہاتھ پھیر کر فرمایا خداوندا حسین کو اس وقت صبر دیجیو اور شہادت کا اُسے اجر دیجیو سرور عالم اور ساری ارواح طیبات کا تو یہ حال تھا اب اہل بیت اطہار گرفتاران پنجۂ کفار کو کیا لکھئے کہ کس قدر ملال تھا خصوصاً بانوئے مغموم اور حضرت زینب و کلثوم کی غم میں جو حالت طاری تھی اگر خیر تحریر میں آوے تو واللہ جگر سامعین شق ہو جائے ؎

پانی پیو تو یاد کرو پیاس امام کی　　پیاسو یہ ہے سبیل شہ تشنہ کام کی

marfat.com

روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز غیب سے سنی کہ کوئی کہتا تھا ؎

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلاً حُسَيْناً     أَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّذْلِيلِ
قَدْ لُعِنْتُمْ عَلَىٰ لِسَانِ ابْنِ دَاوُدَ     وَمُوسَىٰ وَحَامِلِ الْإِنْجِيلِ

یعنے سنو اے قاتلان امام حسین رضی اللہ عنہ کے نادانی سے بشارت ہو تم کو عذاب اور ذلت کی بے شک ملعون ہوئے تم سلیمان اور موسیٰ اور عیسیٰ کی زبان پہ۔

روایت ہے کہ جب وہ رات خدا خدا کر کے کسی طرح کٹی تو کا صبح اجل کا نمودار ہوا یعنی بھور ہوا تو ہر طرف سے الفراق الوداع کا شور ہوا پھر اس وقت غیب سے آواز آئی اے لشکریان اللہ کے مصلے چھوڑ دو درود وظائف سے منہ موڑو بسم اللہ کر کے مستعد کارزار ہو جاؤ راہ مولا میں گلا کٹا ڈ لڑائی کو تیار ہو جاؤ رحلت کا نقارہ بجاؤ کھڑے بہشت میں لہولہان چلے آؤ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ حال سن کر حالت جوش و خروش میں امام تشنہ کام کے پاس آئیں اور فرمایا کہ بھائی آپ نے آواز غیبی سُنی فرمایا ہاں میں نے بھی سُنی اس سے عجیب تر یہ ہے کہ عالم استغراق اور شکر خواب میں میں نے دیکھا کہ کتوں نے ہم پہ حملہ کیا اور ایک کتا ان میں جو سفید داغ رکھتا تھا یعنی چرک بھوت کے اس سے نکلا تھا وہ زیادہ ہم سے بھڑا پس معلوم ہوا کہ قاتل میرا سپید داغ رکھتا ہو گا اسی درمیان میں نانا جان تشریف لائے اور فرمایا اے حسین نور عین اے شہید مظلوم اس وقت ہم اور سارے انبیاء واسطے استقبال تمہاری روح کے آئے ہیں اور ساتھ درجہ بلند کے خدا کی طرف سے تمہارے پاس بشارت لائے ہیں سواے بیٹا اب جلد لشکر تیار کر و تین دن رات کے بھوکے پیاسے خدا کی راہ میں گلا کٹا کہ گھر بار لٹا کہ آج کی رات میرے ساتھ آکر افطار کرو اور ایک فرشتہ نانا جان کے ساتھ میں نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے نور عین بیٹا حسین تم اسے پہچانتے ہو میں نے عرض کی نہیں فرمایا یہ فرشتہ آسمان سے آیا ہے ایک سبز شیشہ اپنے ساتھ لایا ہے تاکہ خون تمہارا اس شیشے میں اٹھانے اور حق تعالیٰ کے حضور میں لے جائے حضرت ام کلثوم رونے لگیں آپ نے فرمایا بہن مت روؤ سارے اہل بیت کو بلاؤ کہ وقت الوداع کا آیا ؎

الوداع اے دوستاں کایں دم سفر خواہیم کرد     مسکن اصلی خود جائے دگر خواہیم کرد

marfat.com

ہر کرا عزم تماشائے ریاض قدس ہست　　　　کو ہیا شو کہ ما زینجا سفر خواہیم کرد

پھر سارے اہل بیت روتے ہوئے خدمت میں حاضر آئے آپ نے سب کو گلے سے لگا کر بوسہ دیا اور رو کر بہت تسکین دی اور پیار کیا اور شہر بانو سے فرمایا کہ ان سب یتیموں کی اچھی طرح ناز برداری کیجیو جہاں تک ہو سکے غمخواری کیجیو حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ جب نانا جان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو آغوش میں مادر مہربان کے ہم نے پرورش پائی جب انہوں نے انتقال فرمایا تو بابا جان کے آغوش ناز میں بٹھایا جب بابا بھی دنیا سے سدھارے بھائی حسن مجتبیٰ کمال شفقت سے پیش آئے جب انہوں نے بھی کوچ فرمایا آپکا سایۂ عنایت ہم لوگوں کے سروں پر آیا ہم لوگ آپ کو دیکھ دیکھ کر صبر کرتے تھے جب آپ کا بھی سایۂ شفقت ہمارے سر سے اُٹھ جائے گا تو اب کون ہم سے اُلفت و محبت کے ساتھ پیش آئیگا اسی بات چیت میں تھے کہ ناگاہ ظہور ہوا موذن نے اذان دی اطراف عالم میں الوداع کا شور ہوا صبح آئی قیامت لائی تیمم کر کے امام تشنہ کام نے نماز آخری فجر کی جماعت سے ادا فرمائی ہنوز دعا سے فراغت نہ پائی تھی کہ لشکر اعدا میں طبل جنگی بجنے لگے پھر جان نثاران امام حسین سلاح جنگ کے اپنے اپنے تن پر سجنے لگے ادھر کلمہ لا الٰہ الا اللہ لب ہائے خشک اور تشنہ پر جاری ادھر اشقیا آمادۂ ستمگاری اور تلواروں پر آبداری ادھر شوق شہادت سے بے قراری ادھر سر تن نازک سے جدا کرنے کی تیاری ادھر شوق شہادت میں بے چین اُدھر فکر قتل و تخت و تاراج حسین ادھر ہر آن حصول رتبۂ شہادت کی آرزو۔ اُدھر ہر دم قتل امام کی گفتگو۔

| | |
|---|---|
| تشنہ لب بیکس و مظلوم مسافر ہے ہے | بوند پانی کی نہ پائی دم آخر ہے ہے |
| تابع مرضی حق صابر و شاکر ہے ہے | روضۂ احمد مرسل کے مجاور ہے ہے |
| چرخ ہلتا تھا زمین خوف سے تھراتی تھی | نعرۂ آہ حسینا کی صدا آتی تھی! |

**روایت** ہے کہ دسویں تاریخ محرم روز جمعہ ۶۱ھ کی صبح عاشورا قیامت نمائی پہلے عمرو سعد بدنہاد نے مسلح ہو کر شمشیر کینہ اُٹھائی نقارۂ جنگ بجنے لگا ہر شقی واسطے قتل نبی زادے کے ہتھیار اپنے بدن پر سجنے لگا غرض پرے عمرو سعد کے میدان کارزار میں آ کر جم گئے اور کفار نابکار دغا شعار حضرت کے مقابلے میں آ کر تھم گئے دس ہزار پلٹنیں یمین

marfat.com

تھیں اور دس ہزار یسار بیچ میں عمر وسعد سیاہ رو آگے تو پخانہ پشت پر سوار پھر تو پلٹنوں کے نشان گڑ گئے کفار قتل سبط نبی جگر گوشۂ علی پرا ڑ گئے۔ اس وقت کیا کہئے عرش سے فرش تک ہر جن وبشر اور حجر و شجر میں کھل بلی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع تمامی افواج انبیاء اور ملائکہ کے نہایت بے کلی تھی ادھر آپ نے بھی لشکر کی تیاری فرمائی جان نثاران حسین نے بھی انا للہ کہہ کر تلوار اٹھائی بہادران امام حسین جو نشۂ بادۂ شہادت سے چور اور متوالے اور گلوئے تشنہ میں شمشیر آبدار ڈالے شوق وصال میں تڑپ رہے تھے فوراً گلا کٹانے کو تیار ہو گئے سر طرح سے مسلح ہو کر مستعد کارزار ہو گئے۔ جب دونوں صفیں مقابلے میں آکر جم گئیں بہ فاصلہ ایک تیر کے تھم گئیں تب امام مکرم خیمے میں آئے اور عمامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پہ دھر کے جبۂ محمدی زیب تن کر کے پٹکہ امام حسن مجتبیٰ کا کمر سے باندھا اور ذوالفقار حیدری گلے میں حمائل فرمائی پھر اہل بیت سے رخصت ہو کر آنسوؤں سے منہ دھو کر اس گھوڑے پر جو خاص سواری کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا سوار ہوئے اور نشان حسینی حضرت عباس علمدار کے ہاتھ میں دیا اور خود راہ حق میں اعدا سے لڑنے کو تیار ہوئے شجاعان بنی ہاشم اور اصحاب اور موالی آپ کے کمال شجاعت سے ہمرکاب ہو کر جان نثاری کو مستعد کارزار ہوئے اور سرگروہ اس گروہ پر شکوہ کے حضرت عباس علمدار ہوئے روایت ہے کہ اس کے بعد امام عالی مقام اتمام حجت کے واسطے اسی طرح گھوڑے پر سوار لشکر عمر وسعد کے قریب آئے اور فرمایا اے کوفیو تمہیں قسم دیتا ہوں جانتے ہو کہ میں نواسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں اور جگر گوشہ شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اور لخت جگر حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا امام حسن مجتبیٰ میرے بھائی تھے اور جعفر طیار میرے چچا تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باباجان کے چچا تھے دیکھو دیکھو یہ عمامہ میرے سر پر اور یہ جُبّہ میرے گلے میں رسول خدا کا ہے اور یہ پٹکا میری کمر میں حسن مجتبیٰ کا ہے اور یہ ذوالفقار حیدری خاص باباجان کے ہاتھ کی ہے اور یہ گھوڑا خاص سواری کا ناناجان کے ہے اے کوفیو امتیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اگر اب تک بھی نشان ان کے گدھے کے سم کا پاتے ہیں تو کمال تعظیم سے وہاں سر جھکاتے ہیں اور یہودی اگر کہیں نشان حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر پہ پاتے ہیں تو بڑے آداب اور تعظیم سے پیش آتے ہیں اور تم اپنے نبی کے نواسے کو قطرۂ آب سے ترساتے ہو ہر طرف سے

marfat.com

گھیرے راہ حق سے منہ پھیرے تیر ستم برساتے ہو فرات کا پانی درندوں پر یہود و نصاریٰ پر حلال ہے اور ساقی کوثر کا لخت جگر قطرۂ آب کو بد حال ہے حوض کوثر پر جو بھوکے پیاسے تم لوگ آؤ گے تو ساقی کوثر کو کیا منہ دکھاؤ گے کہو ہم نے تمہارے لوگوں میں سے کسی کی گردن ماری ہے جو اُس کے قصاص میں تمہاری طرف سے ہمارے قتل کی تیاری ہے یا تمہارا کچھ ہم نے مال لیا ہے کہ اُس کے مطالبے کو آئے ہو یا اور کچھ تمہارا میرے ذمے چاہئے کہ اُس کے عوض یہ فساد اُٹھاتے ہو میں کبھی جھوٹ زبان پر لایا نہیں خلاف وعدگی کی نہیں امر حق سے منہ موڑا نہیں جو اُس کی حد ہم پر جاری کرتے ہو اتنا ظلم ستم گاری کرتے ہو تم خوب جانتے ہو کہ آج روئے زمین پر کوئی میرا ہمسر نہیں دنیا سے منہ پھیرے ہم مدینے میں روضۂ انور پر اپنے جد بزرگوار کے رہتے تھے وہاں تم نے رہنے نہ دیا ناچار وطن چھوڑا مکے میں جا کر قیام کیا وہاں سے خطوط متواتر بھیج کر بلوایا یہاں بلا کر ہر طرح کا رنج پہنچایا جہاں تک ہو سکا خوب مہمانی کی نبی زادے کی خوب قدر دانی کی اگر تمہارے ستم سے ایک آہ کروں تو جگر حاملان عرش پھٹ جائے ابھی ساری دنیا اُلٹ جائے پھر آپ نے ایک ایک رؤسائے کوفہ کو جو لشکر یزید میں تھے پکار کر فرمایا کہ اے عمر سعد اے شمر ذی الجوشن اے شبیث ربعی تم نے یہ سب خطوط بھیج کر مجھے بلوایا یہاں بلوا کر اچھی طرح دعوت اور خوب بیعت کر کے تین دن بھوکا پیاسا رکھا اور ہر ایک میرا خون پینے کو آیا ؎

| | |
|---|---|
| بروز واقعہ اے ظالم خدا نا ترس | بیا بہ بین کہ چہا کردہ بجائے حسین |
| خدا ست حاکم و دعوی گر رست پیغمبر | چگونہ مے دہی انصاف ماجرائے حسین |
| روا بود کہ بخاک و بخون کنی غرقہ | رُخ منورہ گیسوئے مشک سائے حسین |

روایت ہے کہ اُس کے بعد عمر وسعد ملعون نے کہا کہ اے کوفیو۔ گواہ رہو کہ پہلے میں ہی لشکر امام حسین پر تیر چلاتا ہوں پس اُس نا بکار نے امام حسین کی طرف تیر چلایا آپ نے ریش مبارک کو ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ تین وقت خدا کا غضب سب سے زیادہ بھڑکا پہلے جب یہودیوں نے کہا کہ عزیر بیٹے خدا کے ہیں دوسرے جب نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ بیٹے خدا کے ہیں تیسرے اس وقت کہ ہر ایک کوفی بے وفا اس کے نبی کے آل کے قتل کو آیا اور قطرۂ آب کو ترسایا اُس کے بعد سب کے پہلے خود سلطان دارین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے لشکر اعدا کی طرف گھوڑا چمکایا جانبازان

marfat.com

امام نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ جب تک ہم لوگ جیتے ہیں ہرگز ہرگز اشقیا کے سامنے آپ کو لڑنے جانے نہ دیں گے شمشیر اُٹھانے نہ دیں گے جب ہم لوگ شہید ہو جائیں گے تو آپ کو اختیار ہے خود کفار سے لڑیں گے داد شجاعت دیں گے ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام  علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

**روایت ہے** کہ لشکر عمرو سعد میں بائیس ہزار سوار و پیادہ صف بصف پرے باندھے استادہ تھے اور ادھر بہتر آدمی اس میں بتیس ۳۲ سوار اور چالیس پیادہ تھے اور ہر چند شجاعان لشکر امام تشنہ کام کے تین دن سے بھوکے پیاسے تھے مگر ہمت اور شجاعت میں میدان جنگ کے شیر تھے بشوق شربت شہادت جنگ پہ کوفیانِ روباہ صفت کے دلیر تھے جب لڑائی شروع ہوئی تو لشکر امام سے ایک ایک جوان لشکر اعدا کے مقابل آتا تھا ادھر سے سَو سَو ! پچاس پچاس شقی کو واصل جہنم کر کے آخر کو خود بھی شہید ہو جاتا تھا ادھر کے ایک دلاور اُدھر کے سَو سَو پچاس پچاس شقی مل کر شربت شہادت پلاتے پھر امام تن تنہا لشکر اعدا میں جاتے تھے اور شہیدوں کی نعش کو خود اٹھا کر لاتے تھے پھر تو شباشب تلواریں چلنے لگیں شمشیروں سے چنگاریاں نکلنے لگیں ہر طرف سے لوہا برسنے لگا لڑتے لڑتے سر دلاور قطرۂ آب کو ترسنے لگا اس قدر اشقیا بے دین کشتے ہوئے کہ خون کی ندیاں بہنے لگیں اور کفار کی نعشوں کے پشتے ہوئے قبض روح کرتے ہوئے حضرت ملک الموت کی جان کی نوبت آئی سوال کرتے کرتے منکر نکیر کی طبیعت گھبرائی اعلیٰ علیین و اسفل السافلین دونوں تھرائی رضوان و مالک دونوں عاجز آئے مردودوں نے جب دیکھا کہ رفقائے حسین جی جان سے اُن پر نثار ہیں بہر صورت سر کٹانے پہ تیار ہیں پس ایک ایک دلاور پہ پچاس پچاس شقی تیروں کا مینہ برسانے لگے گلو ہائے تشنہ پر شمشیر آبدار چلانے لگے یہاں تک کہ لشکر امام سے جو لڑنے کو جاتا تھا پھر زندہ پھر کر نہ آتا تھا حتیٰ کہ فقط پچاس دلاوروں نے کئی ہزار کفار مارے اور آخر خود بھی یکے بعد دیگرے شربت شہادت پی کر خلد بریں کو سدھارے۔

**روایت ہے**، کہ جب ادھر کے پچاس آدمیوں سے زیادہ دلاوروں نے شہادت پائی تب جناب سید معصوم امام مظلوم نے آواز بلند ندا فرمائی کہ ہے کوئی فریاد کو پہنچنے والا کہ خدا کے واسطے

marfat.com

ہماری فریاد رسی کو آمُٹے ہے کوئی بچانے والا کہ حرم رسول اللہ کو بچاوے افسوس اے لوگو کلمہ نبی کا پڑھتے جاتے ہو اور باوجود دعوائے مسلمانی کے واسطے قتل سبط اُسی نبی کے بڑھے آتے ہو اور یہ فریاد آپ کی کچھ ہراس اور بے صبری اور عدم استقلال سے نہ تھی بلکہ واسطے اتمام حجت کے تھی اور اس واسطے کہ دیکھیں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں سے اس وقت کون شریک ہو جاتا ہے اور بارگاہ خداوندی سے آج کون ہدایت پاتا ہے ۔

ترسم کہ در شفاعتِ اُمت بروزِ حشر　　خاموش از این گناہ لب انبیا شود

فریاد از آں زماں کہ زبیداد کوفیاں　　ہنگام داد خواہی خیر النسا شود

| وہی حرؔ ہے کہ شہ کو کربلا میں گھیر لاتا ہے |
|---|
| وہی اب عشق میں شہ کے گلا اپنا کٹاتا ہے |

حرؔ بن یزید ریاحی نے جو سردار لشکر یان عمر وسعد کے تھے یہ فریاد امام حسین کی سن کر مارے غم کے سر دھن کر عمر وسعد سے کہا کہ کیا تو امام حسین سے ضرور لڑے گا اُس ملعون نے کہا بےشک تب حرؔ نے کہا کہ کل خدا کے سامنے کیوں کر جائے گا رسول خدا کو منہ دکھائے یہ کہا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا امام تشنہ کام کے پاس آیا اور پھر پیادہ ہو کر رکاب عالی کو بوسہ دیا نعلین کو آنکھوں سے لگایا اور اپنی ناک زمین پر رگڑ کے جوتی شاہزادے کی ہاتھ سے پکڑ کے کہنے لگا کہ یا ابن رسول اللہ میں سمجھتا تھا کہ آپ سے اور ابن زیاد بدنہاد سے صلح ہو جائے گی نوبت لڑائی کی نہ آئیگی واللہ میں جانتا تو آپ کو کربلا میں گھیر تا نہیں راہ حق سے منہ پھیر تا نہیں اے فرزند رسول مقبول مجھی نے پہلے آپ پر فوج کشی کی تھی کہ بلا سے پھر جانے نہ دیا سرکشی کی تھی اب میں حضور میں سب کے پہلے جان نثاری کو آیا گوہر جان قدم عالی پر فدا کرنے کو لایا آیا میرا قصور معاف ہو سکتا ہے صفحۂ اعمال حرف خطا سے صاف ہو سکتا ہے میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اب میری معذرت قبول ہو سکتی ہے آپ نے کمال شفقت سے اُس کے سر اور منہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ اے حرؔ جب بندہ خطا کر کے جناب باری میں توبہ واستغفار کے ساتھ پیش آتا ہے تو حق تعالیٰ تبصدق اپنے حبیب کے سارے گناہ اُس کے محو فرماتا ہے ۔

marfat.com

بازآ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اے حُر توبہ تیری حق تعالیٰ نے قبول فرمائی اور کل قیامت کے دن میرا خدا اور میرے نانا رسول خدا تجھ سے رضا مند اور میری ماں فاطمہ زہرا تجھ سے خرسند اور میرے بابا جان شیر خدا تجھ سے راضی ہوں گے نانا جان تیری شفاعت فرمائیں گے اور ہم اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں گے

**روایت ہے** کہ پھر حُر نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ آج کی رات میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے میرے پاس آکر کہا کہ اے حُر ان دنوں تو کہاں گیا تھا میں نے کہا کہ حضرت امام حسین کو گرفتار کرنے کو میرے باپ نے فریاد کھینچی کہ واویلا اے حُر تجھے ابن رسول خدا کے ساتھ کیا سروکار اگر تاب دوزخ میں جلنے کی رکھتا ہے تو جا اُن سے لڑ جو لطمے میں پڑ خنجر آبدار مکر اور اگر رضائے مولیٰ اور شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہتا ہے تو اپنی جان اُن کے قدموں پر نثار کر ان کے دشمنان بے دین سے جا کر کارزار کر سواب للہ مجھ کرم کیجئے میدان حرب میں جانے کا مجھے حکم دیجئے آپ نے فرمایا تم میرے مہمان ہو ٹھہرو دوسرا کوئی جائے گا رہ مولیٰ میں جا کر گلا کٹائے گا حُر نے نہ مانا اجازت لے کر میدان کی جانب گھوڑے کو کوڑا مارا اور لشکر اعدا کے مقابلہ میں آکر باآواز بلند للکارا خنجر آبدار میدان قتال میں چمکایا موچھوں پر تاؤ دے کر اشقیا کو دھمکایا عرب میں اُس کی دلاوری کی دھوم تھی اور لشکر عمر وسعد کو اس کی مردانگی خوب معلوم تھی جب عمر وسعد نے حُر کو میدان میں دیکھا آنکھوں میں اُس کے تیرگی چھاگئی جان سینے میں اس ملعون کی تلملاگئی ۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد عمر وسعد نے گھبرا کر صفوان شیطان کو جو بڑا پہلوان تھا کہا کہ حُر کو سمجھا کر یہاں پھیر لادے اور اگر نہ مانے تو اُس پر حربہ چلائے صفوان نے حُر سے کہا کہ تم ایسے پہلوان عاقل ہو کر یزید کو چھوڑ کر امام حسین کے ساتھ کیا گئے ۔ حُر نے کہا اے شیطان یزید پلید کو امام حسین شاہ کونین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت حق تعالیٰ نے ان کے ماں باپ کا نکاح بہشت میں پڑھوایا تھا جبرئیل نے ان کا گہوارہ ہلایا تھا نبی کے یہ ریحان ہیں علی کے دل وجان ہیں یہ کہہ کر صفوان پر خنجر آبدار چلایا ایک ہی وار میں جہنم کو پہنچایا پھر صفوان کے تین بھائی بڑے

marfat.com

نامدار تھے اپنے بھائی کا یہ حال دیکھ کر میدان میں آئے اور حملہ کر کے ایک بار حُر پر حربے چلائے حُر نے لپک کر شمشیر آبدار چلائی ایک وار میں دونوں بھائیوں کا سر دس قدم پر جا پڑا اور دھڑ سے دونوں کی نعشیں زمین پر آئیں تیسرا بھائی بھاگ چلا حُر نے گھوڑے کو چمکا کر اس کی پیٹھ پر ایسا نیزہ لگایا کہ سینے سے پار ہوا غش کھا کر وہ ملعون بھی زمین پر آیا اُس کے بعد حُر نے امام حسین کے پاس آکر عرض کی یا حضرت آپ مجھ سے راضی ہوئے آپ نے فرمایا نَعَمْ اَنْتَ حُرٌّ۔ ہاں تجھ سے میں راضی میرا خدا اور رسول راضی اب میرا جی تجھ سے بہت شاد ہوا ہے حُر مبارکباد لو دوزخ سے حُر یعنے آزاد ہوا یہ بشارت سُن کر حُر پھر میدان میں آئے اور مارے کشتوں کے پشتے لگا دیئے ایک بہشتی نے ہزاروں دوزخی بنا دیئے یہاں تک لشکر عمر و سعد میں حُر کا رُعب چھا گیا عمر و سعد یہ حال دیکھ کر تلملا گیا اُس کے بعد حُر پھر کر امام عالی مقام کے پاس آئے اور پیاس کا ذکر زبان پر لائے امام تشنہ کام نے فرمایا اے حُر اب قریب ہے کہ تو اسی طرح تشنہ لب شہادت پائے راہ حق میں گلا کٹا کر جام ساقی کوثر سے سیراب ہو جائے حُر یہ مژدہ سُن کر پھر میدان میں آئے اور ہزاروں کوفی جہنم میں پہنچائے آخر گھوڑا حُر کا زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرا مگر حُر پیدل ہو کر اسی طرح اشقیا پر وار کرتے تھے تن تنہا سیکڑوں سوار و پیادے کوفی النار کرتے تھے امام نے دیکھا کہ حر پیدل ہو کر لڑ رہا ہے اور ہر طرف سے اُس پر سوار و پیادے کا ہجوم ہے مینہ تیروں کا چاروں طرف سے پڑ رہا ہے تب آپ نے ایک اسپ تازی حُر کے پاس بھیجا حُر نے اُس کی رکاب کو بوسہ دے کر چمکایا اور کفار کو مار مار کر دھکیلا یا پھر چاہا کہ امام حسین کے پاس آئیں ہاتف غیب نے آواز دی کہ اے حُر اب مت جاؤ حوران بہشتی تمہارے انتظار میں ہیں پیاسے گلا کٹاؤ غلمان آب کوثر تمہارے واسطے تیار ہیں پس حُر نے امام کی طرف منہ کر کے کہا یا ابن رسول اللہ اب قریب ہے کہ شہادت پاتا ہوں آخری سلام لیجئے کچھ پیغام ہو تو کہئے آپ کے نانا جان کے پاس جاتا ہوں! آپ نے فرمایا بسم اللہ کر دہم بھی دو ایک گھڑی میں تمہارے پیچھے وہیں آئیں گے اپنی زبانی سے سارا حال نانا جان سے کہہ سنائیں گے پھر حُر نے نعرہ مارا اور باوجود تشنہ لبی کے ہزاروں اشقیا کو تلوار آبدار کے گھاٹ اُتارا آخر لشکر عمر و سعد نے حُر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور مارے

marfat.com

زخموں کے چور کیا۔ پھر قصور سراپا قصور علمدار عمر وسعد نے حُر پر نیزہ چلایا زخم کاری لگا حُر نے غش کھایا مگر صدقے تیری دلیری کے اس وقت بھی لڑنے سے قصور نہ کیا سنبھل کے قصور پر ایسی تیغ مصری چلائی کہ اُس نے کسی کی نبات حُسنی قوام حیات کو اس کی بکاڑ کر تلخی موت کی چکھائی پھر حُر نے آواز دی یا حُسَیْنَاهُ اَدْرِکْنِیْ یا امام حسین میری خبر لیجئے اب حُر کو دوزخ سے آزاد کیجئے آپ یہ حال دیکھ کر حُر کے پاس آئے اور اٹھا کر اپنے لشکر میں لائے اور سر حُر کا اپنی گود میں لے کر رونے لگے اور اپنی آستین مبارک سے گرد و غبار اس کے چہرے کا صاف کرتے تھے اتنے میں حُر حالت غشی سے ذرا کچھ افاقے میں آئے آنکھ کھولدی سر اپنا گود میں امام کی دیکھ کر مسکرائے اور کہا آپ مجھ سے راضی ہوئے آپ نے فرمایا ہاں ہم تجھ سے خرسند ہوئے اور خدا اور رسول بھی تجھ سے رضامند ہوئے غرض حر آپ کا منہ تکتے تکتے طرف ملک بقا کے راہی ہو گئے مقبول بارگاہ الٰہی ہو گئے۔

روایت ہے کہ اس کے بعد مصعب برادر حُر اور علی پسر حُر اور عزہ غلام حُر یہ تینوں لشکر عمر و سعد سے گھوڑے دوڑاتے امام کے لشکر میں آئے اور روکر امام تشنہ کام کے پاؤں پڑنے لگے رکاب عالی پہ ناک رگڑنے لگے آخر یہ تینوں بھی یکے بعد دیگرے امام سے اجازت لیکر میدان جنگ کو سدھارے جنگ عظیم کی ہزاروں اشقیا کو شمشیر آبدار کے گھاٹ سے دوزخ کے کنارے اُتارے جدھر تلوار چلائی ایک کو دو دو کو چار کیا آخر کار موج شہادت نے ان تینوں کا بیڑا بھی پار کیا۔

روایت ہے کہ جب حُر وفادار نے مع اپنے بھائی بیٹے غلام کے شہادت پائی اور ترپن ۵۳ آدمی یاران اور جاگران سے آپ کے شہید ہو چکے تو لشکر امام میں سوائے اُنیس ۱۹ آدمیوں کے کوئی لڑنے والا باقی نہ رہا کہ وہ سب جانی بھتیجے بیٹے بھانجے آپ کے تھے اُس وقت امام نے خود تن تنہا چاہا کہ میدان میں جائیں اور مثل شیر دلیر کے راہ حق میں اپنا گلا کٹائیں جان نثاران حسین ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگے کہ اے ریحان رسول اے فرزند بتول آپ ٹھہریں ہم لوگ اشقیا کو جا کر ماریں گے پھر شربت شہادت پی کر جنت کو سدھاریں گے آج ہمارے سر

marfat.com

آپ کے قدموں پہ نثار ہوں گے اس دم یہ میدان ہمارے خون سے لالہ زار ہوں گے آپ سب کی طرف بنظر رحمت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے خود بھی روئے اور حضار کو بھی رولایا اور فرمایا ؎

پروردگار صدمے جو مقسوم میں یہ تھے　　لوہے کا ایک تو ادیا ہوتا بجائے دل

پھر فرمایا تم لوگ میرے سامنے شہادت پاؤ گے ہم یہ حال کیوں کر کھڑے دیکھتے رہیں گے یہ صدمے متواتر کیوں کر سہیں گے ؎

تم مرے سامنے اس دشت میں ہو جاؤ شہید　　میں رہوں رونے کو یاں یہ تن تنہا باقی

غرض آپ نے ہر چند لوگوں کو سمجھایا کسی نے نہ مانا آپ کے سامنے اپنا گلا کٹانا عین فخر جانا امام نے کلیجہ تھام کر ایک آہ کی اور بقیہ جان نثاروں کو میدان میں جانے کی اجازت دی۔

**روایت** ہے کہ اُس جوار میں ایک عورت سُنیہ تھی نیک انجام قمر نام اُس کے ایک اکلوتا بیٹا نہایت حسین جوان وہب نام تھا سترہ دن ہوئے تھے کہ اُس نے اُس کی شادی کی تھی اُس نے دولہا و دلھن سے خانہ آبادی کی تھی پھر اُس کے ماں نیک بخت نے اپنے بیٹے وہب سے کہا کہ اے بیٹا جگر گوشہ مصطفےٰ نورِ چشم مرتضیٰ میدان کربلا بے یار و مددگار قطرہ آب کو ترس رہا ہے ہر طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ سوائے بیٹا تو اس وقت میرے دودھ کا حق ادا کر سکتا ہے یعنی امام حسین کے ساتھ ہو کر اشقیا سے لڑ کر مر سکتا ہے اے بیٹا میں امام حسین کی محبت کی پیاسی ہوں ایک گھونٹ اپنے لہو کا مجھے پلا یعنی بانو کو چھوڑ رشتہ محبت مادری کو توڑ اور امام کے ساتھ ہو کر اس اپنی اُٹھتی جوانی کو خاک و خون میں ملا وہب نے جو سعید روز الست تھا شراب شہادت سے الست تھا عرض کی اے مادر مہربان میں خود امام پہ جان نثار ہوں ان کے ساتھ گلا کٹانے کو تیار ہوں اجازت دے کہ اپنی بانو سے کہ بیاہ کو فقط سترہ دن ہوئے ہیں جا کر دین مہر معاف کراؤں بھر امام تشنہ کام کے ساتھ ہو کر باغ ارم کو جاؤں پس اس دولہا نے اپنی دولہن کے پاس آکر کہا کہ اے بانوئے مساز اے مونس دل نواز اپنا دین مہر معاف کر دے حرف خطا و قصور سے تختۂ دل صاف کر دے امام تشنہ کام تنہا و بے کس و بے بس میدان کربلا میں ایک چلو پانی کو ترس رہے ہیں ہر طرف سے تیر ستم اُن پر برس رہے ہیں سو اس وقت

marfat.com

میں یہ محبت امام حسین و بطلب رضامندی خالق کونین و شفاعت جد حسین اور خوشنودی ان کے
والدین کے شہید ہونے کو جاتا ہوں اس دولھن نے ایک آہ سرد دل پُر درد سے کھینچی اور کہا کہ
اگر عورتوں کو لڑنا جائز ہوتا تو میں امام پہ فدا ہو کر تمہارے ہی ساتھ تہ خاک ہو جاتی آفات
دارین سے پاک ہو جاتی پھر وہ دولہا دلہن دونوں لپکے ہوئے امام کے پاس آئے دولھن نے رکاب
تھام کر عرض کی کہ یا حضرت میں نے سُنا ہے کہ جو جوان شہید ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرتا ہے
تو حوران جنت اُسے اپنی گود میں اُٹھا لیتی ہیں سر اور رخ گلگون پر اُس کے بوسے دیتی ہیں پھر
بہشت میں اُس کی خدمت گذاری کرتی ہیں بڑی محبت کرتی ہیں جان نثاری کرتی ہیں سو میں
اپنے شوہر کو دو شرط پر شہید ہونے کی اجازت دیتی ہوں اوّل یہ کہ آپ مجھے اپنی لونڈیوں میں
داخل کیجئے اپنی صاحبزادیوں کی کفش برداری کرنے دیجئے دوسرے یہ کہ جب یہ دولہا میرا
آج شہید ہو کر کل قیامت کے دن بہشت میں جاوے تو جب تک مجھ کو اپنے ساتھ نہ لے بہشت
کی جانب قدم نہ اُٹھائے آپ نے اُس عورت کی دونوں باتیں قبول فرمائیں غرض وہ جوان
امام سے اجازت لے کر میدان کارزار میں آیا اور خون اشقیا سے اس دشت کو لالہ زار
بنا یا مارتے مارتے لشکر عمر سعد کو ہلا دیا ہزاروں سیاہ رو کو خاک و خون میں ملا دیا
پھر زخموں سے لہولہان ماں کے پاس آکر کہا ماں جان اب آپ مجھ سے راضی
ہوئیں ماں نے بیٹے کو گلے سے لگا کر بلائیں لیں دعائیں دیں اور کہا بیٹا شیر ہو دلیر ہو
جاؤ مارتے مارتے اشقیا کو ہٹاؤ امام کے سامنے راہ حق میں گلا کٹاؤ بیٹا جان جائے
تو جائے خبردار مگر اُف زبان پر نہ آئے پھر وہ دولھا اسی طرح لہولہان شاہانہ شہیدانہ کپڑے
پہنے ہوئے رخصت ہونے کو دولہن کے پاس آیا وہ شہانہ جوڑا وہ لہو لہان گھوڑا وہ بدن
زخموں سے چور وہ خنجر فراق سے دل کا ناسور دکھا یا پھر امام سے رخصت ہو کر جینے سے
ہاتھ دھو کر میدان میں آکر سیکڑوں کفار کو مارا آخر لڑتے لڑتے باغ ارم کو سدھارا پھر
اعدا نے سر اُس کا کاٹ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے آگے پھینک دیا اس جوان کی ماں نے رو کر
بیٹے کا سر گود میں اٹھا لیا اور کلیجے سے لگا کر کہا کر بیٹا تم نے حق ہمارے دودھ کا خوب ادا کیا
پھر اس سر کو دولہن کی گود میں لا کر رکھ دیا دولہن اس کے خون کو اپنے سر اور منہ پہ ملنے لگی

marfat.com

کلیجے کو چٹکیوں سے مسلنے لگی۔

## کہیں کیا آہ اے ناصر لکھیں کیا ہائے اے ناصر
## اب عبداللہ مسلم کا پسر لڑنے کو آتا ہے

جب لشکر امام تشنہ کام سے ترپن ۵۳ آدمی شہادت پا چکے اپنے خون دل سے میدان کربلا کو لالہ زار کر کے باغ ارم میں جا چکے مردوں سے سوائے امام عالی مقام کے اور امام زین العابدین کے فقط اُنیس ۱۹ آدمی باقی رہ گئے سولہ اقران اور عزیزان سے اور دو یاران اور ایک شخص غلامان سے پس نوبت برادران اور خویشان کی بھی آئی آسمان نے یہ مصیبت تازہ دکھائی ان کے فراق میں امام تشنہ کام کا کلیجا پھٹنے لگا گھبراہٹ سے دم اُلٹنے لگا ایک انار صد بیمار اُنیس کے لاکھوں خریدار پہلے اقارب قریبہ سے عبداللہ فرزند مسلم رضی اللہ عنہ شہید نے مسلح ہو کر عرض کیا کہ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میدان جنگ میں جاؤں اور بعوض خون اپنے باپ کے کوفیوں کے خون سے ندیاں بہاؤں پھر لڑتے لڑتے گلا کٹاؤں اور سلام آپ کا بابا جان کو پہنچاؤں آپ نے فرمایا اے بیٹا اب تم فقط بھائی مسلم کی نشانی ہو اپنی مادر خستہ جگر کے ثمرۂ زندگانی ہو تم میدان میں جاؤ نہیں اپنے فراق میں مجھے رلاؤ نہیں انہوں نے قدموں پہ سر رکھ کر عرض کی کہ جی تڑپ رہا ہے کہ اس وقت اپنے باپ مسلم اور دونوں بھائی محمد و ابراہیم سے جا کر بہشت میں ملاقات کروں شربت وصال نوش کروں ایام فراق کی مکافات کروں آپ نے ناچار ان کے اصرار سے مجبور ہو کر اجازت دی عبداللہ گھوڑا چمکاتے ہوئے میدان میں آئے اور خنجر آبدار سے کشتوں کے پشتے لگائے جور و سیاہ سامنے اس شیر کے آتا تھا زندہ پھر کر نہ جاتا تھا پھر سب اشقیا نے یکبارگی اس شیر پہ حملہ کیا اور اُس کے چاند کو ہالے کی طرح گھیر لیا گھوڑے نے اُن کے تین دن سے آب و دانہ و وُسے بھی نہ دیکھا تھا اور آپ بھی تین دن کے بھوکے پیاسے فاقہ مست تھے ضعف سے نڈھال اور سرشار بادۂ الست تھے باانیہمہ بہتیرے اشقیا مارے پھر زخموں سے چور ہو کر شربت شہادت پی کر جنت الفردوس کو سدھارے امام عالی مقام نعش ان کی خیمے میں اُٹھا لائے اور ان کے فراق میں خوب روئے اور اہل خیمہ کو گریہ و بکا میں لائے۔

marfat.com

## اب اولادِ عقیل ابن ابی طالب کی نوبت ہے گلوں پر ان کے چرخ بے حیا خنجر چلاتا ہے

بعد اُس کے جعفر بن عقیل اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن عقیل اپنے بھتیجے عبداللہ کا یہ حال دیکھ کر جنگ کو آئے اور میدان کارزار کو خون اشقیا سے لالہ زار بنایا جو پہلوان سامنے آیا ایک ہی وار میں جہنم کو پہنچایا آخر ان دونوں بھائیوں نے بھی شہادت پائی پھر نعش اُن دونوں کی اُٹھ کر خیمے میں آئی غرض اسی طرح نوبت بنوبت امام کے روبرو بھائی بھتیجے برابر شہید ہوتے جاتے تھے اور جان کونین سلطان دارین امام حسین اُن کی جدائی میں آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے بعد اُس کے حضرت زینب نے جو اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ پر عاشق زار تھیں جی جان سے نثار تھیں حضرت محمد اور عون اپنے بیٹوں کو پاس بلا کر فرمایا کہ میں اپنے بھائی کو تم سے زیادہ عزیز جانتی ہوں سو دیکھو تمہارے ماموں تن تنہا میدان میں کھڑے ہیں اشقیا قتل کرنے پر اُن کے اڑے ہیں آج میں تم کو بخوشی خاطر اجازت دیتی ہوں کہ تم دونوں بھائی ماموں کے پاس جاؤ اور ان سے بھی اجازت لے کر میدان میں جا کر خوب لڑو اور راہ حق میں گلا کٹاؤ یہ دونو صاحبزادے پہلے ہی سے صف کارزار میں جانے کو تیار تھے ماں کے فرمانے سے اور بھی زیادہ شوق گلا کٹانے کا دامنگیر ہوا غرض امام کے پاس آکر اجازت چاہی آپ نے ان دونوں کا عالم شباب اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہن کے اضطراب کا خیال کر کے فرمایا کہ تم گلا کٹاؤ گے ہم کس طرح کھڑے دیکھتے رہیں گے صدمات متواتر کیوں کر سہیں گے سو تم خیمے میں اپنی ماں کے پاس جاؤ اور لڑائی کا نام ہرگز نہ زبان پہ نہ لاؤ صاحبزادوں نے نہ مانا بزور و اصرار تمام امام عالی مقام سے رخصت ہو کر پہلے حضرت محمد نے اعدا کی طرف رُخ کیا ایک ہی حملہ میں فیل سوار کو پیادہ اور لشکر عمر سعد کو درہم برہم کیا جس طرف یہ شاہ بازِ نواسہ سید ابرار اور پوتا جعفر طیار کا پنجہ مارتا سیکڑوں کو فی روباہ صفت دم کے دم میں آتش دوزخ میں جھنکنے لگتے جس طرف بجلی کی طرح تلوار چمکاتے تھے دس پانچ شقی کے سر اڑاتے تھے جب پیاس سے بے تاب ہوتے العطش العطش کہتے ہوئے امام کے پاس گھوڑا دوڑا لاتے آپ فرماتے اے نور چشم ہم کیا کریں ایک قطرہ پانی نہیں ناچار ہیں جاؤ جلد گلا کٹاؤ دیکھو تمہارے نانا

marfat.com

حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور تمہارے دادا جعفر طیار تمہارے پلانے کو آب کوثر لیے تیار ہیں غرض حضرت محمد اپنے حوصلہ بھر اشقیا سے خوب لڑے آخر عین تشنہ لبی میں شربت شہادت پی کر گھوڑے سے گر پڑے اُس کے بعد اُن کے بھائی حضرت عون نے میدان کارزار میں گھوڑا چمکایا اور سیکڑوں شقی کو عدم کا راستہ بتایا اور باوجود کم سنی نازک بدنی اور بھوک پیاس میں شاہ ورد کے بہت سے اشقیا مارے اور زخموں سے لہولہان اور ماموں پہ قربان ہو کر باغ جنت کو سدھارے حضرت امام حسین اور حضرت زینب کو اس واقعہ جانگداز سے جو کچھ غم ہوا اگر تحریر میں آئے تو جگر حاملانِ عرش پھٹ جائے ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام　　　علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

| |
|---|
| صفِ میدان میں ناصرؔ گلا اپنا کٹانے کو<br>حسن کا لختِ دل پیارا اب عبداللہ آتا ہے |

حضرت محمد اور عون دونوں بھانجوں نے آپ کے شہادت پائی تب نوبت گلا کٹانے کی برادرزادگان امام مظلوم کی آئی پہلے حضرت عبداللہ بن شہنشاہ زمن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ امام عالی مقام کے پاس آئے اور عرض کی کہ اے چچا جان اب ہم یہ سب صدمے سہہ نہیں سکتے اب بغیر اپنا سر کٹائے رہ نہیں سکتے سو اب مجھ پر کرم کیجئے میدان میں جا کر سر کٹانے کی اجازت دیجئے اشقیا کا خون بہائیں گے پھر بحر شہادت میں غوطہ مار کر اپنے خون میں نہائیں گے آپ نے گلے لگا کر فرمایا اے بیٹا تم میری جان کے برابر ہو ثمرۂ حیات ہو یادگار برادر ہو تمہارے بن ہم کیوں کر جئیں گے خون جگر کس طرح پئیں گے حضرت عبداللہ نے آپ کو قسمیں دیں منتیں کیں پھر اجازت لے کر میدان میں آئے ... علی زبان پر لائے ؎

پدر محترم و محتشم　　　نور بینائی زہرا حسن ست
دین شہنشاہ گرانمایہ حسین　　　ہادی راہ حق و عم من ست

غرض ... ... ... اور ایک ہی حملے میں بیاسی اشقیا کو راہ عدم کی دکھائی عمر و سعد

marfat.com

گھبرایا مارے خوف کے بھاگ کر لشکر کے پیچھے آیا پھر ہزار سوار لے کر بختری بدبخت کو بھیجا کہ جا کر چاروں طرف سے تیر مار کر ورن عبداللہ کی اتارو امام حسین نے بھی بمدد عبداللہ کے پیروزان غلام کو حضرت امام حسن کے بھیجا اُن دونوں نے ان ہزار دس سوار کو زیر و زبر کر دیا پیروزان نے ایک سو بیس کو نیوں کو تیروں سے ہلاک کیا اور بیس کو نیوں کو شمشیر سے تہ خاک کیا پھر تو عمر و سعد کے لشکر میں کھلبلی پڑ گئی آخر پیروزان زخموں سے چور حس و حرکت سے مجبور ہو کر زمین پر گرے حضرت عبداللہ نے اپنے گھوڑے پر پیروزان کو اُٹھایا گھوڑا کئی دن سے بھوکا پیاسا تھا اور حضرت عبداللہ نے اس وقت اعدا کے پیچھے اُسے خوب ڈرایا تھا اور سو جگہ سے زیادہ اُس کے بدن میں تیر چبھے تھے دو دو آدمیوں کو لے کے قدم بڑھا یا مگر تھوڑی دور جا کر آگے نہ چل سکا غرض عبداللہ گھوڑے سے اُتر کر پیروزان کو کسی طرح خیمے میں لائے اور پھر آپ گھوڑا کھڑا کر کے میدان میں آئے عمر و سعد نے ہر چند زور مارا کوئی شقی مقابلے کو آگے نہ آتا تھا مارے خوف شاہزادے کے سر نہ اُٹھاتا تھا لشکر یان عمر و سعد کہنے لگے کہ اے عمر و سعد فرمان رہے تیرے ہاتھ ہے اس قدر لشکر تیرے ساتھ ہے تو ہی کیوں آگے جاتا نہیں شاہزادے کا سر کاٹ لاتا نہیں غرض لشکر عمر و سعد سے جو آگے آتا زندہ پھر کر نہ جاتا پھر حضرت عبداللہ نے لشکر عمر و سعد کو للکارا کہ ہاں کیوں میدان میں آتے نہیں بنی ہاشم کے آگے کچھ چکی اپنی دکھاتے نہیں آخر جب کوئی شقی برسر میدان نہ آیا تب آپ نے گھوڑا دوڑا کر اپنے تئیں امام کے پاس پہنچایا اور عرض کی کہ چچا جان پیاس سے جان جاتی ہے دیکھئے طبیعت اُبلی آتی ہے آپ نے فرمایا اے نور دیدۂ غم اے سرور سینۂ پر غم جاؤ گلا کٹاؤ بابا جان تمہارے آب کوثر و تسنیم پلائیں گے اور تمہارے دل کے زخموں پر مرہم وصال لگائیں گے پھر حضرت عبداللہ میدان میں آئے پانچ ہزار سوار ہر طرف سے ایک بار اُن پر ہجوم لائے پھر بہت سے کفار مارے آخر زخموں سے چور ہو کر جنت الماویٰ کو سدھارے۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

marfat.com

| |
|---|
| نہ کیوں جبریل کے چشموں سے بحر خون جاری ہو |
| حسن کا لخت دل اب آہ قاسم رن میں جاتا ہے |

بعد اُس کے حضرت قاسم ابن امام حسن نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ چچا جان میرا سلام لیجئے اب قاسم کو رن میں جانے دیجئے آپ نے فرمایا اے نور چشم من بھائی حسن کے تم ہی یادگار ہو بھائی جان داغ فراق دے گئے اب فقط مرہم سینۂ افگار ہو واللہ ہم تم کو رن میں جانے نہ دیں گے اپنے سامنے گلا کٹانے نہ دیں گے حضرت قاسم کی ماں نے بھی لپک کر اُن کا دامن تھاما اور آہ سرد بھر کے خیمے میں کھینچا ہے

اے بدلم گرفتہ جا لطف کن از نظر رو      مرہم سینہ چون توئی مرہم دیدہ ہم توشو

غرض حضرت قاسم رضی اللہ عنہ خیمے میں سر بزانو ہو کر رونے لگے اور برادران امام حسین رضی اللہ عنہ میدان میں جانے کو تیار ہونے لگے۔

**روایت ہے** کہ اس وقت حضرت قاسم کو وہ تعویذ یاد پڑ گیا کہ حضرت امام حسن نے اپنے دست خاص سے لکھ کر اُن کے بازو پہ باندھ دیا تھا اور وقت باندھنے کے فرمایا تھا کہ اے قاسم جب تجھے کمال درجے کی مصیبت پیش آئے اور ہر طرف سے تجھ پہ گھٹا غم کی گھر آئے تو تم اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور جو اس میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا حضرت قاسم نے دل میں کہا کہ آج تک ہم کو ایسی مصیبت پیش آئی نہیں لاؤ تو تعویذ کھول کر دیکھیں کیا لکھا ہے پس اس تعویذ کو کھول کر دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے دست خاص سے لکھا تھا کہ اے قاسم میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ جب تم اپنے چچا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دشت کربلا میں کوفیان دغاباز کے ہاتھ میں گرفتار دیکھو ہر طرح سے مجبور و ناچار دیکھو تو سر اپنا ان کے قدموں پہ فدا کر دینا ہر چند کوئی روکے ہرگز نہ ماننا نہیں جان اپنی قربان قدم شہید کربلا کر دینا تمہارے چچا تمہاری ماں اگر روکیں تو خبردار ہرگز نہ ماننا چچا کے سامنے گلا کٹانے اور اپنے شہید ہو جانے کو عین سعادت جاننا حضرت قاسم نے نامہ پڑھا اور مارے خوشی سے پھول گئے دنیا کو بھول گئے اور وصیت نامہ امام

تشنہ کام کے آگے لاکر دھر دیا کہ چچا جان ذرا اسے پڑھ لیجئے اور رن میں جانے کی مجھے اجازت دیجئے امام کو وہ وصیت نامہ پڑھ کر بھائی کی محبت اور شفقت یاد پڑ گئی بے اختیار ہو کر دل تھام لیا طبیعت بگڑ گئی پھر فرمایا اے قاسم اب بھائی حسن کی نشانی ایک تم ہی باقی ہو جس وقت بھائی کی صورت رسول نما جس دم اُن کی شفقت روح افزا یاد آتی ہے تو تم کو دیکھ کر جی کو تسکین ہو جاتی ہے جب قاسم نے ہاتھ جوڑ کر بہت منت سماجت کی تب آپ نے قاسم کو گلے سے لگا کر سرشک غم دیدۂ پرنم سے بہا کے میدان میں جانے کی سر کٹانے کی اجازت دی حضرت قاسم روبرو ئے لشکر عمر وسعد کے آئے اور بہتیرے اشقیا جہنم کو پہنچائے پھر عمر وسعد شقی سے باآواز بلند فرمایا کہ اے جفا کار تیرہ روزگار فرزندان ساقی کوثر کو قطرۂ آب سے ترسا کے سینہ تیغ و تیر کا بر سا کے تو شہید کرتا ہے اور اہلبیت اطہار کی بے کسی بے بسی دیکھ دیکھ کر خوشی کرتا ہے عید کرتا ہے اسے بے حیا تو اپنے جانوروں کو آب و دانہ کھلاتا ہے اور ہمارے اطفال خردسال اور عورات بے منہ کے جانوروں کو مچھلی کی طرح ریت پر ایسی گرمی کے دنوں میں قطرۂ آب سے ترساتا ہے سارے نور چشمان نبی بلکہ لخت جگر ان علی رضی اللہ عنہ کو تو نے ایک گھونٹ پانی سے تڑپا تڑپا کر شربت شہادت پلادیا فقط اب ہم چند لوگ رہ گئے ہیں اور سارے خدا کے پیاروں نبی کے ماہ پاروں فاطمہ زہرا کے دلاوروں کو تو نے خاک و خون میں ملا دیا اب بھی باز آ بقیہ ماندگان کو ایذا مت پہنچا کل خدا کو کیا منہ دکھائے گا رسول خدا کے آگے کیا عذر پیش لائے گا دنیا کے لیے دین کو مت برباد کر قیامت کی پیاس قیامت کی بے کسی یاد کر آج ہم تیرے پنجے میں گرفتار ہیں کل ہم ہی سے تجھے کام پڑے گا ہم باغ ارم میں چین کریں گے تو دوزخ میں پڑا سڑیگا اس شیطان نے کہا کہ جب تک آپ لوگ یزید کی متابعت نہ فرمائیں گے ہمارے پنجۂ ظلم سے رہائی نہ پائیں گے آپ نے اس کی شقاوت پر نفرین کی اور گھوڑے کو چمکا کر فرمایا کہ ہاں جس کے سر پر موت سوار ہے میرے روبرو آئے اور زیر تیغ آبدار ہمارے ہو کر اپنے خون میں نہائے۔

**روایت** ہے کہ لشکر عمر وسعد آپ کی بہادری سے لرزاں تھے کوئی شقی آپ کے سامنے نہ آیا تب عمر وسعد نے گھبرا کر ازرق شامی سپہ سالار کو جو یزید کی طرف سے دس ہزار دینار ہر سالی پاتا تھا بلایا اور کہا کہ کوئی اس جوان کے آگے جاتا نہیں سو تو ہزار سوار اور پیادہ لے کر جا اور مران کا تدارک لا

marfat.com

ازرق نے کہا عمر و سعد تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھ جیسے پہلوان کو جس کا مصر و شام میں رعب پڑا ہے ایک جوان کم سن سبزہ آغاز کے ساتھ لڑنے کو بھیجتا ہے عمر و سعد نے کہا ان کی کم سنی نازک بدنی پر مت جا یہ شیر دلیر امام حسن مجتبیٰ کے بیٹے ہیں تو جانتا نہیں ارے یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور علی مرتضیٰ کے پوتے ہیں تو اُن کو پہچانتا نہیں واللہ اگر یہ بھوکے پیاسے نہ ہوتے تو جدھر رخ کرتے ، سوار کو پیادہ اور پیادے کا سر کاٹ کر ہوا سے بات کرتے ایک ہی چال میں سارا کھیل ہمارا مات کرتے ازرق نے کہا اگر تو میرا بدن مقراض سے پرزے پرزے کر ڈالے تب بھی لڑکے سے لڑنے کو نہ جاؤں گا مگر خیر تیرے مبالغہ کرنے سے ہمارے چاروں بیٹوں میں سے جو ہر ایک عرب میں اپنا ثانی نہیں رکھتا کوئی میدان میں جائیگا اور ایک ہی وار میں سر اُس لڑکے کا اتار لائے گا آخر بڑا بیٹا ازرق کا اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر شمشیر آبدار قیمتی ہزار روپے کی جسے اور ہزار روپے دے کر زہر کا پانی دیا تھا ہاتھ میں لے کر میدان میں بادل کی طرح گرجتا ہوا آیا حضرت قاسم نے ذرہ بھر بھی اس سے خوف نہ کھایا گھوڑے کو چمکا کر خنجر خونخوار چلایا وہ شیطان زخمی ہو کر زمین پر آیا آپ نے جھک کر وہ تلوار قیمتی زہر آلود اُس کے ہاتھ سے چھین لی اور موئے سر کو اس ملعون کے جو بڑے دراز تھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر گھوڑا دوڑایا آخر اسی طرح گھسٹتے گھسٹتے جان اُس کی نکل گئی پھر آپ نے بال اس کے چھوڑ دئے اور نعش کو اُس کی گھوڑے کی ٹاپوں سے روند ڈالا لشکر عمر و سعد کو دکھا کر خوب حوصلہ دل کا نکالا پھر دوسرا بیٹا ازرق کا آیا آپ نے پہلے ہی وار میں السیانیزہ اس کے پہلو میں مار کر ادھر سے اُدھر پار ہو گیا فوراً وہ ملعون بھی فی النار ہو گیا پھر تیسرا بیٹا ازرق کا آیا آپ نے اس کے پیٹ پر ایسا نیزہ چلایا کہ اُس کی پیٹھ سے نکل آیا ازرق یہ حال دیکھ کر کلیجہ چٹکیوں سے ملنے لگا گھوڑے سے زمین پر آیا سر پتھروں سے کچلنے لگا آخر چوتھے بیٹے ازرق نے بھائیوں کا یہ حال اور باپ کو پر ملال دیکھ کر حضرت قاسم کے مقابلے کو گھوڑا دوڑایا آپ نے وہی تیغ زہر آلودہ اس پہ چلائی سینہ اس کا پھٹ گیا داہنا ہاتھ اس کا کٹ گیا پھر وہ بھاگ کر اپنے لشکر میں آیا فوراً اسفاک اجل نے اس کو بھی عدم کا راستہ دکھا۔

روایت ہے کہ اُس کے بعد ازرق غصے سے سر دھنتا ہوا آتش غم میں اپنے چاروں بیٹوں کے

marfat.com

جھنجھلاتا ہوا میدان میں آیا اور نہایت طیش میں آ کر ہاتھ جھکا کر حضرت قاسم کے گھوڑے کی پیٹھ پر نیزہ چلایا گھوڑا آپ کا گر پڑا آپ پیادہ ہو گئے مگر باایں ہمہ قتل ازرق پر جی جان سے آمادہ ہو گئے پھر آپ نے فرمایا اے ازرق روباہ صفت شیر دلیر کے آگے آتے ہی ساری چوکڑی تیری بھولی قافیہ تنگ ہو گیا سپاہی کہلاتا ہے دیکھ خوگیر تیرے گھوڑے کی ڈھیلی ہو گئی ہوش سنبھال ایسا کیوں دنگ ہو گیا ازرق سر جھکا کر خوگیر دیکھنے لگا آپ نے پھرتی کے ہاتھ سے وہی تلوار زہر آلودہ اس پر چلائی گردن اس کی ککڑی کی طرح دو پارہ ہو کر زمین پر آئی لشکر عمر و سعد میں حضرت کی دلاوری دیکھ کر کھلبلی پڑ گئی دلاورانِ شام کی طبیعت بگڑ گئی حضرت قاسم ازرق کے گھوڑے پر سوار ہو کر امام کے پاس آئے اور رکاب عالی کا بوسہ لے کر صدائے العطش العطش زبان پر لائے اور کہا چچا جان اگر ایک گھونٹ پانی پاؤں تو واللہ سارے لشکریانِ عمر و سعد کو بضربِ خنجر آبدار بحر عدم کے گھاٹ پر گراؤں آپ نے فرمایا بیٹا قاسم شامیانِ بے وفا کفر پہ اڑے ہیں اب غصہ کم کرو گلا کشادہ بھائی صاحب تمہارے منتظر ہیں اور نانا جان تمہارے پلانے کو آب کوثر لیے کھڑے ہیں پھر آپ میدان میں آئے جو سامنے آتا گیا ایک ایک حملے میں جہنم کو جاتا گیا حتیٰ کہ پھر آپ نے تیس پیادے مارے اور پچاس سواروں کے سر اُتارے لشکر عمر و سعد میں زلزلہ پڑ گیا دلاوروں کے دلوں میں خنجر رعب گڑ گیا عمر و سعد خفا ہو کر لشکریوں کو للکارا پھر تو ہر طرف سے شامیان سیاہ رو امام حسن کے چاند پہ بادل کی طرح گھر آئے اور دور دور سے نابکاروں نے تیر برسائے گھوڑا آپ کا زخموں کے چور چور ہو کر زمین پر آیا پھر شیث بن عمر و سعد ملعون نے سینۂ مبارک پر آپ کے ایسا نیزہ مارا کہ پشت مبارک سے پار ہو گیا پھر آپ نے متواتر ستائیس زخم کھائے اعدا نے ہر طرف سے مینہ تیر ستم کے برسائے آپ نے وہیں سے عم بزرگوار کو آواز دی کہ یا عماہ ادرکنی چچا جان میری خبر لیجئے زخم دل کی دوا کیجئے ؎

خون اپنے سے نہا چکے پرزے ہوا بدن | جوڑا شہانا میرا ہوا اے چچا کفن

امام عالی مقام یہ آواز سن کر حضرت قاسم کے پاس آئے اور کسی طرح اُن کو خیمے میں اُٹھا کر لائے اور ان کا سر اپنے زانوئے مبارک پہ دھر کر گرد و غبار اُن کے چہرے کا اپنے دامن سے رو کر پونچھنے لگے اتنے میں حضرت قاسم نے آنکھ کھول کر امام زمان اور اپنی مادر مہربان کو دیکھ کر تبسم کیا

marfat.com

اور داعی اجل کو جواب لبیک دیا حضرت قاسم کی ماں نے رو کر کہا ؎

رفتی و مرا خبر نہ کر دی ۔۔۔ بر بیکسیم نظر نہ کر دی

اس کے بعد حضرت عمر اور حضرت ابوبکر جناب امام حسن کے جگر پارے باری باری اجل کی طرح کو فیان بے وفا کے سر پہ جاتے تھے اور دس پانچ شقی کی کشتی حیات کو ناچار درجۂ حیات میں ڈال کر شربت شہادت پی آتے تھے ۔

**اب اولاد علی مرتضیٰ کی آہ باری ہے ۔۔۔ اے ظالم فلک کیا کیا ستم اپنا دکھاتا ہے**

جب سب بھتیجے بھانجے امام کے گلا کٹا چکے باغ ارم میں جا چکے تو فرزندان شیر خدا علی مرتضیٰ یعنے برادران امام حسین کی نوبت آئی پس بعد حضرت قاسم کے حضرت ابوبکر بن علی مرتضیٰ نے امام سے اجازت لے کر شمشیر بُرّان اٹھائی اور میدان میں آکر فرمایا ؎

شاہ برادر من ست اختر آسماں ہیبن ۔۔۔ مہتر و بہتر زماں قبلۂ و کعبۂ زمین

من نہ برادرم خادم و چاکر دیم ۔۔۔ پیش ددو دیدہ شما خارجیان تیرہ دین

پھر تو جس مرد پر تلوار چلائی سوار و مرکب دونوں کو راہ عدم دکھائی پس باآنکہ اکیس زخم کھائے مگر سیکڑوں کفار مارے آخر شربت شہادت پی کر باغ ارم کو سدھارے بعد اس کے حضرت عمر اور حضرت عثمان پسران علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم میدان کربلا میں یکے بعد دیگرے آئے اور راہ حق میں خوش ہو کر گلے کٹائے بعد اُس کے حضرت عون بن علی میدان میں آئے اور لشکر عمر سعد کو زیر و زبر کیا آخر دو ہزار سوار و پیادوں نے اُن کو گھیر کر شربت شہادت پلایا بعد اُس کے حضرت جعفر بن علی اور عبداللہ بن علی نے کارزار میں آکر بہتیرے کفار مارے آخر مجروح ہو کر جنت الفردوس کو سدھارے ؎

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام ۔۔۔ علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**فلک تھرا گیا کانپی زمین محشر ہوا برپا ۔۔۔ علی عباس علمبردار اب لڑنے کو آتا ہے**

جب سب بھائیوں نے حضرت امام کے آگے شہادت پائی حضرت عباس علم بردار نے

marfat.com

میدان جنگ کی تیاری فرمائی امام تشنہ کام نے فرمایا کہ اے عباس تم میرے لشکر کے علمدار
اور میرے قوت بازو اور غمخوار ہو تم کو ہم کس طرح میدان میں جانے دیں اپنے روبرو تم کو کیونکر
سرکٹانے دیں حضرت عباس نے کہا کہ جب تک ہم کوفیوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام نہ لے
لیں واللہ اب یہاں آرام نہ لیں گے دیکھئے سکینہ اور علی اصغر مارے پیاس کے تڑپتے ہیں ہم
فرات کے کنارے جاتے ہیں اور شامیوں کو ہٹا کر پانی اُن کے پینے کو لیے آتے ہیں غرض آپنے
امام سے رخصت لی اور ایک مشک گھوڑے پر دھر لی اور میدان میں آئے اور اتمام حجت کے
لیے اشقیا کی جانب رُخ کر کے فرمایا کہ اے کوفیان بے وفا اے شامیان پر دغا نور چشم مصطفٰے
اور لخت جگر مرتضٰے اور فرزند فاطمہ زہرا یعنی امام حسین شہید کربلا فرماتے ہیں کہ تم نے اب تک
تو میرے سارے برادران اور خویشان اور عزیزان کا اُتارا اور ہم سب بقیہ ماندگان کو قطرۂ
آب سے ترسا ترسا کر بن موت کے مارا اب بھی تو ذرا آنکھ کھولو خدا اور رسول خدا کو پہچانو عورتوں
اور ننھے ننھے لڑکوں کے پلانے کو تھوڑا پانی دو میری بات مانو اب بھی توبہ کرو میرے قتل
سے باز آؤ ہمیں چھوڑ دو کہ کسی طرف چلے جائیں ایذائیں نہ پہنچاؤ پھر قیامت تک ادھر کو نہ
آئیں گے اس طرف رہ کر کہیں مرجائیں گے جب لشکر عمر وسعد نے کلام پرحسرت حضرت عباس
علمدار سُنا بعضے خاموش ہو گئے اور بعضے روتے روتے بے ہوش ہو گئے آخر شمر اور شبث
اور حجار ان تینوں بد بختوں نے سامنے آکر کہا کہ یا حضرت عباس علمدار اپنے بھائی ساقی کوثر
مالک بحر وبر سے جا کر کہہ دیجئے کہ اگر اس وقت دریائے فرات ابل آوے اور تمام روئے زمین
پانی ہو جاوے تو ہم لوگ حتی المقدور ایک قطرہ پانی آپ کے خیمے میں کسی کو پہنچانے نہ دیں گے
اور جب تک آپ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے اور کسی طرف جانے نہ دیں گے حضرت عباس
نامدار یہ کلام سُن کر بخاطر مغموم امام تشنہ کام کے پاس آئے اور اعدا کی سرکشی سنگ دلی کے
سب احوال کہہ سُنائے ناگاہ اس وقت اہل بیت نے نعرے العطش العطش کے عرش تک پہنچائے
ننھے ننھے شیر خوار لڑکے مارے پیاس کے چلائے پھر تو حضرت عباس علمدار نے کلیجے کو تھام کر
گھوڑے کو کوڑا لگایا اور بجلی کی طرح ہر طرف خنجر آبدار اور تلوار دھواں دھار چلاتے ہوئے ہزاروں
اشقیا کو جلاتے ہوئے اپنے کو آب فرات کے کنارے پہنچایا دیکھا کہ چار ہزار پیادے اور سوار فرات کے

marfat.com

کنارے پہ جمائے کھڑے ہیں ہر طرح سے مسلح راہ کفر پر اڑے ہیں غرض اشقیا نے آپ کو ٹوکا بدلی کی طرح ہر طرف سے گھر آئے پانی پینے سے رد کا حضرت عباس علمدار نے فرمایا اے لوگو کہو تم لوگ کافر ہو یا مسلمان ہو یا صاحب ایمان اشقیاء بے حیا نے کہا ہم سب مسلمان ہیں صاحب علم و عرفان ہیں آپ نے فرمایا تف ایسی مسلمانی پہ کتے سور چرند پرند یہود و مجوس آب زات سے سیراب ہو کر پیتے ہیں اور ساقی کوثر کے آنکھوں کے تارے علی مرتضٰے کے پیارے جناب فاطمہ زہرا کے دلارے قطرہ آب سے ترس ترس کر کس طرح آہ سرد بھر بھر کر جیتے ہیں ؎

مسافروں کو نہ دی ایک بوند پانی کی  بلا کے گھر میں غرض خوب میہمانی کی

اب بھی کچھ خدا اور رسول سے شرماؤ قیامت کی پیاس دوزخ کی جلن کو یاد۔ لاؤ یہ سن کر شامیان سیاہ رو نے حضرت علی کے تارے چرخ شجاعت کے ستارے کو بادل کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا اور نیزہ و تیر اور میغ تیغ کا مینہ برسانے لگے راہ حق سے منہ پھیر لیا حضرت عباس علمدار زخم پر زخم کھاتے ہوئے اور اکثر اشقیا کو جہنم پہنچاتے ہوئے تن تنہا اُن سب چار دس ہزار پیادے اور سوار کو مار کاٹ کر ہٹاتے ہوئے بحر فرات میں گھوڑا ڈال کر کھڑا کیا اور گھوڑے ہی پر سوار ہوئے مشک کو پانی سے بھر لیا پھر ایک چلو پانی اُٹھا کر چاہا کہ پیویں اور سیراب ہو کر اشقیا کو شمشیر آبدار کی باڑھ کے تلے کر کے عدم کے گھاٹ اُتار دیں ناگاہ تشنگی امام تشنہ کام اور ننھے ننھے بچوں کی یاد پڑ گئی دل میں برچھی سی گڑ گئی طبیعت بگڑ گئی آخر ہاتھ کا پانی پھینک دیا ایک قطرہ بھی نہ پیا اور آہ سرد بھر کر مشک کو داہنے کاندھے پہ دھر کر اسپ برق رفتار کو خیمے کی جانب گرم کیا اور کہا ؎

گھر پہنچتے ہیں کہ سر تن سے جدا ہوتا ہے  دیکھیں اب پیاسوں کی تقدیر سے کیا ہوتا ہے

ناگاہ سپاہ شام نے ہر طرف سے آپ کو حلقے میں کر لیا اور نوفل ملعون نے دھوکا دے کر ایسی تلوار چلائی کہ داہنا ہاتھ آپ کا دوش مبارک سے کٹ گیا پر آپ نے آہ نہ کی مگر جگر حاملان عرش پھٹ گیا پھر آپ نے پھرتی کی اور فوراً وہ مشک پر آب بائیں کاندھے پر دھر لی ناگاہ ایک شقی نے پیچھے سے خنجر چلایا بایاں ہاتھ بھی کٹ کر زمین پر آیا تو حضرت عباس مشک پانی کی بھری ہوئی دانتوں سے پکڑے ہوئے لٹکائے آتے تھے اور دونوں رکاب سے اشقیا کو ہٹاتے آتے تھے ہر چند باوجود شدت بھوک پیاس اور کٹ جانے دونوں ہاتھوں کے ہر طرف سے

marfat.com

میغ تیغ و تیر کی بوچھار آئی سارا جسم پرزے پرزے لہو لہان ہوا مگر وہ شیر دلیر سب کو سہ گیا ناگاہ ایک مردود نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ مشک سے پارہ ہو گیا اور سب پانی بہ گیا ؎

جسم عباس کا زخمی ہوا شمشیر دل سے — مشک خالی ہوئی پانی بہا تیروں سے

اُس وقت آپ نے رو کر ایک آہ کی تشنگی پر امام حسین کی بے قرار ہو کر صدائے الا اللہ کی کر خداوندا یہ کیا تیری قدرت کا کھیل ہے تماشا ہے اس میں کیا حکمت ہے کہ تو فرزندان ساقی کوثر کو قطرہ آب سے ترساتا ہے کیا سبب ہاتھ میں پانی اگر حلق تشنہ میں نہیں جاتا ہے الٰہی گو سارا جسم میرا زخموں سے چور رہے مگر ہم کو اس کا کچھ غم نہیں اور گو دونوں ہاتھ کٹ گئے مگر عباس علمدار کو اس کا کچھ الم نہیں یہی ایک تمنا تھی کہ اسی طرح زخموں سے چور حس و حرکت سے مجبور امام تشنہ کے پاس جاتے اور ان ہی کٹے ہاتھوں سے بھائی امام حسین اور ننھے ننھے پیاروں کو پانی پلاتے ؎

رہا ارمان دل کا دل میں آہا — خبر عباس کی لے اب الٰہا

ہاتف غیبی نے آواز دی اے عباس مت گھبرا سب کے سب تشنہ لب گلا کٹا کر میرے پاس چلے آؤ گے ہم دیکھ رہے ہیں کہ جگر گوشگان نبی اور فرزندان علی مارے بھوک و پیاس کے لب ہلا نہیں سکتے مگر اے عباس علمدار جس پانی میں میرے دشمنان بے باک یعنی کوفیان ناپاک نے جو سور اور کتے سے بھی بدتر ہیں منہ لگایا وہ پانی ہم اپنے حبیب کے پیاروں کو پلا نہیں سکتے ہیں ؎

پھر تو عباس سے بیٹھا نہ گیا گھوڑے پر — گر پڑے خاک پہ وہ ہائے حسینا کہہ کر
بھائی دوڑو تمہیں عباس کی ہے کچھ بھی خبر — پڑ گیا شور کہ ٹوٹی شہ بے کس کی کمر
آسماں کانپا زمیں خوف سے تھرانے لگے — عرش اللہ سے رونے کی صدا آنے لگی

حضرت امام تشنہ کام یہ آواز درد ناک حضرت عباس علمدار کی سن کر وہاں تشریف لائے اور سارا جسم اُن کا زخموں سے چور اور دونوں ہاتھ مونڈھوں سے دور دیکھ کر سیلاب خون آنکھوں سے بہائے پھر اُن کی نعش کو خیمے میں لے آئے حضرت عباس علمدار نے آنکھ کھول کر بھائی کو دیکھا اور نعرے الا اللہ کے مارے پھر آنکھ بند کر کے باغ ارم کو سدھارے امام تشنہ کام نے

marfat.com

فرمایا کہ اب میری کمر ٹوٹ گئی آہ کیا کریں قسمت پھوٹ گئی افسوس اب بجز ذات پروردگار نہ کوئی مونس رہا نہ مددگار نہ برادر رہا نہ غمخوار سب کے سب تشنہ لب شربت شہادت پی کر احباب کی طرح بحر فنا میں بہ گئے اب ہم فقط چار دن باپ بیٹے رہ گئے ؎

ساحل دکھائی دیتا ہے مجھ کو نہ تھاہ ہے
دریائے غم میں کشتی ہماری تباہ ہے

**ہوا غل فوج اعدا میں کہ بھاگو اشقیا بھاگو**
**علی اکبر سر میدان اب لڑنے کو آتا ہے**

اب امام تشنہ کام کی بے کسی اور بے بسی اور تنہائی کو غور کیجئے اُن کی ہمت ان کے صبر و شکیبائی کی داد دیجئے کہ ایک تو پہلے ہی سے جد بزرگوار اور مادر و پدر غمخوار کے خنجر فراق کا زخم کھا چکے تھے دوسرے برادر یار غار امام حسن کا کوہ غم سر پر اُٹھا چکے تھے تیسرے قطع نظر اور سب مصائب کربلا اور ایذا رسانی شامیان پر دغا کے سارے رفیقان دلدادہ اور غلامان جان نثار آپ کے دریائے خون میں اپنے سر کٹا کٹا کر بلبلے کی طرح بہ گئے پھر بالکل بھائی بھتیجے بھانجے تشنہ کام خشک لب تیغ آبدار کو چاٹ کر بجائے نوشین کو دندان حسرت سے کاٹ کر عین سیلاب خون میں اپنے ڈوب کر ماہی بے آب کی طرح ریت گرم پر تڑپ تڑپ کر رہ گئے مگر وہ صدقے ایسی ہمت کے قربان ایسے صبر و شکیبائی کے کہ باوجودیکہ دشت کربلا میں ساری دنیا آپ کی الٹ گئی دل دو پارہ ہوا چھاتی پھٹ گئی جھٹ پٹ کیسے کیسے ماہ پارے چٹ پٹ ہو گئے ایک دم میں عمر بھر کی کمائی کٹ گئی بات کی بات میں ہمیشہ کی سنگت چھٹ گئی لیکن تن تنہا کلیجے کو تھام کر مقام رضا و تسلیم میں کھڑے رہے راہ عشق مولیٰ سے ٹلے نہیں اسی طرح اڑے رہے اب کوئی باقی نہ رہا کہ امام مظلوم کی طرف سے میدان جنگ میں جانے کا نام لے یا اگر خود امام قصد میدان کریں تو باگ گھوڑے کی تھام لے فقط اب تینوں شاہزادے رہ گئے ایک تو سب سے بڑے حضرت امام زین العابدین سجاد نرگس بیمار کی طرح محض بیکار تھے حس و حرکت سے ناچار تھے دوسرے منجھلے حضرت علی اکبر جو ہو بہو ہم شکل رسول پروردگار تھے تیسرے سب سے چھوٹے حضرت علی اصغر جو طفل شیر خوار تھے آخر امام عالی مقام نے ناچار ہو کر جینے سے ہاتھ دھو کر بذات خاص بصد شوق و اخلاص

marfat.com

میدان کا ارادہ فرمایا اور مسلح ہو کر اپنی سواری کے لیے اسپ صبا سیر برق رفتار منگایا پھر اہلبیت سے رخصت ہونے کو خیمے میں آئے اور حضرت عابد بیمار کو گلے سے لگا کر اہل خیمہ کو رلا کر حرف رخصتی زبان پر لائے ؎

میرے عابد تیری مظلومی کے صدقے بابا | علی اکبر علی اصغر ترا حامی ہے خدا
ہم تو اب جاتے ہیں اے لعل کٹانے کو گلا | سب کو سونپا تمہیں اور تم کو خدا کو سونپا
تابع مرضی حق اے مرے عابد رہنا | باپ کی بے کسی دیکھ پیاس کے شاہد بیٹا

حضرت علی اکبر یہ حال سن کر غم وغصے سے سر دھن کر پدر بزرگوار کی کمر میں لپٹ گئے اور گلے مل کر اتنا رو دئے کہ جگر حاملان عرش کے پھٹ گئے پھر ہاتھ جوڑ جوڑ پاؤں پڑنے لگے دامن عالی مقام کو سامنے جھک کر زمین پر پیشانی رگڑنے لگے کہ بابا جان علی اکبر آپ پر قربان میں دم بھر بن آپ کے رہ نہیں سکتا رنج فراق سہہ نہیں سکتا ابھی بابا جو ساقی آب ہوتا ہے وہ سب کو پلا کر پیچھے خود سیراب ہوتا ہے سو بابا جان آپ ہی آخرت میں بھی قاسم آب کوثر ہیں اور آپ ہی دنیا میں بھی شربت شہادت کے ساقی ہیں اور سب تشنہ کام تو سامنے آپ کے آب شہادت پی چکے مر مر کر وہاں جا کر جی چکے فقط اب ہم آپ باقی ہیں سوائے بابا جان دیکھئے عمامہ آپ کے قدموں پہ دھرتا ہوں منتیں کرتا ہوں کہ پہلے مجھی کو رن میں جانے دیجئے نشۂ شراب عشق کا چڑھا آتا ہے پیاس کے دریا کا زور آنا فانا بڑھا آتا ہے سو ذرا للہ پہلے مجھے ایک گھونٹ آب شہادت پی آنے دیجئے ہر چند آپ نے سمجھایا مانا نہیں دل غمزدہ کا حال جانا نہیں آپ نے فرمایا کہ اچھا خیر تن بہ تقدیر اپنی ماں کے پاس جاؤ اور سب سے رخصت ہو کر آؤ حضرت علی اکبر نے حضرت شہر بانو کے پاس آ کر رخصت چاہی حضرت شہر بانوئے مغموم اور خواہران امام مظلوم اور دختران شہید معصوم نے ہاتھ علی اکبر کا تھام لیا کہاں علی اکبر جو پھر تم نے میدان جانے کا نام لیا پھر شہر بانو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی کمر میں لپٹ گئیں کلیجے سے لگا لیا خوب چمٹ گئیں اور فرمایا بیٹا علی اکبر ہمارا دیس چھوٹا اشقیا نے گھر بار لوٹا اب ناؤ اس بے بس کی بھنور میں جا پڑی کسی طرف کنارا نہیں بعد امام تشنہ کام کے تمہارے دم کے سوا اب ہم کو تنکے کا سہارا نہیں سو واللہ میں تم کو رن میں جانے نہ دوں گی

marfat.com

اپنے جیتے جی سر کٹانے نہ دوں گی حضرت علی اکبر نے یہ کلام سُن کر آسمان کی جانب نظر اُٹھا کے ایک آہ کی اور کہا اگر دن تو رہا تھ میں لیے حاضر ہوں اب جیسی مرضی اللہ کی پھر فرمایا ؎

اجل اک طرف میرا کھینچے ہے داماں | ادہر منع کرتی ہیں جانے کو اماں
عجب مخمصے میں ہیں ہول آہ حیران | نہ رہتے بنے ہے نہ جاتے بنے ہے

آخر حضرت شہر بانو نے دیکھا کہ کسی طرح مانتے نہیں ناچار ہو کر زار زار رو کر فرمایا کہ بیٹا علی اکبر گو تیرے فراق سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے اور کلیجہ درد و غم سے منہ کو آتا ہے مگر جب تم مانتے نہیں تو بسم اللہ رن میں جاؤ اور شہانہ جوڑا پہن کر باپ کو اپنی جوانی کا تماشا لہولہان اپنا لاشہ دکھاؤ غرض حضرت علی اکبر اپنی مادر مغموم اور حضرت زینبؑ کلثومؑ کو اسی طرح روتا چھوڑ کر حضرت علی اصغر اور عابد بیمار برادر غمخوار سے رشتہ محبت توڑ کر حضور اقدس میں آئے اور ماں اور پھوپھی اور بہن سے رخصت ہونے کا حال سُنا کر حرف اجازت میدان زبان پر لائے۔

**روایت ہے** کہ آخر امام نے مجبور ہو کر ایک آہ کا نعرہ مارا اور اُٹھ کر اپنے ہاتھ سے اس نوشہ کو سنوارا گلے میں شہانا جوڑا پہنایا ہر ایک ہتھیار علی اکبر کے بدن پر آراستہ فرمایا زرہ حضرت امیر حمزہ کی پہنائی ذوالفقار حیدری مونڈھے سے لٹکائی عمامہ نبوی سر پہ دھر دیا اور پٹکہ حضرت امیر کا زیب کمر کر دیا پھر اسپ راہوار منگایا اور بلائیں لے کر دعائیں دے کر اپنی گود میں اٹھا کے گھوڑے پر چڑھا کے فرمایا ؎

جاؤ میدان میں اگر مجھ پہ فدا ہوتے ہو | آخری وقت میں افسوس جدا ہوتے ہو

حضرت علی اکبر نے گھوڑے کو تیز کیا امام تشنہ کام نے فرمایا اے بیٹا اپنے پاؤں سے قبر میں چلے جاتے ہو باپ کو کتنا تڑپاتے ہو ہم جانتے ہیں کہ میدان میں جا کر گلا کٹا کر پھر اپنے ہی خون سے نہا کر اس شہانہ جوڑے کو کفن بناؤ گے سوائے بیٹا ذری باگ گھوڑے کی موڑ کر یہ چاند سی صورت دکھا دو آپ نے باپ کو منہ دکھا کر گھوڑا چمکایا ؎

جس وقت رزمگاہ میں ابن شہ زماں | پہنچا سوار اسپ کے اوپر لیے سناں
کانپی زمین خوف سے تھرّا یا آسماں | تھا شور فوج شام میں بھاگو ستمگراں

marfat.com

پوتا علی کا آج کھڑا رزمگہ میں ہے لڑنے کو کس کی تاب بھلا اس سپہ میں ہے

روایت ہے کہ حضرت علی اکبر کا اس وقت اٹھارہ برس کا سن تھا عین شباب کا دن تھا اور آپ شکل اور شمائل علم اور فضائل میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے حتیٰ کہ جب اہل مدینہ کو رسول مقبول کی زیارت کا شوق بڑھتا تھا تو امام عالی مقام کے گھر آتے تھے اور حضرت علی اکبر کا جمال رسول نماد یکھ جاتے تھے اور جب کلام سید انام کے سننے کو جی چاہتا تھا تو حضرت علی اکبر کی باتیں آ کر سنتے تھے اور کلام آپ کا مشابہ کلام سرور عالم کے پاکر حالت ذوق میں سرکو دھنتے تھے جب سرمیدان آئے تو چاند سا مکھڑا دکھا کر کوفیان بے وفا کو وجد میں لائے آپ کے چار گیسو تھے دو آگے دو پیچھے ڈالے ہوئے اُن میں پری سا منور چہرہ جیسے ابر میں قمر یا کالی گھٹا گھنگور سے مہر انور مہ نکالے ہوئے لشکر عمر وسعد نے پوچھا یہ کس کا ماہ پارہ ہے کس برج کا ستارہ ہے دن دوپہر کو اللہ تعالیٰ نے چاند یہاں کس طرح اُتارا ہے عمر وسعد روسیاہ نے کہا کہ یہ گوہر دُرجِ خلافت اور اختر برجِ امامت آفتاب جہاں تاب یعنی امام حسین کی آنکھوں کے تارے اور علی مرتضیٰ کے پوتے ہیں اس گھڑی موت اُن کے آگے دست بستہ کھڑی ہے بجلی کی طرح تیغ چمکا کر ہم میں لوگوں کو برق غضب سے جلا کر خود بھی عنقریب برج خاکی میں غروب ہوتے ہیں! اس وقت لشکر یاں عمر وسعد وہ ان کا شہانا جوڑا وہ برق رفتار گھوڑا اور مرصع کوڑا وہ حسینی عمامہ وہ حسنی جامہ گلے میں حیدری تلوار ہاتھ میں وہ خنجر آبدار وہ اُٹھتی جوانی کا دن وہ عین شباب اٹھارہ برس کا سن وہ بوٹا سا قد قالب وحدت میں ڈھلا وہ گورا گورا بدن آغوش ناز میں پلا وہ عمامے کی سجاوٹ وہ بالوں کی بناوٹ وہ نور کی مورت خدا کی قدرت وہ خاص نقاش ازل کی بنائی صورت وہ پیشانی کی چمک وہ چہرے کی دمک وہ نرگس بیمار کی بہار وہ ناک پرنور کی اُبھار وہ ابروئے خم دار وہ گیسوئے مشک بار وہ رخسار پہ نور کا برسنا اس کے اوپر وہ لبہائے نوشیں کا قطرۂ آب کو ترسنا وہ نازک بدنی وہ شہانے جوڑے کی کفنی اُس کے ساتھ وہ زور جوانی کا بڑھاؤ وہ تشنۂ جام شہادت کا چڑھاؤ دیکھ کر بہت افسوس سے اپنے لب چاٹنے لگے اور انگشت ندامت دندان حسرت سے کاٹنے لگے۔

marfat.com

**روایت ہے**، کہ اس کے بعد ہر چند چند بار شاہزادے نے لشکر عمر وسعد کو پکارا کہ ہاں کوئی میرے آگے آسکتا ہے شیروں کے وار اٹھا سکتا ہے جب لشکر عمر وسعد سے کوئی مارے ڈر کے میدان میں نہ آیا پس آپ نے اس کے لشکر میں گھس کر بجلی کی طرح ہر طرف تلوار چمکائی اور سیکڑوں شقی کو کاٹ کر شجاعت ہاشمیت دکھائی کیسی تلوار برق غضب قہر رب ہے

شعلے کی طرح جنگ و جدل میں بڑھی گھٹی ‏ بجلی سی کوند کر کبھی لپکی کبھی ہٹی !!
سو سو سروں کو کاٹ کر سر کی جدھر ڈٹی ‏ ہر صف میں گرم سیر یہ تڑپی چلی کٹی
پشتے پڑے ہوئے تھے یہ کشتوں کا حال تھا ‏ جلدی میں دم اجل کو بھی لینا محال تھا

پھر آپ گھوڑا دوڑا کر امام کے پاس آئے اور شکایت پیاس کی زبان پر لائے اور فرمایا کہ بابا جان بہتیرے سیاہ رو میری تیغ آبدار کی باڑھ سے سیراب ہو گئے حتیٰ کہ ہم ان کو مارتے مارتے اب مارے پیاس کے بے تاب ہو گئے اگر اس وقت ہم کہیں سے ایک چلو پانی پی لیتے تو ابھی ان سب کم بختوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے آپ نے گلے سے لگا کر فرمایا کہ بیٹا اس دشت کربلا میں اب سراب ہے حتیٰ کہ آب وہاں بھی گوہر نایاب ہے، کیا کہیں سب جگر گوشوں کے خون کے نالے بہ رہے ہیں اور ہم سامنے کھڑے دیکھ دیکھ کر یہ سب صدمے سہ رہے ہیں آہ کیا کریں باایں ہمہ آنسو بھی نہیں نکلتا کہ ذرا جی ٹھنڈا دیں دیکھو تین دن سے آنکھوں کے چشمے بھی سوکھے ہیں سکینہ علی اصغر گود میں تڑپ رہے ہیں کئی روز سے بھوکے ہیں آپ نے ان کو انگوٹھی اپنی چٹائی فی الجملہ شدت پیاس میں کچھ تسکین آئی پھر میدان میں آئے کوئی لشکریان عمر وسعد سے باہر نہ آیا عمر وسعد ملعون کو اس وقت مارے ہول کے برابر دست چلا آتا تھا ڈر کے مارے وہ شیطان مرا جاتا تھا سیاہ رو باہم کہنے لگی اجی بھاگ جاؤ ابر دجائے گی جان تو رہے گی بھیک مانگ کھائیں گے یہی ناخلق نامراد کہے گی تب عمر وسعد نے مجبور ہو کر اپنی انگوٹھی طارق ملعون کو دی کہ اُسے لے اور سر علی اکبر کا کاٹ کر لائے بعوض اس کے حکومت موصل کی تجھے دلاؤں گا طارق نے آکر آپ پر خنجر چلایا حضرت نے اُس کو ڈھال پر روک کر پھرتی کے ہاتھ سے اس کے سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ اس ملعون کی پیٹھ سے نکل آیا پھر سر کو اس کے تن سے دور اور نعش کو ان کی گھوڑوں کی ٹاپوں سے چکنا چور کر دیا اُس کے بعد دونوں بیٹے طارق کے یکے بعد

marfat.com

دیگرے آتے گئے اور ایک ایک حملے میں جہنم کو جاتے گئے یہ شجاعت دیکھ کر فوج عمر وسعد نے ڈر کر ایک بڑے پہلوان کو بھیجا جب وہ آگے آیا آپ نے ایسا نعرہ مارا اور اتنے زور سے للکارا کہ تمامی فوج عمر وسعد کے دل دھڑکے اور یہ پلٹن والے مارے ڈر کے کانپنے لگے دم بخود ہو کر ہانپنے لگے پھر آپ نے قدم بڑھا کر شمشیر بر اں اس پہلوان پہ چلائی نیزہ اُس کا کٹ گیا اس پہلوان نے چاہا کہ آپ پہ تلوار چلائے آپ نے جھٹکا دے کر اُس کے سر پہ ایسے زور سے وہ ذوالفقار حیدری چلائی کہ بلا مبالغہ اس شیطان کو سر سے دو نیم کرتی ہوئی زمین تک چلی آئی پھر دوبارہ لشکر عمر وسعد میں شور ہوا کہ علی اکبر رضی اللہ عنہ آدمی ہے یا شیر ہے لڑکا ہو کر ایسے ایسے پہلوانوں کو ایک وار میں دو نیم کرتا ہے کیا اندھیر ہے پھر بحکم عمر وسعد دو ہزار سپاہ روسیاہ اس ماہ پر مثل ابر سیاہ کے چار وں طرف سے گھر آئے اور تیغ اور تیر کے مینہ برسائے مگر آپ تن تنہا بجلی کی طرح جدھر چمکے سو پچاس کو تیغ آبدار کی آگ سے جلا دیا شیر ببر کی طرح جس طرف لپکے دس بیس کو فیاں روباہ صفت پر پنجۂ خنجر اجل چلا دیا غرض دونوں ہزار پلٹنوں کو زیر وزبر کر کے امام تشنہ کام کے پاس آئے اور زبان ولب خشک دکھا کے صدائے العطش سُنا کر باپ کو رُلایا آپ نے فرمایا بیٹا کیوں اتنا بے تاب ہوتے ہو عنقریب حوض کوثر سے سیراب ہوتے ہو بیٹا ذرا دم کر دیہاں سر کٹانے کو آئے ہو یا اپنے قاتلوں کو مار کر کاٹ کر ہٹانے کو یہاں مرنے کو آئے ہو یا نام کرنے کو بیٹا ہم شربت شہادت کے ساقی ہیں سب کو کھڑے ہو کر اپنے سامنے آب شہادت پلا چکے اب ہم تم اور علی اصغر باقی ہیں سو دیکھو سب کو پلاتے پلاتے .

دوپہر قریب ہوئی اب میرا جی تڑپ رہا ہے شدت کی پیاس ہے نانا جان صبح ہی سے ہمارے واسطے آب کوثر لیے کھڑے ہیں اب طبیعت عالی نہایت اُداس ہے حضرت علی اکبر یہ مژدہ روح پرور سُن کر میدان جنگ میں آئے اور ہاتھ کو روک لیا اور علی التواتر بہت سے زخم تیغ اور تیر تن نازک پہ کھائے آخر ابن نمیر مردود نے ایسا نیزہ چلایا کہ پشت نازک سے نکل آیا آپ پشت زین سے فرش زمین پہ آئے اور نعرہ یا ابتاہ کہنی زبان پر لائے بابا جان جلد آئیے علی اکبر کو خیمے میں اٹھا لے جائیے ؎

شاہ آئے تو وہاں آ کے تماشا دیکھا     خاک کے تخت پہ نوشاہ کا لاشا دیکھا

پھر جان عالم امام مکرم یہ حال دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور علی اکبر کو اٹھا کر خیمے میں

لائے اس وقت عرش سے فرش تک ماتم پڑ گیا کہ آج علی اکبر کے مرنے سے ایام کی سب کمائی لٹ گئی گھر اُجڑ گیا حضرت زینب و کلثوم رضی اللہ عنہم اور شہر بانو مغموم کی آہ و فغاں اور نعرہ جانکاہ سے سیدہ خاتون جنت بہشت میں روتی تھیں بہشت کے جھروکے پر حوریں کھڑی بے تاب ہوتی تھیں شاہنشاہ عالم سر کو اس نوشہ کے اپنے زانو پر رکھے ہوئے وہ شہانا جوڑا وہ زخمی گھونگٹ وہ براق سی صورت وہ چاند سی صورت دیکھ دیکھ آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے اور اپنے دامن پاک سے خاک و خون اُن کے چہرے کا صاف فرماتے تھے اور کہتے تھے اے فرزند دلبند علی اکبر ذرا آنکھ تو کھولو مادر دل شکستہ سے کچھ تو بولو پھوپھی و بہن سے رخصت ہو لو اے علی اکبر پرزے پرزے تیرا بدن ہو گیا ہائے وہ شہانہ جوڑا کفن ہو گیا بیٹا اپنے ہی خون سے نہائے واہ بیٹا خود تو چل بسے باپ کو خوب رُلائے ۵

امام تشنہ زبان کا بیان کروں کیا غم | پسر کی نعش پہ روتے تھے خیمے میں ہر دم
ہر اک سے کہتے تھے غم میں بدیدۂ پُر نم | مسافرے نرسید از عدم کز و پرسم

کہ پیر چرخ کجا بُرد نوجوان مرا

حضرت علی اکبر نے آنکھ کھول دی اور سر اپنا گود میں آپ کی دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا بابا جانی اس وقت میں دیکھ رہا ہوں کہ حوران جنت بناؤ سنگار کئے کوزے شربت کے ہاتھ میں لئے جنت کے جھروکے پر کھڑی اشارے کر رہی ہیں کہ اے علی اکبر چلے آؤ اے علی اکبر چلے آؤ اور دیکھئے نانا جان حضرت مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے سامنے دو قدموں میں شربت بہشت کا دونوں ہاتھوں میں لئے کھڑے ہیں اور ایک پیالہ مجھے دیتے ہیں کہ علی اکبر پی لو اور میں کہتا ہوں کہ نانا کئی روز سے بڑا پیاسا ہوں دونو پیالے دیجئے نانا فرماتے ہیں کہ علی اکبر ایک پیالہ تم پی لو اور ایک رہنے دو اب عنقریب تمہارے باپ بھی میرے پاس آئیں گے یہ پیالہ ہم تمہارے باپ کو پلائیں گے یہ کہہ کر آواز حزیں نعرے وا شوقاہ کے مارے اور باغ ارم کو سدھارے حضرت شہر بانو نے زبان حال سے فرمایا اور رو کر عرش کو ہلا یا ۵

رو کے بولیں کہ اے علی اکبر | کچھ مرے رونے کی ہے تم کو خبر
روتے میں سب خبر نہیں تم کو | کھا گئی کونسی نظر تم کو!

marfat.com

اللہ آمین سے تم کو پالا تھا　　میرے گھر کا تو ہی اُجالا تھا
علی اکبر کمر کو توڑ چلے　　یہ کہو ماں کو کس پہ چھوڑ چلے

## علی اصغر کی ہو کیوں کر شہادت کا بیاں ناصر
## کہ سنگ غم سے سینہ چور ہے دل تھرتھراتا ہے

جب سب جان نثار اور بھائی بھتیجے بھانجے شاہزادوں نے سلطان کونین جان دارین حضرت امام حسین کے سامنے شربت شہادت نوش فرمایا اب کوئی مددگار اور یار جان نثار سوائے حضرت علی اصغر شیر خوار اور حضرت سجاد بیمار کے باقی نہ رہا کہ امام کے حال پر ترس کھائے اگر امام تشنہ کام کی اس وقت کی بے کسی کا حال پر ملال زبان پر آوے تو واللہ ثم باللہ آسمان ڈھل جائے زبان جل جائے صفحۂ قرطاس گل جائے اس کا کچھ تھوڑا حال وہی جانے جس کا کوئی پیارا فرزند لوٹ پوٹ ہو جائے سانپ نے اُسے ڈسا ہو یا پنجۂ کفار میں کبھی وہ پھنسا ہو اور جس کے کبھی لڑائی بھٹی نہیں جس کی اُنگلی کٹی نہیں وہ درد ناسور پرائے من کا کیا جانے اور جو عمر بھر پھول کے فرش پر لنبی تان کے سویا کیا وہ دکھ کربلا کے زن کا کیا جانے اگر کہیں تلوے میں سوئی گڑ رہے تو واللہ آنکھوں کی راہ سے ٹپ ٹپ آنسو نکل پڑے امام تشنہ کام کا تو سارا بدن خنجر غم سے چور رہا دل میں ہزاروں پھپھولے پڑ گئے جگر میں ناسور ہوا کیسے کیسے لعل کیسے کیسے لونہال دم کے دم میں سیلاب دم میں بحر عدم کے بہ گئے کنارا نہ ملا ہاتھ پاؤں مار کر رہ گئے تنکے کا سہارا نہ ملا دو ہی گھڑی میں ساری کمائی لٹ گئی عمر بھر کی سنگت چھوٹ گئی مگر خدا جانے امام اکرم جان عالم کا کیا دل تھا جو راہ رضا و تسلیم میں ایسا مستقل تھا۔

اگرچہ امام تشنہ کام کربلا کو یاد کر کر رو نگشا رو دگشا روتا ہے مگر اس سے جی بھرتا نہیں ایسے رونے سے کیا ہوتا ہے راقم مؤلف نے چار مہینے سے جب سے یہ کتاب لکھنی شروع کی بعد کھانے کے بھی پانی پیا نہیں بغیر آہ سرد کے دم لیا نہیں جب پانی دیکھا واللہ معاً امام تشنہ کام کی پیاس یاد پڑ گئی کلیجے میں گویا سیخ سی گڑ گئی کیا کہئے افسوس اگر امام تشنہ کام کا حکم ہوتا تو سینے کو پتھروں سے کچل ڈالتے حوصلے دل کے خوب نکالتے کلیجے کو چٹکیوں سے مسل ڈالتے سر کو

marfat.com

پٹک پٹک کر توڑ ڈالتے آنکھ کو رو تے روتے پھوڑ ڈالتے جیب و دامان پھاڑ ڈالتے زبان اور دندان اکھاڑ ڈالتے ؎

دل پُر فراق کا تو یہ اک داغ رہ گیا | دل اس الم سے آبلہ سا ہو کے رہ گیا
یوں قافلہ کا قافلہ ہمراہ شہ گیا | قسمت میں تھی ہمارے ہی فرقت حسین کی

غرض جب کوئی باقی نہ رہا اور جان عالم امام مکرم کی باری آئی اس وقت حضرت زینب اور کلثوم اور شہر بانوے مغموم نے حضرت کی تنہائی اور بے کسی اور بے بسی پر گریہ و زاری شروع فرمائی آپ خیمے میں تشریف لائے اور پردگیان عصمت کو رونے کلپنے سے مانع آئے اور فرمایا کہ رو رو کر تم لوگ زخم تنہائی پر کیوں نمک پاشی کرتے ہو ناخن آہ سے کیوں سینہ خراشی کرتے ہو قاسم علی اکبر رضی اللہ عنہما کا نام لے کر شعلہ آہ کو کیوں بھڑکاتے ہو وہ چاند سی صورت وہ نور کی مورت کو یاد دلا دلا کر دل کو کیوں دھڑکاتے ہو رضامت چپ رہو شکر کر و سینے پر کوہ صبر دھرو اگر چہ تمہاری ساری کمائی لٹ گئی پھر کیا مضائقہ دوزخ سے امت عاصی تو چھٹ گئی ؎

حصول کچھ نہیں ہے شور و غل مچانے سے | نجات امت عاصی ہے سر کٹانے سے

مصیبت اور بلا پر صبر و شکر کرنا موجب ثواب کا ہے اور بے صبری اور جزع فزع کرنا سبب عذاب کا ہے بعد میرے جب خیمہ اور سارا اسباب لٹے اور ہر طرح کی بلا میں تم لوگ گرفتار ہونا تو خبردار میرے غم میں ایک بال سر کا کھلنے نہ پائے کوئی شور و غل نہ مچائے منہ پر طمانچہ نہ مارے سر سے برقع نہ اتارے منہ نوچنے دامن پھاڑنے سینہ زنی سے باز آئے یہ سب افعال میری شریعت محمدیہ میں حرام ہیں خبردار کوئی عمل میں نہ لائے ہاں مگر فرط غم اور کثرت رنج و الم سے لب بند کر کے آنکھوں سے آنسو بہانا مظلوموں کا کام ہے سو تم لوگوں سے زیادہ کون مظلوم اور مغموم اور بے کس اور بے بس ہے پنجۂ ظلم اعدا میں گرفتار ہو باوجود گرما گرمی بھوک پیاس کے آہ سرد بھرنے سے ناچار ہو مدینہ چھوٹا اشقیا نے اہل بیت نبوت کو لوٹا کیسے کیسے پیارے آنکھوں کے تارے اپنے سامنے سر کٹا کا مرغ بسمل کی طرح خاک و خون میں تڑپ تڑپ کر رہ گئے سارے بال بچے اپنے پڑ لے دم کے دم میں بحر عدم میں بہ گئے سو جس قدر اس سانحۂ قیامت خیز میں آنکھوں سے آنسو بہاؤ بجا ہے اور جتنا اس مصیبت رقت انگیز میں روؤ وہ سب روا ہے

marfat.com

اتنے میں حضرت زینب اور ام کلثوم اور شہر بانو اور سکینہ رضی اللہ عنہم اجمعین مغموم ضبط گریہ نہ کر سکیں بے اختیار ہو کر رونے لگیں اُن کے فغاں اور آہ اور نعرۂ جانکاہ سے قریب تھا کہ دل فرشتگان عرش بریں کا پھٹ جاوے ساری دنیا اُلٹ جاوے آپ نے سب کو تسکین دی اور حضرت سکینہ اپنی شاہزادی کو گلے سے لگا کر بہت پیار کیا اور حضرت زینب کی گود میں دے کر فرمایا کہ سنو بہن زینب آج میری سکینہ کی ناؤ بھنور میں پڑی ہے تھوڑی دیر میں یتیم بے پدر ہو جائیگی موت میرے سامنے چھری لیے دست بستہ کھڑی ہے سو خبردار میرے بعد اس کو کوئی ڈپٹے نہیں خود ہی مرغ بسمل نیم جان بے بال و پر ہو رہی ہے چیل کی طرح اس پہ کوئی جھپٹے نہیں فرزندان یتیم اکثر نازک مزاج شکستہ دل ہوتے ہیں غنچے کی طرح سموم غموم سے مضمحل ہوتے ہیں خصوصاً سرور سینہ میری سکینہ مجھ سے بہت ہی مانوس ہے سو ہر طرح سے اس کی ناز برداری کیجیو آنکھوں میں اُس کے آنسو ڈبڈبانے نہ دیجیو حضرت زینب نے فرمایا کہ اے بھائی اگر سکینہ جان تک بھی طلب کریں گی تو بلا عذر حاضر کر دوں گی مگر حیران ہوں کہ جس وقت آپ کو یاد کر کے بابا بابا پکاریں گی در و دیوار پہ سر دے ماریں گی اس وقت سکینہ کو میں کس طرح مناؤں گی اور تمہاری صورت میں اُن کو کہاں سے دکھاؤں گی آپ نے فرمایا کہ خیر اب سینے پہ سل دھرتا ہوں اور تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں حق تعالیٰ تم سب کو صبر عطا فرمائے اور عزت و حرمت کے ساتھ مدینے پہنچا دے یہ فرما کر قدم بڑھایا اور گھوڑے کی باگ تھام کر رن میں جانے کا قصد فرمایا ناگاہ آواز آہ و زاری درد و بیقراری کی خیمے سے آئی آپ خیمے میں پھر تشریف لائے اور سبب گریہ استفسار فرمایا۔

حضرت شہر بانو نے فرمایا کہ لخت جگر علی اصغر پیاس کی شدت سے نیم جان دم بھر رہے ہیں کوئی دم کے مہمان ہیں آہ علی اصغر کئی دن کے پیاسے ہیں بھوکے ہیں ہم کیا کھلائیں کیا پلائیں دودھ سب کے سوکھے ہیں ماہی بے آب کی طرح دھوپ میں جھنتے ہیں مارے پیاس کے رونے کی تاب نہیں گود میں بڑے سرد جھنتے ہیں شدت گرمی سے زبان نکلتے ہیں لب کھوئے ہیں بن آگ کے جگر کباب ہے چھاتی میں پھپھولے ہیں اگر اعدا اس وقت ایک چلو بھی پانی اس طفل شیر خوار پر ترس کھا کر دیویں تو علی اصغر کی جان بچ جائے فی الجملہ دم اس کا پلٹ آوے جان عالم امام اکرم نے حضرت نے علی اصغر کو گود میں اُٹھا لیا اور چھاتی سے لگا لیا اور درود شریف پڑھ پڑھ کر

marfat.com

دم کرتے ہوئے ہر دم دم سرد بھرتے ہوئے اعدا کے سامنے آئے اور فرمایا اے کوفیان بے وفا ماشاء اللہ تم نے تو یہاں بلا کر کربلا کے تونے پر بیضۂ مرغ کی طرح ہم سب کو تل ڈالا اپنے دل کا حوصلہ نکالا خون کی ندیاں بہادیں نعشیں ٹاپوں سے کچل ڈالیں عابد پوتا شیرِ خدا کا محض بیمار لاعلاج ہے دوا کو کون پوچھے کہ قطرۂ آب کو محتاج ہے تم میں ہر شخص آب فرات سے سیراب ہے اور ہمارے خیمے میں آب دہان بھی گوہر نایاب ہے ریت کی گرمی سے تلوے جلتے ہیں اسپان صبا رفتار ایک قدم نہیں چلتے ہیں یہ دشت کربلا ہے یا کورۂ آہنگراں ہے جو ریگ ہے وہ نشتر رگِ جان ہے یہ دوپہر کے تڑاقے کی دھوپ اُس پہ طرہ یہ ریت گرما گرم پھر آہ سرد بھر بھر پیاسوں کی دوڑ دھوپ جو یہاں پتھر ہے وہ انگارا ہے جو بشر ہے وہ پیاس کا مارا ہے جب ہوا چلتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تنور گرم سے بھاپ نکلتی ہے ٹھیکریاں انگارا سی دہکتی ہوئی لکڑیاں مثل آگ کے دہکتی ہیں بہر حال اگر تمہارے گمان میں گنہگار اور خطاوار ہوں تو میں ہوں اس بچے علی اصغر طفل شیر خوار کا کیا گناہ ہے جس پر مینہ ستم کا اتنا برساتے ہو قطرۂ آب سے اس کو ترساتے ہو دیکھو ذرا ترس کھاؤ مارے پیاس کے زبان نکالے ہانپتے ہیں پانی کا نام سنتے ہی کانپتے ہیں ان کی صورت ان کی تڑپ دیکھ دیکھ کلیجہ منہ کو آتا ہے دوپہر کی گرمی کا زور پیاس سے ننھے ننھے بچوں کا شور کیفیت قیامت کی دکھاتا ہے اس وقت خدا کی راہ پر ایک گھونٹ پانی اُس کو پلاؤ شاید یہ معصوم بے زبان بچ جائے جان اُس کی پلٹ آئے اشقیا نے جواب صاف دیا کہ اے امام تشنہ کام آپ کا کدھر خیال ہے بلا اذن ابن زیاد کے ایک بوند بھی پانی آپ کو اور آپ کے اطفال خرد سال کو ملنا محال ہے ناگاہ ایک خدا ناترس بدبخت نے ایسا تیر حضرت علی اصغر پہ چلایا کہ ان کے گلے سے پار ہو کر امام کے بازو کو چھیدتا ہوا باہر نکل آیا حضرت علی اصغر باپ کی گود میں مرغ بسمل کی طرح تڑپ کر رہ گئے امام نے آہ نہ کی کلیجہ تھام کر یہ آخری صدمہ بھی سہ گئے سارا کپڑا آپ کا حضرت علی اصغر کے خون سے لہولہان ہو گیا پھر آپ نے ایک قطرۂ خون زمین پر گرنے نہ دیا رو تے ہوئے خیمے کی طرف رخ کیا اور حضرت شہر بانو کو بلا کر علی اصغر کی نعش کو اُن کی گود میں دھر دیا اور فرمایا لو علی اصغر کو بھی اشقیا نے آب خنجر آبدار پلایا اب دست خاص سے ساقی کوثر کے شیر جنت ہم اسے پلائیں گے ؎

marfat.com

سنتے ہی یہ کلام ہوش ربا ۔ رہ گئیں دل مسوس کر اپنا
شہ کا منہ دیکھ کر بحسرت و یاس ۔ رو کے کہنے لگیں یہ وہ بے آس
شاہزادہ تو مر گیا افسوس ۔ کرو غم دل پہ دھر گیا افسوس
علی اصغر مرے میں تیرے نثار ۔ صدقے ماں تیری اے غریب دیار
نہ کیا عہد بھی وفا تو نے ۔ مجھ ستم کش سے کی دغا تو نے
اب دولہن کس کی بیاہ لاؤں گی ۔ کس کو دولھا میں اب بناؤں گی
کون ماں کہہ کے اب پکارے گا ۔ قبر میں مجھ کو کون اُتارے گا
فرط غم سے وہ مادر غم کوش ۔ ایسی روئیں کہ ہوگئیں بے ہوش
شاہ کو بھی غش آیا اُن کے ساتھ ۔ رہ گئے دھر کے سینے پر وہ ہاتھ
ساتھ روتی تھیں زینب و کلثوم ۔ جان کھو کھو کے ہوتی تھیں مغموم

اب زیادہ اس سے اگر حضرت شہر بانو کی مصیبت اور غم کا حال اور حضرت زینب اور کلثوم کے دل کا ملال اور حضرت سکینہ کی بھائی کے واسطے بے قراری اور حضرت عابد بیمار کی گریہ وزاری تحریر میں آسے تو جگر سامعین ٹکڑے ٹکڑے ہو جا دے ۔

لیے تھیں لاش اصغر شہر بانو! ۔ اور کہتی تھیں شہا اس کو جلادو
جہاں سے چاہو تم اصغر کو لادو ۔ یا سر پہ مرے خنجر چلا دو
پڑا ہے آہ خالی ان کا جھولا! ۔ لٹا کر ان کو اسے ذرا جھلادو

## صدائے اطرقوا دیتے ہوئے جبرئیل جاتے تھے کہ بھاگو اشقیا شبیر خود لڑنے کو آتا ہے

آہ اے ناصر اب یہاں سے واقعہ قیامت نما اور ماجرائے فلک ہوشربا یعنے ذکر شہادت خاص شہید کربلا محصور عسا کر اعدا نور چشم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرور سینہ مرتضٰی قتیل خونین پیراہن شہید رنگین کفن عین فرات میں خشک لب تیر بار انی بلا جان بلب پہ کالہ پر کالہ جگر درکنار دور از یار ودیار جان عالم سلطان کونین سید نا حضرت امام حسین شروع ہوتا ہے جس کو سن کر رو نگٹا بدن کا روتا ہے کاتب کو سکتہ ہے قلم مصیبت رقم کاتب کا منہ تکتا ہے ۔

marfat.com

نہ قاری کو تاب گویائی ہے اور نہ سامع کو قوت شنوائی ہے آہ آہ کیا کیجئے آنکھوں سے آنسو ٹپاٹپ چلا آتا ہے افسوس کس طرح لکھے سوز غم اور آہ الم سے کاغذ و قلم جلا جاتا ہے۔

ز دست گریہ کتابت نمی توانم کرد — کہ میتویسم و مغسول می شود فی الحال
ز آہ و نالہ حکایت نمی توانم کرد — کہ صد گرہ بزبان می فتد بوقت مقال

آہ آج نگری مدینے کی سونی ہوئی جاتی ہے آہ آہ مصیبت قیامت سے بھی دونی ہوئی جاتی ہے کیا کروں سینے پر سل دھر کے کلیجے کو تھام کے مسوس کے قلم اُٹھاتا ہوں محبان امام حسین رضی اللہ عنہ کو خاک پر مرغ بسمل کی طرح لٹاتا ہوں ؎

نالے مبہم دل سے اب آنے لگے — حضرتِ دل شاید اب جانے لگے

روایت ہے کہ جب سارے احباب مردان اہل بیت گلا کٹا کٹا کر بحر عدم میں بہ گئے فقط جان عالم امام معظم اور حضرت عابد بیمار رہ گئے اس وقت آپ حضرت سجاد اور سکینہ مغموم کی یتیمی اور بے کسی اور حضرت زینب اور کلثوم کی غریبی اور بے بسی کو دیکھ کر ضبط گریہ نہ کر سکے آہ سرد کا نعرہ جگر گرم کا شرارہ عرش تک پہنچا یا فرشتگان ارض وسما اور ارواح انبیاء کو تڑپایا ؎

اے دریغا دیدۂ انصاف گر بینا بدی — سبط پیغمبر چرا در کربلا تنہا بدی
بر غریبی حسین و در درد و بگریستی — حضرت ختم النبیین گر دران صحرا بدی
کے توانستی کشیدن تیغ در درویش گشی — گر علی مرتضیٰ با ذوالفقار آنجا بدی
فاطمہ از حسرت واندوہ آں لب تشنگان — جامہ بر تن چاک کردی دوران غوغا بدی
گر حسن بودی دراں صحرای پر کرب بلا — از غم و سوز برادر والہ و رشیدا بدی

---

روایت ہے کہ پھر تو جیسے جیسے دن بڑھنے لگا تشنہ جام شہادت کا چڑھنے لگا آخر آپ شوق شہادت میں سرشار اور مست ہو گئے محو ساقی الست ہو گئے نہ تو دیس چھٹنے کا خیال نہ گھر بار لٹنے کا ملال نہ خویش و اقارب کے کٹ جانے کا غم اور نہ تخت سلطنت کے لٹ جانے کا دل پر الم نہ بھوک پیاس کی شکایت اور نہ بجز قاتل اور سر کٹانے کے اور کسی بات کی زبان پر حکایت حتیٰ کہ مارے شوق کے کلیجا دو دو ہاتھ اچھلنے لگا عشق دیرینہ بھڑکا دل دھڑکا سینے کو چٹکیوں سے کوئی مسلنے لگا آخر نہایت خوش ہو کر اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر

marfat.com

تن تنہا عزم میدان کا فرمایا جناب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بستر بیماری پر گلبل تصویر کی طرح پڑے نرگس بیمار سے آنسو بہا کر ریحان رسول اور نونہال بتول کا منہ تکتے تھے مگر مارے ضعف والم اور کثرت رنج وغم کے اٹھ نہیں سکتے تھے جب دیکھا پدر بزرگوار تن تنہا میدان کو چلے جاتے ہیں اور اب بجز میرے کوئی باقی نہ رہا پس باآواز بلند نعرے الا اللہ کے مار کر بدشواری تمام اٹھ کھڑے ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں اٹھایا اور آپ پر قربان ہونے کو رن کی طرف قدم بڑھایا مگر ضعف کے مارے قدم اٹھتا نہ تھا ہانپتے جاتے تھے شدت بیماری سے کانپتے جاتے تھے ناگاہ امام کی نظر پڑ گئی کہ فرزند بیمار نور چشم دلدار رن میں باپ پر فدا ہونے کو آتا ہے اور ضعف و ناتوانی سے پاؤں اس کا لغزش کھاتا ہے بے اختیار ہو کر دوڑے اور حضرت سجاد کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اے لخت جگر اے نور بصر بیماری میں کہاں جاتے ہو اور پدر مغموم کو اپنا داغ کیوں دکھاتے ہو واللہ اللہ اے عابد پھر چلو دنیا میں میری نسل فقط تم ہی سے باقی رہے گی اور نسل تمہاری قیامت تک منقطع نہ ہو گی پھر چلو نانا جان ہم پر خفا ہوں گے کہ تم نے سب کا گلا کٹا دیا عابد بیمار کو بھی باقی نہ رکھا میری نسل منقطع کر دی تشنہ کامان اہلبیت کے لیے ایک بھی باقی نہ رکھا ابھی تم کو بہت بہت صدمے اٹھانے ہیں عمر بھر ہمارے غم کھانے ہیں غرض آپ حضرت عابد کا ہاتھ پکڑ کر خیمے میں لے آئے اور نعمتیں معرفت حق اور علم مطلق کی جو سینہ بسینہ چلی آتی تھیں اُن کو دیں اور بہت سی وصیتیں کیں اور فرمایا اے عابد

شفقت والفت مری جتنی ہے اہلبیت پر بعد میرے رکھیو تم بھی بلکہ اس سے بیشتر
یہ امانت اب تمہیں سونپوں ہوں اے جان حسین اتباع مصطفےٰ ملحوظ رکھیو نور عین
بے پدر ہونے کا غم دل پر سکینہ کے نہ ہو رنج تنہائی نہ آوے زینب وکلثوم کو
پنجۂ اعداسے آخر صبر میں ہے مخلصی رفتہ رفتہ تا وطن تم لوگ پہنچو گے کبھی
واقعات کربلا کیجو حضور جد بیاں آئے جب نوبت ہماری اسقدر کہیو وہاں
گوبہ تن از بارگاہت بسکہ دور افتادہ ام لیکن از جان ہمچناں سر بر درت بنہادہ ام

روایت ہے کہ اس کے بعد آپ نے حضرت امام زین العابدین کو گلے سے لگا کر فرمایا کہ اے یتیم پدر اے غریب پدر اے بے کس و تنہا میرے بعد میرے نانا جان کے اُمتوں کو اور میرے

marfat.com

باپ کے دوست داروں کو کہنا کہ امام حسین نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اے محبانِ حسین رضی اللہ عنہ جب کسی مسافر غریب کا ذکر سنو تو میری غریبی و بے کسی یاد کیجیو اور جب کوئی مر جائے یا کسی شہید کا نام آئے تو میری شہادت میری ساری دنیا کی اُکٹن کو یاد کر کے جی کو تسکین دیجیو اور جب تم لوگ بستر خواب سے اُٹھ کر جامہ زیب تن کرو تو ذرا اس وقت خیال میرا خونی پیرہن رنگین کفن کا کرو اور جس کی رگ پہ فصاد نشتر لگا دے تو اللہ وہ شخص میرے گلے پر خنجر چلنے کو یاد دلا دے اور تم لوگوں میں جس کسی کا پیارا بیٹا آگے آدے اس وقت وہ میرے قاسم پیارے علی اکبر دلارے کو یاد دلا دے اور جو کوئی بی بی میری ماں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی پیاری اپنے شیر خوار بچے کو گود میں لے کر دودھ پلا دے تو وہ میری آنکھوں کے تارے علی اصغر بن دودھ کے مارے کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسو بہا دے اور جس کسی کو کچھ درد و مصیبت پیش آدے تو وہ کربلا کی میری مصیبت یاد دلا دے اور جب کوئی وقت سرور اور شادی کا کے اپنے دل کو شاد کرے تو وہ اس وقت ذرا میرا رنج و غم بھی یاد کرے اور جب خویش و اقارب دوست و آشنا کے ساتھ مجتمع ہو یا نماز با جماعت پڑھو تو میری تنہائی اور پریشانی کو کربلا کی ذرا سوچو اور جب کھانا کھانے لگو تو میری بھوک مت بھولیو اور جب کسی کو کوئی روز نوبت فاقہ کی آدے تو وہ میرے ننھے ننھے بچوں کے فاقے کو یاد کر کے شکم سیر ہو جاوے اور جب پانی پیو تو میری پیاس میری تڑپ میری خشکی زبان و لب میری تشنہ کامی یاد کیجیو ؎

| | |
|---|---|
| چوں آب خوش خورید بحسرت کنید یاد | از سوز سینہ و جگر خون چکانِ من |
| وز جوئے دیدہ چشمۂ خونیں رواں کنید | از بہر آب دادن سرور دانِ من |
| آب فرات کف بسر و سر شک زد | دقتیکہ تشنہ شد لب شکر فشانِ من |
| ناصر میں کہتا ہوں تجھے اک بات کام کی | پانی پیو تو یاد کرو پیاس امام کی |

---

روایت ہے کہ اُس کے بعد آپ نے پوشاک عربی زیب تن کر کے عمامہ نبوی سر پر دھر کے اور سب ہتھیار سے آراستہ ہو کر ڈھال حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیب پشت فرمائی نیزہ ہاتھ میں لیا اور ذوالفقار حیدری مونڈھے سے لٹکائی پھر وہ گھوڑا غضب کا پرکالہ وہ کوڑا قاب کا حالا آگے آیا آپ نے گھوڑے کی لگام تھام کر اہل خیمہ سے متوجہ ہو کر فرمایا ؎

marfat.com

اینک آمد نوبت من الوداع　　الوداع اے عترت من الوداع
زود دلہائے شما خواہد شدن　　سوزناک از فرقت من الوداع

اس وقت خیمۂ اطہر میں ایسا شور قیامت برپا ہوا کہ دلوں پر بجلی تڑپ گئی گلوں پہ تیغ خونخوار چل گئی کلیجا منہ تک آیا جان نکل گئی حضرت شہر بانوئے مغموم اور زینب و کلثوم رو رو کر فرمانے لگیں آہ اے جان عالم اے امام مکرم اس وقت آپ مدت کی آس توڑے جاتے ہیں کیئے ہم کو یہاں میدان میں کس پر چھوڑے جاتے ہیں آہ کیسی کمر ٹوٹ گئی اب کیا تدبیر کریں تقدیر تو پھوٹ گئی واویلا آج آسمان ہم پر ٹوٹتا ہے وامصیبتا عمر بھر کا اب ساتھ چھوٹتا ہے افسوس مرتے دم آپ کچھ ہمیں سہارا دے نہ چلے یہاں پر ساتھ لائے مگر ساتھ لے نہ چلے اب بھائی کہہ کر ہم کس کو پکاریں گے کہاں جا کے سر دے ماریں گے واحسرتا ہم لوگوں میں ایسا کون ہے جو برق ستم کا مارا نہیں کیا کیجئے اس میدان میں کسی کا آسرا نہیں تنکے کا سہارا نہیں آپ نے سب کو صبر و تسلی دے کر فرمایا ؎

آسرا سب سے ہے بہتر آسرا اللہ کا　　اور سہارا سب سے بہتر ہے رسول اللہ کا

پھر فرمایا اب مرنے پر دل سینے پر مسل دھر کے تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں کہ بے کسوں کا وہی وکیل اور کارساز ہے مسبب الاسباب اور محرم راز ہے ؎

کہہ کے یہ خانۂ زین پر ہوئے رونق افزا　　دل کو شوق اجل اور پیش نظر رد ِقضا
واہ رے شوق ترا واہ رے تسلیم و رضا　　لب پہ تھا صل علیٰ اور زباں شکر خدا
رن پکارا کہ عجب صاحب شمشیر آیا　　غل ہوا لشکر روباہ میں وہ شیر آیا

**روایت ہے** کہ جب آپ میدان کارزار میں آئے آسمان و زمین تھرائے اور لشکریان عمر وسعد کا تو یہ ڈول ہوا کہ مارے خوف کے پیٹ دیگ کی طرح کھولنے لگا دل گھبراہٹ سے ہونے لگا شیر دلیر کو دیکھ کر کوفیان روباہ صفت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اس شیر دلیر کی ڈپٹ گھوڑے کی جھپٹ کے سامنے ساری چوکڑی بھول گئے عمر وسعد ملعون آپ کو دیکھ کر آتش سنگ سے جل گیا منہ پر ہوائیاں چھٹنے لگیں رنگ چہرے کا بدل گیا بہر حال جب آپ میدان میں آئے تو یہ غزل زبان پہ لائے ؎

جد من خیر الوری فاضل ترین انبیاست　　آفتاب اوج عزت شمع جمع اصفیاست

marfat.com

منقبتہائے پدر گر بر شمارم دو زیست — دُرّ درج لافتی او بدر برج ہل اتیٰ ست
مادرم خیر النسا فرزند خاص مصطفےٰ — بر کمال او کلام بضعۃٌ منی گواست
وز برادر گر بپرسی ہست شاہ دین حسن — آنکہ سبط مصطفےٰ و نور چشم مرتضیٰ ست
ہست عمم جعفر طیار کاندر باغ خُلد — دائما پرداز او تا آستان کبریا ست
حمزہ سر خیل شہیدان باشدم عم پدر — این چنین اصل و نسب در جملۂ عالم گواست
اے ستمگاران بسختی جملہ خویشاں مرا — قتل کردید این چہ آئین ست این طغیان کراست
دیں ز ماں بہر ہلاک من کمر بر بستہ اید — کشتن من در کدامی مذہب و ملت رواست
تشنہ لب رفتند یاران و من از پے میروم — در قیامت حضرت حق حاکم ما و شماست

---

**روایت** ہے کہ اس کے بعد آپ نے روبرو لشکر عمر وسعد کے کھڑے ہو کر اتمام حجت کے واسطے اور بنظر اس کے کہ شاید اللہ کسی کو ہدایت کرے اور لشکر عمر وسعد سے نکل آوے اور میرے ساتھ ہو کر شہادت پاوے بفصاحت تمام فرمایا کہ اے لوگو تم لوگوں نے ہم کو خط بھیج کر بلوایا اور بلا کر میرے سارے عزیزوں کا لہو میرے روبرو مثل ندی و نالے کے بہایا اب بھی زنار کفر کو توڑ دو تعلی کی نہ لو سرکشی چھوڑ دو راہ راستی پر آؤ میرے خون ناحق سے ہاتھ اٹھاؤ۔ دیکھو ہم ساقی کوثر مالک بحر و بر کے نواسے ہیں مگر تین دن سے قطرۂ آب کے پیاسے ہیں خون جگر پیتے ہیں آہ سرد بھر بھر کسی طرح جیتے ہیں ہم وہی حسین ہیں کہ جبریل امین بحکم رب العالمین بہشت سے میوہ لا لا کر ہم کو کھلاتے تھے ہمارا جھولا فرشتے جھلاتے تھے ہم جب اُداس ہوتے تو نانا ہمیں کاندھے پر چڑھا کر ٹہلاتے تھے باتوں میں اِدھر اُدھر میرا جی بہلاتے تھے اماں جان دھوپ میں کبھی جانے نہ دیتی تھیں گرد ملال چہرے پر آنے نہ دیتی تھیں ہم کبھی روتے تھے تو اپنے کلیجے میں سا ط لیتی تھیں آنکھیں ڈبڈبا آئیں تو میرے آنسو کو اپنی زبان سے چاٹ لیتی تھیں۔ آہ آہ ہم وہی حسین ہیں کہ اعدا ہر طرف سے میرے خون پینے کو بے چین ہیں اے کوفیو دیکھو ہمکو تو نشہ شہادت کا چڑھا آتا ہے شوق وصال میں دریا کی طرح دل امڈا آتا ہے اس دم تلوار کے زور سے شراب شہادت تمہارے ہاتھ سے چھین کر ہم پی جاویں گے اُمنگ جوانی ڈھنگ شمشیر رانی کا دکھا کر ذوالفقار حیدری کو لہو اعدا کا پلا کر گاڑ زمین کو

marfat.com

ہلاکر آخر اپنا گلا کٹائیں گے سو انشاء اللہ تعالیٰ آب کوثر کا تم ایک قطرہ نہ پاؤ گے کھڑے جہنم میں چلے جاؤ گے بہتر آدمیوں کو تم نے مار ڈالا سر تن سے اُتار ڈالا اب بھی اگر خدا سے ڈرتے ہو نانا جان سے کچھ خوف کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو کہ کسی ملک کو چلا جاؤں گا اور پھر اس طرف کبھی نہ آؤں اور اگر تم کو ہمارے مارنے ہی کا ارادہ ہے تو بسم اللہ ہمارا سر تمہارا خنجر ہم بہر حال راضی برضا ہیں شاکر بقضا ہیں ؎

بوچھاڑ جو تیروں کی بھی برساؤ گے ہم پر      مولا کی قسم دیکھیو ہم اُف نہ کریں گے

**روایت ہے** کہ یہ تقریر دلپذیر رقت انگیز درد آمیز امام مظلوم کی کوفیان سنگدل سُن کر سوز آہ سے جل بھن کر موم کی طرح پگھلنے لگے آتش برق غضب الٰہی سے ڈر کر شمع جمال پر آپ کے پروانہ کی طرح جلنے لگے آپ کی بے کسی پر رونے لگے اشک سے دامن بھگونے لگے رو رو کے آپ کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگے آپ کے چھوڑ دینے کی صلاح ٹھہرائی میدان قتل سے گھوڑے کی باگ موڑنے لگے شمر وغیرہ اشقیا نے دیکھا کہ اب کام بگڑنے چاہتا ہے شام میں عین دوپہر کو نشان حسینی گڑنے چاہتا ہے آخر کوفیوں پر خنجر آبدار چمکایا اور اور یزید کے خوف سے ڈرا کر بہت دھمکایا اور متفق ہو کر کہا کہ ای تشنہ کام جب تک آپ یزید کی بیعت پر لب نہ ہلائیں گے واللہ ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے اور نہ ایک قطرہ پلائیں گے امام نے فرمایا ہم تو اتمام حجت کر چکے مرنے پر جی دھر چکے اچھا میدان میں آؤ اُمنگ جوانی کی دکھاؤ۔ عمر وسعد نے دیکھا کہ خدا خیر کرے سارے کوفے والے امام کی بات سُن کر رو رہے ہیں اُن کی تنہائی پر متاسف ہو رہے ہیں آخر اُس نے لشکر کے درمیان سے گھوڑا چمکایا اور کوفیوں کو دھمکایا کہ ہاں امام حسین کو بات کرنے نہ دو اظہار کرامات کرنے نہ دو اب ان کو گھیر کر مار لو راہ حق سے منہ پھیر کر گردن اُتار لو پھر طبل جنگ کا بجنے لگا ہر شقی اپنے اپنے تن پہ صلاح جنگ سجنے لگا شامیان سیاہ رو ساز جنگ درست کرنے لگے کوفیان بدخو قتل نبی زادے پر کمر کو چست کرنے لگے لشکر عمر وسعد بدنہاد کے آگے سقے آب پاشی کر گئے گھڑی گھڑی پانی بھر گئے پھر فوج کی فوج کوفیان بے وفا میدان کارزار میں آکر تھم گئی جب وہاں درست قرینے سے جم گئی آگے آگے ہراول پیچھے سواروں کے پیدل غرض عمر وسعد نے قرینے سے سپاہ

marfat.com

رد سیاہ کو جمایا گھوڑوں کے پیچھے سے پیچھے دم سے دم سُم سے سُم کو ملا دیا پھر وہ شیطان باآواز بلند گرجا للکارا کہ ہاں اے کوفیانِ مریدانِ امام حسین کیا دیکھتے ہو ایک بار متفق ہو کر اس شیر ببر کو للکار و اور حملہ کر کے ہر طرف سے ایک بار تیر مارو ناگاہ کوفیانِ بے دنا نے راہِ حق سے منہ موڑے اور بیک دم آپ کو تاک کر قریب تیرہ ہزار کے سَن سَن تیر چھوڑے مگر بسبب کرامت آپ کے آپ پہ یا آپ کے گھوڑے پر ایک تیر بھی نہ آیا سب تیر ہوا پہ اُڑ گئے سارے آپ کے آگے اِدھر اُدھر رہ گئے آخر اسی طرح وہ تیر شامیوں کا کہ جس سے سیر فلک چپت جاتا تھا وہ آپ کے جسم اطہر کے آگے اکثر اُچٹ جاتا تھا پھر تو جو آگے آیا ایک ہی وار میں مار لیا سر اُس کا مثل خیار تر کے اُتار لیا اسی طرح جتنے نامرد آپ کے سامنے آتے تھے شمشیر آبدار کے گھاٹ پار ہو جاتے تھے ؎

بجلی کی جست شیر کی آمد ہوا کا زور  قدرت کا کھیل قہر کی طاقت بلا کا زور
کہ آب گاہ شعلہ فشانی دکھاتے تھے  پانی میں آگ آگ میں پانی لگاتے تھے
لاکھوں کا خون کر کے کہاں تھی نہیں نہ تھی  ہر جا تھی اور پوچھو کہاں تھی کہیں نہ تھی

اس کے بعد آپ خیمے میں آئے اور حضرت سجاد کو گلے سے لگایا ؎

درائے پردہ نشینان وکو دکے بیمار  نماند ہیچ کسے دیگر از تبار حسین
حسین گریہ کنان در وداعِ فرزندان  قتادہ لشکر بے عدد در انتظار حسین

روایت[ع] ہے کہ اس کے بعد آپ نے پھر میدان کا قصد فرمایا ناگاہ ایک اندھیر اطوفان نظر آیا پھر اُس میں سے ایک شخص مہیب بصورت عزیب و بشکل عجیب گھوڑے پر سوار نکل آیا اور پیادہ ہو کر بڑی تعظیم سے سلام مسنون بجا لایا آپ نے جواب سلام دے کر پوچھا اے نیک بخت تم کون ہو کہاں سے آئے ہو کہ ایسے وقت میں مظلوم ماں بے چارہ اور بے زبان آوارہ کے ساتھ شرط شفقت بجا لاتے ہو اس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ہمارا نام زعفر ہے ہم پریوں کے سردار ہیں غلام رسول پروردگار اور حیدر کرار ہیں میرے پاس لشکر بے شمار ہے حکم ہو تو ابھی

---

ع اس روایت کا کہیں پتہ نہیں نشان نہیں اہل حق کا یہ دین نہیں۔ ایمان نہیں ۱۲۔

marfat.com

کوفیوں کی سپاہ روسیاہ کو تہ و بالا کر دوں ایک ہی وار میں منہ سب کا کالا کر دوں آپ نے فرمایا کہ تم جسم لطیف ہو وہ تم کو نہ دیکھیں گے تم ان کو دیکھ دیکھ کر مارو گے یہ ظلم کی بات ہے، اور یہ تو نوشتۂ تقدیر ہے ٹل نہیں سکتا گردن اور تلوار خدا کے ہاتھ ہے زعفر نے کہا کہ اگر حکم ہو تو ابھی آدمی کی صورت بن جاؤں شمشیر قدرت ہاتھ میں لے کر اشقیا کے سامنے تن جاؤں آپ نے فرمایا اے زعفر خدا تجھے جزائے خیر دے ہم کئی دن کے بھوکے پیاسے ہیں آج نانا جان کے ساتھ ہم کو افطار کرنا ہے تشنہ لب شربت شہادت پی کر ضرور مرنا ہے سو تم للہ پھر جاؤ لڑنے کا خیال دل میں نہ لاؤ زعفر مجبور ہو کر پھر گیا اور وہ غبار نظروں سے غائب ہو گیا۔

روایت ہے کہ اس کے بعد آپ خیمے سے پھر میدان میں گھوڑا دوڑا لائے لشکریانِ عمر وسعد گھبرائے آسمان و زمین دونوں تھرائے ؎

برپا تھا داں یہ شور کہ گونجا دہر سے شیر  
اے سرکشان شام لڑائی میں کیا ہے دیر

فرما کے یہ امام نے گھوڑا کھڑا کیا  
اک جا سمٹ کے ہو گئے دو لاکھ اشقیا

تیغیں کھنچیں بلند ہوئے گرز آہنیں  
گھوڑوں کی جست و خیز سے ہلنے لگی زمیں

ماہی کو زلزلے سے نہ اک دم فراغ تھا  
باجوں کے غل سے شیر فلک بد دماغ تھا

جولاں کیا تو پھر نہ کسی جا فرس تھما  
پھر آ گیا کہیں کہیں چمکا کہیں جما

میداں سے دل میں فوج ستمگر کی جا پڑا  
مانند شیر قلب میں لشکر کے جا پڑا

پہلے تمیم روسیاہ شام کا سردار مقابلے کو آگے آیا آپ نے ایک ہی وار میں اس لئیم کو نار جہنم میں پہنچایا پھر تو ایسی جم کر لڑائی ہوئی ایسی تیر آزمائی ہوئی کہ شیرانِ صف شکن تھرا گئے زمین کے پاؤں اکھڑ گئے عرش سے فرش تک جنبش ہوئی آسمان کے چند کنگورے جھڑ گئے جس پہ تیغ دو دم اٹھائی موت سر پر آ گئی چہرۂ اشقیا پہ مردنی چھا گئی واہ رے شمشیر برق غضب قہر رب جس کے سر پہ پڑی ایک ہی وار میں گھوڑے اور سوار دونوں کو کاٹا پھر بجلی کی طرح ساتوں طبق زمین کے پار ہو گا وہ زمین کا لہو چاٹا وہی سر اشقیا کا جو خود میں تھا نظر پھری تو ابھی گود میں تھا جس پر لپک کر ایک وار کیا بلا مبالغہ ایک کو دو دو کو چار کیا ؎

marfat.com

ہر جا لپک لپک کے جو وہ شعلہ رو گئی ۔۔۔ میدان میں مثل برق چمک چار سو گئی
تصویر مرگ پھرتی تھی دشمن کے سامنے ۔۔۔ غل تھا ارے نہ جائیو ناگن کے سامنے
اُڑتے تھے اُس کے دم سے شرارے اِدھر اُدھر ۔۔۔ گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کر تارے اِدھر اُدھر
ہر ضرب میں تنوں سے زمین پاٹتے ہوئے ۔۔۔ میدان میں پھرتے جاتے تھے سر کاٹتے ہوئے

دلاورانِ شام جب آپ کی پھرتی پر نگاہ کرتے تھے واہ واہ کرتے تھے پھر تو لشکر عمر وسعد میں آپ کا رعب چھا گیا ہر شقی دلاور تھرّا گیا سپاہ روسیاہ کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں بغلیں جھانکنے لگے اِدھر اُدھر بھاگنے کے لئے باگیں مڑنے لگیں بڑے بڑے دلاور حسرت کے ناخن سے منہ نوچنے لگے بھاگنے کی راہ سوچنے لگے پہلوانانِ شام کے ہول سے چہرے زرد ہو گئے مارے خوف کے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے باہم کہنے لگے ارے بھاگ چلو آبرو گئی تو گئی جی تو رہے گا لہو کا نالہ بدن سے تو نہ بہے گا ناگاہ عمر وسعد بد نہاد نے دیکھا کہ آہ آہ اب تو فوج ڈانواڈول ہوئی لشکریوں کے دل میں ہول ہو گئی پس میدان میں آکر للکارا اور بآواز بلند سپاہ پر نعرہ مارا کہ دلاورانِ میدان جنگ مقام ننگ نام ہے شیران دلاور کا یہی کام ہے لڑنے بھڑنے کا جوانوں یہی سِن ہے ایک دن تو مرنا ہی ہے دنیا میں زندگی چار دن ہے ناگاہ یزید البطحی نے لشکر کو للکارا کہ ہاں اے کوفیان بزدل کیا دل کو اُچاٹ کرتے ہو دیکھو تو ہم اکیلے کیا کام کرتے ہیں میدان جنگ میں اپنا کیا نام کرتے ہیں اور اس البطحی شقی کی دلاوری ملک شام اور عراق اور مصر اور روم میں مشہور تھی نزدیک ہی نہیں دور دور تھی غرض وہ البطحی زبردست ڈیل ڈول میں مثل فیل مست خنجر آبدار ہاتھ میں لیے میدان میں آتے ہی پکار اٹھی آواز سے آپ پر گرجا للکار الشکریاں عمر وسعد البطحی کو امام کے ساتھ لڑتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے آپ نے فرمایا اے شیطان کیا مجھے تو جانتا نہیں گستاخانہ چلا آتا ہے کیا مجھے پہچانتا نہیں اُس نے آپ کی بات کا جواب نہ دیا اور آتے ہی آپ پر وار کیا آپ نے لپک کر اس کی کمر میں اس زور سے تلوار لگائی کہ وہ ملعون ککڑی کی طرح کٹ گیا دو پارہ ہو کر گھوڑے سے اُلٹ گیا غرض پھر اسی طرح جو آپ کے سامنے جاتا زندہ پھر کر نہ آتا پھر تو سواروں میں ہل چل پڑی پیادوں میں کھل بل پڑی کسی کو مارے ہول کے دست پہ دست آنے لگے بڑے بڑے پہلوانان تیر انداز چلے باز لڑے نہ بھڑے مگر فقط

marfat.com

ذوالفقار حیدری کی چمک سے غش کھانے لگے ہر طرح سے آنکھ چرانے لگے ۵

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام　　علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

روایت ہے کہ اس وقت آپ کو نہایت پیاس غالب ہوئی طبیعت عالی قطرۂ آب کی طالب ہوئی پس آپ نے لب فرات کا قصد فرمایا اسپ صبا رفتار کو چمکایا عمر و سعد نے کہا ہاں ہاں سوار و دیکھو ایسا نہ ہو کہ امام تشنہ کام فرات کے کنارے جائیں اور پانی پی آئیں اس واسطے کہ اگر ایک گھونٹ بھی پانی پی کر جدہر باگ موڑیں گے تو واللہ کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے اکیلے تن تنہا تم سب کو مار لیں گے ایک ایک کی چن چن کر گردن سر سے اُتار لیں گے پھر تو فوج اعدا بادل سی امڈی اور امام تشنہ کام علیہ السلام اور آب فرات کے درمیان حائل ہو گئی ہر جانب سے مینہ تیغ اور تیر کا برسا کر قتل سبط پیغمبر پر مائل ہو گئی ناگاہ لفظ ہاں آپ کے دہن سے نکل گیا پھر تو اسپ برق رفتار کا دے کی راہ کاٹ کر تینوں صفوں کو اعدا کی پھاڑتا ہوا تیر کی طرح سن سے نکل گیا بجلی کی طرح جدہر چمکا سیاہ روسیاہ بادل کی طرح پھٹ گئی صاعقہ کی مثال جس پر کڑکا دل بھڑکا کلیجا دھڑکا لشکری اِدہر اُدہر ہٹ گئے پھر تو گھوڑے کو بحر فرات میں ڈالا حوصلہ دل کا نکالا پھر آب فرات سے ایک چلو پانی لے کر چاہا کہ پی کر جان تازہ کریں میدان جو گ... یں جا کر قوت سے اندازہ کریں ناگاہ پیاس ننھے ننھے بچوں حضرت قاسم علی اکبر علی اصغر رضی اللہ عنہم کی یاد پڑ گئی دل سرد ہو گیا کلیجے میں سیخ گرم گڑ گئی پس سب پانی کو ہاتھ سے پھینک دیا اور ایک قطرہ بھی نہ پیا اور کس طرح پیتے منظورِ الٰہی تو یوں تھا کہ تین دن کے بھوکے پیاسے راہ حق میں جی جان نثار کریں اور اس روز سے کو شب کے وقت اپنے جدامجد کے ساتھ میوے اور شراب بہشتی سے افطار کریں اور اشقیا فرات کے گھاٹ پر آپ کی گھات میں بادل کی طرح جمے تھے قریب نہ آتے تھے ایک تیر کے پرے پر تھے تھے پھر آپ نے گھوڑے کو کہا ہاں بہادر ناگاہ وہ بلق برق سبز بجلی کی طرح چمکا بدلی کی مثال فوج اعدا کو پھاڑتا سیکڑوں کو ٹاپوں سے کچلتا ہوا میدان رن سے نکل آیا ابھی فرات کے کنارے تھا پلک ماری تو خیمۂ عالی کے پاس سَن سے نکل آیا لب فرات سے خیمے تک آتے آتے چار سو کفار کے سر کاٹ دیے دشت کربلا لاشوں سے پاٹ دئے خدا معلوم کتنے شقی ٹاپوں سے کچل گئے اِدہر اُدہر کی جھپٹ

marfat.com

میں کمنڈل گئے۔ غرض آپ اسی طرح صحیح و سالم ہو کے پیاسے خیمے میں آئے اور حضرت زینب اور کلثوم شہر بانو مغموم کو تسلی دے کر سکینہ اور عابد بیمار کو گلے سے لگایا اور حضرت عابد کے منہ پر بوسے دے کر فرمایا ؂

بیا عابد و دامم کن بآبلہ آتشم بنشاں ۔۔۔ کہ تیغ از استخواں بگذشت و آب از فرق و کار از جاں
کنارم گیر کہ نوبت شود جاں حزیں ختم ۔۔۔ سخن گو تا زگفتارت دلِ غمگیں شود شاداں

**شہادت حضرت شبیر محشر کا نمونہ ہے ؛**
**کہ جس کے ذکر سے ناصر کلیجہ منہ کو آتا ہے**

اس کے بعد آپ اہل خیمہ سے وداع ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ آخری دیدار ہے۔ اب پھر ملاقات بہشت میں ہو گی ؂

اے اہلِ خیمہ میں بھی مرقع ہیں دہر کے ۔۔۔ تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں
غم ہوں الم ہوں یاس ہوں سوز و گداز ہوں ۔۔۔ بچھڑا ہوں کارواں سے مسافر جریدہ ہوں

جس وقت شہزادہ جان عالم نے گھوڑے کی باگ اٹھائی آسمان کانپا زمین ہل گئی و زمین تھرائی۔ غرض یکہ تاز میدانِ کربلا شیر بلا بیشہ شیر خدا جناب سید الشہدا ارنشہ جام ہادت سے مخمور دل نازنیں سنگ عشق خدا سے چکنا چور، تنہا مثل شیر ببر کے معرکہ ل میں تشریف لائے اور فرمایا ہاں اے کوفیو تلواروں پر بار ڈو اب ہم گلا کٹانے آئے ، شکر ہے اے کوفیو اللہ کی درگاہ میں ۔۔۔ ہم گلا اپنا کٹاتے ہیں خدا کی راہ میں

یہ کلام سن کر پلٹنیوں کے رُخ زرد ہونے لگے سوار شطرنج عرق ہوئے۔ پیادوں ے ہاتھ پاؤں سرد ہونے لگے۔ پھر فوج رو سیاہ ہر طرف سے بادل کی طرح اُس ماہ مدینہ اُمڈی۔ اُس وقت ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمکی۔ اشقیا پر لوہے کی بوچھاڑ پڑی۔ لرف سے خدائی مار پڑی پھٹکار پڑی۔ براق برق سیر کے ہنہنانے نے رعد کا کام کیا۔ ٹاپوں ے ہزاروں شقی کو روند ڈالا خوب نام کیا۔ غرض اسی طرح صف اعدا پر حملہ فرمایا اور جو مقابل ،قعر جہنم کو پہنچایا جس پر وار کیا ایک ہی ہاتھ میں فی النار کیا اور جدھر نگاہ کی صف کی صف

marfat.com

اُلٹی۔ پل بھر میں بہتیرے اشقیا کٹ گئے۔ کشتوں سے میدان اور جنگل پٹ گئے۔ پھر تو اتنے کٹے کہ لہولہان خنجر آب دار کا گھاٹ ہوگیا۔ باتنے مہے کہ دل کوفیوں کا زندگی سے اُچاٹ گیا۔ تیغ مصری مصریوں کے غول کے غول کو میٹھے نوالے کی طرح چٹ کر گئی۔ سمرقندیوں کے دانت کھٹے ہوئے، شامیوں کے چھکے چھوٹ گئے، عراقیوں کو عرق آنے لگے، کوفیوں کے دل ٹوٹ گئے۔ بات کی بات میں خون کے ندی نالے بہہ گئے۔ لاشوں کے انبار تماشے کے لئے رہ گئے۔ کھوپڑیاں کوفیوں کی، بلبلے کی طرح بہی جاتی تھیں۔ موجِ خون میں تلاطم ہوائے غضب سے ٹھوکریں کھا کھا کے ڈبکیاں لگاتی تھیں۔

**روایت ہے** کہ جب آپ کی برقِ شمشیر کی ڈپٹ اسپ صبا سیر کی جھپٹ سے کوفیانِ بے وفا کی ہڈیاں پسلیاں سُرمے کی طرح پس گئیں، ڈھالوں میں کھال نہ رہی، تلواروں نے دانت نکال دیئے، گھوڑوں کی ٹاپیں دوڑتے دوڑتے گھس گئیں۔ تب شامیانِ بے دل مارے خوف کے کتے کی طرح دو دو ہاتھ زبان نکال کر ہانپنے لگے۔ اس شیر دلیر کے ڈر سے تھر تھر کانپنے لگے۔ اُس وقت شمرِ ملعون ایک حیلہ سوچ کر خیمے کی طرف مائل ہوگیا۔ چند آدمیوں کو لے کر امام تشنہ کام اور خیمے کے درمیان حائل ہوگیا۔ چاہا کہ دستِ تعرض اہل بیتِ نبوت پر دراز کرے، اہل خیمہ اور عابدِ بیمار پر بھی شمشیر رانی آغاز کرے۔ آپ نے للکارا کہ ہاں اے شیطان خیمے کی طرف کہاں جاتا ہے، خدا و رسول سے شرماتا نہیں ہے، ہم تو لڑتے ہیں عورتوں کا کیا گناہ ہے۔ آج سر ہمارا انجاتِ اُمتِ عاصی کے لئے فی سبیل اللہ ہے لے اِدھر آ سر ہمارا کاٹ لے۔ ہمارے لہو کا پیاسا ہے تو اگر چاٹ لے۔ پس شمرِ ملعون نے کہا کہ اچھا اب خیمے کی طرف نہ جاؤ۔ امام تشنہ کام کے گلے پر خنجر آب دار شمشیر خون خوار چلاؤ۔ یکایک اشقیا نے ہر طرف سے حضرت کا محاصرہ کیا۔ تلواروں کی باڑھ پر آپ کو دھر لیا اُس وقت ایک پہلوان نامی مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا آپ کے مقابلے کو آیا۔ آپ نے اسپ صاعقہ سم کڑکا کے تیغ برق تڑپا کے اُس پر ہاتھ لگایا۔ ایک نیزہ پیٹھ میں اُس مردود کے مارا اور ہکا دے کر پشت زین سے اُٹھا لیا، نیزہ سینے سے پار ہو گیا، فوراً وہ شقی فی النار ہوگیا۔ پھر ایک اور شیطان آپ پر جھپٹا۔

للکارا اور ایک گرز زور سے پھینک کر آپ کو مارا۔ شاہزادے نے اس کے گرز کی زد بچا کے گھوڑے کو چمکا کے ایسا خنجر مارا کہ مولی کی طرح سر اُس ناپاک کا کٹ کے تن سے پچاس قدم دور ہو گیا۔ پھر گھوڑے کی جھپٹ میں سارا دھڑ اُس کا چکنا چور ہو گیا۔ اس طرح وہ چستی اور چالاکی سے لڑتے تھے کہ شاہان بزدل تلوار کی چمک سے گر پڑتے تھے۔ جدھر وہ گھوڑا برق غضب قدم دھرتا تھا زمین ہل جاتی تھی اور جس پر وہ تلوار صاعقہ کردار پڑتی زرہ بکتر خود چار آئینہ سوار کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کا لہو چاٹتی ہوئی گاؤ زمین کے شکم میں جا کر مل جاتی تھی۔ اس وقت شیر فلک باختہ ہوش ہو گیا۔ جالورانِ دریائی مارے ہول کے فرات کے کنارے چلے آتے تھے جب گھوڑا پھر آتا تھا عمر و سعد ملعون مارے خوف کے تھرتھراتا تھا مست ہاتھی کی طرح جب جھومتا تھا شیر فلک گردن جھکا کر اُس کا قدم چومتا تھا۔ اس شان و شوکت سے رن میں ٹہلتا تھا کہ زمین ہلتی تھی۔ آسمان دہلتا تھا آخر لڑتے لڑتے آپ کو پیاس کا غلبہ ہوا زبان میں کانٹے پڑ گئے۔ کاٹتے کاٹتے ذوالفقار آب دار کے جوہر بھر گئے۔ پھر آپ نے گھوڑا چمکایا اور بحر فرات میں لے آئے۔ ایک چلو پانی اُٹھایا۔ اُس وقت اہل بیت اطہار و عابد بیمار کی پیاس یاد آ گئی۔ پانی پھینک دیا۔ طبیعت بگڑ گئی۔ پس میدان میں آئے اور پھر اُسی بہادری کے جوہر دکھائے۔ عمر و سعد شقی نے کہا کہ ہاں پہلوانو! اب کیا دیر ہے ایک بھوکا پیاسا تم سب کو چکر دے رہا ہے کیا اندھیر ہے مانا کہ جوان شیر ہے، دلیر ہے۔ مگر بھوکا پیاسا زخموں سے چور لاکھوں کھ ہا ہرن کی چوکڑی گم کئے ہے۔ یہ کیا زمانے کا پھیر ہے۔ پھر تو چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ آنے لگی، ہر جانب سے تلواروں کی مار آنے لگی۔ آہ آہ ہر طرف سے باران تیغ بے دریغ برستا تھا۔ اور ساقی کوثر کا نواسا قطرہ آب کو ترستا تھا۔ پھر تو مارے زخموں کے سارا جسم پرزے پرزے اور چور چور ہو گیا۔ حتیٰ کہ نبی و علی کا نونہال پشت زین پر بیٹھنے سے مجبور ہو گیا۔ ہائے ہائے وہ نور کا پتلا قالب وحدت کا ڈھلا ہوا۔ آہ آہ وہ بوٹا سا قد آغوش ناز کا پلا ہوا، افسوس افسوس اس نازنین بدن پر جو بہشت کی گلاب کی پتی سے بھی نازک تر تھا، بہتر زخم کاری لگے۔ ہر زخم سے

marfat.com

خون کا فوارہ چلتا تھا۔ فرشتان ارض و سما یہ حال دیکھ کر روتے تھے، آسمان و ہلتا تھا۔

جب تڑپنے لگا وہ سرو ساقامت رن میں ۔۔۔ صاف ظاہر ہوئے آثار قیامت رن میں
چرخ ہلتا تھا زمیں خوف سے تھراتی تھی ۔۔۔ نعرۂ آہ حسینا کی صدا آتی تھی

روایت ہے کہ اس کے بعد کسی شقی کا تیر پیشانی انور پر ایسا لگا کہ تمام چہرہ لہو سے تربتر ہو گیا۔ آپ نے وہ تیر اپنی پیشانی سے کھینچ کر پھینک دیا۔ خون کا فوارہ چلنے لگا۔ آپ اُس وقت بار بار منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور ہاتھ میں خون لے کر منہ اور سر پر ملتے تھے کہ آج نانا جان کے حضور میں اسی طرح لہولہان جاؤں گا۔ علی مرتضیٰ شیر خدا کو اسی طرح رخسارۂ خون آلودہ اپنا دکھاؤں گا۔ اباجان کو اپنا رنگین پیرہن اور خونیں کفن دکھا کر رلاؤں گا کہ آپ کے بعد آپ کے اُمتیوں نے میرا یہ حال کیا، سارے جسم کو پرزے پرزے اور دشت کربلا کو میرے لہو سے لال کیا۔

دریائے فتنہ موج زد و دشمناں چو سیل ۔۔۔ خود را براں امام وفادار ریختند
ہر ہائے بلبان سخن گو کے سوختند ۔۔۔ خوں نامہ طوطیان شکر خوار ریختند
ہر میوہ کہ بود ز بستان مرتضیٰ ۔۔۔ ہمچوں شگوفہ بر سر ہر خار ریختند
آں سرو بوستان امامت ز پا فتاد ۔۔۔ حوراں سرشک بر گل رخسار ریختند
مرغان کربلا ز پے ماتم حسین ۔۔۔ خون بر لب فرات ز منقار ریختند

روایت ہے راحۃ القلوب میں لکھا ہے کہ دسویں محرم عاشورے کے دن جس دن حضرت امام حسین شہادت پانے والے تھے اُس روز دوپہر سے قبل ایک بزرگ نے خاتون جنت جناب حضرت اقدس اطہر مطہر بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ بہت سی عورتوں کے ساتھ میدان کربلا میں تشریف لائی ہیں اور دامن مبارک کو کمر شریف میں باندھے ہوئے اُس مقام کو کہ جس جگہ پر جناب حضرت امام حسین شہادت پاویں گے اپنی آستین مبارک سے بُہار رہی ہیں اور رو رو کر آب دیدہ سے اس زمین پر چھڑکاؤ مار رہی ہیں۔ اس بزرگ نے پوچھا کہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اے خاتون قیامت اے ملکہ روز محشر یہ کون مقام ہے، آپ اسے

marfat.com

کیوں بہار رہی ہیں؟ فرمایا کہ آج میرا نورِ عین حسین یتیم مادر اسی جگہ سووے گا۔

رُخے کہ بوسہ گہِ شاہِ انبیا باشد — بخاک و خون شدہ پنہاں کجا روا باشد
کسے کہ چشمۂ کوثر عطائے جد وسیت — بدشت کرب و بلا تشنہ لب چرا باشد
روا بود کہ جگر گوشۂ رسولِ خدا — فتادہ غرق بخون سرز تن جدا باشد

**روایت ہے** کہ جب آپ نے زخم پر زخم کھائے، تب گھوڑے سے بنظر اُس کے کہ خاص سواری کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ایسا نہ ہو کہ اشقیا اس پر بھی تیر چلا دیں پُشتِ زین سے اُتر آئے ناگاہ تیر ایک لعین کا حضرت کے تالو سے پار ہوگیا آپ زمین پر گرے پھر اُس وقت آپ نے بسبب غلبۂ پیاس کے لب تک ہاتھ اُٹھاتے ایک کوزے پانی کا اشارہ کیا کسی نے وقت اخیر سمجھ کر لا دیا۔ ہنوز ایک قطرہ پانی لبِ خشک تک نہ پہنچا تھا کہ ایک جہنمی نے آپ کے چہرۂ نورانی پر ایسی تلوار ماری کہ پیالہ پانی کا ہاتھ سے گر گیا۔

زیں بعد خامہ را ہوس گفتگو نماند — دل چاک چاک گشت کہ جائے رفو نماند
لب تشنہ رفت ساقی کوثر ازیں جہاں — اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

**روایت ہے** کہ اُس کے بعد آپ قبلہ رو ہو بیٹھے اور حق تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز ہونے لگا بخشائش اُمتِ عاصی کا قصہ آغاز ہونے لگا نہ تو اپنے زخموں کا خیال اور نہ سر کٹنے کا ملال اور نہ گھر لٹنے کی فکر اور نہ قاتل و مقتول کا ذکر، رو رو کر فرماتے کہ خداوندا حسین اپنے یار و دیار سے دور ہوا اور سارا بدن زخموں سے چور ہوا، سارے خویش و اقارب کٹ گئے، لاشوں سے جنگل اور میدان پٹ گئے، دیکھ ہر ہر زخم سے فوارۂ خون جاری ہے اور اب میرے سر اُتارنے کی تیاری ہے، سو خداوندا حسین فقط اُمتِ عاصی کی بخشش کے لئے یہ سب صدمے سہہ گیا۔ یہ سب کچھ ہوا پر ایک بار بھی آہ نہ کی، اُمت کا خیال کر کے کلیجے کو تھام کے رہ گیا۔ سو خداوندا تجھے قسم ہے رُخِ پُر خون گلگون اور پیرہن خونین اور کفن رنگین کی کہ میرے نانا جان کی اُمت کے گناہوں کو معاف کر دے، نامۂ اعمال کو اُن کے حرفِ خطا و جرم سے صاف کر دے۔ خداوندا

marfat.com

سارے اُمتیوں پر کرم کیجیو، تشنگیٔ محشر اور آتش دوزخ سے اُن کو نجات دیجیو۔ پھر اسی طرح دیر تک کیفیت جاری رہی، زخموں سے سیلاب خون جاری، دل میں شکر حق زباں پر برابر بخشش اُمت کی طلب گاری رہی۔ پھر تو رونگٹے رونگٹے سے دیدۂ شوق بن کر مشاہدۂ جمالِ مطلق میں آپ سہو محو ہو گئے۔ نہ تو زخموں کی خبر رہی نہ قاتل کا خیال نہ عزیزوں کے کٹنے کی پرواہ اور نہ فکر سر رہی ہے

اے تشنہ کربلا شہیدِ اکبر سیراب گلوئے تو زآب خنجر
آہ آب نیافتی زدستِ اُمت اُمت زتو آب خواہ روزِ محشر

روایت ہے کہ جب آپ عرشِ زین سے فرشِ زمین پر تشریف لائے آہ کے نعرے عرش سے آئے اور آسمان و زمین دونوں تھرائے پھر دس سوار عمر و سعد بدنہاد کے پیادہ ہو کر بارادۂ قتل آپ کے پاس ننگی تلوار کھینچے ہوئے آئے اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ پہلے ہم ہی امام تشنہ کام کا سر کاٹ کر عمر و سعد بدنہاد کے پاس لے جائیں تاکہ انعام اور خلعت پائیں۔ جو آگے آتا تھا مارے شرم کے تلوار نہیں چلا سکتا تھا پیچھے کو ہٹ جاتا تھا۔ اِس وقت ایک شخص اور ننگی تلوار لئے آیا۔ آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ تو ہٹ جا، واللہ تو مجھے مار نہیں سکتا۔ سر تن نازک سے اُتار نہیں سکتا۔ میرا مارنے والا سفید داغ والا ہوگا۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ تو بے فائدہ عذاب دوزخ میں گرفتار ہوگا۔ وہ شخص رونے لگا اور کہا یا ابن رسول اللہ آپ اس حال کو پہنچ گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم لوگوں کا غم کھاتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ہم ٹیکی کی دوزخ میں جلتے ـ خنجرِ غضبِ الٰہی کسی کے سر پر چلے۔ پھر اس شخص نے وہی تلوار جو واسطے قتل امام تشنہ کام کے کھینچی تھی، ہاتھ میں اسی طرح لئے عمر و سعد کے پاس دوڑا ہو گیا۔ عمر و سعد نے کہا کیوں آیا ہے کیا امام حسین کو مارا ہے اُس نے کہا نہیں اے ملعون میں تیرے قتل کے لئے آیا ہوں۔ پس عمر و سعد پر اس نے تلوار چلائی۔ نوکران عمر و سعد دوڑے اور اس پر ہر جانب سے تیر چلانے لگے۔ اُس نے آواز بلند پکارا یا حضرت امام حسین مجھے لوگ آپ کی کوئے محبت میں مارتے ہیں، میری گردن اُتارتے ہیں۔ آپ گواہ رہیں قیامت

marfat.com

کے دن مجھے بھولنا نہیں۔ اللہ کرم فرمانا اپنے شہیدانِ لشکر کے ساتھ بہشت میں لے جانا۔ آپ نے اُسی جگہ سے آواز دی کہ شاباش ہاں ہاں ایسا ہی کروں گا۔

چوں برسرِ کوئے مہرمن کشتہ شوی — از عہدۂ خون بہا بروں آیم من

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ پھر اُس کے بعد جو شخص آپ کے قتل کو آتا آپ آنکھ کھول کر اُس کو دیکھتے وہ مارے شرم کے پھر جاتا اور جس وقت آپ پُشتِ زین سے فرشِ زمین پر جھکے تو دوپہر ڈھل چکی تھی اور اول وقت ظہر کا تھا اور جمعے کا دن۔ گویا تکبیرِ افتتاح گھوڑے کی پُشت پر واقع ہوئی اور گھوڑے سے خم ہونا رکوع کی صورت تھی اور پشتِ زین سے مائل بزمین ہونا بعینہٖ سجدے کی حالت تھی۔ اس صورت پر بہیئتِ مجموعی ظہر کی نماز ادا ہو گئی۔ پھر آہ دشمنان علیہ اللعین نے آپ کی پُشتِ ناز میں پر زور سے نیزہ چلایا۔ آپ زمین پر گر پڑے اور نیزہ سینۂ بے کینہ سے پار ہو کر نکل آیا۔ پھر شمر ملعون پیش دستی کر کے اُچھل کر سینے پر اُس شاہ کے جو بحرِ عرفان کا سفینہ اور اسرارِ الٰہی کا گنجینہ تھا، چڑھ بیٹھا۔ آپ نے آنکھ کھول دی اور فرمایا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں شمر ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنے منہ سے اپنا ڈھاٹا تو کھول دے اُس نے ڈھاٹا کھول دیا۔ آپ نے دیکھا کہ دانت اس ملعون کے سور کے دانت کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ آپ نے دل میں فرمایا کہ یہ ایک علامت میرے قاتل کی راست ہے یہی شور میرا قاتل بے کم و کاست ہے۔ پھر فرمایا ذرا سینہ تو اپنا کھول۔ اُس نے سینۂ پُرکینہ اپنا کھولا تو آپ نے دیکھا کہ اُس کے سینے پر برص کے سفید داغ ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے قاتل کی یہ نشانی دوسری ہے۔ نانا جان نے آج کی رات خواب میں مجھ سے فرمایا تھا کہ کل تم میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھو گے اور تمہارے قاتل کی یہی دو نشانیاں ہیں، یہ دو نشانیاں تجھ میں موجود ہیں۔

**روایت ہے** کہ اُس کے بعد آپ نے پوچھا کہ اے شمر تو جانتا ہے آج کون سا

marfat.com

دن ہے اکون سی تاریخ ہے ؟ کہا دسویں تاریخ محرم کی ۶۱ھ جمعے کا روز عاشورے کا دن، پھر فرمایا دوپہر ڈھلی ؟ عرض کی جی ہاں ٹھیک دوپہر ڈھل گئی۔ پھر فرمایا یہ کون سا وقت ہے کہا خطبہ پڑھنے اور نمازِ جمعہ ادا کرنے کا۔ پھر فرمایا اس وقت خطیبانِ اُمتِ جدِ امجد ہمارے منبروں پر خطبہ پڑھتے ہوں گے اور نعت میرے نانا جان کی کرتے ہوں گے اور تو میرے ساتھ یہ معاملہ کر رہا ہے میرے مارنے کو مر رہا ہے۔ افسوس ہے اے شمر یہ وہ سینہ ہے جس پر میرے نانا جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا روئے مبارک ملتے تھے اور تو اس وقت اس پر بیٹھا ہے اور جس حلق تشنہ پر ہمارے نانا جان بوسے دیتے تھے اُس پر تو تلوار چلاتا ہے۔ ذرا دوزخ کی آنچ کو خیال میں نہیں لاتا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت حضرت زکریا پیغمبر میرے داہنی طرف اور حضرت یحیٰ میرے بائیں جانب کھڑے ہیں اور کفِ افسوس مل رہے ہیں۔ اے شمر ذرا میرے سینے سے اُٹھ جا کہ میں قبلہ رو بیٹھ کر نماز پڑھوں، اپنے خون سے وضو کر کے پیراہن کو اپنے لہو سے رنگین کفن بنا کے نماز میں سر کٹانا باباجان شیرِ خدا کی وراثت مجھے ملی ہے۔ جب میں سجدے میں جاؤں تو میرا سر کاٹ لیجیو اور جو تو میرے لہو کا پیاسا ہے تو سر کاٹ کے لہو چاٹ لیجیو۔ شمر ملعون سینۂ عالی سے اُتر پڑا اور آپ روبقبلہ ہو کر خون سے ہاتھ منہ دھو کر نماز میں مشغول ہوئے۔

سوزِ دل مبارک لب تشنگاں مپرس — زاں ریگہا کہ فرشِ بیابانِ کربلاست
وز خون ناب دیدۂ لب تشنۂ حسین — لعلیست آبدار کہ در کانِ کربلاست
آں جاں سپردہ تشنہ و با آرزوئے شوق — زاں کشتۂ محبت سلطانِ کربلاست

**روایت ہے** کہ جب آپ سجدہ میں گئے تو شمر لعین صبر نہ کر سکا۔ آپ کو نماز تمام کرنے نہ دی۔ ناگاہ اس ملعون نے چہرۂ مبارک پر تلوار ماری۔ روحِ مقدس لا الٰہ الا اللہ کہتی ہوئی گلشنِ فردوس کو سدھاری۔ دسویں تاریخ محرم ۶۱ھ ہجری میں جمعے کے دن بروز عاشورا ٹھیک دوپہر ڈھلے، چھپن برس پانچ مہینے پانچ دن کے سن میں آپ نے شہادت پائی۔ اگرچہ قتل میں آپ کے بہت ملعون شریک تھے پر روحِ عالی نے شمر

کی تلوار اور سنان کے نیزے سے پرواز فرمائی۔ اس وقت عرش سے فرش تک شور و بُکا ہوگیا کہ ہائے ہائے آج چراغِ خاندانِ مصطفیٰ گُل ہوگیا۔

إنا لله و انا الیہ راجعون

ضرب اوّل میں شہ دیں نے کہا بسم اللہ — دوسری بار پکارے مدد اے بارِ الٰہ
تیسری ضرب میں آئی یہ صدائے جانکاہ — بخش دے حشر میں یارب مری اُمت کے گناہ
پھر نہ کچھ حضرت شبیر کی آواز آئی — جب گلا کٹ گیا تکبیر کی آواز آئی

روایت ہے کہ اُس کے بعد خولی بن یزید گھوڑے سے اُتر کر سرِ سرور کاٹنے کو دوڑا جب آپ کے پاس آیا مارے خوف کے ملعون کتے کی طرح ہانپنے لگا اور ہاتھ اُس کا رُعب سے کانپنے لگا۔ تب شبل اُس کا بھائی آیا اور سلطانِ عالم کے سینہ مہر گنجینہ پر جو بوسہ گاہ نبوی تھا، چڑھ کے سرِ سرور تنِ نازنین سے جدا کیا اور اپنے بھائی خولی شیطان کو دیا ؎

چو کربلاست امروز چہ پُر بلاست امروز — فرقِ حسین مظلوم از تن جداست امروز
فرزند شاہِ مرداں اُفتادہ در بیاباں — غلطاں بخاک میداں این رواست امروز
روز غراست امروز جان در بلاست امروز — غوغائے روزِ محشر در کربلاست امروز

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسینؑ پر بھی مدام

اس وقت عرش سے فرش تک ماتم پڑ گیا وحش و طیور جن و ملک کے دلوں میں خارِ غم گڑ گیا۔ زمین کانپی آسمان دہل گیا، سلطانِ عالم جنت کو سدھارے، دونوں جہاں کا دم نکل گیا۔ آفتابِ جہاں تاب برقِ غم سے جل گیا، ماہتابِ جہاں آرا پر خنجرِ ستم چل گیا۔ زہرہ کا زہرہ سوزِ غم سے نونہالانِ فاطمہ زہرا کے آب ہو ا تارے غم کے مارے ٹوٹ پڑے، حاملانِ عرش روتے روتے بچھڑ گئے، وحوش و طیور کا جی اپنے اپنے بچوں سے ہٹ گیا۔ شجر و حجر بحر و بر کا جگر درد سے پھٹ گیا۔ شفق خونِ جگر پی کر رنگین کفن پہن کر آسمان پر پھولی۔ طبیعت شیر خوار لڑکوں کی ماں باپ کو بھولی مرغانِ ہوا آہ سرد بھر بھر سیخِ غم پر کباب ہوتے تھے۔ پپیہے پی پی کہہ کے اپنی جان

کھوتے تھے، صحرا جنگل سنسان، جدھر دیکھو اُدھر سناٹے کا عالم، مکان ندی نالے دریا سوزِ غم سے کھولنے لگے۔ جانورانِ آبی کے دل ہولنے لگے، مچھلیاں گرمی کے مارے لب کھولے پانی میں بہتی تھیں، سوزِ غم سے جل کر پانی سے نکل کر ریت میں پڑی سر دھنتی تھیں، پہاڑ پتھروں پر سر پٹکتے تھے، پتے درختوں کے ہل ہل کے آپس میں کفِ افسوس ملتے تھے دریائے فرات سوزِ غم سے جل گیا، آنکھوں کو ڈبڈبا کے رہ گیا، حوض کوثر اُبل گیا، دل اُس کا خون بن کر بہشت کے چشموں کی راہ بہ گیا، آوازِ گریہ و آہ ہر چہار جانب سے آتی تھی صدائے نالہ جانگاہ زمین سے آسمان کو جاتی تھی ؎

اندریں غم نے ہمیں ارض و سما بگریستند — کامل عالم از ثریا تا ثریٰ بگریستند
آفتاب و ماہ و عرش و کرسی و لوح و قلم — در غم شاہ شہید کربلا بگریستند
در ہوائے آں لب محروم از آب فرات — ماہی اندر آب و مرغاں در ہوا بگریستند
اولیاء گشتند بہر مرتضیٰ زاری کناں — انبیاء برا تفاق مصطفیٰ بگریستند
در قصور جنت الفردوس حوراں سر بسر — از برائے خاطر خیر النساء بگریستند

**روایت ہے** کہ جب شمر ملعون نے سر مبارک کو تن نازک سے جدا کیا تو قیس بدبخت نے پیراہن شریف کو تن بے سر سے اُتار لیا اور حبیب بدنصیب نے آپ کی تلوار کو اپنے قبضے میں کیا۔ پھر لشکرِ سعد بد نہاد میں شادیانۂ خوشی بجنے لگا اور وہ ملعون حالتِ سرور میں رعد کی طرح گرجنے لگا۔

؎
رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ وہاں تو امام عالی مقام کی یہ حالت ہوئی اور یہاں سارے اہلِ خیمہ کی آنکھوں سے آنسو جاری کچھ عجب عالم طاری ہوا، ہجوم الم سے سینہ شق، رنگ فق زندگی سے امام کی ہاتھ دھوئے ہوئے، ہوش و حواس کھوئے ہوئے جب شپا شپ تلواروں کی آواز سنتے اِدھر اُدھر مارے غم کے سر دھنتے، حضرت زینب حالتِ تحیر میں ہونٹ دانتوں سے دبائے، حضرت عابد بیمار کا منہ تکتی تھیں، آئینۂ حیران کی طرح

marfat.com

کچھ بول نہ سکتی تھیں کہ ناگاہ ؎

بانو نے سکینہ سے کہا تم کو خبر ہے — بابا گئے مارے
بابا ہیں پڑے خاک پہ اور کافروں نے آہ — سر تن سے اُتارے

اس وقت خیمے میں ہر طرف سے غل اور شور ہو گیا کسی کو رقت، کسی کو وحشت کسی کو حیرت کوئی آہ کر کے حالتِ غشی میں زمین پر گر پڑا، کوئی حالت بکتے میں آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے کھڑا کسی کی آنکھوں کے سیلاب اشک جاری، کسی پر نعرہ جان کاہ کے ساتھ عالم بے خودی طاری، آہ وہ حضرت زینب و کلثوم کی گریہ وزاری۔ افسوس وہ شہر بانوئے مغموم و بے بس کی بے قراری ؎

ہر دم زمانہ داغ دگر گونہ در دہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہد

حضرت زینب فرماتی تھیں ہم اس جنگل ویران کربلا کے میدان میں آ کر لٹ گئے حسین مسافر بھائی سے چھٹ گئے، اب ہم اہلِ مدینہ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اسی دشت کربلا میں سر ٹکرا کر مر جائیں گے۔ حضرت سکینہ بے چاری مصیبت کی ماری، جن کا سات برس کا سن تھا، باپ کی گودی میں کھیلنے کا دن تھا، حضرت قاسم سے منسوب تھیں مگر اُن کے بیاہ کرنے کی باری نہ آئی فلک ظالم نے ایسی کم سنی میں تلخی یتیمی کی چکھائی عالم حیرت میں لوگوں کا منہ تکتی تھیں مگر مارے بھوک پیاس کے لب نہ ہلا سکتی تھیں، بابا!!! پکار پکار کر روتی تھیں مگر ضعف کے سبب سے آواز نہ نکلتی تھی اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کے جان کھوتی تھیں ؎

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ بعد شہید ہونے راکبِ دوشِ نبی کے گھوڑا سواری کا آپ کے میدان کربلا میں اِدھر اُدھر اُچھلنے لگا، ٹاپوں سے زمین کو کھودتا، سر کو پتھروں سے کچلنے لگا۔ دور تک چکر مارتا آتا اور کفار کی طرف مثل شیر کے سر اُٹھا اُٹھا کے غم و غصے

marfat.com

میں ہنہناتا، دم بھر کے بعد لاش سرور کے پاس آتا اور تڑپ تڑپ کے منہ اور پیشانی اور آنکھوں کو اس خون میں رنگ کر وہاں سے باآواز مہیب آواز کرتا، خاک اڑاتا ہوا خیمے میں آیا۔ اہلِ خیمہ نے دیکھا کہ گھوڑا لہولہان بدحواس چلا آتا ہے اور شہسوار کا پتا نہیں۔ جب خیمے کے اندر آیا سب کے سب اس کے گلے میں لپٹ گئے اور پھر اتنا روئے کہ جگر حاملانِ عرش کے پھٹ گئے۔ حضرت شہر بانو نے کہا ارے گھوڑے تو نے میرے صاحب براق کو کہاں چھوڑا، ارے تو نے میرے شہسوار کو دشمنوں کے حوالے کر کے کس طرح اُن سے منہ موڑا، ارے جس طرح شاہزادے کو لے گیا تھا، لے آیا نہیں۔ ایک بار جمالِ باکمال اُن کا مجھ بے کس کو دکھایا نہیں، ارے ذرا کہہ تو سہی یہ کس کے لہو سے تربتر ہے، کس کے غم میں خاک بسر ہے ؎

چہ کردی خداوند اسلام را | چہ کردی شہنشاہِ ایام را
چہ خاک است اے اسپ بررُوئے تو | کہ از خون سرخ است ایں موئے تو
یہ سخن سُن کے وہ اسیرِ بلا | سر ٹپک کر زمین پہ چلایا
مجھ سے شہزادہ چھٹ گیا بانو | دو جہاں میرا لُٹ گیا بانو
کیا کہیں اب تو کمر ٹوٹ گئی | آہ قسمت ہماری پھوٹ گئی
نقدِ جان آپ کے مسافر کا | راہزن نے اجل کے لوٹ لیا
موت غربت میں سدِ راہ ہوئی | ناؤ منجدھار میں تباہ ہوئی

شاہزادہ تو مرگیا بانو!

کوہِ غم سر پہ دھر گیا بانو!

اُس کے بعد وہ گھوڑا رو رو کے حضرت عابد بیمار کے قدم پر اپنا لہولہان منہ ملنے لگا، اپنے سراقدس پاؤں کی پٹی پر کچلنے لگا، پھر زمین پر اس قدر سر دے دے مارا کہ سر اور منہ سے فوارے خون کے جاری ہوئے، دم سرد ہو گیا، سانس لینے سے عاری ہوا اور مرغِ بسمل کی طرح لوٹتے لوٹتے اِدھر سے اُدھر جاتا اور اُدھر سے اِدھر آتا۔ پھر ایک بار مدہوشانہ اُٹھا اور ہنہناتا ہوا اُس میدانِ رن سے نکل گیا۔ پھر کسی کو اُس کا

marfat.com

پتہ نہ ملا ہے

حسین کے غم میں جو نہ رویا ناصر　　عمر اپنی کو اُس نے مفت کھویا ناصر
جو غم میں حسین کے نہ شب بھر جاگا　　وہ قبر میں چین سے نہ سویا ناصر

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام　　ہے
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ اُس کے بعد عمر و سعد خبیث اور شمر لعین اور چند شیاطین اپنی فتح کی نوبت بجاتے ہوئے خوشی میں غزل گاتے ہوئے خیمۂ عالی میں اس شہنشاہ کے جن کی ڈیوڑھی پر جبرئیل و میکائیل جھک جھک کر سلام کرتے تھے۔ ملائکہ مقربین بلا اذن قدم نہ دھرتے تھے، بلا خوف و خطر گھس آئے۔ بیبیوں نے آواز فرمایا اور دہل اور شور و غل سُن کے اُس خیمے میں جو اُسی خیمے کے اندر خاص عورتوں کے رہنے کا بنا تھا اپنے کو چھپایا پھر تو کوفیان بدنصیب ٹوٹ ٹوٹ پڑے، خیمے کا سارا اسباب لوٹا یہاں تک کہ تنکا تک نہ چھوٹا۔ مگر بیبیوں کے خیمے کی طرف نظر نہ اُٹھائی اور بارہ لڑکے بنی ہاشم کے اور بیبیاں جتنی تھیں سب کو قید کر کے چاروں طرف خیمے کے پہرے جما دیے۔ پھر شمر ملعون نے دیکھا کہ حضرت عابد بیمار بستر بیماری پر پڑے، نرگس بیمار کی طرح تحیر میں ٹکٹکی باندھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ حس و حرکت سے ناچار باپ بھائی کے فراق میں بے قرار بار بار آہ سرد بھر رہے ہیں۔

وصالِ یار کو ہوں میں ترستا　　ہے
اجی بابا بتا دو اپنا رستہ

شمر ملعون نے چاہا کہ اس شجرۂ نبوت اور دوحۂ رسالت کو بھی تیشۂ ظلم سے کاٹ لیوے اور اس بیمار بے تیمار تشنہ لب بے گناہ کا خون بھی بضربِ خنجر آب دار چاٹ لیوے، ایک شخص نے شمر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے بے رحم ناخدا ترس مسلمان لوگ کفار کے لڑکوں کو بھی مارتے نہیں تھے، سر اُن کا تن سے اُتارتے نہیں اور یہ تو مسلمانوں کے سردار نبی کے لعل ہیں، خاندانِ فاطمہ زہرا کے چشم و چراغ اور بستانِ علی

marfat.com

کے پھول اور نونہال ہیں۔ ذرا خدا سے ڈرتا نہیں، قیامت کے دن کا کچھ خوف کرتا نہیں، شمر بدبخت بولا کہ مجھے ابن زیاد کا حکم ہے کہ خبردار آل المصطفیٰ کا کوئی لڑکا باقی نہ رہنے پائے، چھوٹے بڑے سب کو قتل کر ڈالنا تاکہ خاندانِ نبوت یک قلم مٹ جائے اس نے کہا کہ آخر یہ سب بے چارے غم کے مارے ابن زیاد کے پاس جاتے ہیں وہ جو چاہے گا سو کرے گا۔ چھوڑ دے گا یا اُن کی گردن پہ خنجر ستم ڈھلائے گا تجھے کیا ضرورت ہے کہ خاندانِ نبوت کو تباہ کر ڈالے، اس قدر دونوں جہاں میں اپنے کو روسیاہ کر ڈالے پھر عمر وسعد نے منادی کرا دی کہ خبردار کوئی امام حسین کے خیمے میں نہ جائے اور عابد بیمار کو کچھ ایذا نہ پہنچائے۔

**روایت ہے** کہ اُس کے بعد بحکم شمر لعین اور ابن سعد بدنہاد کے بیس سواروں نے گھوڑوں پر چڑھ کے لاش مبارک کو روندڈالا یہاں تک کہ استخوانِ لطیف ریزہ ریزہ ہوگئیں ۔

بیا گر بی کہ عاشور است امروز     جہاں تاریک و بے نور است امروز
حسینے کو نبی را نور دیدہ است     بدستِ خصم مجبور است امروز
بُریدہ حلق و تشنہ لب جگر خون     سر از تن تن ز سر دور است امروز

اندھیرا ہوگیا دونوں جہاں میں کس لیے ہر سو
اب عاشورے کے دن کا حال کچھ نام سناتا ہے

جس دن سلطانِ دارین جانِ کونین حضرت امام حسین شہید ہوئے اگر اُس دن مارے غضبِ الٰہی کے ساری دنیا اُلٹ جاتی تو زیبا تھا، آسمان گر پڑتا، زمین پھٹ جاتی تو بجا تھا، بہرحال اُس دن کی مصیبت روزِ قیامت سے کچھ کم نہ تھی بلکہ بعض نشانیوں سے لوگ ڈرے کہ شاید آج ہی قیامت قائم ہوگی۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ بعد قتل حضرت امام حسین کے تھوڑی دیر کے بعد ایسا غبار اُٹھا کہ ساری دنیا اندھیر ہوگئی کہ کسی کو اپنا ہاتھ سوجھتا نہ تھا۔ دلوں پر ایسی خیرگی، آنکھوں تلے ایسی تیرگی آئی کہ بات کسی کی کوئی پوچھتا نہ تھا اور

marfat.com

آفتاب ایسا سیاہ ہوگیا کہ دن کو تارے نظر آنے لگے اور یہ کیوں نہ ہوتا جب ایسا آفتاب زیر میغ تیغ بے دریغ ڈوب جاوے تو جہاں میں اُجالا کہاں سے آوے۔

**روایت ہے** سلمیٰ کہتی ہیں کہ میں حضرت بی بی اُم سلمہ کے پاس گئی دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں میں نے عرض کی کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا میں نے اس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی پر خاک پڑی ہوئی تھی پس میں نے عرض کیا یہ کیسا حال ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی میں حسین کی قتل گاہ سے چلا آتا ہوں۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جس دن حضرت امام حسین شہید ہوئے میں نے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا بعد دوپہر کے خواب میں کہ حضرت کھڑے روتے ہیں اور آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور ریش اور سر مبارک پر گرد و غبار پڑا ہے اور ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جس میں لہو بھرا ہوا ہے اس وقت میں نے بے قرار ہوکر پوچھا کہ روحی فداک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا اے ابن عباس کیا حال پوچھتے ہو۔ اس وقت میرا فرزند نورِ عین حسین قتل ہوگیا اور اس شیشہ میں آج صبح سے اب تک خون اپنے حسین اور اس کے عزیزوں کا اُٹھا تا پھرتا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اُس دن کی تاریخ یاد رکھی یعنی دسویں محرم روز جمعہ ۶۱ سنہ ہجری دوپہر ڈھلے پھر خبر ملی مجھے کہ امام حسین اسی دن اسی وقت شہید ہوئے ہیں یعنی جس دن یہ خواب دیکھا تھا۔

سوراخ می شود دل ما چوں دل حسین ۔۔۔ آنجا کہ ذکر واقعۂ کربلا بود
آخر روا بود کہ ز سنگیں دلان شام ۔۔۔ بر اہل بیت ایں ہمہ جور و جفا بود

ناظرین کتب سیر او واقفین رموزِ احادیث و خبر خوب جانتے ہیں کہ جب حضرت عباس چچا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کی لڑائی میں کفار مکہ کے ساتھ قبل مسلمان ہونے کے قید ہوکر آئے تھے مسلمانوں نے حضرت عباس کو رسی سے خوب باندھا تھا۔ اس اُن کے کراہنے سے رات بھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلحاظ قرابت کے بے کلی

marfat.com

رہی اور نیند نہ آئی اور وحشی نے جب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے عم بزرگوار کو قتل کیا تو آپ نے اذنِ عام دیا تھا کہ اُسے جہاں پاؤ مار ڈالو۔ پھر وہ چھپ کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور توبہ کی۔ آپ نے فرمایا کہ وحشی سے کہہ دو خیر اب تو مسلمان ہو گیا کیا کریں۔ مگر تا زیست یہ میرے سامنے نہ آوے۔ مسلمانو! حضرت عباس اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے مگر آپ کے رونے سے شب بھر بیدار رہے اور وحشی سے باوجودیکہ مسلمان ہو گیا مگر عمر بھر بیزار رہے یہاں سے غور کرو کہ سارے اہلِ بیت اطہار کی پیاس اور بے قراری سے اور ننھے ننھے بچوں کی تڑپ اور آہ و زاری سے اور نونہالانِ گلشنِ رسالت اور عندلیبانِ بُستانِ امامت خصوصاً قمری باغ مصطفیٰ چشم و چراغ مرتضیٰ کے یک قلم کٹ جانے سے سارا گھر بار لُٹ جانے سے کیا کچھ صدمہ روح شریف اور عنصر لطیف کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ ہوا ہوگا۔ کہ جس کے سننے سے سینہ شق ہوا جاتا ہے، رنگ چہرے کا فق ہوا جاتا ہے دل اور جگر جلا جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو چلا آتا ہے اور اُوپر مذکور ہو چکا کہ ایک دن حضرت امام حسین کے رونے کی آواز سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ حسین کے رونے سے میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے اور دل پھٹا جاتا ہے۔ یارو جب امام حسین کے ذرا سے رونے میں کہ چھوٹے لڑکے بمقتضائے طفولیت کے اکثر بلا وجہ کے بھی رو دیا کرتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال ہو تو بس واقعہ کربلا سے کہ حضرت آدم کے وقت سے قیامت تک ایسا سانحہ قیامت خیز کسی نبی یا ولی کے اہلِ بیت پر نہیں گزرا اور نہ اب ممکن ہے، غور کیا جائے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر مغموم اور محزون ہوئے ہوں گے۔ پریشانی موئے ریش و سر اور غبار آلودگی جسم اطہر کی اور مقتل میں امام حسین کے آپ کا تشریف لانا اور خون آپ کا اور اُن کے ہمراہیوں کا شیشے میں اُٹھانا جیسا روایت خواب میں ابن عباس اور حضرت اُم سلمہ کے بیان ہوا نمونہ اسی حزن و ملال و ردنے کا تھا اور حضرت کو اگر حضرت رحمت عالم شفیع اعظم کو بعوض خون حضرت امام کے بخشائش اپنی اُمت عاصی کے منظور نہ ہوتی تو اسی دن

marfat.com

قیامت ہو جاتی، طبقات زمین کے اُلٹ جاتے، آسمان ٹوٹ پڑتا، جگر حاملانِ عرش کے پھٹ جاتے، آسمان سے بجائے لہو دشمنوں پر آگ برستی، پتھر پڑتے، شامیانِ بے حیا جھلس جاتے، آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے، اشقیا زمین میں دھنس جاتے، سب گدھے جو شریک قتلِ سلطانِ عالم تھے، سور کتے بن جاتے، فوراً اپنے کرنے کی سزا پاتے آسمان و زمین کا رونا اور خون برسنا اور سارے جہاں کا تین دن تاریک ہو جانا اور ہر درخت، پتھر اور دیوار سے خون کا ٹپکنا اور نوحہ کرنا جنات کا کس حساب میں ہے۔ مگر صدقے تیرے حلم کے یا اللہ! ؎

چوں خون زحلق تشنۂ شہ بر زمیں رسید — جوش از زمیں بذروۂ عرش بریں رسید
باز آں غبار را بہ مزار نبی رسانید — گرد از مدینہ بر فلک مفتمیں رسید
بر شد فلک ز قافلہ چوں نوبت خروش — از انبیا بحضرتِ روح الامیں رسید
لرزید آسمان و دو عالم سیاہ شد — چوں ایں خبر بحضرت سلطانِ دیں رسید
پس آں غبار از دل سلطانِ دو سرا — تا دامنِ جلال جہاں آفریں رسید

---

**حدیث**: حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن دونوں نورِ عین حضرت امام حسین اور امام حسن میرے گھر میں کھیلتے تھے۔ جبرئیل امین نے اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کہ آپ کے بعد اُمت آپ کی امام حسین کو شہید کرے گی اور یہ مٹی اُن کے مقتل کی ہے۔ حضرت نے اس مٹی کو سونگھ کر فرمایا کہ اس میں سنخ وبلا کی بُو آتی ہے۔ پھر وہ مٹی آپ نے مجھے دی اور فرمایا کہ اے اُمِ سلمہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید ہوا۔ حضرت اُمِ سلمہ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے رو کر وہ مٹی شیشے میں بند کر رکھی۔ جب امام حسین مکے سے کوفے کی طرف گئے، میں بار بار اُس مٹی کو دیکھا کرتی تھی اور رو رو کر آہ سرد بھرتی تھی۔ دسویں شب محرم یعنی عاشورا کی رات کو دیکھا کہ وہ مٹی اسی طرح کی تھی۔ پھر دوپہر ڈھلے دیکھا کہ وہ مٹی خراب ہو گئی ہے اور اُس کی کنکریوں سے تازہ تازہ لہو ٹپ ٹپ نکلا چلا آتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر

marfat.com

میں بے اختیار رونے لگی، جی جان کھونے لگی، بخوف شماتت اعدائے دین کلیجہ مسوس کے رہ گئی۔ پھر جب کربلا سے خبر آئی تو معلوم ہوا کہ جس وقت یہاں شیشے کی مٹی خون ہو گئی تھی اُسی وقت نبی کے پیارے علی کے ماہ پارے فاطمہ زہرا کے دلارے نے شہادت پائی تھی ؎

اے زہجرانت زمین وآسماں بگریستہ  سینہ و دل خوں شدہ روح رواں بگریستہ

---

**حدیث ۱:** روایت کی بیہقی نے بصرۃ ازدیہ سے کہا کہ جس روز امام حسین شہید ہوئے آسمان سے اس قدر خون برسا کہ صبح کو جو دیکھا تو ہم لوگوں کے گھروں میں جو برتن اور جتنے مٹکے اور گھڑے تھے وہ سب کے سب خون سے لبالب بھرے تھے۔

**حدیث ۲:** علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میری دادی کہا کرتی تھی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو میں لڑکی نوجوان تھی سو چند روز آسمان رو دیا یعنی خون برسا اور سرخی نشانی کے طور پر آسمان پر چھ مہینے تک رہی اور بعض کہتے ہیں کہ سات دن تک برابر آسمان ایسا خون رو یا کہ اس کی سُرخی سے دیواریں اور عمارتیں ایسی سُرخ ہو گئیں جیسے کسم کے پھول میں کپڑا رنگتے ہیں اور جو کپڑا اور جو چیز خونِ آسمان سے رنگین ہوا اُس کی سُرخی ٹکڑے ٹکڑے ہونے تک نہ گئی اور ایک مدت تک خون کا اثر زمین پر باقی رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس دن اتنا خون برسا کہ کوفہ اور شام و خراسان کی ہر گلی اور کوچہ اور ہر گھر سے خون کا دھارا بہتا تھا اور سر مبارک جب امام حسین کا کوفے میں پہنچا تو جہاں رکھتے تھے اُس گھر کی دیواروں سے لہو جاری ہو جاتا تھا اور لکھا ہے کہ حضرت سید الشہداء کے غم میں آسمان و زمین چھ مہینے تک برابر سُرخ رہا۔ اور ابن سیرین نے لکھا ہے کہ سرخی شفق کی جو کنارۂ آسمان پر اب دنیا میں نظر آتی ہے بعد شہادت امام حسین کے ظاہر ہوئی ہے۔ قبل شہادت کے یہ سرخی مطلقاً کبھی آسمان پر نمودار نہ ہوئی تھی۔ ابن جوزی نے کہا ہے کہ آسمان کے سرخ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ جب کوئی غضب ناک ہوتا ہے تو خون اس کا جوش مارتا ہے اور چہرہ اس کا سرخ ہو جاتا ہے پس بروز قتل امام حسین کے حق تعالیٰ

marfat.com

غصے سے جوش میں آیا، دریائے غضب الٰہی خروش میں آیا مگر چونکہ حق تعالیٰ جسم اور عوارض جسمانی سے پاک ہے اس لئے اُس نے اپنے غضب اور قہر کا نمونہ کنارۂ آسمانِ دنیا پر ظاہر کر دیا کہ زمانِ قیامت تک آسمان پر شفق پھولے۔ کوئی فرد بشر امام حسینؑ کی مصیبت کو نہ بھولے اور تاکہ تمام خلق کو معلوم ہو کہ گناہ قاتلانِ حسینؑ کا اتنا بڑا ہے کہ سرخ نشان قہر و غضب کا حق تعالیٰ کے آسمانِ دنیا پر گرا ہے۔

ایں سرخی شفق کہ بریں چرخ بے وفاست
ہر شام عکس خون شہیدانِ کربلاست

**حدیث:۔** بیہقی نے روایت کی ہے کہ بروز قتل امام حسینؑ جس نے جو پتھر بیت المقدس کا اٹھایا تو اُس کے نیچے تازہ لہو سرخ پایا اور اس سے برابر تین دن تک بڑا اندھیرا رہا۔ آفتاب دکھائی نہ دیا ایسی تاریکی تھی کہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور سورج گہن کے باعث اتنا سیاہ ہوگیا کہ دوپہر کو ستارے نکل آئے اور لوگوں کو گمان ہوگیا کہ قیامت آگئی۔ اُس دن آسمان سے اتنے تارے گرے کہ ایک پر ایک پڑا تھا اور ہم سے۔ جو کوئی اپنے منہ پر زعفران ملتا تو اُس کا منہ جل جاتا تھا، رنگ چہرے کا بدل جاتا تھا، بلکہ تمامی دنیا میں اُس دن جہاں سے پتھر اُٹھایا گیا اُس کے نیچے تازہ اور نہایت سرخ خون پایا گیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ چند روز تک آسمان مثل خون بستہ کے نظر آتا تھا۔

حورعین مہر رضائے فاطمہ در باغ خلد   برشہید بادیہ با صد الم بگریستہ
رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی سلام

**روایت:۔** روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ اُم معبد نے کہا کہ ایک دن جناب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے خیمے میں سو کر اُٹھے تو منہ ہاتھ دھو کے کلی کا پانی ایک درخت کی جڑ میں پھینکا۔ صبح ہوتے ہی جو دیکھا تو وہاں ایک بڑا سا درخت نکل آیا ہے اور اس میں پھل لگے ہیں۔ پھر تو یہ نوبت آگئی کہ اگر اس میوے کو بھوکا کھاتا تو شکم سیر ہو جاتا اور پیاسا کھاتا تو سیراب ہو جاتا، بیمار کھاتا تو تندرست ہو جاتا اور کوئی جانور اس کے پتے نہ کھاتا

marfat.com

مگر یہ کہ اُس کا دودھ بڑھ جاتا۔ ہم نے اُس کا نام شجرِ مبارک رکھا تھا۔ اطراف سے بیمار لوگ بطلبِ شفا میرے پاس آتے اور اُس کا میوہ مانگ کر لے جاتے۔ ایک روز صبح کو دیکھا کہ میوے اُس کے جھڑ گئے اور پتیاں چھوٹی چھوٹی ہو گئی ہیں اُسی وقت میری طبیعت بہت گھبرائی۔ ناگاہ خبرِ وفات کی جناب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئی۔ پھر اُس کے بعد اس میں چھوٹے چھوٹے پھل لگتے تھے پھر تیس برس کے بعد صبح کے وقت دیکھا کہ جڑ سے پھننگ تک اس میں کانٹے نکلے ہوئے ہیں اور سب میوے جھڑ گئے ہیں۔ ناگاہ خبر شہادت حضرت امیر المومنین شیرِ خدا کی آئی اس میں میوہ پھر نہ نکلا مگر اُس کے پتوں سے ہم لوگ نفع اُٹھاتے تھے۔ بیمار لوگ آرام پاتے تھے۔ پھر ناگاہ ایک دن صبح کو دیکھا کہ جڑ سے اس درخت کی خالص خون جاری ہے اور پتیاں کُملا گئی ہیں۔ میں نے کہا آہ دیکھئے اب کون سا حادثہ عظیم سننے میں آتا ہے۔ جب رات ہوئی تو آوازِ نوحہ و زاری کی اُس سے سننے میں آئی اور کوئی رونے والا نظر نہ آتا تھا۔ اتنے میں خبرِ شہادت جناب حضرت امام حسین کی آئی۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ حضرت سلطان علی بن موسیٰ نے فرمایا کہ اے ابن شبیب جس دن اشقیا رنے میرے جدِ امجد کو شربتِ شہادت پلایا آسمان سے خون برسا اور سرخ مٹی اطراف آسمان سے زمین پر آئی۔ اے ابن شبیب اُس دن چار ہزار فرشتے میرے جدِ امجد کی مدد کے واسطے عرصۂ افلاک سے مرکزِ خاک پر آئے۔ میرے جدِ امجد شہیدِ کربلا نے لڑنے کی اجازت نہ دی پھر وہ چار ہزار فرشتے اپنے سامنے وہ سب صدمے دیکھ کر سہ گئے۔ آخر سب کے سب روضۂ اقدس پر حضرت کے مجاور بن کے رہ گئے۔ اس دن سے قیامت تک موئے ژولیدہ اور روئے گرد آلودہ کے ساتھ مزار مہبط انوار پر دن رات مرغ بسمل کی طرح لوٹتے ہیں، غمِ امام حسین میں سرد آہ بھر بھر اپنا خون جگر گھونٹتے ہیں۔

marfat.com

؎ ملک و جن و بشر ہیں زار و نالاں　　زمین و آسمان بھی نوحہ گر ہے
اندھیرا کیوں نہ ہو سارے جہاں میں　　چھپا پردے میں وہ ژنگ قمر ہے
کسی کے روئے اطہر کا تصور　　ہمیں تو رات دن آٹھوں پہر ہے

**روایت ہے** کہ جس دن شاہ دین سلطانِ عالم شہید ہوئے اُس دن یزید پلید کے لشکری آپ کے لشکر کے کئی اونٹ پکڑ کے لے گئے اور اُن کو ذبح کر کے گوشت پکایا مگر وہ سب گوشت اندرائن کے پھل کی طرح کڑوا ہو گیا اور کوئی شقی نہ کھا سکا۔

**روایت ہے** کہ ایک قافلے والے یمن سے آئے تھے اور اپنے پاس ورس (جو ایک قسم کی زرد رنگ کی گھاس ہوتی ہے اور بہت قیمتی بھی، یمن میں پیدا ہوتی ہے) عراق میں بیچنے کو لئے جاتے تھے۔ تھوڑا سا سفر اُن کا اور یزید کے لشکر کا ساتھ رہا۔ پس یزیدیوں کی شامت اور بدبختی سے اُن کی ساری ورس راکھ ہو گئی اور جو ورس کہ لشکر یزید میں تھی وہ بھی راکھ ہو گئی اور لشکر یزید میں جب کسی اونٹ کی گردن پر ذبح کے وقت چھری چلتی تو پھر ہر بوٹی سے آگ نکلتی تھی اور جب وہ گوشت پکا تو خون کا لوتھڑا ہو جاتا اور یہ سب عجائب حالات اور غرائب سانحات فقط واسطے اظہار کرامت جانِ عالم سلطانِ دین اور واسطے عبرت ناظرین و سامعین اور واسطے عذاب پانے قاتلین ملعون کے واقع ہوئے۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** حبیب بن ثابت سے کہ جس روز حضرت امام حسین نے شہادت پائی آواز نوحہ وزاری کی جنات کی میں نے سنی کہ اس روز جن اور پری مصیبتِ امام حسین پر نوحہ کر کے روتے تھے اور عربی کا شعر پڑھ پڑھ کے بے قرار ہوتے تھے، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

؎ اس جبیں کو نبی نے چوما تھا　　تھی چمک کیا ہی اُس کے چہرے پر
اُن کے ماں باپ تھے قریش کی جان　　ان کے نانا جہان سے بہتر

**روایت ہے** حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے پیغمبر خدا صلی اللہ

marfat.com

علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے میں نے جنوں کا رونا کبھی نہ سنا مگر آج کی رات۔ پس جنوں کی نوحہ زاری سے میں نے جانا کہ میرا بیٹا حسین شہید ہوا۔ پھر حضرت اُم سلمہ نے بیقرار ہو کر لونڈی سے کہا کہ ارے کیا بیٹھی ہے باہر دوڑ کر جا خبر تو لا یہ جنات کس لئے روتے ہیں، کیوں اتنا بے قرار ہوتے ہیں۔ لونڈی باہر جا کر خبر لائی کہ جانِ عالم امام حسین نے شہادت پائی اور جن اُن کی مصیبت پر روتے ہیں۔ عربی کا شعر جس کا ترجمہ اردو میں یہ ہے پڑھ پڑھ کر بے تاب ہوتے ہیں ؎

ہو سکے جتنا روئے تو اے چشم — کون روئے گا پھر شہیدوں کو

پاس ظالم کے کھینچتی لائی — موت اسے والئے ان عزیزوں کو

راوی کہتا ہے کہ حضرت اُم سلمہ اُس کو سن کر بے اختیار ہو کر اتنا روئیں کہ غش آگیا اور دیر تک غشی اُن پر طاری رہی۔ پھر تا زیست نہر آنسوؤں کی دونوں چشموں سے اُن کے برابر جاری رہی ؎

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام

علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے**، جابر خضرمی کی ماں کہتی ہیں کہ میں نے جنوں کو روتے ہوئے سنا حضرت امام حسین پر کہ وہ باآواز بلند روتے تھے اور عربی کا شعر جس کا ترجمہ یہ ہے پڑھ پڑھ کر بے قرار ہوتے تھے ؎

ہوئے شہید سنا ہائے ہیں بہ دیدۂ تر — حسین کانِ رضا اور حسین کے اختر

یہ سارے انبیاء کیوں غم کے مارے سر بزانو ہیں
سرِ شبیر نیزے پر چڑھا کوفے کو جاتا ہے

**روایت ہے** کہ جب عمر و سعد بد نہاد نے عاشورے کے دن سر سرورِ کونین حضرت امام حسین کا نیزے پر چڑھا کے بشیرا ور خولی ملعون کے ساتھ کوفے میں ابن زیاد خبیث کے پاس روانہ کیا اور خود ایک دن بعد گیارھویں محرم کو کربلا میں قیام کر کے اپنے

marfat.com

کشتگانِ لشکر کو جو واصل بجہنم ہوئے تھے جمع کر کے نماز پڑھوا کے دفن کروایا اور سیدنا جناب سلطانِ کونین حضرت امام حسین اور ان کے ساتھ کے سارے شہیدوں کی لاشیں تین دن تک اسی طرح خاک و خون میں پڑی رہیں۔ بارھویں تاریخ محرم کی صبح کو بروز یک شنبہ عمرو سعد نے کوچ کا ڈنکا کربلا سے بجایا اور خیمے میں حضرت کے کہلا بھیجا کہ ساری بیبیاں اور بائیں کپڑے پہن کے اور ہاتھ منہ چھپا کے اپنے کجاووں پر جس طرح کہ سے کربلا میں بحفاظت و عزت تمام آئیں تھیں سوار ہوں، کربلا سے کوفے کو تیار ہوں۔ چنانچہ ایک کجاوے میں عابد بیمار اور کجاووں میں اہلِ بیت اطہار بعزت و حرمت سوار ہوئے۔ اور وہ جو بعض لکھتے ہیں کہ پردگیانِ حرم عصمت کو ننگے سر ننگے پاؤں بے پردہ اونٹوں پر سوار کر کے کوفے کو روانہ کیا تھا محض غلط ہے۔ معاذ اللہ اگر ایسا ہوتا تو آسمان سے آگ برستی کفار جھلس جاتے اور زمین پھٹ جاتی، اشقیا دھنس جاتے۔ اِن اہلِ بیت اطہار کو کجاووں پر بھی کوفیوں کے محاصرے میں ہو کر جانا اہانت سے خالی نہیں۔ غرض عمرو سعد سرہائے شہدائے نامدار اور مظلومانِ اہلِ بیت اطہار کو کہ کل بہتر سر تھے برچھیوں اور نیزوں پر چڑھا کے میدانِ کربلا سے کوفہ لے چلا۔ اہلِ بیت اطہار اُن شیطانوں کے پنجۂ ظلم میں گرفتار، بات کرنے آہ سرد بھرنے سے ناچار نہ کوئی مونس نہ کوئی یار نہ کوئی محرم نہ کوئی غمخوار، آٹھ آٹھ آنسوؤں سے روتے تھے، کجاوے میں اونٹوں پر سوار تھے، آگے آگے شادیانۂ فتح کا بجتا تھا اور عمرو سعد بہ نہاد خوشی میں بادل کی طرح گرجتا تھا اور بیچ میں شہیدوں کے سر نیزوں پر نمودار پیچھے پیچھے حضرت زینب و کلثوم و شہربانو مغموم اور عابد بیمار مارے خوف کے کسی سے نہ بول سکتے تھے کلیجے کو مسوس مسوس کے ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے۔ جس وقت میدانِ کربلا میں، اہلِ بیت کی سواری آئی دیکھا کہ شہیدوں کی لاشوں سے میدانِ کربلا پٹا ہے لاشیں خاک و خون میں پڑی ہیں اور سب کا سر کٹا ہے۔ جانِ عالم امام مکرم کا ہر ہر عضو جسم نازنین سے دور ہے۔ حضرت قاسم اور علی اکبر کا بدن زخموں سے چور ہے۔ اس وقت یہ حال دیکھ کر اہلِ بیت پر جو حالت طاری ہوئی اگر تحریر میں آوے تو سوزِ آہ کے نعرے

marfat.com

اشکِ خونین کے سرارے سے پانی آگ اور آگ پانی ہو جاوے، حضرت زینب نے امام تشنہ کام کی پرزے پرزے لاش خاک و خون میں پڑی ہوئی دیکھ کے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا وا جداہ وا محمداہ ناناجان یہی شہنشاہِ زمن ہے یہی آپ کے حسین کا بدن ہے۔ یہی حسین ہیں جن کے منہ پر آپ بوسے دیتے تھے، یہی حسین ہیں جن کو خطبہ پڑھتے وقت آپ گود میں اٹھا لیا کرتے تھے، یہی حسین ہیں جن کے سینے پر اپنا منہ ملتے تھے، یہی حسین ہیں جو آپ کے کاندھے پر چڑھے چلتے تھے، یہی سب آپ کے نونہال اہلبیت ہیں جن کے سروں پر ایک دم سے تیشے ستم کے چل گئے۔ یہی قاسم یہی علی اکبر طوطی بستانِ رسالت ہیں جو کربلا کے توے پر مرغِ بسمل کی طرح تل گئے۔

چوں راہ شاں بمعرکہ کربلا فتاد — گردوں بفکر شورش روزِ جزا فتاد
ناگہ نگاہ پردگی محملِ بتول — بر پارہ تن علی مرتضیٰ فتاد
بیخود کشید نالہ ہذا اخی چناں — کز نالہ اش بگنبد گردوں صدا فتاد
بس کرد رو بیثرب و از دل کشید آہ — نالاں بگریہ گفت بہ بیں یا محمداہ
ایں رفتہ سر بہ نیزہ اعدا حسین تست — دین ماہ بر زمیں تن تنہا حسین تست
ایں سر بریدہ از ستم زال روزگار — کز یا دبردہ ماتم یحییٰ حسین تست

## یہ کھلبل ہو گئی پیغمبروں میں کس لیے اس دم
## شہیدِ کربلا کے دفن کا اب ذکر آتا ہے

**روایت ہے** کہ سعد کے جانے کے بعد اسی دن یعنی بارھویں محرم روز یک شنبہ کو فرات کے کنارے ایک گاؤں "غاضریہ" ہے وہاں کے لوگوں نے جمع ہو کر جناب حضرت امام حسین کو ایک قبر میں دفن کیا اور سارے بنی ہاشم کو ایک جگہ بائیں طرف آپ کے اور گنج شہیداں کو ایک جگہ دفن کیا مگر حضرت عباس کہ غاضریہ کی راہ میں جہاں شہادت پائی تھی وہیں دفن ہوئے اور سرِ مبارک جناب تشنہ کام کے دفن میں اختلاف ہے۔

marfat.com

تحقیق اور صحیح تر یہ ہے کہ جو قرطبی نے لکھا ہے کہ یزید نے سر مبارک مدینہ منورہ میں بھیجا پس وہ سر مبارک تجہیز و تکفین کر کے جنت البقیع میں جناب حضرت فاطمہ زہرا کے پہلو میں دفن ہوا۔ اور خلاصۃ الوفا میں لکھا ہے کہ جسم شریف تو کربلا میں مدفون ہے اور سر مبارک مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے اندر امام حسن کے پہلو میں مدفون ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ سر مبارک یزید ہی کے خزانہ میں رہا جب سلیمان بن عبدالمالک بادشاہ ہوا تو اس نے خبر پا کر سر شریف کو منگا کر دیکھا کہ فقط استخوان سفید باقی ہیں پس اُس نے اُس میں خوشبو لگا کر اچھی طرح سے کفنا کے نماز جنازہ پڑھی اور مسلمانوں کے مقبرے میں بڑی تعظیم سے دفن کیا۔ مگر کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ سر شریف شام سے پھر کربلا میں آ کے لاش مبارک کے ساتھ دفن ہوا ہو۔

**روایت ہے** کہ اسی سلیمان بن عبدالملک نے ایک رات اپنے بخت بیداری سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے حال پر شفقت کی راہ سے توجہ اور التفات فرماتے ہیں۔ سلیمان نے حضرت حسن بصری سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ اُنھوں نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کسی طرح کا احسان تیرے ہاتھ سے اہل بیت نبوت کے حق میں ہوا ہے۔ سلیمان نے کہا ایک بات تو ہوئی ہے کہ سر مبارک حضرت امام حسین کا جو یزید کے خزانے میں تھا اُس کو میں نے نکال کے بڑی تعظیم کے ساتھ کفنا کر اور نماز جنازہ پڑھا کر مسلمانوں کے مقبرے میں دفن کیا ہے۔ حسن بصری نے فرمایا کہ اسی سبب سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ سے راضی اور خوش ہیں۔ مگر صحیح اور معتمد یہی ہے کہ سر مبارک جنت البقیع میں مدینہ منورہ کے اندر مدفون ہے۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** روضۃ الشہدا میں ہے کہ خولی ملعون سر امام حسین لئے ہوئے اپنے گھر پہنچا۔ جو کوفے سے ایک کوس دور تھا اور بی بی اس کی جی جان سے دوست دار

marfat.com

اہل بیت کی تھی۔ خولی اپنی بیوی کے خوف سے حضرت کے سر کو اپنے گھر کے اندر تنور میں چھپا کے اپنی بیوی کے پاس گیا۔ اُس نے پوچھا کہ اتنے دنوں سے کہاں گئے تھے۔ اُس نے کہا کہ ایک شخص یزید سے باغی ہو گیا تھا اس سے لڑنے کو گئے تھے۔ آخر اُس کی بیوی نے کھانا پکایا، پھر وہ ملعون کھا پی کے سو گیا۔ وہ عورت نیک بخت حسب معمول تہجد کی نماز کے لئے اُٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ تنور والے گھر میں ایسی روشنی ہے کہ گویا لاکھوں شمعیں روشن ہوں۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب روشنی اُسی تنور سے نکل رہی ہے۔ نہایت گھبرائی کہ نہ تنور میں نے آگ سلگائی اور نہ کسی اور نے سلگائی پھر یہ روشنی کہاں سے آئی ہے۔ پھر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ روشنی آسمان کو جا رہی ہے اور متعجب ہوئی۔ پھر کیا دیکھا کہ ناگاہ چار عورتیں تنور کے پاس آئیں۔ ایک بی بی نے تنور میں ہاتھ ڈال کر سر کو نکالا اور بار بار چومنے لگیں اور اُس سر کو اپنے سینہ پر مل مل کر حالتِ جوش میں جھومنے لگیں اور کہنے لگیں اے شہید مادر وائے مظلوم مادر قیامت کے دن حق تعالیٰ میرا انصاف تیرے قاتلوں سے لے گا۔ تیرے قاتلوں کو سزا کامل دے گا اور جب تک حق تعالیٰ میرا انصاف نہ دے گا میں عرش کا پایہ نہ چھوڑوں گی۔ اور دوسری عورتیں بھی بہت روئیں۔ پھر اُس سر کو اُسی تنور میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔ اس کے بعد اُس عورت نے تنور کے پاس آ کر سر انور کو تنور سے نکال کر بنظرِ غور دیکھا۔ چونکہ حضرت امام حسین کو اُس نے بہت دیکھا تھا پہچان گئی کہ یہ تو سر سرورِ دارین حضرت امام حسین کا ہے۔ پس آہ کا نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اس حالت بے ہوشی میں ہاتفِ غیبی نے اسے آواز دی کہ اُٹھ چپ ہو کہ حق تعالیٰ تجھے تیرے شوہر بد گوہر کے گناہ میں ماخوذ نہ کرے گا۔ اس نے ہاتف سے پوچھا کہ یہ چاروں بیبیاں جو تنور کے پاس آ کر رو کر چلی گئیں، کون تھیں؟ ہاتف نے کہا کہ وہ بی بی صاحبہ جو سب سے زیادہ روتی تھیں اور سر سرور کو منہ اور سینے پر مل مل کے بے قرار ہوتی تھیں وہ بنتِ رسول جناب حضرت فاطمہ زہرا بتول اُن کی ماں تھیں۔ اور وہ دوسری بی بی خدیجہ کبریٰ اُن کی نانی تھیں اور تیسری حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور آسیہ فرعون کی بیوی تھیں۔ پھر وہ ہوش میں آئی اور سر سرور کو تنور سے نکال کر

marfat.com

جو ما چاٹا اور مشک و گلاب سے گرد و غبار کو دھو ڈالا اور کافور اور خوشبو ملی اور زلفوں کو کنگھی کر کے ایک جگہ رکھ کر خولی پلید کو جگا کر کہا کہ اے شیطان! تو نے یہ سر حضرت امام حسین فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور میں لا کر رکھ دیا ہے۔ دیکھ ملائکہ کے گروہ آسمان سے اس کی زیارت کے لئے چلے آتے ہیں اور رو کے تجھ پر لعنت کر کے چلے جاتے ہیں۔ عنقریب تو دنیا میں اس کی سزا پائے گا۔ یہ کہہ کر سر پر ایک چادر لپیٹ کے چلی۔ خولی نے کہا ارے لڑکوں کو یتیم کر کے کہاں جاتی ہے۔ اُس نے کہا اے ملعون تو نے فرزندان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یتیم کیا۔ خدا سے خوف نہ کیا۔ یہ کہہ کر باہر چلی گئی۔ پھر اُس کا پتہ نہ چلا۔

**روایت ہے** کہ صبح کو اُٹھ کر خولی ملعون سر مبارک کو لے کر کوفے کو چلا۔ راہ میں وہ سر اور سرہائے شہداء سے جا ملا۔ عمر و سعد بدنہاد سر سرور کو مع سرہائے شہداء کے نیزوں پر چڑھائے کوفے میں جا پہنچا۔ اہل کوفہ کوچہ و بازار میں اپنے در و بام پر کھڑے اہل بیت اطہار کا یہ حال پُرملال دیکھ کر زار زار روتے تھے۔ واحسینا واحسینا کہہ کہہ کے بے قرار ہوتے تھے۔ ابن زیاد مردود نے یہ خبر سن کے مارے خوشی کے سر دھن کے گلی گلی کوفے میں منادی کرادی کہ خبردار کوئی کوئی ہتھیار بند واسطے استقبال سر شہداء کے باہر نہ جاوے اور دس ہزار سوار گلی گلی اور ناکوں پر پہرے جمادیے تاکہ کوئی بلوہ اور فتنہ نہ اُٹھا سکے۔ اور ہر امیر غریب کچہری میں بلا چون و چرا حاضر ہو جائے اور امام حسین کے قتل کی خبر سُن کے خوش ہو جاوے۔ کارپردازان ابن زیاد اُس شقی کے حکم پر کچہری کے مکانات کو سجانے لگے اور نقارے خوشی اور فتح کے بجنے لگے۔

پھر تو کوفیان بے وفا مرد اور عورت چھوٹے بڑے تماشے کے لئے ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جس کی نظر شہداء کے سروں پر پڑتی اُس کی طبیعت بگڑ جاتی۔ پس سب کے سب یہ حال دیکھ کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور بعض لشکریان اور دشمنان بھی اپنی اس ناشائستہ حرکت سے پشیمان ہونے لگے۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ جب یہ کوفی اور لشکری بے حیا اور ظالم میرے بابا جان اور اُن کے اہل بیت

marfat.com

کا یہ حال دیکھ کر روتے ہیں تو بھلا اُن کو کس نے مارا ہے اُن کے سر میں کو گردوں سے کس نے اُتارا ہے۔ کیسے سے خطوط بھیج کر فریب دے کر کس نے بلایا ہے، آپ سے ترسا کر خاک کربلا میں کس نے سُلایا ہے۔ اب رونے سے کیا ہوتا ہے جو تم کو کرنا تھا سو کر چکے اب سر کو ٹو یا چھاتی پیٹو۔ کوفیوں میں ایک بڈھا تھا خوب رو رو کر آنسوؤں سے داڑھی کو بھگو کر کہنے لگا کہ ہاں اے شاہزادے آپ کا فرمانا درست ہے اس واقعہ جانکاہ کا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ایک ایسا داغ پڑ گیا کہ ہر چند کوئی سر پتھروں پر کوٹیں گے تب بھی یہ سب داغ نہ چھوٹیں گے۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام  علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جن لوگوں کی نظر سر مبارک حضرت امام عالی مقام پر پڑتی اُن کے ہوش اُڑ جاتے تھے اشقیا کو مارے ہیبت و جلال کے غش آتے تھے۔ سر سرور اور سب سروں کے درمیان جس طرح چاند ستاروں کے درمیان چمکتا تھا رخسارۂ انور کندن سا دکھتا تھا۔ چہرے پر نور برستا تھا، لب تشنہ قطرۂ آب کو ترستا تھا۔ کوفیان بے حیا کہتے تھے یا الٰہی نور کی مورت ہے یا خاص مصورِ قدرت کی بنائی صورت ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جب امام عالی مقام کا سر ابنِ زیاد کے پھاٹک پر لا کر نیزے سے اُتارنے لگے تو میں نزدیک تھا، اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کے لب ہل رہے ہیں۔ کان لگایا تو سنا کہ آپ یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں۔ لا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظلمون۔ غرض جب سر مبارک نیزے سے اُتار کر ابنِ زیاد کے پاس طشت میں دھر کے آیا وہ ملعون نشے میں چور تھا۔ آپ کے سر کو دیکھ کر بہت ہنسا اور مسکرایا اور ایک بید کی چھڑی سے بار بار ہونٹ دانت اور ناک مبارک کو چھوتا اور واہیات بکتا تھا اور کہتا امام حسین! آپ اسی منہ سے خلافت کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس وقت انس نے کہا کہ اے ابنِ زیاد اپنی چھڑی پیچھے ہٹا لے کیونکہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ بوسے دیتے اور سونگھتے دیکھا ہے۔ اور امام حسین سب لوگوں سے زیادہ مشابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔

marfat.com

**روایت ہے** کہ اس وقت زید ابن ارقم صحابی بھی وہاں موجود تھے اُنہوں نے بے اختیار رو کر کہا اے ابن زیاد تو امام حسین کے لب و دندان مبارک پر چھڑی دھرتا ہے۔ اے شوخ چشم یہ کیا بے ادبی کرتا ہے۔ خبردار اس چھڑی کو پیچھے ہٹالے۔ خدا کی قسم میں نے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لب و دندان امام حسین کو چوما کرتے تھے۔ گود میں لے آپ کو اِدھر اُدھر گھوما کرتے تھے، ان کو بہت پیار کیا کرتے تھے۔ یہ کہہ کر زید باآواز بلند روئے، ابن زیاد مردود بہت غصے ہوا اور اپنے دانتوں سے ہونٹ کاٹ کر کہا کہ اے زید تو بوڑھا نہ ہوگیا ہوتا تو تجھے خوب سزا دیتا اور تیری گردن بھی اُتار لیتا۔ زید نے کہا جب تو نے نبی کے لعل، علی کے نونہال کا چہرہ اُن کے خون سے لال کیا، خاندان نبوت کو پائمال کیا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ اے ابن زیاد میں اس گھڑی ایک اور بات کڑی تجھے سُناتا ہوں جسے تو سن کر جل بھن کے کباب ہو جائے گا، غصے ہو کر لاجواب ہو جائے گا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن کو اپنی داہنی ران پر اور امام حسین کو اپنی بائیں ران پر بٹھائے اُن کے سروں پر اپنا ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرماتے تھے کہ خداوندا میں ان دونوں کو تیرے اور تیرے بندوں کے حوالے کرتا ہوں یعنی حسنین کو امانت دھرتا ہوں۔ سو اے ابن زیاد سچ بتا کہ تو نے اس امانت رسول کے ساتھ کیا کیا۔ اس امانت کو خاک خیانت میں ملایا۔ پھر کہا اے دشمنانِ آلِ نبی خدا اور رسول تم سے راضی نہیں کہ ابن زیاد کو تم نے اپنا امیر بنایا اور فرزندِ نبی کو شہید اور اُن کے اہل بیت کو اسیر کیا۔ پھر یہ کہہ کر اس مجلس سے روتے ہوئے اپنے گھر چلے گئے۔

**روایت ہے** کہ اُس کے بعد ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر یزید کا خطبۂ شکریہ پڑھ کر کہا کہ خدا نے اِحقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیا یعنی امام حسین پر یزید کو غلبہ دیا۔ اسی طرح کے اور بہت سے کلمات بکنے لگا۔ تعلّی کر کے حاضرین کا منہ تکنے لگا۔ اِسے سُن کر عبداللہ بن عفیف مارے غصے کے جل بھن کے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اے ابن زیاد اے دشمن خدا اور رسول اے بے دین جاہل تو جھوٹا تیرا باپ جھوٹا اور جس نے تجھے حاکم بنایا وہ جھوٹا۔ اے تو نے اولادِ نبی کو قتل کیا اور اہلِ بیت نبوت کو ذلیل کیا اور پھر منبر پر چڑھا کہ جو مقام نیک بندوں کا

marfat.com

یہ کلماتِ کفر بک رہا ہے۔ تُف مجھ پر پانی میں ڈوب کیوں نہیں مرتا۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد ابن زیاد ناپاک نے سرِ پاک کو اپنے ہاتھ میں اُٹھا کر تماشا کرنے لگا مگر مارے خوف اور ہیبت کے کانپنے لگا آخر مجبور ہو کر سرِ سرور کو اپنی ران پر دھرا اور روئے انور اور گیسوئے مشک بار کو غور سے دیکھنے لگا۔ وہ خدا کی بنائی صورت، وہ نور کی مورت، چہرہ ایسا ہشاش بشاش کہ نور برستا تھا رُخسارے پر وہ لوز ماشاءاللہ چشم بد دور کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب کچھ بولیں گے درج دہن سے سخن کے انمول موتی رولیں گے۔ گیسوئے مشکیں سے وہ لپک آتی تھی کہ عشاق کی جان جاتی تھی۔

**روایت ہے** کہ جب ابن زیاد بد نہاد نے سرِ جانِ دارین حضرت امام حسین کا اپنی ران پر دھرا تو ایک قطرہ خون کا سرِ مبارک سے ٹپک کر اُس کی قبا پر پڑا۔ اور قبا جُبّہ پیراہن اور پائجامے کو سوراخ کرتا ہوا اُس کی ران کو چھیدتا ہوا تحت سے اس بدبخت کے پار ہو کے زمین میں غائب ہو گیا اور وہ سوراخ اُس شیطان کی ران میں رہ گیا۔ جوں جوں دوا کرتا بڑھتا۔ اور اُس زخم سے اللہ کی پناہ ایسی سڑی بو آتی تھی کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والوں کی جان جاتی تھی۔ اور اس بدبو کے دفع کے لئے ہمیشہ نافہ مشک کا زخم پر باندھے رکھتا اُس کے باوجود اُس کی بدبو بوئے مشک پر غالب رہتی تھی۔ اور یہ زخم آخر حیات تک اس بدذات کے رہ گیا۔ چنانچہ فوجِ مختار ثقفی کے سپہ سالار ابراہیم اشتر نے کشتوں کے پشتوں میں سے اسی زخم اور بدبو کی علامت سے اُس کی نعش کو پہچانا تھا۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد ابن زیاد نے کہا کہ شکرِ خدا کہ سر امام حسین یہاں پر آیا اور میرے دشمنوں کو رسوا کیا اور اُن کی باتوں کو جھوٹ بنایا۔ اس کی باتوں کو امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ شکر خدا جس نے ہم کو اہل بیت بنایا اور بطفیل جدّنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم کو آیت تطہیر سے بزرگ اور معزز فرمایا۔ اُس شقی نے کہا کہ تم نے خدا کی قدرت دیکھی کہ اُس نے کیا کیا۔ حضرت عابد نے فرمایا کہ میرے جدِ بزرگوار نے میرے بابا جان کو پہلے ہی سے خبر دے دی تھی کہ تم میرے بعد بڑے بڑے صدمے اُٹھاؤ گے اور

marfat.com

کربلا میں جاکر شہادت پاؤ گے۔ میرے بابا تو اس دن کے انتظار میں تھے مہر صورت خدا اور رسول کے اختیار میں تھے۔ واہ تو نے خوب کام کیا دونوں جہان میں بھلا نام کیا۔ آخر کو تو بھی عنقریب مرے گا۔ حشر میں ہمارا اور تیرا معاملہ حاکم حقیقی فیصل کرے گا۔ ابن زیاد غصے ہو کر بولا کہ اللہ اکبر اب تک ان لوگوں میں اتنی تیزی باقی ہے امزاج میں خون ریزی باقی ہے۔ پوچھنے لگا کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ امام تشنہ کام کے نور عین ہیں، سجاد بن حسین ہیں۔ ابن زیاد نے غصے ہو کر عمر و سعد سے کہا کہ تجھے حکم تھا کہ آل عبا کا کوئی لڑکا شیر خوار بھی باقی نہ رہے، ان کو تو نے کیوں چھوڑا۔ میرے حکم سے کیوں منہ موڑا۔ پھر کہا کہ اسے بھی باہر لے جاؤ اور اس کا سر بھی کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔ امام زین العابدین نے فرمایا کہ اب میرے سوا اہل بیت کا کوئی محرم نہیں کوئی ساتھی و ہمدم نہیں، قتل اولادِ نبی سے ابھی تک جی بھرا نہیں۔ سو تو مجھے بھی مار دے، ہم لوگ شہادت کو عین سعادت سمجھتے ہیں میرا بھی سر اُتار لے۔

ما کشتۂ عشقیم و شہادت وطن ماست
پروردۂ دردیم و ملامت وطن ماست

جلاد نے چاہا کہ حضرت عابد بیمار کو بھی باہر لے جاکر سر تن نازک سے اُتار ڈالے۔ یہ حال دیکھ کر حاضرین مجلس کے کلیجے پھٹ گئے۔ آخر چند لوگ حضرت عابد کے گلے میں لپٹ گئے۔ اور کہنے لگے اے ابن زیاد واقعۂ کربلا کو ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی۔ سارے اہل بیت کا تو خون پی چکا۔ پھر بھی تیری طبیعت سیر نہیں ہوئی۔ بخدا اُن کو چھوڑ دے، چراغ اُمت گل نہ کر، خدا سے ڈر، قطع نسل نہ کر، ابن زیاد بہت شرمایا اور آپ کے خون سے باز آیا۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد ابن زیاد مردود نے کہا کہ اہل بیت اطہار اور عابد بیمار کو قید خانے میں لے جاؤ اور سر امام حسین کو نیزے پر چڑھا کر تمام کوفے میں گلی گلی پھراؤ کوفیوں کو تماشا دکھاؤ اور سر بے تن کا لاشا دکھاؤ۔ چنانچہ آپ کے سر مبارک کو نیزے پر چڑھا کر کوفے کے بازاروں اور گلیوں میں پھرایا اور کوفیان بے وفا کو قدرت کا تماشا دکھلایا

**روایت ؎** : زید بن ارقم صحابی کہتے ہیں کہ جب سر جانِ کونین امام حسین کا میرے دروازے پر آیا اُس وقت میں گھر کی کھڑکی میں روہا تھا۔ جب سر مبارک میرے قریب آیا تو میں نے سنا کہ آپ کے سر مبارک نے اس آیت کو پڑھا۔ ام حسبت ان اصحٰب الکھف و الرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا کیا تم نے سمجھا کہ اصحابِ کہف اور رقیم کا قصہ میرے قصے سے زیادہ عجیب تھا۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے یہ آیت سر مبارک سے اپنے کانوں سُنی تو میرے تمام بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور میں نے روکر کہا یا ابن رسول اللہ ! درحقیقت آپ کا قصہ اصحابِ کہف کے قصے سے بہت ہی عجیب تر ہے۔ اس لیے کہ اصحابِ کہف کو تو فقط کافروں نے ستایا تھا اور آپ کو تو آپ کے نانا جان کے کلمہ گویوں نے طرح طرح کے ظلم پہنچا کے شہید کیا اور سر مبارک نیزے پر چڑھا کر گلی گلی شہر بشہر پھرایا اور اصحابِ کہف جو سو کر سالہا سال کے بعد بولے تھے، تو بھی روح اُن کے بدن میں موجود تھی اور آپ کے سر مبارک نے تو بعد جدا ہونے کے تن نازک سے کلام فرمایا تو فی الحقیقت آپ کا قصہ اصحابِ کہف کے واقعے سے عجیب تر ہے۔

> دمشق اب جاتے ہیں کوفے سے اہلِ بیت اونٹوں پر
> یہ چرچا عمر بھر ناصرؔ مجبوں کو رُلاتا ہے

جب ابنِ زیاد بدنہاد کوفے میں آپ کے سر کا گلی گلی گشت کرواچکا اور اہلِ بیت کو طرح طرح کے صدمے پہنچا چکا تو پھر شمر ذالجوشن کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ مقرر کیا کہ شہدائے ابرار اور اہلِ بیت اطہار کو باحتیاط تمام دمشق میں یزید کے پاس لے جاوے۔ چنانچہ کئی دن کے بعد اہلِ بیت کا یہ قافلہ کوفے سے دمشق کو چلا۔ آگے آگے نقارہ فتح یزید پلید کا بجتا تھا۔ اور شمر خوشی میں سیاہ بادل کی طرح گرجتا جاتا تھا اور بیچ میں شہدائے کربلا کے سر نیزوں اور برچھیوں پر چلے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے اسیرانِ اہلِ بیت اونٹوں پر کجاووں میں لوگوں کی نظر سے محفوظ روتے جاتے تھے اور ہر منزل میں نئی طرح کی کرامات اور ہر مقام میں طرح طرح کے واقعات سرِ شبیر سے ظاہر ہوتے

marfat.com

تھے تاکہ لوگ سمجھیں کہ واقعہ کربلا ایک حادثۂ عظیمہ قیامت خیز ہے اور تاکہ ظالمین کو پتہ چلے کہ قتل سید الشہداء ایک سانحہ شدید مصیبت انگیز ہے۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب سر شبیر مع اسیرانِ اہل بیت اطہار یزید پلید کے پاس لے چلے۔ پہلی منزل میں ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے اشقیاء شراب لنڈھار ہے تھے، جی کا خمار نکال رہے تھے۔ اتنے میں غیب سے ایک قلم لوہے کا پیدا ہوا اور یہ شعر خون سے اُن لوگوں کے سامنے زمین پر لکھ دیا۔

اترجو امۃ قتلت حسیناً
شفاعۃ جدہ یوم الحساب

(کیا حسین کے قاتل روزِ محشر آپ کے نانا کی شفاعت کی اُمید بھی رکھتے ہیں)

بعض نے لکھا ہے کہ جب لشکریانِ یزید پلید سر مبارک اور قافلہ اہل بیت کو لئے شام کی طرف روانہ ہوئے تو پہلی منزل میں ایک بت خانے کے قریب مقام کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس بُت خانے کی دیوار کے پتھر پر وہی شعر مذکور لکھا ہے۔ یہ لوگ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور راہب سے بت خانے کے پوچھا کہ یہ شعر کس نے اور کب لکھا ہے۔ راہب نے کہا میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ شعر اس بُت خانے کی دیوار پر تمہارے نبی کے زمانے سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہے اور بعض نے کہا کہ بت خانہ کی دیوار پھٹ گئی۔ اس وقت ایک ہاتھ نکلا اس میں ایک لوہے کا قلم تھا اور شعر مذکور خون سے اشقیاء کے سامنے لکھ دیا۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد راہب نے حال سر شہداء و اسیرانِ اہل بیت کا اشقیاء سے دریافت کیا۔ شمر نے مفصل حال راہب سے کہہ دیا تب اُس نے اپنے دل میں کہا کہ معاذ اللہ یہ بہت بُرے لوگ ہیں کہ اپنے نبی کے فرزند ارجمند کو قتل اور ان کے اہل بیت کو اسیر کیا اور طرح طرح کا رنج دیا۔ پس راہب نے زار و زار رو کر جماعتِ اشقیاء سے مخاطب ہو کر

marfat.com

کہا کہ دس ہزار درہم مجھ سے لے لو اور سرِ شبیر کو رات بھر میرے پاس رہنے دو، صبح کو صبح سے وقت تمہارے حوالے کر دوں گا۔ کوفی بد طمع مال راضی ہو گئے۔ اور سرِ سرور کو راہب کے حوالے کیا۔ راہب نے بھی فوراً دس ہزار روپیہ گن دیا اور سرِ اقدس کو بڑی تعظیم سے لیکر خلوت میں آیا اور گلاب کیوڑے سے اُسے غسل دے کر آنکھوں سے لگایا پھر سر کو اپنے زانو پر دھر کے جی جان اپنا آپ پر فدا کر کے رات بھر روتا رہا، انوارِ رحمتِ خدا سے رات بھر مشرف ہوتا رہا۔ اُس نے رات بھر بچشم تر دیکھا کہ انوار و تجلیات سرِ مبارک سے آسمان تک جاتے ہیں اور طبقاتِ نور علی الاتصال آسمان سے سرِ انور پر چلے آتے ہیں۔ اِن کرامات کو دیکھ کر زنار کفر توڑ کر مسلمان ہو گیا، باطل چھوڑ صاحب ایمان ہو گیا۔ اُس کے بعد جب تک زندہ رہا عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو کر غم امام حسین میں خونِ جگر پیتا رہا۔ صبح اُٹھ کر سرِ مبارک کو اشقیا کے حوالے کیا۔ اُنھوں نے جب درہم بانٹنے کے لئے تھیلی کا منہ کھولا تو دیکھا کہ وہ سب درہم راکھ ہو گئے تھے۔ مگر صورت درہم کی بگڑی نہ تھی اور اُن کے ایک طرف یہ آیت لکھی ہوئی تھی ولا تحسبن اللّٰہ غافلا عما یعمل الظّٰلمون اور دوسری طرف یہ آیت درج تھی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یعنی اب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کیسی کیسی گردشیں اُن کو دی جائیں گی۔

یہ کرامت دیکھ کر بہت اشقیائے روسیاہ جل گئے، خاک پھانک کر رہ گئے۔ رنگ چہروں کے بدل گئے۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب حرّان میں پہنچے تو یحییٰ یہودی حرانی، یہ دھوم دھام اور نیزوں پر سرہائے شہدائے عالیمقام دیکھ کر گھبرایا۔ اور اپنے گھر سے نکل کر باہر استقبال کو آیا اور اُن سروں کا نظارہ کرنے لگا، چاند سی صورت کو دیکھ کر رہ گیا۔ اچانک اس کی آنکھ سرِ شبیر پر پڑ گئی، رو دیا، طبیعت بگڑ گئی، دیکھا کہ لب ہائے نازک ہل رہے ہیں۔ قریب جا کر کان لگے تو صاف سُنا کہ آپ یہ آیت بآواز حزیں پڑھ رہے ہیں وسیعلم الذین

marfat.com

خلموا ای منقلب ینقلبون۔ یحیٰ کو بڑا تعجب ہوا اور پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے۔
لوگوں نے کہا فرزند نبی کا یعنی امام حسین بن علی کا۔ پوچھا اُن کی مادر مہربان کا کیا نام تھا۔ کہا
فاطمہ زہرا بنت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس یحیٰ یہودی نے کہا کہ اگر دین اُن کے
جدِ امجد کا حق نہ ہوتا تو یہ سب کرامات اُن کے سرِ اقدس سے ظاہر نہ ہوتیں۔ اور ہم اُن
باتوں پر مطلع نہ ہوتے۔ پس فوراً مسلمان ہو گیا۔ اہلِ بیت پر جی جان سے قربان ہو گیا اور
اچھے اچھے کپڑے اور ہزار درہم حضرت زین العابدین کو دئیے کہ اسے لیجیے اور اپنے
حوائجِ ضروریہ میں خرچ کیجیے۔ اشقیا نے کہا کہ اسے تو دشمنان والیِ شام کی طرفداری
کرتا ہے، ان پر زر نثار کرتا ہے۔ یہاں سے دور ہو ورنہ تجھے مار دیں گے۔ یحیٰ کو یہ کلام سنتے
ہی شرابِ شہادت کا نشہ چڑھ گیا، راہِ محبتِ امام میں سر کٹانے کا شوق بڑھ گیا۔ فوراً شمشیر
آب دار چمکا کر تکبیر کہتا ہوا کفار پر وار کیا، ایک ہی حملے میں پانچ شقی کو فی النار کیا۔ پھر اسی جگہ
شہادت پائی۔

**روایت ہے** : روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ اس کے بعد حلب پہاڑ کے نیچے قافلہ اترا
اُس پہاڑ پر ایک بستی آباد تھی، رعیت وہاں کی ہر طرح سے فارغ البال اور دل شاد تھی۔
وہ سب کے سب یہودی تھے اور حریر بُنتے تھے، لوگ وہاں سے دور دور سے وہاں آتے
تھے اور کپڑے اُن کے خرید کر کے لے جاتے تھے، کوتوال وہاں کا عزیز بن ہارون نام کا ایک
آدمی صاحب کرام تھا۔ جب کچھ رات گزری تو شیریں خادمہ حضرت شہربانو کی اُن کے پاس
بیٹھ کر زار زار رونے لگے۔ حضرت امام کے غم میں اور زور زور سے بیتراد ہونے لگیں۔
سبب اُس کا یہ تھا کہ جب شہربانو مدینے میں تشریف لائیں تو اُن کی خدمت میں سولونڈیاں
تھیں، جس دن حضرت امام حسین سے اُن کا نکاح ہوا پچاس لونڈیاں آزاد کر دیں۔ پھر
بروز ولادت حضرت امام زین العابدین کے چالیس لونڈیاں اور آزاد کر دیں فقط دس لونڈیاں
اُن کے پاس رہ گئیں۔ منجملہ اُن کے شیریں بہت خوش رو، خوش گو اور خوش خو تھیں، ایک دن
حضرت امام حسین نے حضرت شہربانو کے روبرو شیریں کی کچھ تعریف کی، حضرت شہربانو
نے کہا کہ شیریں آپ کی نذر ہے۔ پس حضرت امام عالی مقام نے شیریں کو اُس دم براہِ خدا

marfat.com

آزاد کردیا۔ پھر حضرت شہر بانو نے اُسی دم گٹھڑی اپنے کپڑوں کی منگوائی اور شیریں کو خلعت نفیس قیمتی پہنائی۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ تم نے بہت سی لونڈیاں آزاد کیں مگر کسی کو خلعت گران مایہ نہیں پہنائی۔ مجھے تعجب ہے بتاؤ اس کا کیا سبب ہے۔ حضرت شہر بانو نے فرمایا کہ اے شہزادے وہ سب میری آزاد کی ہوئی لونڈیاں ہیں اور شیریں آپ کی آزاد کی ہوئی ہے۔ شیریں اور میری آزاد کی ہوئی لونڈیوں کے درمیان کچھ فرق ہونا چاہیے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت شہر بانو کو دعا دی۔ مگر شیریں آزاد ہونے کے باوجود ایک دم بھی حضرت شہر بانو کی خدمت سے منہ نہ موڑتیں۔ پس اس رات کو شیریں نے دیکھا کہ حضرت شہر بانو نے کپڑے اپنے حسب حال نہیں پہنے ہیں، شیریں کو وہی خلعت گراں مایہ یاد آگئی، امام حسین کی مصیبت اور شہر بانو کی بے کسی اور غربت پر رونے لگیں۔ شیریں نے حضرت شہر بانو سے کہا کہ اجازت ہو تو اس پہاڑ کی بستی پر جاؤں اور اپنے زیور بیچ کر آپ کے واسطے کچھ کپڑے خرید لاؤں۔ حضرت شہر بانو نے فرمایا تو جہاں جائے مختار ہے، لونڈی پر ہمارا کیا اختیار ہے۔ پہر رات گزری ہوگی کہ شیریں پہاڑ پر پہنچی۔ پھاٹک قلعہ کا بند تھا اس کو ہلایا۔ عزیز بن ہارون مذکور اُس وقت خواب دیکھ کر قلعہ کے پھاٹک کے پاس کھڑا تھا اور شیریں کے ہی انتظار میں تھا۔ اندر سے کہا کون ہے؟ کیا شیریں آئی ہے؟ شیریں نے کہا ہاں کواڑ کھولو۔ غرض عزیز شیریں کو اپنے گھر لائے اور بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آئے۔ شیریں نے کہا کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ تم نے میرا نام کیسے جان لیا۔ عزیز نے کہا کہ ابھی میں نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو خواب میں دیکھا کہ ننگے پاؤں کھڑے رو رہے ہیں۔ کسی کے غم میں بے تاب ہو رہے ہیں، آثار تعزیت اُن پر ہویدا ہیں۔ میں نے عرض کی کہ اے حضرت آپ کا کیا حال ہے، سبب گریہ باعث رنج و ملال کیا ہے۔ فرمایا تجھے معلوم نہیں۔ آہ آہ اشقیاء نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساقی کوثر کے نواسے امام حسین کو قطرۂ آب سے ترسا کر کربلا میں مارا ہے، سر اُن کا تن نازک سے اُتارا ہے اور اب سر اُن کا اور اہل بیت کو اُن کے کوفے سے یزید پلید کے پاس لئے جاتے ہیں، انہیں کے غم میں ہم لوگ دامانِ دل کے پرزے اُڑاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ لوگ حضرت

marfat.com

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہیں۔ فرمایا وائے برتو اے عزیز ہم ان کو کیوں نہ پہچانیں۔ وہ نبی برحق ہیں، حبیب خدا ہیں۔ جو اُن کے ساتھ ایمان نہ لائے گا سیدھا دوزخ میں جائے گا۔ اور ہم لوگ سارے انبیاء اس شخص سے بیزار ہیں، اُس شخص کی شفاعت سے دست بردار ہیں۔ میں نے کہا تب میرے حال پر رحم فرمائیے اور اُن کے نبی برحق ہونے کی کوئی علامت بتلائیے۔ حضرت موسیٰ اور ہارون نے فرمایا کہ اُٹھ اور قلعہ کے پھاٹک کے پاس منتظر رہ۔ ایک لونڈی شیریں نام کی آزاد کردہ امام عالی مقام پھاٹک پر آئے گی اور دستک دے گی۔ پھر پہاڑ کے نیچے حضرت امام حسین کے سر کے پاس جانا اور ہمارا بہت بہت سلام پہنچانا۔ اُن کے سر اقدس سے میرے سلام کا جواب پاؤ گے۔ پھر حضرت شیریں سے تمہارا نکاح ہوگا۔ پھر میں نیند سے چونک پڑا اور نعرۂ اللہ اللہ مارا اور دوڑا ہوا پھاٹک پر آیا کہ تم نے باہر سے پکارا۔ یہ واقعہ سن کر شیریں وہاں سے لوٹ آئیں اور یہ سب باتیں اہل بیت اطہار کو آکر سنائیں۔ علی الصبح عزیز ہزار درہم یزید کو دے کر اہل بیت کی خدمت میں آنے کی اجازت لے کر امام زین العابدین کے پاس آئے اور بہت سے کپڑے بیش قیمت اور ہزار اشرفیاں نذرانہ لائے۔ پھر ان سب کو قدم پر حضرت امام زین العابدین کے دھر کے جی جان اپنا نثار کر کے مسلمان ہوگئے بتوفیق ازلی صاحب ایمان ہوگئے۔ پھر جناب حضرت امام حسین کے سرانور کے پاس آکر آنکھوں سے سیلاب خون بہا کر عرض کی کہ آپ کی خدمت میں یہودی سے مسلمان ہو کر آیا ہوں، حضرت موسیٰ و ہارون کا سلام لایا ہوں۔ امام عالی مقام کے سر سے آواز آئی کہ تجھ پہ اور اُن دونوں پر میرا سلام پہنچے اور فرمایا اے عزیز قیامت کے دن تو میرے اہل بیت کے ساتھ ہوگا۔ پھر حضرت شہر بانو نے شیریں کا عزیز کے ساتھ نکاح کرا دیا اور سارے یہودی اس قلعے کے بھی مسلمان ہوگئے۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** : ابواسحٰق کوفی کہتا ہے کہ اثنائے راہ کو فہ و شام میں واسطے نگہبانی سرہائے شہدا

marfat.com

کے رات بھر پچاس نوجوانان مسلح کا پہرہ رہتا تھا۔ ایک رات میری باری تھی، سب پہرہ دار سو گئے، سروں سے غافل ہو گئے اور اس شب کو مجھے نیند نہیں آتی تھی، اتنے میں آسمان سے ایک مہیب آواز آئی، قریب تھا کہ آسمان و زمین پھٹ جائے، ساری دنیا الٹ جائے، میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ بڑے لمبے سفید نورانی کپڑے پہنے ہوئے آسمان سے نیچے آئے اور اپنے سر کو ننگا کر کے صندوق میں سے سر کو امام حسین کے باہر لائے۔ پھر رو رو کر ان کے منہ پر بوسے دینے لگے۔ بلائیں لینے لگے، میں نے قصد کیا کہ اس سے قبل کہ اور لوگ جاگیں سر امام اُن سے لے کر صندوق میں بند کر دوں۔ ناگاہ ایک شخص مجھ پر کڑکا کہ ہاں! خبردار آگے مت جا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں واسطے ماتم پرسی فرزند حبیب خدا کے تشریف لائے ہیں۔ پھر دوسری آواز آئی کہ حضرت نوح علیہ السلام آئے۔ پھر سنا کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہم السلام تشریف لائے۔ آخر میں حبیب کبریا سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کبار اور حیدر کرار اور امام حسن، حضرت حمزہ اور جعفر طیار کے وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ اور ایک ایک بزرگ اس سر کو اٹھا اٹھا کر تعظیم کرتے تھے اور آہ سرد دل پُر درد سے بھرتے تھے۔ پھر نور کی کرسی آئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نزول اجلال فرمایا اور سارے انبیاء اور صحابہ چاروں طرف آپ کے تھے۔ پھر ایک فرشتہ آیا ایک ہاتھ میں ننگی تلوار برق غضب پروردگار اور دوسرے ہاتھ میں آگ کا گرز خونخوار۔ پھر اس فرشتہ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہوں، دوست دار خاندان ہوں۔ یہ لوگ مجھے زبردستی سے اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ اس فرشتے نے میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا کہ میرا حال تباہ ہو گیا۔ اور اس طرف کا منہ سیاہ ہو گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ خیر اس کو چھوڑ دے۔ فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں صبح تک بے ہوش پڑا رہا۔ صبح کے وقت آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سر شبیر بدستور صندوق میں بند ہے اور ان پچاسوں پہرے داروں کا پتہ نہیں۔ فقط جا بجا صندوق کے چاروں طرف راکھ کے تودے لگے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ صبح کو شمر نے ابو الخنوق کو بلا کر پوچھا کہ تیرا منہ ایک طرف سے کالا کیوں ہے؟

marfat.com

ابوالحنوق نے رات کا پورا حال کہہ سنایا۔ پھر ایک آہ کی کہ شکل اُس کی بدل گئی، زمین پر گرا جان نکل گئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ کلیجہ اُس کا پھٹ گیا تھا اور پتّا اُس کا پھٹ گیا تھا۔ لشکری یہ دیکھ کر بہت گھبرائے اور وہاں سے آگے قدم بڑھائے۔

رسولِ پاک پر بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** ابوسعید دمشقی کہتا ہے کہ جب ہم لوگ سرِ شبیر کو لئے ہوئے دمشق کے قریب جا پہنچے تو خبر مشہور ہوئی کہ مسیب خزاعی چاہتے ہیں کہ لشکر جمع کر کے سپاہ ابنِ زیاد پر چھاپا ماریں، اہلِ بیت اور سرِ شہدا کو چھین لیں اور سپاہ شام کی گردنیں اُتاریں۔ یہ خبر سُن کر سپاہ روسیاہ گھبرائی۔ شام کے وقت ایک مقام پر اُترے۔ وہاں ایک بُت خانہ بہت مستحکم تھا، سب کی رائے جمی کہ آج رات بھر اسی بُت خانے میں رہنا چاہیے۔ بُتخانے کے راہب سے پوچھنا چاہیے۔ کوئی باغی اس بُت خانے کے اندر جا کر چھاپا مار سکے گا۔ کسی کی گردن نہ اُتار سکے گا۔ آخر شمر نے اس بت خانے کے پھاٹک پر آ کر للکارا اور آواز بلند پکارا۔ ایک بوڑھے نے جو سردار بُت خانے کا تھا، بُت خانے کے کوٹھے پر چڑھ کر دیکھا کہ بہت سے سوار اور پیادے بُت خانے کو گھیرے ہوئے ہیں۔ راہ راست سے ناحق منہ پھیرے ہوئے ہیں اور شمر نعرہ مار رہا ہے۔ آخر اس بوڑھے نے کہا کہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو، کدھر جاتے ہو؟ شمر نے کہا ہم لوگ لشکریانِ ابنِ زیاد ہیں، کوفے سے آتے ہیں اور دمشق یزید کے پاس جاتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا دمشق میں کس کام کو جاتے ہو۔ شمر نے کہا کہ کربلا میں ایک شخص یزید سے باغی ہو گیا تھا۔ ہم لوگ اُسے اور اُس کے ہمراہیوں کو مار کے سروں کو سب کے اُتار کے برچھیوں پر چڑھائے اور اُن کے اہلِ بیت کو اسیر کر کے دمشق میں یزید کے پاس لئے جاتے ہیں۔ بوڑھے نے نیچے نگاہ کی تو دیکھا کہ آہ آہ سینکڑوں سر اندھیارے میں چاند کی طرح چمک رہے ہیں، چہروں پر نور برس رہا ہے، پوچھا اِن کے سردار کا کون سا سر ہے۔ شمر نے نشان دہی کی، بوڑھے نے سرِ سرور کو دیکھا تو تھرا گیا۔ پھر کہا کہ میرے بت خانے کو تم گھیرے ہوئے ہو۔ شمر نے کہا ہم نے

marfat.com

سنا ہے کہ کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ شب کو چھاپا ماریں اور ان لوگوں کو چھین لے جائیں اور ہماری گردنوں کو اُتار دیں۔ سو رات بھر ہم سب کو اس بُت خانہ میں پناہ دو، پھاٹک کھول راہ دو۔ بوڑھے نے کہا تم لوگ بہت ہو، اس چھوٹے سے بُت خانے میں سب کی گنجائش نہیں ہوگی اس لئے رات بھر کے لئے سر شہدائے نامدار اور اسیرانِ اہلِ بیت اطہار کو اندر بُت خانے کے لاؤ اور تم گرد اگرد بُت خانے کے آگ جلاؤ اور رات بھر بیدار رہو سونا مت۔ باغی آئے تو محروم لوٹ جائیں گے۔ شمر نے کہا۔ تم نے بہت اچھی بات کہی پس سر مبارک کو صندوق میں بند کر کے اپنے چند سواروں کو کہا کہ اس صندوق کو لے کر بُت خانے میں جاؤ وہاں رات بھر رہنا ہر طرح سے ہوشیار رہنا مگر واقعہ ابولخنوق سے سب ڈرے ہوئے تھے۔ کوئی اندر بُت خانے میں رہنے کو راضی نہ ہوا اتنا کیا کہ اس صندوق کو لے کر اس بت خانے میں لا کے ایک مضبوط مکان میں بند کر دھر کے ایک بھاری قفل سے بند کر کے باہر چلے آئے۔ پھر اُس بوڑھے نے پردہ کرا کے حضرت عابد بیمار اور اہلِ بیت اطہار کو کجاووں سے ایک مکان عالی میں اُتارا اور نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب کسی قدر رات گزری اور سب لوگ سو گئے تو وہ بوڑھا اُٹھ کر اُس گھر کے چاروں طرف نظر کر کے جس میں صندوق بند تھا گھومنے لگا شوق دیدار سر امام کے حالتِ وجد میں آکر جھومنے لگا۔ چاہتا تھا کہ کسی طرح سر شبیر کو بوسہ دے اور نزدیک سے دیکھ سکے۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ گھر صندوق والا بے شمع و چراغ کے روشن ہے وہ بہت گھبرایا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی ہے۔ اتفاق سے اس گھر کے داہنے طرف ایک دوسرا گھر تھا اور اُس گھر سے اس گھر میں ایک روزن تھا بوڑھا اس گھر میں جا کر اس روزن سے دیکھنے لگا کہ وہ روشنی دم بدم بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے دیکھنے سے آنکھ خیرگی کرتی جاتی ہے۔ پھر چھت اس گھر کی پھٹ گئی اور ایک عماری زرنگار میں سے ایک بی بی صاحبہ بہت لونڈیوں کے ہمراہ جن کو عورتوں سے دنیا کی کوئی

marfat.com

مناسبت نہ تھی اُتریں اور وہ لونڈیاں کہتی تھیں کہ ہٹو ہٹو ماں سب آدمیوں کی ماں حضرت حوا آتی ہیں۔ پھر اسی طرح حضرت سارا اور حضرت ہاجرہ بی بی اور راحیل ماں حضرت یوسف کی اور کلثوم بہن حضرت موسیٰ کی اور آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم ماں حضرت عیسیٰ کی آئیں اس کے بعد ایک عماری نور نگار آئی اُس میں حضرت خدیجہ کبریٰ تشریف لائیں اور سب بیبیاں سر سرور کو صندوق سے نکال کر آہ سرد بھرتی تھیں اور رو رو کر زیارت کرتی تھیں۔ ناگاہ ایک عماری نورانی نظر آئی۔ کسی نے اس بڑھے کو للکارا کہ ہاں اس روزن سے مت دیکھ، سواری بنت رسول فاطمہ زہرا بتول کی آئی اور بوڑھا بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ ایک پردہ آنکھوں کے آگے پڑا ہے کہ اس روزن سے کسی کو دیکھ نہیں سکتا۔ اندر سے فقط سنتا تھا کہ السلام علیک اے مظلوم مادر اے شہید مغموم مادر اے غریب مغموم مادر اے نورِ عین من اے فرزند حسین من مت غم کھاؤ کل قیامت کے دن اس کا انصاف ہوگا۔ تمہارے خون کے عوض تمہارے دشمنوں کا مطلع صاف اور تمہارے دوست داروں کا سارا گناہ معاف ہوگا۔ وہ بوڑھا ان باتوں کو سن کے بیہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ اُن عماریوں کا کچھ پتہ نہیں۔ پھر ایک بار اپنے دینِ باطل سے منہ موڑا اور اس مکان کے قفل کو کسی طور توڑا۔ پھر صندوق کے چار طرف خاک پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگا۔ بیخود ہو کر گلا گھوٹنے لگا۔ پھر سر سرور کو صندوق سے نکال کے مشک و گلاب سے دھو کے بڑی تعظیم سے مصلیٰ پر دھر کے شمع کافوری روشن کر کے دور ہی سے دو زانو بیٹھ کر سر سرور کا نظارہ کرنے لگا۔ خنجر آہ سے جگر دو پارہ کرنے لگا اور رو رو کے کہنے لگا کہ اے سرور دین خاتون جنت تمہاری زیارت کو آتی ہیں۔ گو ہر جان نثار کو لاتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُن جماعت میں ہیں جو خدا کے انتہائی برگزیدہ ہیں۔ سو للہ مجھے اپنے حال پُر ملال سے آگاہ کیجیے اور میری نجات کی بھی کوئی راہ کیجیے۔ پس خدا نے اپنی قدرت دکھائی سر شبیر سے آواز آئی کہ اے بزرگ میں مظلوم ستم رسیدہ ہوں، میں مغموم محنت کشیدہ ہوں، مسافر غریب ہوں، مبتلائے مصائب عجیب ہوں، گرفتار بلا ہوں میں، شہید کربلا ہوں میں نور دیدۂ مصطفیٰ ہوں میں۔

marfat.com

سرورِ سیدہ مرتضیٰ ہوں میں۔ جانِ کونین ہوں میں امام حسین ہوں۔

فقیر نے ان سب باتوں کو سن کے اپنے چیلوں کو جو بہتر آدمی تھے بلایا اور اُن کو یہ حال کہہ سُنایا۔ اُن سب نے آہ سرد کے نعرے عرش تک پہنچائے اور بالاتفاق حضرت زین العابدین کے پاس آئے اُن کے سامنے زنار کفر کو توڑ مسلمان ہو گئے، اپنے دین باطل کو چھوڑ کر صاحب ایمان ہو گئے۔ پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ حضرت آپ حکم دیجئے کہ ہم لوگ باہر بُت خانے کے جا کر اشقیا پر چھاپا ماریں، خنجر آب دار سے اُن کے سروں کو اُتاریں، آپ نے فرمایا کہ یہ سب اپنی سزا پائیں گے، کھڑے دوزخ میں چلے جائیں گے۔ پھر صبح ہوتے ہی اشقیا نے سرہائے شہداء اہلِ ابرار اور اہلِ بیت کو بُت خانے سے لا کر دمشق کی راہ لی۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب بعد طے کرنے منزل کے قافلہ شہر دمشق میں پہنچ گیا۔ یزید پلید اس خوشی کو سُن کے مارے خوشی کے پھول گیا مونچھوں پر تاؤ دینے لگا، تعلی کی لے لینے لگا۔ اور اپنی موت کو بھول گیا۔ پھر تو بحکم یزید پلید کے ہر ہر گلی و بازار کی دوکانیں سجنے لگیں۔ جابجا نوبتیں خوشی کی بجنے لگیں۔ ہر ہر طرح سے سامان جشن درست ہو گیا۔ ہر شقی گانے بجانے پر چُست ہو گیا۔ غرض اِس پلید نے تمام شہر اور اپنی کچہری کے مکانوں کو طرح طرح سے آراستہ کیا اور سب کو دربار عام کا حکم دیا۔ نقارے فتح کے بجوائے، مکانوں میں پردے زنبوری لٹکائے، جب سب طرف کے ایلچی اور اُمرائے شام دربار میں حاضر آئے تو پھر ہر طرف سے مبارک بادی پڑنے لگی، دروازے پر اس کم بخت کے نوبت خوشی کے جھڑنے لگی۔ پھر اُس پلید نے بڑی شان و شوکت سے تخت حکومت پر بیٹھ کر حکم دیا کہ سب چھوٹے بڑے شہر کے تماشے کو جائیں اور سرہائے شہداء کے ساتھ میری کچہری میں خوشی کرنے آئیں۔

**روایت ہے** کہ جب قافلہ شہر دمشق میں داخل ہو کے یزید کے پاس چلا۔ پہلے ایک

marfat.com

جامع مسجد میں ایک بوڑھا سفید داڑھی والا بغل میں قرآن شریف لیے تسبیح زیب دست کئے جبہ کرتا پہنے سر پر عمامہ باندھے ٹہل رہا تھا جب اُس نے سرہائے شہدائے ابرار اور حضرت عابد بیمار کو دیکھا کہا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے بڑوں کو تمہارے ہلاک کیا، اہلِ شام کو فتنے سے اُن کے پاک کیا۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ اے بوڑھے تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اُس نے کہا پڑھا کیوں نہیں میں تیسوں پاروں کا حافظ ہوں۔ آپ نے فرمایا تیری سمجھ کا خدا حافظ اے بوڑھے تو نے قرآن میں یہ آیت پڑھی: قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے رسول مقبول لعینی میری جدِ امجد کو کہہ دو لوگوں سے کہ میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا ہوں مگر دوستی چاہتا ہوں تم سے اپنے ناتے قرابت والوں میں۔ سوائے بوڑھے حضرت رسولِ کریم کے ذوالقربیٰ ہم ہی لوگ ہیں محبت ہماری تم سب کو لازم ہے۔ پھر فرمایا تو نے یہ آیت پڑھی ہے: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا بوڑھے نے کہا پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اہلِ بیت نبوت کے ہم ہی لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کو گناہوں اور ہر طرح کے عیبوں سے پاک صاف ستھرا کیا ہے۔ بوڑھا اس کلام کو سُن کر آتش شرم وحیا سے جل بھُن کے سر جھکا کے رونے لگا اور کہنے لگا کہ یا ابن رسول اللہ! خطا میری معاف کیجئے میں نے آپ لوگوں کو پہچانا نہ تھا، پھر رو بقبلہ ہو کر بہت زار و زار رو کے کہنے لگا کہ خداوندا دشمنی سے ان حضرات کے میں بیزار ہوا، دشمنوں سے اُن کے دست بردار ہوا۔ پھر قرآن اور تسبیح مسجد میں دھر کے آہ سرد بھر کے حضرت امام زین العابدین کے اونٹ کے آگے خاک پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگا، نعرہ جانکاہ اور صدائے واحسیناہ کے ساتھ گلا گھونٹنے لگا۔ کہتا تھا آہ آہ یا اللہ توبہ خداوندا تیری جناب میں اگر میری توبہ قبول ہوئی تو اسی دم جان میری نکال لے۔ عذاب دارین سے نجات دے۔ پھر توبہ اُس کی قبول ہوئی اور دُعا اُس کی مقبول ہوئی۔ آخر ایک نعرہ مار اُسی دم جان نکل گئی، جنت کو سدھارا۔ اہلِ بیت یہ حال دیکھ کر رونے لگے، اس کے غم سے بے قرار ہونے لگے۔

marfat.com

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ علی الصباح قافلہ شہر دمشق میں داخل ہوا تھا مگر باعث کثرت تماشائی اور ہجوم شامیوں کے چیونٹی کو راہ نہیں ملتی تھی، مارے دھوم دھام اور کثرت اژدھام چھاتی سے چھاتی چھلتی تھی۔ غرض اسی طرح قدم بقدم آہستہ آہستہ چلتے چلتے ظہر کے وقت سرائے شتدار یزید کے پھاٹک پر آئے۔ پس اس پلید نے پہلے اہل بیت اطہار کو خاص ایک کمرہ میں الگ نظروں سے محفوظ اُتروائے اور اُس کمرے کے در و دیوار ہر طرف سے پردے گرا دیئے۔ اُس کے بعد سرہائے شہدا کو منگایا۔ پھر اس پلید نے ایک ایک سر کا دیکھا اور نام و نشان اور حال صاحب سر کا پوچھنا شروع کیا۔ جب اُس تے سب سروں کے حال سے اطلاع پائی تب جان کونین سلطان دارین حضرت امام حسن کے سر مبارک کی نوبت آئی۔ پس شمر نے سرِ سرور کو بشیر ابن مالک کے حوالے کیا کہ اس سر کو یزید کے آگے تحفہ لے جاوے اور قتل امام حسین کے فخر کرکے یزید سے صلہ نیک اور انعام کثیر مانگے۔ پس بشیر نے سر شبیر کو یزید کے آگے دھر کے قتل کرنے پر حضرت کے فخر کر کے یزید پلید سے کہا کہ سر امام حسین یہ لیجیئے۔ عوض اُس کے صلہ اور انعام دیجئے۔ پھر چند اشعار عربی کے بیان شرف حسب و نسب اور بزرگی میں حضرت امام عالی مقام کے پڑھ کے اور بہت سی تعریفیں امام کی کر کے کہا میں نے ایسے شہنشاہ کو مارا ہے فرزند خاص رسول اللہ کو مارا ہے، علی کے ماہ پارے کو مارا ہے، فاطمہ زہرا کے پیارے کا سر اُتارا ہے، سو زر و جواہرات دیجئے اور جوڑا گھوڑا دیجئے۔

یزید یہ تعریف حضرت امام کی سن کے جل گیا، رنگ چہرے کا اُس شقی کے بدل گیا۔ بشیر سے کہا ارے جب تو امام حسین کو ایسا جانتا تھا، حسب و نسب اُن کا خوب پہچانتا تھا پھر اُن کو مارا کیوں، سر اُن کا گردن سے اُتارا کیوں۔ پھر غصے ہو کر کہا کہ بشیر کو باہر لے جاؤ اور ابھی سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔ جلاد نے باہر لے جا کر بشیر پر ایک وار کیا اور اس شقی کو فی النار کیا اور یہ بشیر اُن دس لوگوں میں سے ایک تھا کہ جنہوں نے کربلا میں امام

marfat.com

تشنہ کام کے قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا۔

ع رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ اس کے بعد یزید شقی نے سر شبیر کو طشت زریں میں اپنے آگے دھرا کے اُمرائے کوفہ سے پوچھا کہ امام حسین کو کیونکر مارا، سر اُن کا کس طرح اُتارا، شمر بدذات نے کہا کہ امام حسین مع بیاسی آدمیوں کے مکے سے کربلا میں آئے۔ ہم لوگوں نے خبر پاکر بائیس ہزار سپاہ لے کے دھاوا کیا اور امام سے ہر چند کہا کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیجئے اور نہیں تو گردن دھر دیجئے۔ امام نے نہ مانا، اس سخن کو واہی تباہی جانا پس ہم لوگوں نے دسویں محرم کو صبح سے دوپہر ڈھلے تک امام کے سب ہمراہیوں کو مار لیا۔ مرسب کا اُتار لیا۔ پھر امام کو تین کو تین رات دن قطرۂ آب سے ترسا کے مینہ تیغ تیروں کا برسا کے مارا، خنجر آب دار سے اُن کا سر اُتارا۔ پھر لاش کو امام کی ٹاپوں سے کچل کے خاک میں ملایا۔ پھر اُن کے اہلِ بیت کو اسیر کر کے اور اُن کے سروں کو برچھیوں پر دھر کے آپ کے پاس پہنچایا۔ یزید نے ان باتوں کو سُن کے سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ پھر سر کو اُٹھا کے اِدھر اُدھر حاضرین کا منہ تکنے لگا، عربی اشعار پڑھ پڑھ کے اپنی خوشی اور غرور کی باتیں بکنے لگا، مونچھوں پر تاؤ دے کے مسکرا مسکرا کر انگڑائی لینے لگا۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مُدام

**روایت ہے** کہ جب سرِ شبیر اس شیطان کے آگے دھرا گیا وہ پلید خوشی کے دم میں پھولا خدا اور رسول کو بھولا ہوا شراب پی رہا تھا اور مسکرا کے سر ہلا ہلا کے چھڑی بید کی جو اس بدبخت کے ہاتھ میں تھی، بار بار ہونٹوں اور دانتوں اور نتھنوں مبارک پر امام کے لگاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے امام حسین! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ تمہارا اتنا سن ہوا ہے اور بال تمہارے خضاب سے محفوظ ہیں۔

**روایت ہے** مناقب السادات میں لکھا ہے کہ جس دم سر مبارک امام حسین کا یزید

marfat.com

پلید کے پاس لایا گیا وہ لعین خوشی میں مشغول ہوا، شراب پیتا تھا اور سر مبارک کے ساتھ انواع واقسام کی اہانت کرتا تھا۔ یہ خبر بعض صحابہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی تو روتے ہوئے دوڑے اور کہا اے ملعون یہ کیا کرتا ہے، خدا سے نہیں ڈرتا۔ اس شقی نے ان صحابہ کو بھی قتل کرا دیا۔ سات صحابہ کی اس دن گردن اڑائی گئی۔

**روایت ہے** کہ اس وقت سمرہ بن جندب صحابی بھی حاضر تھے اُنھوں نے جب بے ادبی یزید پلید کی دیکھی کہ بید کی چھڑی آپ کے ہونٹ اور دانتوں پر مارتا ہے، بے اختیار ہو کر زار و زار رو کر یزید پلید سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ قطع اللہ یدک یا یزید اے یزید پلید اللہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالے۔ یہ کیا حرکت ناشائستہ کرتا ہے کہ لب و دندان پر حضرت امام حسین کے جو بوسہ گاہ رسولِ مقبول تھے، چھڑی دھرتا ہے اہلِ بیت کا تجھے پاس نہیں خدا اور رسول سے کچھ ہراس نہیں ہے

آں لب کہ بوسہ داد برو بار بار رسول ؐ — سوئیش بچوب کردن اشارت کجا روا ست
آں سر کہ برکنار نبی داشتی وطن — در طشت زر نہادہ بہ پیش تو کے روا ست

یزید پلید نے غصے ہو کر کہا کہ اے سمرہ کیا کروں تیری صحابیت کا لحاظ کرتا ہوں اگر تو صحابئ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتا تو ابھی میں تجھے مار ڈالتا، سر تیرا ابھی گردن سے اُتار ڈالتا۔ سمرہ نے کہا سبحان اللہ اے ملعون تیرا یہ عجب حال ہے کہ میرے قتل کرنے میں تو میری صحابیت کا تجھے خیال ہے، جب تو نے رسولِ عربی کے پیارو ں علی کے دلاروں، فاطمہ زہرا کے پیاروں کو کربلا کے تویے پر قطرۂ آب سے ترسا کے تیروں کا مینہ برسا کے تل ڈالا، لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل ڈالا۔ اُس وقت تجھے فرزندان اور عزیزانِ نبی کا خیال نہ آیا، جی میں ذرا بھی نہ شرمایا۔ اے بدبخت ایسا تو کوئی بھی ادنیٰ مسلمان کے ساتھ نہیں کرتا وہ بھی اپنی عاقبت سے ڈرتا ہے۔ آہ آہ تیرے ظلم سے خدا کی پناہ۔ یہ بات حاضرین کے دل میں برچھی کی طرح گڑ گئی۔ سب کی طبیعت بگڑ گئی قریب تھا کہ کچھ فتنہ حادث ہو جائے۔ آخر سمرہ روتے ہوئے اس شیطان کی کچہری کے باہر چلے گئے۔

marfat.com

**روایت ہے** کہ اس وقت ایک سوداگر یہودی بھی اس مجلس میں حاضر تھا اُس نے جو سرانور حضرت امام حسینؑ کا یزید پلید کے آگے طشت میں دھرا دیکھا، پوچھا یہ کس کا سر ہے، یہ کس کی آنکھوں کا تارا ہے، کس بے رحم نے اس کو مارا ہے۔ یزید خبیث نے کہا کہ یہ سر اُس شخص کا ہے جس نے میرے ساتھ دعویٰ مقابلہ اور ہمسری کا کیا اور دعویٰ خلافت کا کر کے علم امامت کا اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور جوانان ہمارے ان کے اور اُن کے ہمراہیوں کے سروں کو کاٹ لائے ہیں اور یتیمان اور اہل بیت اُن کے بھی گرفتار ہو کر آئے ہیں۔ وہ یہودی بولا معلوم ہوتا ہے یہ بزرگ اپنی قوم کے بڑے رئیس اور شریف و عالی خاندان تھے کہ اُن کو حوصلہ امامت اور دعویٰ خلافت کا تھا۔ یزید پلید نے کہا۔ ہاں بڑے شریف تھے اور آباؤ اجداد اُن کے شرفائے بنی ہاشم سے تھے یہودی نے پوچھا کہ ان کا کیا نام تھا۔ یزید نے کہا امام حسینؑ۔ پھر پوچھا اُن کے ماں باپ کا کیا نام تھا، یزید نے کہا علی مرتضیٰ شیر خدا اور اُن کی ماں کا نام حضرت فاطمہ زہرا۔ پھر پوچھا کہ فاطمہ کس کی صاحبزادی تھیں۔ یزید نے کہا حضرت رسولِ مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ یہودی نے یہ نام سُن کر غم و غصے سے سر دھن کر عمامہ سر سے زمین پر پٹک دیا اور زار زار رو کر کہنے لگا کہ یہ کیوں نہیں کہتے ہو کہ یہ سر تمہارے نبی صاحب کے فرزند کا ہے، فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ کے پسر ارجمند کا ہے۔ واہ واہ اپنے نبی کی تو نے یہ خوب قدر دانی کی اماماں تشنہ کام کی ماشاءاللہ خوب مہمانی کی۔ پھر وہ یہودی مارے غصے کے سر دھن کر آتش غم سے جل بھن کر لب کو دندان تاسف سے کاٹنے لگا، انگشتِ حسرت چاٹنے لگا، کفِ افسوس ملنے لگا کلیجہ چٹکیوں سے ملنے لگا۔ اور بہت افسوس کر کے کہا کہ اے یزید ہمارے اور حضرت داؤد کے درمیان ستر پشت کا واسطہ ہے میں اُن کی اولاد میں مشہور ہوں۔ سو اب تک یہودی میری تعظیم و تکریم کرتے ہیں جو میں کہتا ہوں بسر و چشم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ میرے یہاں آتے ہیں تو میری چوکھٹ چومتے ہیں، بطورِ طواف چاروں طرف میرے گھر کے گھومتے ہیں۔ پھر کمال لطف و حسن سلوک سے پیش آتے ہیں، زر و جواہر بطور نذرانہ کے میرے آگے لاتے ہیں اور

marfat.com

کل کی بات ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے رسولِ مقبول دنیا سے رخصت ہو کر باغ جنت کو سدھارے ہیں اور آج ہی تم نے اُن کے نواسے کو قطرۂ آب کے پیاسے کو یعنی اُن کے نورِ عین حضرت امام حسین کے ساتھ جو اُن کی اولادِ خاص اور فرزند با اختصاص ہیں ایسا معاملہ کیا کہ کسی نے ایسا واقعہ از آدم تا ایں دم نہ تو کانوں نے سُنا ہے نہ آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہو کیا تمہارے دیس تمہارے مذہب اسلام کی یہی رسم ہے۔ آہ آہ تم لوگ کیسے بُرے لوگ ہو۔ خلائق پناہ اپنے خدا اور رسول کے پاس جاؤ گے تو کہو کیا منہ دکھاؤ گے۔

یزید پلید نے یہ سخن سُن کے آتشِ غم و غصے سے جل بھُن کے کہا کہ اے یہودی اگر میرے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ فرما گئے ہوتے کہ ذمیوں کو مت ستاؤ اُن کو کچھ مت ایذا پہنچاؤ۔ اس واسطے کہ جو لوگ ذمی کو ستائیں گے ہم قیامت کے دن اُن کے دشمن ہو جائیں گے۔ تو میں بھی تجھے سزائے کامل دیتا۔ سر تیرا اُتار لیتا۔ یہودی نے کہا اے احمق جو شخص کہ ہم ایسے ادنیٰ یہودی کے واسطے ظالم کا دشمن ہو جائے گا تو وہ اپنے جگر گوشے کے واسطے کیا کچھ خصومت نہ فرمائے گا۔ اے خبیث جس وقت اُن کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں تجھ سے خصومت کریں گے اور جس وقت اُن کی مادرِ مہربان حضرت فاطمہ زہرا عرشِ الٰہی کے پائے کو پکڑ کے داد خواہ ہوں گی، تو خدا کو کیا منہ دکھائے گا۔ ان باتوں کو سن کے یزید پلید کا غصہ بڑھ گیا بارِ ننگ و ناموس کا نشہ چڑھ گیا۔ کہا ہاں جلاد کو بلاؤ اور ابھی سر اس یہودی کا میرے پاس کاٹ لاؤ۔ یہودی نے اُچھل کر سرِ سرور اُٹھا لیا اور کہا اے نبی کے نورِ عین اے فرزندِ علی میں آپ کا غلام ہوں، خلوصِ دل سے مسلمان ہوتا ہوں اے میرے آقا اے میرے مولا اے میرے سید میری خبر لینا اور اپنے جدِ امجد کے سامنے میرے ایمان پر گواہی دینا۔ یزید نے کہا کہ لے یہودی اب مارے جانے کے ڈر سے مسلمان ہوتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اے خبیث میں حضرت امام سے فاضل تر نہیں ہوں اُن کی تو نے گردن اُتاری میری بھی گردن اُتارلے بسم اللہ میں حاضر ہوں، مجھے مارے ان شاء اللہ تعالیٰ میں بھی زمرے میں شہدائے کربلا

marfat.com

کے اُٹھایا جاؤں گا۔ حق تعالیٰ سے بعوض اس کے باغِ ارم پاؤں گا۔ آخر اُس نے اُس مسلم کو بھی جان سے مارا، نعرہ الا اللہ کے ساتھ وہ جنت کو سدھارا۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جس وقت یزید علیہ ما یستحقہ سر مبارک شہدار کے ساتھ بے ادبیاں کر رہا تھا اُس وقت حسب اتفاق ایک ایلچی قیصر روم کا بھی وہاں حاضر تھا، حضرت امام کے سرِ اقدس کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگا، واحسیناہ کہہ کہہ کے جان کھونے لگا۔ بار بار آہ سرد بھرنے لگا۔ فریاد و فغاں کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے یزید اے پلید اب تک بعض ٹاپوؤں میں حضرت عیسیٰ کے گدھے کے سم کا نشان باقی ہے۔ ہم لوگ اہلِ نصاریٰ فوج کی فوج وہاں پر اس نشانِ سُم کی زیارت کو ہر سال جاتے ہیں اور کمالِ ادب اور نہایت خلوص سے اس نشانِ سُم کی تکریم بجالاتے ہیں اور زر و جواہرات اور طرح طرح کی تحفہ تحفہ چیزیں اپنے اپنے مقدور کی موافق وہاں نذر چڑھاتے ہیں اور جس طرح تم لوگ خانہ کعبہ کی بزرگی اور تعظیم کرتے ہو اسی طرح ہم لوگ اُس کا ہر طرح سے آداب بجالاتے ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ کل تمہارے نبی جنت کو سدھارے ہیں، آج ہی تم نے خاص اپنے نبی کے لال، علی کے نونہال کو جو جانِ رسول اور روحِ رواں بتول تھے شہید کر ڈالا اور سارے اہل بیت اطہار کو ان کے طرح طرح سے اذیت دے کر دل کا غبار نکالا۔ اے یزید پلید ایک بار میں برسم تجارت زمانِ حیات میں رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں گیا تھا۔ پھر میں حضور نبوی میں حاضر آیا اور کمالِ ادب سے سلام بجا لایا اور مشاہدۂ جمالِ حق نمائے چشم میں اپنے بصارت تازہ پائی اور فیضانِ مجلس عالی سے جسم میں میرے نضارت بے اندازہ آئی۔ پھر جی جان سے میں عاشق زار ہو گیا شیفتہ کامل مشک بار ہو گیا۔ پس میں نے تھوڑا سا مشک اطیب اور عنبر اشہب حضور اقدس میں گزرانا اور اس ہدیۂ مختصر کو موجب دارین جانا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میری طرف سے پہلے ہدیۂ ایمان قبول کرو تو میں آج تمہارا ہدیہ قبول کروں گا اور کل قیامت میں تمہارے سر پہ آنچل رحمت

marfat.com

کا دھروں گا۔ میں فوراً آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا اور روم میں آکر مدت تک اپنا اسلام چھپایا پھر کئی برس ہوئے کہ چاروں بیٹیاں اور پانچوں بیٹے بھی میرے مسلمان ہو گئے بفضلہ سب صاحب ایمان ہوگئے۔ اور اُنہی ایام میں جب میں حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا تو یہی سرورجن کا سر اس وقت تیرے آگے دھرا ہے، حجرۂ خانہ سے حضرت اُم سلمہ کے باہر آئے۔ پس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو اپنی گود میں اُٹھا کر ادھر اُدھر گھومنے لگے اور فرمانے لگے کہ خدا کی مار پڑے اللہ کی لعنت پڑے پھٹکار پڑے، اے حسین اُس آدمی پر جو تجھے ناحق مارے، سر تیرا تن نازک سے اُتارے۔ دوسرے دن بھی یہی صاحبزادے اپنے بڑے بھائی امام حسن کے ساتھ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور کہنے لگے کہ نانا جان ہم دونوں بھائیوں نے باہم کشتی کی، خوب لڑے، جی جان سے ایک دوسرے پر پڑے مگر کسی نے دوسرے کو زمین پر گرایا نہیں۔ اب نہیں معلوم کہ ہم دونوں بھائیوں میں زیادہ زور والا کون ہے۔ سو آپ فیصلہ فرمائیے کہ ہم دونوں بھائیوں میں کس کا زور زیادہ ہے، کس شخص کی قوت بے اندازہ ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹا کشتی لڑنا تمہارا کام نہیں ہے، سو جاؤ دونوں ایک خط لکھ لاؤ جس کا لکھا بہتر ہوگا وہی قوی ہوگا وہی بہتر ہوگا۔ دونوں شاہزادے گھر میں آئے اور ایک ایک خط لکھ کر حضور نبوی میں لائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دونوں شاہزادوں کو برابر دوست رکھتے تھے۔ آپ نے سوچا کہ حسن کا خط بہتر کہوں تو حسین کو ملال ہوگا اور اگر حسین کے خط کو اچھا کہوں تو حسن خستہ حال ہوگا۔ پس آپ نے فرمایا اے شہزادو جلد تم اپنے باپ کے پاس جاؤ وہ خط خوب پہچانتے ہیں۔ وہ کہہ دیں گے کہ دونوں میں اچھا کون ہے۔ دونوں صاحبزادے دوڑے ہوئے اپنے والد شیرِ خدا کے پاس آئے اور دونوں خط ہاتھ میں اُن کے دھر دیئے اور سارے حال عرض کر دیئے۔ شیرِ خدا کے دل میں بھی اس بات کا کھٹکا ہوا فرمایا اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ غرض دونوں شہزادے دوڑے ہوئے حضرت بی بی فاطمہ زہرا کے پاس تشریف لائے اور سارے قصے ابتدا سے انتہا تک سُنائے اور عرض کی کہ اماں دونوں خطوں کو اب آپ ملاحظہ کیجئے اور

marfat.com

جس کا خط اچھا ہو اُس کی قوت کی داد دیجیے۔ حضرت سیدہ نے سوچا کہ یا اللہ یہ کیا مشکل ہے ان کے جدِ بزرگوار اور پدر نامدار نے چاہا کہ کسی ایک کے آئینۂ دل پر غبار ملال نہ آئے خاطر نازک میں کسی ان دونوں کے خار تک نہ گڑے۔ اس واسطے انہوں نے بھی پر ڈالا اب میں کیا کروں۔ پس حضرت سیدہ نے فرمایا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو میں خط کا حال نہیں جانتی، بُرا بھلا کچھ پہچانتی نہیں مگر میرے پاس سات موتی انمول ہیں۔ اُن سات موتیوں کو تم دونوں بھائیوں کے سروں پر نثار کرتی ہوں۔ پس جو کوئی تم دونوں میں سے زیادہ موتی میرے پاس چُن لائے گا خط اُس کا بہتر ہوگا اور سند زیادتی قوت کی وہی مجھ سے پائے گا۔ پس حضرت سیدہ نے پہلے دونوں ماہ پاروں کو خوب پیار کیا۔ پھر اُن سات موتیوں کو اُن کے سروں پر نثار کیا پس دونوں نبی کے لعل علی کے نونہال نے مارے خوشی کے سر دُھنے اور جھٹ پٹ تین تین موتی دونوں بھائیوں نے برابر چُنے۔ پروردگار عالم نے دیکھا کہ اب یہ چوتھا موتی جو چُنے گا تو دوسرا مارے ملال و شرم کے سر کو دھنے گا۔ پس فوراً فرمان رب جلیل بنام جبرئیل آیا۔ ہاں ابھی اس موتی کے دو ٹکڑے کر و اور زمین پر دو جگہ دھر دو تاکہ دونوں نبی کے ماہ پارے چرخ امامت کے تارے آدھا آدھا موتی چُن لیویں۔ دل کسی کا ملال نہ ہو اور حکم برابری قوت کا اپنی ماں سے سُن لیویں۔ پس جبرئیل بحکم باری زمین پر آئے اور اسی طرح عمل میں لائے دونوں شہزادوں نے ساڑھے تین تین موتی چن کے مژدہ مساوات قوت کا مادر مہرباں سے سُن کے دوڑے۔ حضرت نبوی میں آئے اور سارے حال کہہ سنائے ——— اے بزید پلید وہاں تو حضرت سرور عالم رسولِ خدا اور علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہرا اور خود خداوند کبریا کو گوارا نہ ہوا کہ ایک شہزادے کو دوسرے کی زیادتی قوت کا حال سُن کے کچھ ملال آوے۔ ایک سے دوسرے کا جی شرمادے اور یہاں پر تو نے بڑے شہزادے شہنشاہ زمن حضرت امام حسن کو شربت ہلاہل پلایا۔ اُس چاند سی صورت اُس نور کی مورت کو اُن کی تو نے مٹی میں ملایا اور بہتر و بہتر ٹکڑے ہو کر جگر ان کا باہر آیا اے ظالم ذرا تو خدا سے نہ شرمایا اور چھوٹے صاحبزادے جانِ کونین حضرت امام حسین کا سر تو نے مع بہتر

marfat.com

سر ہمراہیان اُن کے تیغ ستم سے کٹوا کے اپنے سامنے منگوائے۔ وائے بر تو اے ذرا بھی اُن کی بزرگی کا لحاظ اپنے جی میں نہ لایا۔

اے ناکساں بہ نسبت فرزندِ مصطفیٰ — باشد بہیچ وجہ روا کیں چنین کنند
بر حلق تشنۂ شہ دیں تیغ می نہند — در خاک و خون نہادہ رُخ نازنیں کنند

یزید نے کہا کیا کروں قیصر روم کا ایلچی ہے اس کا پاس کرتا ہوں اور نہیں تو میں ابھی قتل کر ڈالتا۔ اُس نے کہا کہ اے یزید بے دین تجھے شرم نہیں آتی افسوس قیصر روم کے ایلچی کا تو تو پاس کرے اور اولادِ رسول کو بلا لحاظ قتل کرے اور ذرا سا خوف نہ کرے۔ دیکھنا قیامت کے دن حق تعالیٰ تجھ کو اور تیرے ہمراہیوں کو سزا دے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ سب کو کندۂ دوزخ کا کرے گا۔ غرض رسول قیصر روم نے یزید کو بہت سخت کلام سنایا پھر مغموم ہو کر اُس کے دربار سے چلا آیا۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب سب طرف سے یزید پلید پر لعنت ہونے لگی تب اُس نے سب کی طرف سے منہ موڑا اور حضرت زین العابدین کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ یہ کس کا ماہ پارہ ہے یہ کس کی آنکھوں کا تارا ہے۔ لوگوں نے کہا یہی زین العابدین امام حسین کے بیٹے علی مرتضیٰ کے پوتے ہیں۔ بستر بیمار پڑے ہوئے باپ کے غم میں روتے ہیں۔ کہنے لگا کہ میں نے تو سنا تھا کہ علی بن حسین تو مارا گیا، سر اُس کا بھی تن نازک سے اُتارا گیا۔ لوگ بولے کہ امام حسین کے تین لڑکے تھے علی اکبر و علی اصغر کو تو ہم لوگوں نے وہیں مار دیا۔ یہ تیسرے علی اوسط ہیں، محض بیمار تھے، بات کرنے آہ سرد بھرنے سے ناچار تھے۔ اس واسطے ہم لوگوں نے اُن کو شربت شہادت نہ پلایا اور تمہارے پاس قید کر لائے۔

پھر اُس خبیث نے حضرت زین العابدین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے لڑکے تو کچھ جانتا ہے کہ باپ تیرا یہ چاہتا تھا کہ مسند خلافت پر جلوس فرماوے اور اُن کے

marfat.com

ناموں کا خطبہ منبروں پر پڑھا جاوے۔ مگر شکر باری ہے کہ تمنائے دلی تمہارے باپ کی برنہ آئی، باپ تیرے نے اپنی مراد نہ پائی۔ حضرت امام زین العابدین نے فوراً جواب دیا کہ اے یزید پلید یہ تو بتلا۔ یہ منبر جو مسجدوں میں ہے ہمارے باپ دادا کا ہے یا تیرے باپ دادا کا اور خلافت و امامت ہمارے خاندان میں زیبا ہے کہ جنہوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے اور کفار و مشرکین کو قتل کر کے مسلمانوں کے شہروں کو آباد کیے ہیں یا تیرے گھرانے میں کہ ہمیشہ تیرے گھرانے کے لوگ کفر و شرک کرتے رہے، دین کو چھوڑ کر طلبِ جاہ اور دنیا میں مرتے رہے، صبر کر عنقریب قیامت کے دن حق تعالیٰ ہمارا اور تیرا معاملہ بہت اچھی طرح سے فیصل کرے گا اور اللہ تعالےٰ بے شک ہماری داد دے گا۔

ان باتوں کو سُن کے یزید پلید کا غصہ بھڑکا اور کہا کہ ہاں ابھی اس لڑکے کو باہر لے جاؤ اور خنجر آبدار سے سر کاٹ لاؤ۔ جلاد نے ہاتھ حضرت امام زین العابدین کا تھاما کہ باہر لے جائے اور سر آپ کا کاٹ لائے۔ حضرت اُم کلثوم نے پردے کے اندر سے فرمایا کہ ہاں بجز اس لڑکے کے کوئی ہم لوگوں کا محرم نہیں کوئی رفیق نہیں، ہمدم نہیں، برائے خدا اس لڑکے کو چھوڑ دو۔ ہاتھ اس کے قتل سے موڑو۔ پھر یہ بیت پڑھا۔

اُنادیک یاجداہ یاخیر مرسل
حسینک مقتول و نسلک ضائع

یعنی پکارتی ہوں میں آپ کو اے نانا جان اے بہتر رسولوں سے خبر لیجیے کہ آپ کے حسین تو شہید ہو ہی چکے اور اب نسل آپ کی منقطع ہوا چاہتی ہے۔ یہ شعر سُن کر یزید پلید مارے خوف کے کانپنے لگا، دم بخود ہو کر ہانپنے لگا۔ پھر کہا اچھا اسے چھوڑ دو اس کے قتل سے منہ موڑ لو۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد یزید نے حضرت امام زین العابدین کو اپنے پاس بلایا اور اپنے بیٹے کے روبرو بٹھایا۔ پھر اس شیطان نے کہا کہ اے فرزند حسین یہ لڑکا ہمارا تمہارے ہم سن ہے اور لڑنے بھڑنے کا یہی دن ہے۔ بھلا تم اس لڑکے

marfat.com

سے کشتی لڑ سکتے ہو۔ زورِ ہاشمیت دکھا کے ہاتھ اُس کا پکڑ سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ہم لوگوں کو کشتی کرنے سے کیا کام اور مارنا پر ایسے ایسے لونڈوں سے کشتی لڑنے کا کیا نام ہے۔ ہاں اگر تو چاہے کہ میرے زورِ ہاشمیت کا کچھ تماشا دیکھے، ہمارا ایا اپنے بیٹے کا لاشا دیکھے تو ایک تلوار مجھے دے اور ایک اپنے بیٹے کو اور حکم دے کہ جو غالب آئے وہ مغلوب کو مار ڈالے سر اُس کا تلوار سے اُتار ڈالے۔ پھر دیکھ تو کون کس کا پیٹ پھاڑتا ہے۔ یزید اس پر راضی نہ ہوا اتنے میں نوبت بجنے لگی۔ یزید کے بیٹے نے کہا کہ اے ابنِ حسین یہ نوبت میرے باپ کے نام کی بج رہی ہے، بادل کی طرح گرج رہی ہے کہو تمہارے باپ کی نوبت کہاں ہے؟ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر اس کا جواب دیتا ہوں مگر جب میرے باپ کی نوبت بجے گی تو یہ نوبت تیرے باپ کی موقوف ہو جائے گی۔ یہ نوبت سُن کے دنیا یاد پڑتی ہے اور اس نوبت کے سنتے ہی خلق دنیا کو چھوڑ کر خدا کی جناب میں سربسجدہ ہو کر ناک رگڑتی ہے۔ یہ سُن کے جی میں فرشتے لاحول ولاقوۃ پڑھتے ہیں اور وہ نوبت سُن کے دل اور زباں سے صلِ علیٰ کہتے ہیں۔ کہ اتنے میں مؤذن نے اذان دی۔ جب یہ نوبت اللہ اکبر کی بجنے لگی۔ وہ نوبت یزید کی فوراً موقوف ہوگئی۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا اے پسرِ یزید یہ نوبت پنج وقتی میرے باباجان کے نام کی ہے کہ قیامت تک بجتی رہے گی۔ ارے تو اُس نوبت پنج روزہ پہ پھولا ہے خدا اور رسول کو کیا بھولا ہے تا زمانِ قیامت جب خطیب لوگ منبروں پر چڑھیں گے تو خطبۂ امامت اور فضیلت کا ہم لوگوں کے نام پر پڑھیں گے۔ پھر فرمایا اے یزید سچ بتا کہ جبرئیل امین ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔ یا تیرے گھر، وحی ہمارے یہاں اُترتی تھی یا تیرے یہاں، لوگ کلمہ ہمارا پڑھتے ہیں یا تیرا، آیتِ تطہیر ہمارے حق میں نازل ہوئی یا تیرے حق میں۔ ہماری محبت لوگوں پر فرض ہے یا تیرے۔ اے یزید تو نے کیا سمجھا ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا، اسی طرح مونچھوں پر تاؤ دیتا رہے گا، شراب پیتا رہے گا، تیرا ہی راج رہے گا، قیامت تک تو ہی صاحبِ تخت و تاج رہے گا۔ دیکھ لینا عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہ

marfat.com

یہ ساری دولت تیری بھی لٹ جائے گی یہی لوگ ہوں گے اور تیرا لاشہ ہو گا اُس وقت قدرت کا کھیل ہو گا، عجب تماشا ہو گا۔ ان باتوں سے سننے والوں کے رونگٹے دہشت سے کھڑے ہو گئے اور یزید پلید کے بدن میں رعشہ آگیا اور مارے ہیبت کے وہ شیطان تھرا گیا۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب یزید بد ذات حضرت امام زین العابدین کی باتوں سے قائل ہوا اُس وقت کہنے لگا کہ اے امام اگر کچھ حاجت ہو تو میرے سامنے بیان کرو کہ اُسے پورا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ چار حاجتیں رکھتا ہوں۔ ایک یہ کہ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالے کر تا کہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالوں۔ یزید نے سرداران کوفہ سے پوچھا کہ امام حسین کو کس نے مارا، لوگوں نے کہا خولی ملعون نے ڈر کے کہا حاشا میں نے نہیں مارا ہے، سنان نے مارا ہے، سنان نے انکار کیا اور کہا کہ لعنت قاتلان امام حسین پر بلکہ اُن کو شمر نے مارا ہے۔ یزید نے شمر سے پوچھا کہ سب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مارا ہے۔ شمر نے کہا معاذ اللہ میں نے نہیں مارا سب جھوٹ کہتے ہیں۔ یزید نے بہت غصہ ہو کر کہا کہ سچ کہہ اُن کو کس نے مارا شمر نے کہا میں سچ بتا دوں امام کے قاتل کا تجھے پتہ بتا دوں اے یزید امام حسین کا قاتل وہی ہے جس نے پہلوانان عرب اور شام کو جمع کیا اور خزینہ بیت المال کا کھول دیا اور لشکر کو ہتھیار اور گھوڑا دیا، جوڑا دیا۔ اور جس نے ابن زیاد کو سردار لشکر بنایا اور کہا جا امام حسین اور اُن کے ہمراہیوں کے سر کاٹ لا۔ یزید نے یہ سن کر آتش ندامت میں جل بھن کے شرم سے سر جھکا لیا۔ اور شمر کو کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت امام زین العابدین سے کہا کہ اور حاجت اپنی کہو، فرمایا دوسری حاجت یہ ہے کہ سر میرے بابا جان اور سارے شہداء کا مجھے دے کہ اپنے ساتھ لے جاؤں، تیسرے مجھے اور سارے اہلِ بیت اطہار کو چھوڑ دے تاکہ میں سب کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ کو لے جاؤں اور اپنے جد بزرگوار کے روضۂ انور پر

marfat.com

جاکر عبادتِ الٰہی میں تادم زیست مشغول رہوں، چوتھے کل دن جمعہ کا ہے مجھے اجازت دے کہ منبر پر چڑھوں اور شامیوں کے سامنے خطبہ پڑھوں۔ یزید نے کہا بہت خوب۔ یہ تینوں باتیں تمہاری منظور رہیں۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ اس کے بعد یزید پلید نے حکم دیا کہ حضرت امام حسین اور سارے شہداء کے سروں کو دروازے پر دمشق کے لٹکا دو تاکہ جو کوئی میری بغاوت پر سر اُٹھائے گا۔ اسی طرح سر اُس کا کاٹ کے لٹکایا جائے گا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حسب الحکم اُس روسیاہ کے تین شبانہ روز سر ہائے شہدائے نامدار دروازے پر دمشق کے لٹکے رہے۔ شامیانِ روسیاہ صبح و شام وہاں تفریح کے لیے آتے اور اللہ کے قدرت کے کھیل کی سیر کر جاتے۔

نہ آسان ست کہ دن بر سر نیزہ سر شاہ
کہ دادی بوسہ سلطانِ رسل بر رخ و رخسار ش

**روایت ہے** کہ جب دوسرا دن جمعے کا آیا، یزید نے منادی کرا دی کہ آج سب اہلِ دمشق جامع مسجد میں حاضر ہوں۔ اُس دن جمعے کے وقت اِتنے لوگ جمع ہوئے کہ قدم دھرنے کی جگہ نہیں ملتی تھی، بباعث کثرت آدمیوں کے شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ پس یزید پلید نے ایک خطیب بدنصیب شامی کو کہا کہ منبر پر جاوے اور حاضرین کو میری حقیقت اور امام حسین کے بر سر باطل ہونے کا خطبہ سناوے۔ اُس خطیب بے نصیب نے منبر پر چڑھ کے تعریف آلِ ابو سفیان اور مذمت آلِ ابی طالب کی اور بُطلان حضرت امام حسین علیہ السلام کا اور حقیقت یزید کی لوگوں کے سامنے بیان کرنی شروع کی۔ اُس وقت سیدنا و امامنا حضرت امام زین العابدین نے للکارا کہ ارے میاں تو کیسا خطیب ہے کہ مذمت آلِ عبا کی کرتا ہے، کیسا بدنصیب ہے

آلِ عبا از ہمہ فاضل تر اند
ذم چنیں قوم چرا می کنی

marfat.com

پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور پہلے ایک خطبہ مشتمل حمدِ الٰہی و نعت حضرت رسالت پناہی بفصاحت و بلاغت تمام لوگوں کو سنایا کہ سارے فصحا وہاں کے سُن کے دنگ ہو گئے اس شیریں دہنی کے ساتھ اس کم سنی غریب الوطنی میں خطبہ پڑھا کہ بلغ ئے شام و روم کے دانت کھٹے ہو گئے، قافیے سب کے تنگ ہو گئے۔ غرض اس ڈ ئے ساتھ پڑھا کہ فضلائے عراق و شام مارے شرم کے منہ کھول نہ سکے۔ ایسا آپ کا رُعب پڑ گیا کہ سوائے واہ واہ کے کچھ لوگ بول نہ سکے۔ پھر اس لہجہ سے وعظ کہا، شہادت کربلا کا حال کہا کہ تاثیر سے اُس کی سارے سنگ دلانِ شام موم دل ہو گئے۔ کوفیانِ بدانجام مرغِ بسمل ہو گئے اور عراقیان عرقِ خجالت سے ڈوب گئے اور سارے علمائے روم و شام جوامع کلم اور لوامعِ حکم کو آپ کے سُن کے غریقِ بحرِ حیرت از پا تا فرق ہو گئے۔ پھر فرمایا اے اہلِ شام تم لوگوں میں سے جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے مگر جو مجھے نہیں جانتا ہے جو میرا خاندان نہیں پہچانتا ہے سو جانے کہ میں فرزندِ رسولِ مختار، حبیبِ پروردگار ہوں، میں فرزندِ صاحبِ معراج اور خداوندِ تخت و تاج ہوں۔ میں نورِ چشم راکبِ بُراق اور افضل البشر علی الاطلاق ہوں، میں لختِ جگر رحمتِ عالم حضرت رسولِ اکرم ہوں اور میں پوتا شہسوار مضمار ہل اتیٰ اور شہر یارِ تخت گاہ لافتیٰ شیرِ علی مرتضیٰ ہوں اور میں روحِ رواں بنتِ رسولِ اکرم یعنی حضرت فاطمہ زہرا بتول کا ہوں اور میں بھتیجا سبطِ رسول قرۃ العین بتول، امام مسموم شاہِ زمن حضرت امام حسن کا ہوں۔ میں بیٹا شہید مظلوم غریب مہموم، سید معصوم، امام مغموم نورِ دیدہ مصطفیٰ سرورِ سینۂ مرتضیٰ، شہیدِ رنگیں کفن قتیلِ خونیں پیرہن جانِ کونین حضرت امام حسین شہیدِ کربلا کا ہوں۔ یزیدیوں نے میرے ابا جان اور سارے اقران کو بے کس و تنہا تین رات دن کا بھوکا پیاسا میدانِ کربلا میں شہید کر ڈالا، ساقیِ کوثر کے نواسے کو قطرۂ آب سے ترسا ترسا کے مینہ ستم کے برسا برسا کے، اپنے جی کا حوصلہ نکال کے میرے بابا جان کو جلتے ہوئے کربلا کے توے پہ تل ڈالا پھر سر کو اُن کے کاٹ کے لہو اُن کا چاٹ کے یزید کے پاس بھیج دیا اور لاش کو بابا کے وہیں پر گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل ڈالا۔ جب یہ کہا

marfat.com

دوست دشمن سب کا جی بگڑ گیا۔ یزید کم بخت ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے وعظ سے بلوائے عام ہوجائے لوگ ہم کو لوٹ لیں اور امام زین العابدین کا کام ہوجائے۔ پس اُس نے مؤذن کو کہا ہاں اذان دے۔ مؤذن نے اذان شروع کی جب اشہد ان محمد رسول اللہ کہا حضرت امام زین العابدین نے منبر سے اُتر کر عمامہ اپنے سر کا آگے مؤذن کے دھر کے فرمایا اے مؤذن تجھے اِن ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم دیتا ہوں کہ ذرا ٹھہر! مؤذن چپ ہوگیا۔ پس آپ نے یزید سے کہا کہ اے یزید سچ بتا کہ یہ حضرت محمد رسول اللہ میرے جدِ بزرگوار ہیں یا تیرے اور اگر تو جانتا ہے کہ وہ میرے جد ہیں تو پھر کس واسطے تو نے میرے بابا جان امام حسین کو قتل کروا ڈالا اور اہلِ بیت اطہار کو جن کی چوکھٹ کو فرشتے بلا اذن چوم نہیں سکتے تھے، جبرئیل امین حریم عصمت میں اُن کی گھوم نہیں سکتے تھے شہر شہر پھرایا اور مجھے تو نے یتیم بے پدر کر ڈالا اور پھر تو کلمہ پڑھتا ہے، میرے جدِ امجد کا نام لیتے وقت شرماتا نہیں، اللہ تعالیٰ سے کچھ خوف کرتا نہیں۔ پھر لوگوں سے آپ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کا نانا پیغمبر ہو اور جس کا دادا ساقی کوثر ہو۔ اس کلام کو سن کے سب کے سب بے اختیار رونے لگے۔ کسی کی آنکھوں سے بے اختیار سیلابِ خون جاری، کسی پر حالت غشی طاری، بعضے بے ہوش پڑے تھے اور بعضے انگشت بدنداں عالم تحیر میں ٹکٹکی باندھے کھڑے تھے۔ پھر تو ہر طرف سے قاتلانِ حسین پر لعنت ملامت پڑنے لگی۔ یزید پلید غوغائے عام سے خوف کھا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور جلد مؤذن سے تکبیر کہلائی اور بعد نماز کے حضرت امام زین العابدین کی طبیعت باتوں میں بہلائی۔

## مدینے کو پھر اب شام سے ہے سرور<br>برائے تعزیت اب گشت کرکے گھر کو جاتا ہے

روایت ہے کہ جب یزید پلید ہر طرح سے اپنے جی کا حوصلہ دل کا ارمان نکال چکا دنیا کے واسطے اپنے دین کو خاک میں ڈال چکا۔ پس اہلِ بیت اطہار کے واسطے مدینے جانے کو اسباب سفر کا مہیا کیا اور ہر شخص کو بقدر حاجت کے کپڑا اور زادِ راہ بھی دیا،

marfat.com

نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ مع تیس جوان مسلح کے اہلِ بیت کرام کے ہمراہ جاوے اور بآرام تمام وحفاظت تمام اُن کو مدینہ طیبہ پہنچا آوے۔ چنانچہ حضرت امام زین العابدین سر حضرت امام حسین اور سر دیگر شہداء کے یزید پلید سے لیکر دمشق سے فراقِ پدر میں زار و زار روکے چلے، مدینے سے باپ کے ساتھ آئے تھے، دمشق سے یتیم بے پدر ہو کے چلے۔ نعمان بن بشیر حسب الحکم یزید اہل بیت اطہار کو کمال تعظیم وتکریم سے مدینے کو لے چلے، راہ میں اہلِ بیت کے ساتھ کوئی دقیقہ تعظیم وتکریم کا نہ چھوڑا، سر مواطاعت سے اُن کی منہ نہ موڑا۔ جہاں اور جس وقت اہل بیت چاہتے عماری سے اُتر آتے اور جب چاہتے اپنی خوشی سے سوار ہو جاتے اور چڑھتے اور اُترتے وقت نعمان اور سواران مسلح اہل بیت کے پاس سے الگ ہو کے منہ پھیر لیتے اور راہ میں خصوصاً شب کو سوتے وقت اہلِ بیت کو حفاظت کے واسطے چاروں طرف سے گھیر لیتے، عابد قدم بقدم پدر بزرگوار کو یاد کر کے روتے تھے۔

**روایت ہے** کہ جب قافلہ مدینۂ منورہ کے قریب آیا، حضرت اُم کلثوم نے حضرت زینب سے فرمایا کہ اے بہن نعمان بن بشیر نے خدا اور رسول سے بہت ہراس کیا، سارے اہل بیت کی بڑی تعظیم وتوقیر کی، ہر طرح کا پاس کیا۔ دل ہمارا اُس کے کردار سے بہت مسرور ہے، کوئی چیز صلے میں اس کے نعمان کو دینی ضرور ہے۔ حضرت زینب نے فرمایا کہ ہاں اے بہن نعمان بڑا اہلِ ادب وتعظیم ہے بعوض اُس کے اُسے ہم کیا دیں، بجز زیور کے ہمارے پاس کوئی چیز نہیں دونوں بہنوں نے زیور اپنے کانوں کے اُتار کر نعمان کے پاس بھیجے کہ حقِ خدمت تمہارا ہم پر بہت ہے جو ادا نہیں ہو سکتا۔ بہرکیف یہ ہدیہ مختصر قبول کر لو۔ باقی قیامت میں بھی ہم لوگ تمہارے ساتھ حُسن سلوک پیش آئیں گے، شفاعت کر کے بہشت میں لے جائیں گے، نعمان نے کہا اور عذر کیا، کہ اہل بیت اطہار سے حقِ خدمت لینا خوب نہیں۔ میں نے خدمت آپ کی واسطے خوشنودی جدِ بزرگوار آپ کے کی ہے۔ کچھ دنیا اس سے مطلوب نہیں۔ الحمد للہ، کہ خدمت میری آپ کو قبول ہوئی۔ اب سعادتِ دارین مجھے حصول ہوئی۔

marfat.com

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب اہل مدینہ کو قافلۂ اہلِ بیت کی آمد کی خبر ہوئی ہر محلے کوچے میں یہ بات مشہور ہوئی تو سب کے سب رونے لگے، فراقِ جانِ کونین حضرت امام حسین میں جی کھونے لگے، پھر سارے مہاجرین و انصار مرد و عورت چھوٹے بڑے استقبال کو قافلۂ اہلِ بیت کے گھر سے روتے ہوئے باہر آگئے۔ جب حضرت امام زین العابدین اور دختران حضرت امام حسین و خواہران شاہزادہ کونین پر نظر اہلِ مدینہ کی پڑی تو گویا ایک تیغ گرم تھی کہ دلوں سے پار ہوگئی، روتے روتے سب کی طبیعت بے اختیار ہوگئی، چہرے فق ہوگئے سینے شق ہوگئے۔ اُن کے رونے سے ٹھیکریاں روتی تھیں اُن کی بے قراری سے بوٹیاں بے تاب ہوتی تھیں۔ جب سرِ سرور کو دیکھا سب کے سب بے ہوش گئے، پہروں تک قلم خاک پر لوٹ لوٹ کے سب چلاتے رہے، اُس وقت ایسا منظر بن گیا کہ جگر قلم مصیبت رقم اُس کی تحریر سے شق ہوا جاتا ہے زبانِ غم ترجمان کے دل میں اُس تقریر سے قلق ہوا جاتا ہے۔

**روایت ہے** زہرۃ الریاض میں لکھا ہے کہ مدینے میں پانچ بار ایسا دردناک منظر پیدا ہوا کہ لوگوں نے سمجھا کہ لامحالہ قیامت ہوگئی پہلے جس دن کہ جنگِ اُحد میں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحیح و سالم تھے، شیطان نے مدینہ میں آکر آواز دی کہ اے اہلِ مدینہ تم کو خبر نہیں کہ حضور شہادت پا گئے۔ یہ خبرِ وحشت اثر سُن کر مدینے میں ایسا غوغا ہوا کہ لوگوں نے سمجھا کہ آج ہی قیامت قائم ہوگئی۔ دوسرے جس دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دنیا سے سدھارے، اہلِ مدینہ پر جو حالت طاری ہوئی اگر تحریر میں آئے، قیامت قائم ہو جائے، تیسرے جس دن خبر شہادت سیدنا حضرت علی کوفے سے مدینے آئی، مصیبت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ ہوگئی۔ چوتھے جس دن جانِ کونین حضرت امام حسین نے مدینے سے مکے کی جانب بعزمِ کوفہ کوچ فرمایا تھا، بشوقِ شہادت دنیا و مافیہا سے دل اُٹھایا تھا۔ پانچویں جس دن کہ اہلِ بیت مع سرِ سرور دمشق سے آئے، اہلِ مدینہ نے

marfat.com

نعرہ آہ کا آسمان تک پہنچایا لکھا ہے کہ جو حال اہل مدینہ کا بروز وفات حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوا تھا وہی حالت وہی قیامت اس دن بھی ان پر طاری تھا جس دن قافلہ شام سے مدینے آیا تھا، دلوں میں اس طرح کی تیرگی آنکھوں کے تلے ایسی خیرگی چھائی کہ لوگوں نے جانا آج بالیقیں قیامت آئی۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جس دم امام زین العابدین مع زنان و یتیمان و اہل بیت المطہر سر شدائے کربلا علیہ التحیۃ والثنا مدینہ میں آئے، شجر و حجر دیوار و در کو مبتلائے غم جانِ کونین امام حسین پائے، جدھر نظر اُٹھائی، نگری مدینہ کی بغیر امام حسین کے سونی پائی۔ ہر دل پر مصیبت قیامت سے بھی دونی پائی۔ گلی گلی غم حسین میں روتی تھی، ہر طرف شور و غل تھا جو زندہ تھا، مُردہ بگور تھا آہ و نالہ فریاد و بُکا گھر گھر تھا، کوچہ کوچہ ہنگامۂ محشر تھا۔ کوئی مُرغ بسمل کی طرح خاک پر پڑا تھا، کوئی انگشت بدنداں حالت تحیر میں کھڑا تھا۔ ناگاہ اُم المومنین جناب حضرت اُم سلمہ زار زار روتی ہوئی اپنے حجرے سے باہر آئیں اور وہ شیشۂ خاک کربلا جو خون ہو گیا تھا اپنے ساتھ لائیں جب اہل بیت نے حضرت اُم سلمہ کو دیکھا رنج اُن کا دوبالا ہو گیا اور جب وہ شیشہ پرخون دیکھا جگر پُرخار داغ دار اور دل گل لالہ ہو گیا۔ اس وقت حضرت اُم سلمہ نے حضرت امام زین العابدین کو گلے سے لگایا اور فرمایا ؎

| | |
|---|---|
| ہائے تنہا کھو تو کیوں آئے | میری جانی کی کیا خبر لائے |
| اپنے بابا کا تم تو سر لائے | کھو قاسم کی کیا خبر لائے |
| اب دلہن کس کی بیاہ لاؤں گی | کس کو دولہا میں اب بناؤں گی |
| نانی کہہ کون اب پکارے گا | قبر میں مجھ کو کون اُتارے گا |

اُس وقت کی آہ و زاری اور ہر ایک کی بے قراری خصوصاً حضرت اُم سلمہ کا ایک ایک کو آغوش میں لے کر رونا اور روتے روتے فرطِ محبت سے بے ہوش ہونا

marfat.com

حیزِ تقریر اور احاطۂ تحریر سے باہر ہے کہ ایک ایک سے گلے مل مل کے اتنا روتی تھیں کہ کلیجہ دیکھنے والوں کا پھٹا جاتا تھا۔ سرِ امام حسین کو سر اور آنکھوں پر دھر دھر کے آہ سرد بھر بھر کے اس قدر بے تاب ہوتی تھیں کہ اُن پر غش آ رہے تھے۔ حضرت شہربانو بے چاری مصیبت کی ماری حیرت سے سب کا منہ تکتی تھیں۔ فرطِ غم سے گھٹ گھٹ کے جان کھوتی تھیں۔ اور لب نہ ہلا سکتی تھیں۔ حضرت زینب مغموم اور اُم کلثوم نے حضرت اُم سلمہ کے گلے لپٹ کے فرمایا اے نانی کیا کہیں ہم تو اس دشتِ کربلا میں لٹ گئے۔ بھائی بھتیجے بیٹے سب کے سب چھوٹ گئے۔ اب کہو ہم لوگ کدھر جائیں، اہلِ مدینہ کو کیا منہ دکھائیں۔ اب بہن کہہ کر ہم کو کون پکارے گا، اب قبر میں ہم کو کون اُتارے گا۔ الغرض اسی طرح حضرت اُم سلمہ اہلِ بیت رسول اور اولادِ بتول کو اپنے ساتھ لے کر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ پر آئیں اور بے اختیار ہو کر مزارِ اطہر کو جنبش میں لائیں اور وہی سرِ مبارک حضرت امام حسین کا جو رات دن آغوشِ ناز میں حضرت سرورِ عالم کی رہتا تھا مزار شریف پر رکھ دیا اور ایک پُرسوز آہ دل صد چاک سے کھینچی اور عرض کیا ؎

یا رسول اللہ برآر از روضۂ سر تا بنگری | اہل بیت خویشتن را زار و غمناک و حزیں
در بلائے دشمناں دیں گرفتار آمدہ | کس مبادا در جہاں ہرگز گرفتار ایں چنیں

**روایت ہے** کہ اس وقت حضرت زینب مغموم نے خاک مزار سید ابرار کو سر اور آنکھوں پر اپنی مَل مَل کے کہا۔ نانا جان ہماری جان آپ پر قربان یہی آپ کے حسین ہیں یہی آپ کے نورِ چشم قرۃ العین ہیں، یہی آپ کی آنکھوں کے تارے ہیں۔ یہی تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، خنجر آبدار کے مارے ہیں، یہی آپ کے نواسے ہیں، یہی قطرۂ آب کے پیاسے ہیں، یہی حسین آپ کے گھر کا اُجالا تھا۔ ابھی نانا جان کی آپ نے اسی دن کے واسطے اُن کو پالا تھا۔ ابھی نانا جان اماں نے اسی دن کے واسطے اُن کو دودھ پلایا تھا۔ جبرئیل امین نے اسی دن کے لیے اُن کو جھولے میں جھلایا تھا۔ ذرا اپنے راکبِ دوش زیبِ آغوش کا تماشا دیکھیے، سرِ بے تن کا لاشا دیکھیے کہ کس طرح شرابِ شہادت پی کے حالتِ سرور

marfat.com

میں ہنس رہے ہیں، سر بے تن مزار اقدس پر دھرے قدم بوس حاضر ہیں سر کنا ہاتھ بھی نہیں کہ سلام کریں، صورت سے واقعات بیانِ کربلا کر رہے ہیں۔ زبان بھی نہیں کہ کلام کریں۔ اے نانا جان پہلے آپ نے منہ موڑا پھر آپ کے بعد چھ ہی مہینہ پر اماں جان نے ہم سے رشتہ تعلق توڑا۔ بعد اُس کے بابا جان اور برادر مہربان امام حسن کو اشقیاء نے فریب سے زہر دے کر مارا۔ پھر کوفیان بے وفا نے میرے بھائی امام حسین اور اُن کے ہمراہیوں کو قطرہ آب سے ترسا کے سینۂ ستم کا برسا کے سروں کو اُن کے خنجر آبدار سے اُتارا۔ اب بجز عابد بیمار کوئی باقی نہ رہا، تشنہ کامان ساقی کوثر کا کوئی ساقی نہ رہا۔ اب بجز آہ ہمارا کوئی مونس نہیں غم خوار نہیں سوائے درد و غم کے کوئی محرم نہیں، دلدار نہیں

فریاد کہ بے مونس و غمخوار بماندیم ۔۔۔ رفتند عزیزاں غمخوار بماندیم
درخاک بخفتند و روح از ابنھفتند ۔۔۔ افسوس کہ در حسرت دیدار بماندیم

غرض اِس وقت مزار اقدس پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک کے رونے اور حضرت سکینہ کے باپ کے واسطے بے تاب ہونے اور خواہر امام کی گریہ زاری اور حضرت عابد بیمار کی فریادِ بے قراری سے مسجد نبوی میں ایک زلزلہ پڑ گیا، آسمان و زمین چکر میں آئے ملائکہ اعلیٰ گھبرائے، قریب تھا کہ مزار انور پھٹ جائے، آسمان ٹوٹ پڑے، ساری دنیا اُلٹ جائے، مزار مہبط انوار نے جنبش کھائی۔ صدائے واحسینا و نور عینا غیب سے آئی۔

شب تا بروز گار من و روز تا بشب
نالیدن ست در غم تو با گریستن

اُس کے بعد اُم سلمہ نے اہلِ بیت کو بہت سی تسلیاں دیں سمجھایا بجھایا اور ہاتھ پکڑ کے سب کو گھر لے آئیں۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب حضرت امام زین العابدین روضۂ منورہ پر سے سر مبارک

marfat.com

جناب حضرت امام حسین کا لائے تو اُسے کفنا کر جمع مہاجرین وانصار کے ساتھ جنت البقیع میں جا کے جناب حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کے پاس حضرت امام حسن کے پہلو میں مدفون فرمایا۔ پھر تو لوگ جوق در جوق مرد وعورت آتے اور واقعات کربلا سُن کے آتش غم میں بھُن کے بے ہوش ہوجاتے۔

**روایت ہے** کہ اس کے بعد حضرت امام زین العابدین دن رات یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے دنیا کی لذتوں کو ایک قلم چھوڑا، عز حق سے منہ موڑا، دن رات واقعات کربلا اور مصائب آلِ عبا کو یاد کر کے رونے سے کام تھا نہ دن کو چین نہ رات کو آرام تھا۔ جب باپ کی شفقت یاد پڑ جاتی جی بے چین ہوجاتا، طبیعت بگڑ جاتی، رات دن فراقِ پدر میں آنسو بہاتے اور یہ کہتے کہتے بے ہوش ہوجاتے۔

بر سنگ رخنہ شد از بس گریستیم بہ تو
زنگ سخت ترم من کہ زیستم بے تو

اور جب حضرت کو اپنی بےکسی و بےبسی کا خیال آتا یہ کہتے کہتے آپ کو غش آجاتا

محروم از پدر و در جدائی
کجائی اے پدر آخر کجائی

غرض حضرت امام زین العابدین بعد واقعۂ کربلا کے چالیس برس تک زندہ رہے مگر ہردم غم پدر کھاتے رہے اور خونِ جگر پیتے رہے کبھی کربلا کی مصیبت اور باپ کی یاد دل سے نہ بھُلائی تمام عمر گاہے رونے سے فرصت نہ پائی۔ جب پیاس غالب ہوتی، طبیعت آب سرد کی طالب ہوتی تو کربلا کی تشنگی باپ کی بھوک پیاس یاد کر کے سینہ گرم سے آہ سرد بھر کے دیر تک ہاتھ میں کوزۂ آب لئے روتے رہتے حتی کہ روتے روتے آنسو سے کوزہ کا پانی بھر جاتا ہچکیاں بندھ جاتیں۔ آخر جی کو مسوس کر کلیجے کو تھام کر ایک دو گھونٹ پی کر فقط پیاس اور گرمیٔ شکم بجھالیتے، لوگ عرض کرتے حضرت آپ کو اپنی جان پیاری نہیں ہے اتنا کیوں روتے ہیں، صبر کیجیے اس قدر

marfat.com

کیوں بے تاب ہوتے ہیں۔ فرماتے

ہ شدہ ہیچو ابر باراں ہمہ خندہ گریمن
نتواں غم وطرب راز ہم امتیاز کردن

دیدہ تر بہر شہید کربلا شد اشکبار | یابد از نور سعادت روشنی روز شمار
از عقیق تشنہ شاہ شہید یاد کن | گوہر اشک ز بحر دیدۂ خونیں برآر
ہر کہ او امروز گریاں ست از بہر حسین | با لب خنداں بود فردا بصدر اقتدار

ہ رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جس بالاخانہ پر حضرت سجاد یعنی حضرت امام زین العابدین دن رات رہا کرتے تھے، فراقِ پدر میں اتنا روتے کہ وہاں آپ کے آنسو جمع ہو کر پرنالے کی راہ سے بہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس پرنالے کے تلے زمین نے اتنی تراوٹ پائی کہ دہلیز پر گھاس سبز نکل آئی۔ ایک دن ایک آدمی اس پرنالے کے نیچے سے چلا جاتا تھا اُس کے کپڑے پر وہ آنسو گرے، اُس نے کپڑے دھونے کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اے شخص یہ کس کا بالاخانہ ہے تو پہچانتا نہیں، اس پر حضرت امام زین العابدین رہا کرتے ہیں تو جانتا نہیں دن رات حضرت اسی بالاخانے پر رہا کرتے ہیں، غم پدر میں اتنا رویا کرتے ہیں کہ آنسو اُن کے اسی پرنالے سے بہا کرتے ہیں، کپڑے پر تیرے جو پانی گرا وہ پانی نہیں آنسو ہے، سونگھ کر دیکھ لے کرب وبلا درد وغم کی اس میں کیسی بُو ہے۔ یہ پانی نہیں اس کپڑے کے دھونے کی کیا ضرورت ہے، جا شکر باری کر تیری نجات کی یہی صورت ہے۔

**روایت ہے** کہ ایک دن جناب امام سجاد مدینہ منورہ کے بازار میں چلے جاتے تھے۔ راہ میں ایک قصائی کو دیکھا کہ ایک بکری کو زمین پر پچھاڑے ہوئے اُس کے ذبح کرنے کو پتھر پر چھری تیز کر رہا ہے۔ اِس حالت کو دیکھتے ہی طبیعت حضرت کی بگڑ گئی، شہادت باپ کی یاد پڑ گئی۔ وہیں کھڑے ہو کر اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ پھر اُس

marfat.com

قصائی سے پوچھا کہ اس بکری کو تو نے دانہ گھاس دیا ہے یا نہیں، آب سرد اُسے پلایا ہے یا نہیں۔ قصائی نے چھری کو چھوڑ کر ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ اے امام عالی مقام غلام نے تین دن سے اس کو معمول سے زیادہ دانہ گھاس کھلایا ہے اور آب سرد و شیریں وقت پر پلایا ہے اور ابھی اسے خوب سیر شکم آب و دانہ کھلایا ہے تب لیان مذبح میں ذبح کرنے کو لایا ہے۔ آپ نے سن کے کلیجے کو تھام کر ایک آہِ سرد لی اور زار و زار رو کر فرمایا کہ کوفیانِ بے وفا نے میرے بابا جان کو اس بکری سے بھی کم تر جانا جو تین دن تک بھوکا پیاسا دشت کربلا میں قطرۂ آب سے ترسا کے مینہ تیروں کا برسا کے ذبح کر ڈالا۔ اپنے جی کا ارمان نکالا جیتے جی مچھلی کی طرح کربلا کے توے پر تل ڈالا، سر کاٹ کے لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل ڈالا۔ یہ کہہ کر روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ اُس قصائی اور حاضرین کے دل بھی یہ کلام سُن کر آتشِ غم سے جل بھُن گئے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ کسی نبی نے، کسی جوان، کسی صبی نے از آدم تا ایں دم حضرت امام زین العابدین کا ایسا صدمہ اُٹھایا نہیں، کسی پر ایسا رنج و غم آیا نہیں، دشتِ کربلا میں پہر بھر میں ساری کمائی آپ کی لٹ گئی، باپ بھائی خویش و اقارب سب کی سنگت چھٹ گئی، باپ بھائی اور رفیقوں نے مرتبہ بمرتبہ آپ کے روبرو شربتِ شہادت نوشِ جاں فرمایا۔ کسی نے بجز آپ کے دو پہر روز عاشورے کے بعد اور کچھ صدمہ نہ اُٹھایا۔ حضرت عابد بیمار کی مصیبت پر غور کیجیے اور اُن کے صبر و استقلال کی داد دیجیے کہ قبل شہادت اپنے پدر بزرگوار کے سارے واقعات کربلا کو دیکھ کر رہ گئے، کلیجے کو تھام کر یہ سب صدمے سہ گئے۔ پھر بعد شہادت پدر نامدار کے طرح طرح کے صدمے اُٹھائے، بعدہٗ گھر بار اور مال و اسباب کا لوٹا جانا۔ پھر میدان کربلا میں باپ کا لاشا دیکھنا، پھر سرہائے شہداء کے گشت کا تماشا دیکھنا اور اہلِ بیت اطہار کے ساتھ قید ہو کر کربلا سے کوفے اور کوفے سے دمشق جانا اور یزیدیوں کے ساتھ انواع و اقسام کا رنج پانا۔ پھر باپ کو کھو کر سرِ بریدہ باپ کا ہمراہ لے کر دمشق سے مدینہ پھر آنا تا زیست شماتت اعداء کا قلق اُٹھانا ایسا کچھ صدمۂ جان کاہ ہے کہ جس کا حساب نہیں

marfat.com

زبان اور قلم کو تقریر اور تحریر کی اُس کے تاب نہیں۔

## ۱ سزائے قاتلانِ حضرت شبیر لکھ کر کے شہادت کا رسالہ ناصر اب ختم پاتا ہے

حال خسران آل قاتلانِ جانِ کونین حضرت امام حسین کا اگر تحریر میں آدے تو دفتر طول ہو جاوے۔ حق تو یہ ہے کہ جو کوئی آج کسی ادنیٰ مسلمان کو کلپاتا ہے واللہ آج کیا کل پاتا ہے اور سزا اُس کی دنیا ہی میں کل پاتا ہے نہ کہ جس نے شہنشاہِ دارین کا گھر لوٹا ہو، اہلِ بیت اطہار کے سروں کو تنگ ظلم و جفا سے کوٹا ہو نور مشرقین جانِ کونین روحِ دارین حضرت امام حسین کو مارا ہو سر اُن کا خنجرِ ستم سے اُتارا ہو، علاوہ عذاب اُخروی کے جو کچھ دنیا میں سزا پاوے بجا ہے جو کچھ اُس پر عذاب کیا جاوے عین انصاف ہے۔ جو کوئی مسلمان کو ناحق عمداً قتل کرتا ہے تو وہ قاتل ہمیشہ کو آتش دوزخ میں رہتا ہے۔ پس یزید اور قاتلانِ امام حسین کے ظلم بے حد کے موافق حق تعالیٰ نے سوائے عذاب دوزخ کے اور ہی کچھ عذاب مقرر کیا ہوگا۔

**روایت ہے** کہ جب یزید علیہ ما یستحقہ قتل امام حسین اور ہتک و حرمت اہل بیت اطہار نبوی سے فارغ ہو چکا دین کو دنیا کے واسطے کھو چکا تب اس گھمنڈ سے شقاوت اور قساوت اس شیطان کی زیادہ ہوگئی، طبیعت اُس کی اور طرح کے فتنہ و فساد پر آمادہ ہوگئی۔ چنانچہ بُرے بُرے فعل اور منہیات شرعیہ کو اُس نے اپنے عہد میں علانیہ رواج دیا اور مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار یا بائیس ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ کے لوٹ لینے کو بھیجا، تین دن تک اس شہر مطہر کے لوگ قتل اور لوٹ میں گرفتار رہے اور سات سو صحابی قریشی خواص اور عوام اور لڑکے ملا کے دس ہزار آدمیوں سے زائد شہید کیے۔ اور لڑکیوں کو قید کیا، اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ کا گھر لوٹ لیا اور مسجد نبوی کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، چنانچہ گھوڑوں نے منبر اور مزار شریف کے درمیان کی جگہ پیشاب اور لید سے نجس کی اور کتنے اور بلی منبر منیف پر

marfat.com

مسجد شریف کے اندر بیٹھے اور تین دن تک مسجد نبوی اذان اور اقامت اور نمازوں سے خالی رہی فقط سعد بن مسیب بوضع دیوانوں کے ہو کے اپنے جینے سے ہاتھ دھو کے مسجد عالی میں جھاڑو دیا کرتے تھے اور ہر روز وقت پنجگانہ نماز کے آواز اذان کی صاف صاف قبر شریف کے اندر سے سُن لیا کرتے تھے اور کیا کیا عمل قبیح اُس شہر مطہر اور مسجد انور میں یہاں فرشتے بلا اذن قدم نہ دھرتے تھے، ساکنان ملاءِ اعلیٰ اُس کی تعظیم و اکرام کرتے تھے۔ یزیدیوں نے نہیں کیے؟ جس کی تقریر سے زبان مجبور ہے ہاتھ اور قلم کانپتا ہے معترف بعجز و قصور ہے۔

رسولِ پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مُدام

**روایت ہے** کہ شامیان بے دین بعد تخریب مدینہ منورہ کے ہتکِ حرمت کعبہ میں مشغول ہو گیا، بذریعہ گوپھن کے پتھروں سے کعبۂ معظّم کو سنگسار کیا، چکنا چور کیا اتنے پتھر صحن حرم محترم میں کعبے کے ڈھانے کو پھینکے کہ تمام صحن کعبہ پتھروں سے بھر گیا اور ستون مسجد الحرام کے ٹوٹ گئے، بہت سے گلاس روشنی کے پھوٹ گئے اور اُن اشقیائے سیاہ رو نے لباس کعبے کے جلائے اور پردے جو دروازہ پر لٹکتے تھے اُن کو تنور میں جلا کر کھانے پکائے اور کئی روز تک خانہ کعبہ محض بے لباس رہا اور ہر آدمی رہنے والا کعبے کا یزیدیوں کے ظلم و ایذا سے بدحواس رہا۔ انہی دنوں میں یزید پلید سیاہ رو طرح طرح کی بیماریوں میں گرفتار ہوا حتیٰ کہ حس و حرکت سے ناچار ہوا۔ آخر آلِ نبی کے ساتھ جنگ و جدل کر کے سارے خاندانِ نبی کو قتل کر کے مدینۂ منورہ اور کعبۂ معظّم کی ہتکِ حرمت کر کے تین برس سات مہینے بعد اپنے باپ کے تختِ حکومت پر سلطنت کر کے پہاڑ گناہوں کا اپنے سر پر دھر کے پندرھویں ربیع الاول ۶۴ھ میں جس دن اس بدبخت کے حکم سے کعبہ کی بے حرمتی ہوئی اُسی دن شہر حمص میں جو کہ شام میں واقع ہے اُنتالیس برس کی عمر میں فوت ہوا۔

**روایت ہے** کہ جب یزید پلید مر اتب اُس کے بیٹے معاویہ بن یزید کو کہ یزید نے

marfat.com

اُس کو اپنی حیات میں اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا کلید اُس کے ہاتھ میں دیا تھا، شامیوں نے تختِ سلطنت پر بٹھایا، بالاتفاق اُسے بادشاہ بنایا۔ معاویہ بن یزید تھوڑی دیر تختِ سلطنت پر بیٹھ کر منبر پر چڑھا اور ایک خطبہ حمد میں خداوند جل وعلا اور نعت میں سرورِ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کے پڑھا۔ پھر کہا کہ امرِ خلافت ایک امرِ عظیم اور بہت دشوار ہے۔ ہر شخص اُس کے قابل نہیں اس کے لیئے بہت سا علم اور صلاح درکار ہے یہ منصب حضرات اہلِ بیت مصطفیٰ اور خلفائے باصدق و وفا کا ہے اور دادا میرے معاویہ بن ابی سفیان حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا کے ساتھ جو بہر حال سزاوار خلافت کے تھے ناحق لڑے۔ پھر میرا باپ یزید کہ کسی طرح اہلیت اور استحقاق نہ رکھتا تھا، چندے تختِ بادشاہی پر بیٹھ کے راج کیا اور اپنی حکومتِ دوروزہ کے بقا کے لیئے آلِ عبا اور خاندانِ مصطفیٰ کو تاراج کیا، دنیا پر بھول گیا، عذابِ آخرت کو بھول گیا۔ آخر جی کا حوصلہ نکال کر جوان موت مرا۔ پھر معاویہ بن یزید منبر پر ہی زار زار رونے لگا، غمِ امام حسین میں بیقرار ہونے لگا۔ پھر کہا کہ امام حسین کے ساتھ جدل کرنا اُن کا قتل کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے، قاتلانِ امام کے نجات کی کون سی راہ ہے۔ میرے باپ سے اس کا مواخذہ عظیم ہوگا۔ کہ اُس نے فرزندِ بتول اور رسولِ مقبول کے نواسے کو شہید کر کے اُن کے خاندان کو تباہ کر دیا پھر مدینۂ منورہ کو لوٹا اور خانۂ کعبہ میں طرح طرح کی بے ادبیاں کیں اور شراب کو مباح کر دیا۔ مجھے ایسی سلطنت سے کچھ کام نہیں، سلطنت دین کی چھوڑ کے یزید کے ولی عہد ہونے میں کچھ نام نہیں، میں نے خوشی سے اس سلطنت دوروزہ کو چھوڑا اور سب مسلمانوں کو اپنی بیعت سے آزاد کیا فقط عبادتِ الٰہی اور اطاعت حضرت رسالت پناہی سے میں نے دل اپنا شاد کیا۔ تم لوگ بھی اپنی سعادتِ دارین کی راہ لو اور اولادِ ابوسفیان سے جس کو چاہو بادشاہ کرو۔ یہ کہہ کے منبر سے اُتر کر در خانہ کو اپنے بند کر کے درخانہ نشینی اختیار کی۔ اور تمام عمر عبادتِ الٰہی میں صرف کر کے راہ آخرت لی۔ اللہ غنی حق تعالیٰ کی قدرت عجیب ہے۔ عجب رنگ ہے خدا کی خدائی اس میں حیران ہے، دنگ ہے، دولتِ آخرت جس کو چاہے وہ دے۔ اُسی کو نصیب ہو پیا جسے چاہے وہی سہاگن

جس کو وہ چاہے رحمت اُس کی اُس کے قریب ہو باپ ویسا بیٹا ایسا رضائے مولیٰ میں کسی کا اجارہ نہیں۔ قضا و قدر میں کچھ قدر نہیں۔

رسولِ پاک پر بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جب مختار بن عبید نے کوفے پر تسلط پایا تو پہلے ایک غلام کو خاص عمرو بن سعد کے بُلانے کو بھجوایا۔ ابنِ سعد کا بیٹا حفص نامی حاضر ہوا مختار نے پوچھا کہ تیرا باپ کدھر ہے۔ اُس نے کہا خانہ نشین ہے۔ مختار نے کہا کہ اب کیونکر گھر میں بیٹھا حکومت رے کی کیوں چھوڑی، امام حسین کے قتل کے دن کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اُن کے قتل سے کیوں نہ باگ موڑی کہ عذاب آخرت اور غضب الٰہی میں گرفتار نہ ہوتا قاتلانِ امام حسین کے ساتھ فی النار نہ ہوتا۔ پھر حکم دیا کہ عمرو بن سعد اور اُس کے بیٹے کی بھی گردن مارو۔ طرح طرح کا عذاب کر کے سر اُن کا اُتارو اور شمر ملعون کو بھی قتل کیا اور اُن سب سروں کو حضرت محمد بن حنیفہ کے پاس جو سوتیلے بھائی حضرت امام حسین کے ہیں بھیج دیا۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ جو کوئی معرکہ کربلا میں شریک لشکر عمر و سعد کا تھا اُس کو جہاں پاؤ بلا تکلف مار ڈالو۔ گردن اُس کے سر سے اُتار ڈالو۔ یہ خبر سُن کے آتش غم سے جل بھُن کے سب کوفے والے بصرے کو بھاگنے لگے۔ مختار کے لشکر نے اُن کا پیچھا کیا جس کو پایا مار ڈالا۔ اور اُس کی لاش کو جلا دیا اور اُس کا گھر لوٹ لیا ۔

اے یار جس کو جو کہ کِلھا وے گا | یہ یاد رہے وہ بھی نکل پاوے گا
اس دارِ مکافات میں سن اے غافل | بیداد کرے گا آج تو کل پاوے گا

**روایت ہے** کہ جب خولی بن یزید شقی کہ اُس نے سر مبارک حضرت امام حسین کا اپنے ہاتھ سے کاٹا تھا قید ہو کر آیا۔ مختار نے پہلے اُس ملعون کے دونوں ہاتھ کٹوائے پھر دونوں پاؤں اُس کے پھر اُس کو سولی پر چڑھا دیا۔ پھر اُس کی گردن ماری اور بدن کو آگ میں ڈال دیا اسی طرح سے ہر ایک لشکری عمر و سعد کو طرح طرح کے عذاب سے مار اکئی سو آدمیوں کا سر اُتار ا صواعق محرقہ میں ہے کہ مختار نے چھ ہزار کوفیوں کو جو شریک قتل امام حسین

marfat.com

کے مجھے طرح طرح کے عذاب کر کے مارا۔ اور خوب ذلت کی۔ مار مار کے سر اُن اشقیاء کا اُتارا۔

**روایت ہے** کہ جب مختار عمرو سعد، شمر اور خولی بن یزید اور ان اشقیاء کے ہمراہیوں کو قتل کر چکا پس ابن زیاد بدنہاد کے قتل کی فکر میں ہوا اور ابن زیاد ان دنوں موصل میں جا رہا تھا اور اُس کے ساتھ تیس ہزار سوار اور پیادے تھے۔ غرض مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو جو مختار کی خروج کا سپہ سالار تھا کثی لشکر ہمراہ کر کے بھیجا کہ موصل میں جائے اور ابن زیاد اور اُس کے لشکریوں کو قید کر لائے۔ جب ابراہیم سرحد موصل میں پہنچا، ابن زیاد نے دریا کے کنارے پندرہ کوس پر موصل سے ابراہیم سے مقابلہ کیا۔ صبح سے شام تک دونوں فوجوں میں خوب لڑائی ہوئی طرفین سے نبرد آزمائی ہوئی۔ جب شام کی کالی سیاہ بلا آئی لشکر ابراہیم نے فوج شام کو ابن زیاد شیطان کے ساتھ مع شکست پہنچائی۔ پیادہ روسیاہ ابن زیاد کی بھاگی۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ جس کسی کو فوج ابن زیاد سے پاؤ، خبردار رہو، زندہ نہ چھوڑو، سر اُس کا کاٹ لاؤ۔ چنانچہ بہتوں کو جان سے مار ڈالا، ابن زیاد ملعون بھی مارا گیا، سر اُس کا تیغ حیدری سے اُتارا گیا۔ ابن زیاد کا سر کاٹ کر لشکر والوں نے ابراہیم کے پاس حاضر کیا، ابراہیم نے مختار کے پاس کوفے میں بھجوا دیا۔ جب سر ابن زیاد کا کوفے میں آیا مختار نے دارالامارہ کوفے میں محل کو آراستہ کیا، کوفیوں کو بلایا، پھر سر نامبارک ابن زیاد بدنہاد کا منگوا کے کہا اے کوفیو دیکھو یہ اُسی شیطان کا سر ہے جس نے حضرت امام حسین کو قطرۂ آب سے ترسا کے شربت شہادت پلایا اور سارے خاندان نبوت کو خاک و خون میں ملایا، دیکھو آخر خون امام حسین نے ابن زیاد کو سات آٹھ برس بھی زندہ چھوڑا نہیں، منتقم حقیقی نے سوائے عذاب اُخروی کے سرائے دنیا سے اُس کے منہ موڑا نہیں۔ اہل تواریخ لکھتے ہیں کہ مختار کی لڑائی میں ستر ہزار آدمی شام کے مارے گئے۔ اور یہ واقعہ ۶۷ھ میں عاشورے کے دن، بعد چھ برس کے واقعہ کربلا سے واقع ہوا۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

marfat.com

**حدیث**: ترمذی نے روایت کی کہ جب ابن زیاد بدنہاد اور اُس کے سرداران کے سرکاٹ کے مختار کے پاس لاکر رکھے گئے۔ یکایک ایک سانپ بڑا سا ظاہر ہوا لوگ اُسے دیکھ کے ہٹ گئے اور کہنے لگے وہ آیا۔ پس وہ سانپ سب سروں میں سے ابن زیاد کے سر کے پاس آکے اُس کے نتھنے میں گھسا۔ اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اُس کے منہ سے نکل آیا اور چلا گیا یہاں تک کہ غائب ہوگیا۔ پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آیا پھر آکر اُس کے منہ میں گھسا اور نتھنے سے نکلا اسی طرح تین بار سانپ نے آمد و رفت کی پھر غائب ہوگیا۔

**حدیث**: روایت کی حاکم نے ابنِ عباس سے کہا کہ وحی بھیجی حق تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہ میں نے مارے یحیٰی بن زکریا کے عوض ستر ہزار قوم یہود سے اور میں مارنے والا ہوں، تمہارے نواسے کے عوض ستر اور ستر ہزار۔

**ف**: یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار چنانچہ بمصداق اس خبر کے پہلی لڑائی میں مختار کی ستر ہزار اہلِ شام مارے گئے۔ پھر دوسری بار اوائلِ دولت عباسیہ میں سفاح عباسی کے ہاتھ سے ستر ہزار اہلِ شام مارے گئے۔ دونوں ملا کے ایک لاکھ چالیس ہزار ہوئے یہاں سے شدت اُخروی عذاب کی قاتلین حضرت امام حسین کی معلوم کیا چاہیے کہ حضرت یحیٰی پیغمبر کے خون کے عوض ستر ہزار آدمی مارے گئے اور بعوض خون امام حسین علیہ السلام کے اُس سے دوگنا یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار۔

**روایت ہے** کہ جب ابن زیاد، عمر و سعد اور شمر اور قیس اور خولی اور سنان اور عبداللہ بن قیس اور یزید بن مالک نیز باقی اشقیاء اور مددگاران یزید طرح طرح کی عقوبتوں سے مارے گئے اور لشکر مختار نے ان کی نعشوں کو اس طرح گھوڑوں کے سموں سے روندا کر اُن کی ہڈیاں چور چور ہو کر سرمہ کی طرح پس گئیں۔ لاشوں کو کچلتے کچلتے گھوڑوں کی سمیں گھس گئیں۔ پس مختار کے عقیدے میں فساد آیا اور اُس کو یہ خبط ہوا کہ اُس کے پاس وحی آتی ہے اور حضرت محمد بن حنفیہ وہی مہدی آخرالزماں ہیں۔ پھر جب نشانِ قبضہ مختار کا کوفے اور اُس کے اطراف و جوانب میں گڑ گیا اور تمام شہروں میں اُس کا رعب پڑ گیا۔ پس شیطان نے اُس کے دل میں وسوسہ دیا اور عبداللہ بن زبیر کے

marfat.com

ساتھ لڑائی لڑنے کو مستعد ہوگیا۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ حال سُنا تو اُنھوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو جو بصرہ کے حاکم تھے اُس کے مقابلے کے لئے مقرر کیا۔ پھر مصعب اور مختار سے خوب جم کے لڑائی ہوئی، خوب شمشیر آزمائی ہوئی۔ آخر مصعب بن زبیر نے فتح پائی اور مختار کو مار کے کوفے پر قابض ہوئے۔ پھر عبدالملک مصعب بن زبیر پر چڑھ آیا اور بعد جنگ عظیم کے اس نے مصعب بن زبیر اور ابراہیم بن مالک اشتر کو ۷۱ ہجری میں راستہ عدم کا بتایا۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** ابن عمر ولیثی کہتے ہیں کہ جب سر مصعب بن زبیر کا عبدالملک کے آگے دھرا ہوا میں نے دیکھا تو میں نے عبدالملک سے کہا کہ عجب اتفاق ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس دارالامارۃ میں کوفہ کی پہلے حضرت امام حسین کا سر مبارک دیکھا کہ ابن زیاد کے سامنے داہنی طرف ایک سپر پر رکھا تھا وہیں ابن زیاد کا سر ناپاک دیکھا کہ آگے مختار کے رکھا تھا۔ پھر وہیں مختار کا سر دیکھا کہ مصعب بن زبیر کے آگے دھرا تھا پھر وہیں مصعب بن زبیر کا سر دیکھا کہ تمہارے رو برو دھرا ہے۔ غرض یہ مکان کیسا بُرا ہے اور منحوس ہے۔ اور اللہ اللہ دارالامارۃ سے خدا کی پناہ کہ رئیسوں کے سر کٹ کٹ کر یہاں آتے ہیں اور یکے بعد دیگرے یہاں کے رئیس ملک عدم کو جاتے ہیں عبدالملک نے یہ کلام سُن کر کہا کہ اے عمرو خدا تجھ کو یہاں سے پانچواں سر نہ دکھائے۔ پھر اُس نے اُس دارالامارۃ کی شامت سے ڈر کر اُسے کھُدوا ڈالا۔

**روایت ہے** کہ عبدالملک نے ۷۲ھ میں مصعب پر فتح پائی اور سلطنت کوفہ اور اُس کے نواحی کی اُس کے ہاتھ آئی پس چاہا کہ فوج عبداللہ بن زبیر کے مقابلے کو مکہ معظمہ میں بھیجے۔ لوگوں نے عذر کیا کہ ہم سب کو بجز لڑنے بھرنے کے اور کیا کام ہے مگر مکے جا کر کیوں کر لڑیں۔ کشت و خون وہاں حرام ہے۔ پھر ایک روز حجاج بن یوسف نے عبدالملک سے آکے کہا کہ کل کی رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ عبداللہ بن

marfat.com

زبیر کا سر ہیں نے کاٹ لیا ہے۔ عبدالملک یہ سمجھا کہ حجاج کسے جانے کو تیار ہے ۔
پس اس نے اپنی فوج حجاج کے ساتھ کر دی اور مکہ معظمہ کو واسطے مقابلہ عبداللہ بن زبیر
کے روانہ کیا۔ حجاج طائف کا رہنے والا تھا جب وہاں پہنچا تو اور بھی فوج جمع کر کے
کعبہ کو چلا۔ پھر مکے میں آ کر چاروں طرف شہر کے پہرے جما دیے اور بالکل آداب مکہ
معظمہ اور حرم محترم کے چھوڑ کے راہِ حق سے منہ موڑ کے نہایت گستاخیوں اور بے ادبیوں
پر کمر باندھی۔ حجاج ظالم نے کوہ ابی قبیس پر چڑھ کر منجنیق کھڑی کی اور حرم کعبہ کو سنگسار
کیا۔ یہاں تک کہ ایک پتھر کے صدمے سے حجر اسود کا ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ پھر تو حجاج اور عبداللہ
بن زبیر سے ایسی جم کے لڑائی ہوئی کہ خدا کی پناہ۔ تمام حرم محترم خون شہیداں سے لال
ہو گیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی شہید کیا، پھر سولی پر چڑھایا، سولی سے اُتروا کے یہودیوں کے
قبرستان میں ڈلوا دیا۔ پس بمصداق اس حدیث کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ ایک مینڈھے کے سبب سے یعنی ایک شخص کے مکے میں مارے جانے کے سبب
سے کعبہ کی بے حرمتی ہو گی۔ یہی عبداللہ بن زبیر تھے۔ اُس کے بعد حکومت مروان کی
شام اور عراق اور حجاز اور دوسرے ملکوں میں جم گئی۔ اور پورے ہزار مہینے یعنی تراسی برس
چار مہینے تک بنی اُمیہ اُن ملکوں پر مسلط رہے۔

**روایت ہے** کہ قاتل حضرت امام حسین کا ایک آگ کے تابوت میں رہے گا اور زنجیریں
آگ کی اُس کے ہاتھ پاؤں میں پڑی ہوں گی اور طرح طرح کے اُس پر عذاب کیے جائیں
گے اور اُس کے بدن سے ایسی سڑی بدبو آئے گی کہ سارے دوزخی اُس سے پناہ
مانگیں گے۔ اُس کی بدبو سے دوزخیوں کی جان جائے گی۔

**روایت ہے** کہ ان بائیس ہزار سپاہ روسیاہ سے لشکر شام اور کوفے کے جو حضرت
امام حسین کے ساتھ کربلا میں لڑے تھے کوئی ایسا نہ تھا جو اُس سال کی بلائے عظیم
میں گرفتار نہ ہوا ہو۔ جب ایک سال پورا ہو گیا اور روز عاشورا دوسرا آیا پس اُن
لشکریوں میں سے ایک آدمی زندہ نہ رہا تھا فقط چند اشقیا رکے کہ وہ بھی مختار کی
لڑائی میں مارے گئے۔

marfat.com

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن وحسین پر بھی مدام

**روایت ۶۳** - کنز الغرائب میں ہے کہ ابو عبداللہ قاضی بصرہ کے کہتے ہیں کہ میرا ایک شخص دوست بینا تھا بعد واقعہ کربلا کے میں نے اُسے اندھا دیکھا پوچھا کہ اے یار تم بہر صورت دانا و بینا تھے کہو ایک دم سے تم اندھے کس طرح ہو گئے۔ اُس نے رو کر کہا کہ اے قاضی کیا کہوں میں اپنی شامت سے لشکر ابن زیاد میں کربلا میں حضرت امام حسین سے لڑنے کو گیا تھا۔ بعد واقعہ کربلا کے میں اپنے گھر ایک رات نماز عشا کی پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ چل تجھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں۔ میں دوڑا ہوا حضور نبوی میں حاضر ہوا آکر دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور داہنے، بائیں آپ کے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم بتعظیم تمام مؤدب بیٹھے ہوئے ہیں اور چاروں طرف آپ کے بہت سے لوگ کھڑے ہوئے ہیں اور جانِ کونین حضرت امام حسین خونی کفن اور رنگین پیراہن پہنے ہوئے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے آہستہ آہستہ حضرت سے کچھ باتیں کر رہے ہیں اور ایک شخص کو جنہوں نے حضرت امام حسین یا اُن کی اولاد اور بھائی بھتیجے اور یاروں کو کربلا میں مارا تھا پکڑ کے حضور نبوی میں لے آئے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصے ہو کر فرماتے ہیں کہ گردن اُس کی تلوار سے اُتار کر آگ میں اسے جلا دو۔ پس لوگ اُسے تلوار سے مارتے ہیں اور جب اُس پر تلوار چلاتے ہیں تو اُس تلوار سے آگ نکلتی ہے اور وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے اور جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ پھر اسی طرح دوسرے کو تلوار سے مارتے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر میں بے مارے مر گیا اور اُچھل کر حضور نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی اَلسَّلامُ عَلَیکَ یارَسُولَ اللہ آپ نے تیوری بدل کر غصے کی نظر سے مجھے دیکھا اور جواب سلام کا نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا اے خدا کے دشمن تو نے میرا خوب ادب کیا، حُرمت کا میری خوب پاس کیا اولاد کو میری مار ڈالا اور رسالت اور غضب سے میری ڈرا نہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں نے حضرت امام حسین یا اُن کے کسی رفیق پر تلوار نہیں چلائی۔ جناب رسالت

marfat.com

کے لشکر کی طرف تیر چھوڑا انہیں فقط اس قدر قصوروار ہوں کہ لشکر ابن زیاد میں شریک تھا اور دونوں لشکروں کا حال دیکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا چونکہ تو نے لشکر حسین سے کسی کو خنجر و تیر سے نہ مارا، سر کسی کا تلوار سے نہ اتارا مگر تو شریک سپاہ لشکر شام کا تو تھا میرے پاس آ، میں آگے گیا دیکھا آگے آپ کے طشت دھرا ہے اور اس میں تازہ خون بھرا ہے۔ آپ نے فرمایا دیکھ یہ میرے جگر گوشے کا خون ہے پس آپ نے ایک سلائی اس خون میں ڈبو کے میری آنکھوں میں لگا دی میں مارے ڈر کے چونک پڑا۔ اور اسی وقت اندھا ہو گیا۔ قاضی نے کہا اے نالائق یہ تو دنیا کی سزا ہے اور خدا جانے کہ قیامت کے دن تیری کیا سزا ہو گی۔

بروز واقعہ اے ظالم خدا نا ترس بیا ببیں کہ چہ کردۂ بجائے حسین
خدا ست حاکم و دعوی گر ست پیغمبر چگونہ مید ہی انصاف ماجرائے حسین

**روایت** روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بعد وفات ہارون علیہ السلام کے دعا کی کہ الٰہی میرے بھائی ہارون کے گناہ بخش دے۔ حق تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ ہارون کو کیا اگر سارے اگلے پچھلے لوگوں کی بخشش مجھ سے چاہو تو بخش دوں مگر قاتل امام حسین کے کہ میں بنفس نفیس قاتل حسین سے بدلہ خون حسین کا لوں گا۔

آب نا داده شہیداں را چو آتش در زدی
بایدت بیشک جہان آب و آتش سوختن

**روایت** اکنز الغرائب میں ہے کہ سب سانپوں میں بڑا سانپ دوزخ کا ایک سانپ ہے جس کا نام شدید ہے ہر روز ستر مرتبہ وہ سانپ مارے غصے کے پیچ و تاب کھاتا ہے اور ہر بار زہر ہلاہل اگلتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے شدید کیا چاہتا ہے عرض کرتا ہے خداوند تعالیٰ قاتلان امام حسین کو میرے حوالے کر تاکہ اپنی جی بھر ان کو کاٹوں اور لہو ان کا چاٹوں۔ ارشاد ہوتا ہے اے شدید صبر عذاب قاتلان امام حسین تیرے ہی حوالے کروں گا سب کو بے دریغ جتنا جی چاہے کاٹنا۔

marfat.com

**روایت** : زہری سے منقول ہے کہ جو لوگ معرکۂ کربلا میں شریک قتل امام حسین کے یا فقط سپاہ روسیاہ شام کے تھے یا لڑتے نہ تھے فقط کھڑے تماشا دیکھتے تھے یا جو لوگ وہاں حاضر نہ تھے مگر خبر قتلِ امام کی سن کر خوش ہوئے، یہ سب کے سب بالکل سوائے عذاب اُخروی کے دنیا میں بھی طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہوئے اور موت سے پہلے بڑی بڑی فضیحتیں اُٹھائیں، بعضے قتل ہوئے، بعض اندھے ہو گئے اور بعض کا منہ کالا ہو گیا اور بعض کی دولت سلطنت تھوڑے ہی دن میں لٹ گئی اور بعض پیاس کے مارے پانی پیتے پیتے مر گئے مگر پیاس نہ بجھی اور بعض دوسرے اور عذابوں میں مبتلا ہوئے۔ غرض بعد واقعہ کربلا کے سارے لشکریانِ ابن زیاد کیا سوار کیا پیادہ کیا خادم کیا مخدوم دم بھر آرام سے جی نہ سکے۔

**روایت ہے** امام سدی کہتے ہیں کہ ایک مقام میں مجمع کثیر تھا اور کربلا کا ذکر ہو رہا تھا اور میں سُن سُن کے رو رہا تھا اہلِ مجمع کہہ رہے تھے کہ دشمنانِ امام حسین علیہ السلام سے ہم نے کسی کو ایسا نہ دیکھا کہ مصیبت اور فضیحت دنیا میں گرفتار رہا ہو قبل مرنے کے کسی بلائے عظیم میں گرفتار نہ ہوا ہو۔ ایک بوڑھا کم بخت اِس مجلس میں تھا، یہ بات سُن کے اُس نے کہا کہ تم لوگ غلط کہتے ہو میں بھی تو شریک قتل امام حسین علیہ السلام کا تھا، مگر اب تک میں کسی بلا میں گرفتار نہ ہوا۔ بھلا چنگا ہوں، کہاں ہے بیمار نہ ہوا۔ یہ کہتا ہوا چراغ میں اشتعال دینے لگا۔ اور تعلّی کی لے لینے لگا کہ ناگاہ ایک بار چراغ کا شعلہ بھڑکا اور اُس بوڑھے کو گھیر لیا۔ پھر تو اس بدبخت کے بدن میں ایسی جلن پیدا ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ سارا بدن اُس سنگ دل کا موم کی طرح جلنے لگا اور وہ بوڑھا تمام جماعت کے چاروں طرف اُچھلنے لگا۔ اور رکتا تھا ہائے جلا ہائے جلا۔ آخر کر جلتے جلتے دریا کی طرف بھاگا اور پانی میں جا کر کود پڑا وہ غضب الٰہی کی آگ تھی۔ وہ دریا کا پانی اُس کے حق میں تیل ہو گیا۔ اور بڑھا قدرت کا کھیل ہو گیا۔ دریا ہی کے اندر اُس کی ہڈیاں جلنے لگیں۔ منہ سے اُس کے بدبو نکلنے لگی۔ آخر دریا ہی میں جل کر خاک سیاہ ہو گیا، بباعث عداوتِ امام حسین علیہ السلام کے راندۂ درگاہ ہو گیا۔

marfat.com

**روایت ہے** امام سدی فرماتے ہیں کہ ایک امیر نے میری مہمانی کی اور اُس مجلس میں اور بھی بہت سے لوگ تھے، سب کی اُس نے خوب قدردانی کی اِتنے میں تذکرہ معرکہ کربلا ہونے لگا۔ حاضرینِ مجلس بولے کہ جو لوگ شریک قاتلانِ امام حسین تھے علاوہ عذاب آخرت کے دنیا میں بھی وہ لوگ قبل موت کے بڑی بڑی فضیحت اور رسوائی میں گرفتار ہوئے اور تھوڑے ہی دن جی بھر کے وہ بُری موت سے مر کے فی النار ہوئے۔ امیر مجلس جس نے ہم لوگوں کی دعوت کی تھی بے دھڑک بول اُٹھا کہ آپ لوگ یہ کیا کہتے ہیں میں بھی شریک قتل امام حسین تھا مگر اب تک کوئی بلا مجھ پر آئی نہیں کوئی بیماری واقعہ کربلا سے میں نے اُٹھائی نہیں۔ یہ کہہ رہا تھا کہ شعلہ چراغ اُس طرف دوڑا۔ فوراً خشک لکڑی کی طرح اُس شیطان کو جلا دیا۔ سارے جسم کو اُس کے کوئلہ بنا دیا۔ راوی کہتا ہے کہ واللہ قسم ہے خدا کی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی کا کندہ جل کے سیاہ کوئلہ ہو گیا ہے۔

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ جس ملعون نے سر مبارک حضرت امام حسین کا شکار بند سے باندھا تھا وہ بدبخت نہایت حسین و جمیل تھا لشکر ابن زیاد میں سب سے شکیل تھا، بعد واقعہ کربلا کے اُس کی شکل و صورت بگڑ گئی، تمام بدن میں جھری پڑ گئی۔ نہایت کریہہ منظر کالا ہو گیا۔ حبشی سے بھی رنگ اُس کا دوبالا ہو گیا۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ کون سی آفت تجھ پر پڑی ہے کہ صورت اصلیہ تیری بگڑ گئی۔ اُس نے کہا کیا کہوں جس دن سے سر مبارک حضرت امام حسین کا شکار بند سے باندھا اور اُس کے ساتھ بے ادبیاں کیں اُسی دن سے یہ معمول ہو گیا ہے کہ ہر روز دو آدمی انجان آتے ہیں اور دونوں بازو میرے پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے جاتے ہیں اور مجھے آگ پر اوندھا لٹکاتے ہیں۔ پھر مجھے وہاں سے گھر پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح ہر روز میرا منہ جلتا ہے، گوشت پوست پگھلتا ہے۔ اسی واسطے میرا چاند سا منہ سیاہ ہو گیا اور حال میرا تباہ ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ آخر حیات اپنی تک وہ شخص اسی بلا میں ہی گرفتار ہو کر فی النار ہوا، عبرت دہ اولی الابصار ہوا۔

marfat.com

**روایت ہے** کہ شام میں ایک بدبخت قاتلان سے جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تھا منہ اس کا سور کے منہ کی طرح ہوگیا تھا اور لوگ اُس کو دیکھ دیکھ کر عبرت کرتے تھے۔

**روایت ہے** کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے جابر بن یزید نے عمامے کو آپ کے سر مبارک سے اُتار کے اپنے ناپاک سر پر دھرا۔ فوراً پاگل ہوگیا اور اُس کے دماغ میں اس طرح کی خبطگی آگئی کہ طوق و زنجیر میں اسے لوگوں نے مقید کیا آخر اسی طرح لعنت کا طوق و زنجیر گلے میں ڈالے واصل جہنم ہوا۔

**روایت ہے** کہ جعونہ حضرمی نے کرتا حضرت امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں تن نازک سے آپ کے اُتار کے پہن لیا تھا، آخر وہ ملعون کوڑھی ہوگیا اور بال اُس کے سر اور داڑھی کے گر پڑے اور عبرت وہ عالیان ہوا۔ اور کرتہ پاک میں ایک سو ستر سوراخ گوفیوں نے گنے تھے کہ تیروں اور زخموں سے جسم عالی پر ہو گیا تھا۔

**روایت ہے** کہ اسود بن حنظلہ نے تلوار امام سید ابرار کی اپنے قبضہ میں کر لی تھی وہ کوڑھی ہوگیا۔ اُس کے سارے بدن میں آبلہ پڑ گیا، سر سے پاؤں تک جسم اُس کا سڑ گیا۔

**روایت ہے** مالک بن یسار نے جوشن آپ کا لیا تھا وہ سٹری ہوگیا اور بے ہودہ باتیں بکتا تھا اِدھر اُدھر منہ لوگوں کا تکتا تھا لوگ اُس کے ساتھ مسخراپن کرتے اور سر و پیٹھ پہ خس و خاشاک لاکر دھرتے اور لڑکے اُسے پتھر مارتے۔ آخر ایک شخص نے اس سنگ دل کے سر پر ایسا پتھر مارا کہ فوراً وہ شیطان عدم کے گھاٹ پار ہو گیا۔

**روایت ہے** کہ جس شقی نے حضرت علی اصغر کے حلق میں تیر مارا تھا وہ ملعون اسی مصیبت میں گرفتار ہوا کہ اُس کے پیٹ کی طرف ایسی جلن ایسی لہر تھی کہ مارے گرمی کے پھنکا جاتا تھا اور اُس کی پیٹھ کی طرف ایسی سردی تھی کہ خدا کی پناہ اس کے آگے پنکھا برف کے پانی میں بھگو بھگو کے جلتے تھے مگر کچھ خنکی نہ آتی تھی، طبیعت اُس کی بے چین ہوتی جاتی تھی اور پیچھے اُس کے برابر آگ جلتی تھی مگر اُس کو ذرا گرمی نہ آتی تھی، جسم اُس کا سردی سے اکڑا جاتا تھا۔ واویلا کرتا تھا۔ جان جاتی تھی، ہر دم آہ سرد سینۂ گرم سے بھرتا تھا، واویلا واعطشا کرتا تھا اور پیاس کا وہ زور گرمی کا وہ شور کہ پل پل کے بعد گھڑے پانی کے پی جاتا تھا مگر

marfat.com

پیاس نہیں بجھتی تھی۔ کچھ تسکین نہیں پاتا تھا کھاتا اور لا کر پانی سر دیلاؤ۔ آخر ایک دن اُس کا پیٹ پھٹ گیا، کلیجہ اُس کا اُلٹ گیا، پیاس پیاس کہتے ہوئے عدم کے گھاٹ پار ہوگیا داخل فی النار ہوگیا۔

**روایت** لطائف اشرفی میں ہے کہ شمر ذی الجوشن نے تھوڑا سونا حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمے میں لُوٹا تھا پس اُس سونے میں سے کچھ سونا اپنی دختر بد اختر کو دیا اُس کی بیٹی نے وہ سونا سُنار کے پاس زیور بنانے کو بھیجا۔ جب سونا سُنار نے آگ میں ڈالا تو وہ سونا جل کر خاک ہوگیا۔ شمر نے حال سُن کر غصے سے جل بھن کر سُنار کو بلایا اور وہ باقی سونا اُسے دیا کہ میرے سامنے تو اسے آگ میں ڈال دیکھتا ہوں کس طرح خاک ہوجاتا ہے، سُنار نے اُس کے سامنے اُس سونے کو آگ میں ڈالا تو وہ بھی فوراً اُسی طرح جل کر راکھ ہوگیا۔

**روایت** لطائف اشرفی میں ہے کہ کوفیان بدبخت نے چند اونٹ شہزادے کے لوٹ لیے تھے جب اُن کو ذبح کرکے پکایا گیا۔ گوشت ایسا تلخ ہوگیا کہ کوئی شقی ایک لقمہ بھی نہ کھا سکا۔

**روایت**: شواہد النبوۃ میں ہے کہ ایک بدبخت نے بعد شہادت شہزادے کے مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھا اور قتل ہونے پر امام عالی مقام کے اظہار خوشی کا کیا۔ اُس رات کو تین شعر عربی کے کسی ہاتف غیبی نے باواز بلند پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے مارنے والو امام حسین علیہ السلام کے نادانی سے، مژدہ ہو تمہیں عذاب اور ذلت کا۔ آسمان پر ارواح انبیاء اور سب فرشتے تم پر نفرین کرتے ہیں۔ بیشک تم ملعون ہو سلیمان کی زبان پر اور موسیٰ اور عیسیٰ کی زبان پر۔"

**روایت**: امام حسن بصری کہتے ہیں کہ ایک شخص مسائل شرعیہ سیکھنے کے لئے ہمارے پاس آیا کرتا تھا مگر ہم کو اُس کی صحبت سے بڑی نفرت تھی کیونکہ بولنے کے وقت اُس کے منہ سے بڑی بدبو آتی تھی کہ جان نکل جاتی تھی اور مارے شرم کے اُس بدبو کا سبب استفسار نہیں کر سکتے تھے۔ آخر میں نے ایک دن اُس سے اُس کا سبب پوچھا

marfat.com

اُس نے سر جھکا لیا۔ اور بہت شرمندہ ہوا۔ پھر کہا میں اس بدبو کا حال آپ سے عرض کرتا ہوں مگر مجھے رسوا اور خوار نہ کرنا اور کسی پر اس کو ظاہر نہ کرنا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ میں معرکہ کربلا میں لشکر ابن زیاد میں تھا اور آبِ فرات کی نگہبانی کرتا تھا، لشکریان امام حسین سے کسی کو فرات کے کنارے آنے نہ دیتا تھا۔ بعد واقعہ کربلا کے ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور میں پیاس سے بے اختیار ہو رہا ہوں، لب اور زبان پر کانٹے پڑ گئے ہیں، بولنے سے ناچار ہو رہا ہوں جس شخص سے پانی مانگتا ہوں مجھے دیتا نہیں، واویلا کرتا ہوں مگر کوئی میری خبر لیتا نہیں۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی مرتضیٰ اور جناب فاطمہ زہرا۔ اور شہنشاہ کونین امام حسن اور امام حسین اور بعض اکابر صحابہ حوض کوثر کے کنارے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تھوڑے سے صحابہ گرد و پیش کھڑے ہیں اور علاوہ اُن کے اور چند لوگ آدمیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں دوڑا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے گیا اور پانی طلب کیا آپ نے فرمایا اسے پانی پلاؤ، کسی نے مجھے پانی نہ دیا اور میری طرف کچھ التفات نہ کیا۔ تین بار میں نے اسی طرح حضور نبوی میں استغاثہ کیا مگر کسی نے میرے حال پر رحم کھا کے پانی نہ دیا۔ چوتھی بار بآواز بلند حضرت سرورِ عالم سے میں نے پانی مانگا آپ نے فرمایا اسے پانی کیوں نہیں دیتے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص لشکریان ابن زیاد سے فرات کے کنارے پانی پر نگہبان تھا، تشنہ کامان حسین علیہ السلام کو فرات کے کنارے آنے نہ دیتا تھا اور ایک قطرہ پانی خیمے میں شہزادے کے جانے نہ دیتا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں تب اس کو قطران پلا دو۔ قطران ایک قسم کا تیل ہے سیاہ نہایت بدبودار۔ غرض لوگوں نے مجھے قطران پلایا اُس کے بعد میں نیند سے چونک پڑا۔ اُسی وقت سے میرے منہ سے سڑی بدبو آتی ہے کہ جان نکل جاتی ہے اور جو کھاتا ہوں، قطران ہو جاتا ہے اور اُس کی بدبو سے کلیجہ میرا اور میرے ہم نشینوں کا منہ کو آتا ہے۔ امام حسن بصری نے فرمایا کہ دور ہو آج سے میرے سامنے نہ آنا آخر وہ بدبخت اسی بلا میں گرفتار رہ کر کمال رسوائی کے ساتھ مر گیا۔

marfat.com

رسول پاک پہ بھیج اے خداوند درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پہ بھی مدام

**روایت**: ابوالمفاخر کہتے ہیں کہ ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا کہ طواف خانہ کعبہ کر رہا ہے اور منہ پر ایک پردہ لٹکائے آہ سرد بھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ خداوندا میرے گناہ بخش دے اور میں بیقین جانتا ہوں کہ تو میرا گناہ نہ بخشے گا میری خطا معاف نہ کرے گا مشائخ حرم نے کہا کہ اے بھائی منہ پر پردہ ڈالے اتنا کیوں رو رہا ہے۔ خدا کی رحمت سے کیوں نا اُمید ہوتے ہو۔ ہر چند گناہ کسی کے ریگ دریا سے بھی دو بالا ہوں مگر جب وہ آدمی جناب باری میں رجوع کرتا ہے توبہ اور گریہ و زاری کے ساتھ خضوع کرتا ہے، تو حق تعالیٰ سب گناہ اُس کے معاف کر دیتا ہے۔ اُس کے اعمال کے صفحہ کو حرف خطا سے صاف کر دیتا ہے۔ بتا تو سہی تجھے خدا کی رحمت سے مایوسی کیوں ہے، کون سی تو نے خطا کی ہے، اس قدر بدحواس کیوں ہے۔

اس شخص نے کہا اچھا ادھر آؤ میرا حال سنتے جاؤ۔ سادات و مشائخ کرام اُس کے پاس گئے اُس نے کہا کہ میں شریک اس لشکر بد اختر کے تھا جو حضرت امام حسین سے لڑا تھا غرض بعد واقعہ کربلا کے سر حضرت امام حسین کے ہم لوگ یزید کے پاس دمشق میں لے چلے اور ہم لوگ پچاس سپاہی تھے کہ نگہبانی سر سرور کی کیا کرتے تھے اور شمر وغیرہ اشقیا سر شہزادے کو بیچ میں دھر کے چاروں طرف سے حلقہ کر کے شراب پیا کرتے تھے اور میں دور ہی سے اُن کا حال دیکھ کر متاسف ہوتا تھا اور کبھی اپنی شقاوت پر روتا تھا۔

ایک رات سب اشقیا حسب معمول شراب پی کر سو گئے۔ نشے میں چور و غافل ہو گئے اور مجھے نیند نہ آتی تھی طبیعت اس شب کو بہت گھبراتی تھی۔ ناگاہ آواز رونے کی کان میں آئی مگر رونے والا کوئی نظر نہ آیا اور طبیعت زیادہ گھبرائی ناچانک میں نے آسمان کی جانب نظر دوڑائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ آسمان کا کھلا ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک خیمہ نورانی آسمان سے اُترا۔ اور برابر سر شہزادے کے آکر ہوا میں معلق ٹھہر گیا۔ پھر تین آدمی نورانی روحانی آسمان سے آئے اور زیارت سر سرور کی کرنے لگے۔ ایک شخص سبز جامہ

marfat.com

پہنے ہوئے اور سفید عمامہ باندھے ہوئے میرے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ اُس نے کہا کہ مقربین بارگاہِ الٰہی یعنی حضرت جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل ہیں۔ پھر حضرت جبرئیل نے خیمہ کے پاس آکر کہا کہ یا صفی اللہ خیمہ سے آپ اُتریں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت آدم، شیث اور ادریس خیمہ سے اُتر کے آئے اور زیارت سرِ شہزادہ کی فرمائی۔ پھر جبرئیل نے خیمہ کے پاس آکر کہا کہ یا نجی اللہ آپ اُتریں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت نوح اور سام اُترے۔ پھر حضرت جبرئیل نے کہا یا خلیل اللہ اب آپ اُتریں پس حضرت ابراہیم اور اسماعیل اور حضرت اسحاق اُترے، پھر کہا یا کلیم اللہ اب آپ نزول فرمائیں پس حضرت موسیٰ اور ہارون اُترے پھر کہا یا روح اللہ اب آپ اُتریں پس حضرت عیسیٰ اور شمعون علیہم السلام اُترے اور جو پیغمبر آتے تھے زیارت سرِ شہزادہ کی فرماتے تھے۔ پھر حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ یا حبیب اللہ اب آپ نزولِ اجلال فرمائیں۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مع صحابہ کبار اور شیر خدا اور حضرت امام حسن اور حضرت حمزہ اور جعفر طیار کے نزولِ اجلال فرمایا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمے سے اُترے تو میں نے دیکھا حضرت امام حسین نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور سرِ قدم آگے جا کے پیشانی کو اپنی پاؤں پر حضرت کے دھر کے بآواز دردناک کہا کہ نانا جان حسین آپ پر قربان، دیکھیے شامیان بیوفا نے ہم پر کیسے کیسے ستم پہنچائے، آپ کی عظمت کچھ بھی خیال میں نہ لائے، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ شہزادے کا اُٹھایا اور منہ پر منہ رکھ کے رونے لگے، بیتاب ہونے لگے، اس وقت سارے انبیاء بھی بموافقت آپ کے روتے تھے۔

جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ اگر حکم ہو تو شامیوں کا وہی حال کردوں جو قوم لوط کا میں نے کیا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں قیامت کے دن اُن سے اور ہم سے لڑائی ہوگی۔ پھر حضرت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ تھوڑے فرشتے حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں حکم الٰہی ہوا ہے کہ ان سب پچاسوں نگہبانوں یعنی پہرے والوں کو مار ڈالیں، سر اُن کا اُتار ڈالیں۔ آپ نے فرمایا ہاں حکم الٰہی بجالائیں، ان سب کو جہنم میں پہنچائیں۔ پھر تو پہرے داروں پر تاشپ فرشتوں کی تلواریں آگ کی طرح چلنے لگیں، لاشیں انشقاق کی لکڑی کی طرح جلنے لگیں، یہاں تک

marfat.com

کہ پچاس آدمی جل گئے، موم کی طرح پگھل گئے۔ جب میری نوبت آئی میں نے کہا آہ الامان یارسول اللہ، تب آپ نے فرمایا میرے سامنے سے دور ہو۔ لاغفر اللہ لک اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہ کرے تجھے اہلِ جنت سے نہ کرے۔ اس واسطے میں بیقین جانتا ہوں کہ خطا میری معاف نہ ہوگی کیونکہ بات حضرت کی خلاف نہ ہوگی۔

اہلِ حرم نے اس سے کہا کہ منہ پر پردہ کیوں لٹکائے ہوئے ہے اُس نے کہا آتشِ خوف سے اِسی واقعے کے میرا منہ جل گیا ہے، رنگ چہرے کا بدل گیا ہے۔ پس لوگوں سے بہت کہنے سے اُس سور نے اپنے منہ سے کپڑا اُٹھایا تو معاذ اللہ منہ اُس کا بجنسہ سور کا ہوگیا تھا اور دانت اُس کے سور کی طرح منہ سے باہر نکل آئے تھے۔ مشائخ حرم نے کہا دور دور۔ ایسا نہ ہو کہ شامت تیری ہم لوگوں کو بھی اثر کر جاوے۔ وہ سور منہ پر پردہ لٹکا کے حرم سے باہر چلا ہنوز دس قدم حرم سے باہر نہ گیا تھا کہ ناگاہ ایک بجلی غضب کی ہوا سے اُس شیطان پر گری وہ ملعون اسی جگہ جل کر راکھ ہوگیا۔

از برق ستم ہر کہ زد آتش بشیدان — شد سوختہ صاعقۂ خشم الٰہی
از ہر کہ الم یافت دل آں شہ مظلوم — حقا کہ بنیابد الم نامتناہی

رسول پاک پہ بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ حسن و حسین پر بھی مدام

**روایت ہے** کہ قیامت کے دن جب سواری فاطمہ زہرا کی نکلے گی تو مجمع اولین و آخرین مرد و عورت سب کو حکم باری ہوگا کہ سب لوگ اپنی اپنی آنکھیں بند کریں کہ خاتونِ جنت کی سواری آتی ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ جناب سیدہ مخاتون اس وقت اس صفت پہ تشریف لائیں گی کہ کسی کو آپ کی حالت پُرملالت دیکھنے کی تاب نہ ہوگی۔ یعنی پیراہن زہر آلود شاہ زمن حضرت امام حسن کا اپنے داہنے کاندھے پر دھرے اور پیراہن خون آلودہ نورِ عین حضرت امام حسین کا اپنے بائیں کاندھے پر دھرے اور عمامۂ خون آلود شیرِ خدا علی مرتضیٰ کا ہاتھ میں لئے متوجہ عرش الٰہی ہوکر اس درد و آہ اور سوز جانکاہ کے ساتھ بے تاب ہوں گی، کہ سب فرشتے زار زار رونے لگیں گے، سارے انبیاء

marfat.com

بیقرار ہونے لگیں گے۔ حورانِ جنت بھی اس وقت رونے لگیں گی۔ پھر حضرت سیدہ عرش کا پایا پکڑ کے فرمائیں گی کہ خداوندا فاطمہ کی فریاد رسی فرما، فاطمہ کو انصاف دے، اس وقت عرشِ الٰہی کو لرزش ہو جائے گی اور فرش سے عرش تک جنبش ہو جائے گی۔
حضرت جبرئیل امین رحمتِ عالم حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ حضرت فاطمہ خاتونِ جنت عرشِ الٰہی کے پاس آئی ہیں اور اور کفن خون سے بھرا جان کو نین حضرات حسنین کا اپنے ساتھ لائی ہیں، عرشِ الٰہی میں ایک زلزلہ پڑا ہے، عرصاتِ محشر میں عجب طرح کا تہلکہ پڑا ہے، دریا قہاری کا بڑھا آتا ہے، فاطمہ کے رونے سے عرشِ الٰہی تھرآتا ہے نعرہ لا الٰہ الا اللہ سن سن کے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آپ ذرا عرش کے پاس تشریف لائیں اور حضرت سیدہ کو منائیں اور نہیں تو بات کی بات میں دریائے قہاری موجزن ہوگا اور سب کچھ تہہ و بالا ہو جائے گا۔ شامت سے قاتلانِ حسین کے دونوں جہان جل کے خاک ہو جائے گا۔
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً عرشِ الٰہی کے پاس تشریف لائیں گے اور حضرت سیدہ سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ اے فاطمہ نورِ دیدہ اے نورِ عینین اے فرزند پسندیدہ اے مادرِ حسین آج دن فریاد رسی کا ہے نہ فریاد کشی کا آج روز نوازش کا ہے نہ گزارش کا، آج دن معاف کرانے کا ہے نہ دونوں جہاں کے صاف کرانے کا، حضرت سیدہ فرمائیں گی، بابا جان کیا عرض کروں، پیراہن زہر آلود حسن کا دیکھ کر جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے اور جامہ خونیں حسین کا دیکھ کر کلیجہ منہ کو چلا آتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے جانِ پدر حسن کا پیراہن اور حسین کا خونیں کفن ہاتھ میں لے کر جنابِ باری میں دعا کرو رو رو کر التجا کرو کہ خداوندا بحق جامہ زہر آلود حسن اور بحق پیراہن آغشتہ بخون حسین کے جو شخص کہ میرے فرزندان اور اہلِ بیت کا دوست ہووے سراسر مغز بے پوست ہووے اور جو کوئی مصیبت پر حسین کی واقعہ کربلا کو یاد کر کے ملول ہوتا ہو اور جو تخمِ محبت کا ان کے اپنے مزرعۂ دل میں بوتا ہو اور ان کی اتباع اور فرمانبرداری میں جی کھوتا ہو اس کے گناہ معاف کر دے، نامۂ اعمال کو اس کے

marfat.com

گناہوں سے معاف کر دے۔ پھر میں بھی اپنے گیسوئے خاک آلود اور دندانِ شکستہ کو ہتھیلی پر دھروں اور اپنے اتباعِ شکستہ دلاں کے لئے جنابِ باری میں شفاعت کروں کہ الٰہی جس طرح میرے اتباعِ عاصی نے تیرے فرمان توڑے پر محمد نے گناہ ان دندان شکنوں کے معاف کیے۔ پس تو جو محمد کا پیدا کرنے والا ہے گناہ اُن فرمان شکنوں کے معاف کر دیے۔ (مثلث) ؎

اجی اللہ کے پیارے ذرا میری خبر لیتے خدا سے میرے حق میں بس یہی اک بات کہہ دیتے
بھلی ہے یا بری لیکن یہ پھر اُمت ہماری ہے

شفیع عاصیاں جب پیشوا میرا پیمبر ہے ہٗم ونبیا نہ دین ہے اور نہ خوف روزِ محشر ہے
بھلا تب کیوں تجھے ناصر یہ اتنی اشکباری ہے

ملازم رہ درود پاک کا ہر آن و ہر ساعت کہ نازل ہو سدا تجھ پر ترے اللہ کی رحمت
عجب اکسیر اسے عصیاں کی حق نے اُتاری ہے

---

یارب برسالت رسول الثقلین یارب بشہادت جنابِ حسنین
عصیان مرا دو حصہ کن در عرصات نیمے بحسن بہ بخش و نیمے بہ حسین

---

زیں بعد خامہ را ہوس گفتگو نماند دل پارہ پارہ گشت کہ جائے رفو نماند
رفت است ازیں جہاں لب تشنہ حسین اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

---

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
# کی
# عظیم دُعائیں

مرتب
سید حامد لطیف چشتی

ناشر
حامد اینڈ کمپنی — اردو بازار لاہور

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

# اِرشاداتِ مُجدّد

یہ ہے شرع و تصوّف کی کہانی
مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

مؤلفہ

حضرت الحاج میاں جمیل احمد سجادہ نشین شرقپور شریف

ناشر
حامد اینڈ کمپنی
مدینہ منزل
۳۸ - اُردو بازار - لاہور

marfat.com

سیّد خورشید احمد گیلانی

# روحِ تصوّف

اسلام کے مثالی نظامِ حیات کی ایک جھلک

فرید بُک سٹال ○ اردو بازار ○ لاہور

marfat.com

تصانیف سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں

واعظ (۴ جلد)

سچی حکایات (۵ جلد)

خطبات (۲ جلد)

خطیب

مفید الواعظین

دیوبندی علما کی حکایات

شیطان کی حکایات

عورتوں کی حکایات

سُنّی علما کی حکایات

مثنوی کی حکایات

عجائب الحیوانات

جبرول کی حکایات

آنا جانا نور کا میلاد نامہ معراج نامہ

دلائل المسائل

فقہ الفقیہ

جامع المعجزات

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار، لاہور
فون ۷۳۱۲۱۷۳۱-۷۲۳۴۸۹۹